TIGHT BINDING BOOK

138394

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
حالانکہ	جالانکہ	۱۰۶	۱۵	موضع سہری	موضع سہری	۱۲۶	۸
تنبیہ کے	تنبیہ نے	۱۰۹	آخر	او بادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیہ ۲
مانند سیلاب کوہ ربا	مانند سیلاب کوہ ربا	۱۱۰	حاشیہ ۲	با پرسش	یا پرسش	۱۲۸	حاشیہ ۳
دلیر خان	دلپر خان	〃	〃	نزدیک بیر	بہ بیر	۱۲۸	〃 سطر آخر
احمد ہاشم خانی خان	محمد ہاشم وخانی خان	〃	۳	نیتاجی	نیتاہی	۱۲۹	۸
آگیختند	انگیختند	〃	〃 آخر	اصفہان	ہفتان	۱۳۰	۷
راجیسنگر پرتابی راجہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱	نایرہ	نارہ	۱۳۰	حاشیہ ۲
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳	گرائید	گرائند	۱۳۰	حاشیہ ۳
غنیم کے لشکر کا	غنیم کا لشکر	۱۱۴	۱۱	فرح آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
پریندہ	پربندہ	۱۱۴	۱۴	بہ مقام	نہ مقام	۱۳۱	حاشیہ
صفحہ ۱۰۰ عالمگیرنامہ	۱۰۰۰ عالمگیرنامہ	۱۱۴	حاشیہ سطر آخر	ملار	ملاد	۱۳۴	حاشیہ
قراول	قمرادل	۱۱۵	۸	بکوشند	کشند	۱۳۴	حاشیہ ۵
بندہ ہاے	بندہ یاے	۱۱۶	حاشیہ ۲	تقبل	تقبل	۱۳۴	حاشیہ ۹
سیلاب اعداد ہجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیہ ۴	آیا	یا	۱۳۷	حاشیہ ۲
از مقابلہ فوج دلیر خان	مشکوک	۰	حاشیہ ۵	سپرد	سیر	۱۳۷	19
صفحہ ۱۰۴	صفحہ ۱۰۴	۱۱۶	حاشیہ ۶	می درزید	ورزید	۱۳۸	حاشیہ ۲
دکنیون	دکتیون	۱۱۷	۸	روپیہ	مشکوک	۱۳۸	〃 ۸
تین	مین	۱۱۷	۱۳	دیوگڈہ رسیدہ	مشکوک	〃	〃
دلیر خان ازین معنی	دلیر خان ازیمعنی	۱۱۹	حاشیہ سطر اول	سازد و من بعد	مشکوک	〃	〃
پارہ	پارچہ	۱۲۰	حاشیہ ۲	بان	بال	۱۴۰	حاشیہ ۲
روانہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۳	عادل خان	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۳
خیل او بار	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۴	وجہہ	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۴
رسیدہ بلبلہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۵	جہات	م	۱۴۰	حاشیہ ۵
یمین	مین	۱۲۲	سطر آخر	پنجہزاری	سہاری	۱۴۰	حاشیہ ۶
زمیندار	زمیندار	۱۲۵	حاشیہ ۱	یکہزار سوار تا پنجہزار	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۸

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
محمد امین سے لکھایا	محمد امین سے یعنی لکھایا	۳	۱۴۲
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۳	۱۴۳
پیدا ہوئی	پیدا	حاشیہ ۲	۱۴۴
فرزند	فیرزند	۱۳	۱۴۵
راجپوتونپر	راجپونپر	۱۷	۱۴۵
بعرض الاسیدہ	بغرض والاہ سیدکہ	حاشیہ ۱	۱۴۷
تبقدیم	بقدیم	حاشیہ ۲	〃
مالی جے پور کے	والے جے پور	حاشیہ ۲	〃
گوشمالی کو	گوشمالی	حاشیہ ۹	〃
لڑنے زمین	لڑنیمین	۱۱	۱۴۹
مرہٹے	مرھنے	۱۲	۱۴۹
گوداوری	گودادری	۴	۱۵۰
صوبہ برار	صوبہ برابر	۱۰	۱۵۴
بکوشش فراوان	بکوشش مرادان	حاشیہ ۲	۱۵۵
خلاتفاقی	نا التفاقی	۸	۱۵۶
ہوتی ہین	ہوتی ہین	۲	۱۵۷
نہ تقوز	سر تفور	حاشیہ ۲	۱۵۸
پسر	مشکوک	حاشیہ ۳	〃
ایک ارسی	ایک ارسی	۹	۱۵۹
ماڈنا لہ لبستان ہین	راجستان	۹	۱۶۰
درہ نیسوری	درہ نیسوڑی	۱۱	۱۶۰
مالوار	مالوڑہ	۱۲	۱۶۰
ملاقات	ملافات	آخر	۱۶۰
جھنڈا	چھنڈا	۱۶	۱۶۱
معلوم ہوسکتے	معلوم نہ ہوسکے	۱۴	۱۶۲
ہاتھ	ہاسہ	۳	۱۶۳
غازی الدین خان	غازی الدیمان	۱۳	۱۶۳
کوکہ	گوکہ	حاشیہ ۲	۱۶۳
ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۳	۱۶۵
گڑھیون	گرٹھون	۱۷	۱۶۶
کھیڑہ	کیڑہ	حاشیہ ۱	۱۶۶
چڑھائی	چرہائی	حاشیہ ۲	۱۶۶
تاریخی واقعات ہین	تاریخی واقعات سے	حاشیہ ۲	۱۶۶
ٹھٹھرونپر	مشکوک	حاشیہ ۹	۱۶۶
بردار	سردار	۱۱	۱۶۶
پانڈے بردار کے	مشکوک	۱۲	۱۶۷
پڑاؤ لشکر	پشکر	۴	۱۶۷
پیشہ ور عایا	پیشہ ور عایا	۱۰	۱۶۷
بدفتر استفسار	مشکوک	حاشیہ ۲	۱۷۷
خمسہ سیم ہر دو رونما یم	خمسہ سم	۸	۱۷۸
نذر ناظرین	نذر حاضرین	۲	۱۸۰
صدد وئی	صدولی	حاشیہ ۱	۱۸۳
دوہ نیمی	دوہ نیمی	حاشیہ ۲	۱۸۳
مھند	مھنڈ	۹	۱۸۶
تھے	تھی	۹	۱۸۶
اور بانی دسر گروہ	اور ملہ کہانی اور سرگروہ	۱۱	۱۸۶
مولانگنج کے باتی تھے	مولانگنج کے تھے	۱۲	۱۸۶
التجا نہ یا والدہ نواب	اہل خانہ نواب	آخر	۱۸۶
دلیر خان	دلیر خان	۱۶	۱۸۹
غزل ونصب	غسل ونصب	۱۴	۱۹۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہرگروہ	ہرگردہ	۱۹۶	۳	پرتاب بلی	پرتاب بے	۲۵۲	
بسیار	لبسار	۱۹۸	حاشیہ	فقرہ	فقرۃ	۲۵۰	حاشیہ
بروز	بزور	۲۰۰	حاشیہ	امیدوار بود ندانستہ	امیدوار بود ندانستہ	۲۶۰	۴
قبائل	قباہل	۲۰۰	حاشیہ	نفاذ	نقاد	۲۶۰	۵
فروگذاشت	فروگداشت	۲۰۱	حاشیہ	بنابر دلیرخان	بنابردلیرخان	۲۶۴	حاشیہ
شہ بازخان	شہ نارحان	۲۰۱	حاشیہ	انکی اجازت سرکار سے	انکی اجازت سرکار سے	۲۶۵	۱۴
برسال	برسال	۱۱۰	حاشیہ	بارا خان	مشکوک	۲۶۷	۳
مشید	مشبد	۱۱۱		متشکی	مشکوک	۲۶۸	۱۳
چنانچہ قنوج مین	مکرر ڈیڑھ سطر غلطی سے لکھ گیا	۲۱۳	آخر	اسے	اپنے	۲۶۸	۱۷
روایت بھی	روایت سمجھی	۲۱۷	۲	مسلمانان	مسلمان	۲۷۴	۱۰
اکربتا	کربلتا	۱۱۹	۸	پیش امام	مشکوک	۲۷۴	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثرالامرا عالمگیری	۲۲۲	۱۶	بتصرف	متصرف	۲۷۵	۱۱
غزی خیل	عزی خیل	۲۲۶	۱۵	طیل الرقبہ	فیل الرقبہ	۲۷۹	۱
بازیدخیل دوہزار سوار	بازیدخیل دوسوار	۲۲۹	حاشیہ	متعلق پیرخان	بن ابربادشاہ	۲۸۰	مہرمندرجہ
لکھا ہے	لکھتا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پُرغلام	۲۸۰	۴ مہرفرمان
سید نظام ساکن بھانی	سید نظام خان بھانی	شجرہ	۱۵	بن ابربادشاہ	بن ابربادشاہ	۲۸۴	مہرمندرجہ فرمان
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان	شجرہ		اُردی	اردلوی	۲۸۶	۳
نواب اعزازخان	جانشین	شجرہ		اراضی کاجو پیرمحمد کو	اراضی پیرمحمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علیخان	نواب مقصود علیخان	شجرہ		خصائص الحبیب	حصائص فیض حبیب	۲۹۷	۹
جو شیندند	شیندند	۲۴۰	حاشیہ	آب مزم سے میں بھرکر	آب مزم سے میں بھرکر	۳۰۲	۳
جودھپور جاکر	جوڈھواکر	۲۴۲	۹	قبر سے	قبرون سے	۳۰۴	۱۶
اندزد نصیحت	اندزد نصیحت	۲۴۲	۶	اصل تھو	اصل ہوتا	۳۰۶	۱۵
متھرہ نہ تھا	مقبوبنا	۲۴۵	حاشیہ	عالی ہمتی	عالی حمتی	۳۰۷	۹
طاہرخان	طایرخان	۲۴۵	حاشیہ	سلیم خان	مشکوک	۳۰۸	۱۳
پابوس	ماہوس	۲۴۶	۱۳	امربا	امربا	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پچھوا	مشکوک	۳۱۱	۵
نواب سردارخان	نواب دلیرخان	۳۱۴	۹
تحریر	مشکوک	۳۱۶	۷
دیوڑھی	ڈیوڑھی	۳۲۲	۱
شہزادہ	مشکوک	۳۲۴	حاشیہ
تحریک	مشکوک	۳۲۵	حاشیہ
نمود	نمود	۳۲۹	۸
مگلہ سہاگ	نگلہ مہاگ	۳۳۱	۱۸
ہدایت خان	ہدایت خان	۳۳۲	۲
واقعات بابری ترجمہ	واقعات بابری بزبان ترجمہ	۳۳۵	آخر
اقبال نامہ جہانگیری	اقبالِ جہانگیری	۳۳۶	۲
کوٹہ خاص	کوٹہ خاص	۳۴۱	۹
پنجون	بیجون	۳۴۴	۲
اِنھوں نے اُنکی	اونھوں اِنکی	۳۴۴	۷
زیردست	مشکوک	۳۴۴	۱۵
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰
قدامت	قداست	۳۴۷	۷
〃	〃	〃	حاشیہ
سیج بطفیل احمد دوست	یہ سبع مہر کندہ کرایا تھا	۳۵۰	۵
کندہ کرایا تھا			
باقی رہ گئی	باقی رہگئی تھی	۳۵۴	۹
صوبہ دار و ناظم تھے	ناظم اور صوبہ دار بھی تھے	〃	آخر
شاہ آباد	شاہ آبا	۳۶۲	۲
زیر اختیار ہے	اختیار رہے	۳۶۴	۳
نواب سردارخان	نواب دلیرخان	۳۶۶	۳
مبندول ہوئی	مبندول ہولکی	۳۶۶	۷
مشکوک	استظہار	۳۶۶	حاشیہ
شاہجہان کے	شاہجہانی	۳۶۶	۲
پہونچے اور	پہونچے وہ	〃	آخر
اگر اپنے	اپنے	۳۷۱	۱
تو خیر ورنہ	ورنہ	〃	۲
کارزار سے	کارزار پے	۳۷۲	حاشیہ
بدیوالربت رسیدہ	بدلو اپشت رسیدہ	۳۷۲	حاشیہ
مقابیر	مقابیر	۳۷۲	حاشیہ
جمع غفیر	جمیع عنصر	۳۷۲	حاشیہ
بقیۃ السیف	بقتد الالف	۳۷۲	حاشیہ
ہیچ کس	بقسیم کس	۳۷۲	حاشیہ
سرزمین	سرمین	۳۷۳	۴
شرف ملازمت	شرف ملازمت	۳۷۴	حاشیہ
کولاپور	کولام پور	۳۷۵	۴
داد شجاعت	مشکوک	۳۷۸	حاشیہ
عبور	مشکوک	۳۸۳	حاشیہ
خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ	۳۸۳	۹
مخلص	مخلص	۳۸۳	حاشیہ
آزردہ خاطر ہوکر	آزردہ خاطر ذار	۳۸۴	۹
بتعاقب	بتعاف	۳۸۴	حاشیہ
ہفتدہ	ہفتد	۳۸۴	حاشیہ
باز بقیاس آفتاب ہمیر فتند	مشکوک	〃	حاشیہ

صحیح	غلط	سطر	صفحہ	صحیح	غلط	سطر
ہمت باختند	مشکوک	۴	۳۸۴	جانور	چانور	۴	۴۰۹	آخر
از حضور مورد	خفور مورہ	آخر	۳۸۴	مجالست	محالبت	۴	۴۱۵	۸
شہر خان	شیر خان	۴	۳۸۵	بجبل متین	بہ بجبل متین	۴	۴۱۷	۹
علی خان تاترین	علی تاترین خان	۱۰	۳۸۶	مُرید	موربد	۴	۴۱۸	۱۰
گذاشت	گذشت	۴	۳۸۷	پشاورند	پشاوراند	۴	۴۱۸	۷
برآورد	مشکوک	حاشیہ آخر	۳۸۷	شیخ احمد مجددی	شیخ احمد محدث	۴	۴۱۸	حاشیہ ۱
مصحوب	معجوب	۳	۳۸۹	مادرزاد ولی تھے	مادرزاد ولی تھی	۱	۴۱۸	۲
زین از اسپ	مشکوک	۱	۳۹۳	لنگر	لشکر	۱	۴۱۸	۲
سواران الہامی	الحاقی	۱	۳۹۳	وطن	وطرہ	۲	۴۱۸	۵
راجہ پہاڑ سنگھ	راجہ پہار سنگہ	۱۰	۳۹۴	اُس کا	آپ کا	۴	۴۱۸	۸
تعاقب بھی کیا	تعاقب بھی لیا	۱۵	۳۹۴	فتح جنگ خان	فتح خان	۴	۴۲۴	۱۴
وتن حصہ زیادہ تھے	وتن گنج سبھی یاد تھے	۶	۳۹۵	دروازہ	درازہ	۴	۴۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید الدولہ	۱	۳۹۷	بانہتاز	پانہاز	۴	۴۲۸	حاشیہ ۳
قطب الدین خان	وقطب الدین خان			نزدیک	تزدیک	۴	۴۲۸	״ آخر
سنہ جلوس مین	سنہ جلوس			گھوڑے کے	گھوڑون کے	۴	۴۲۹	۲
شاہجہان نے	شاہجہان نے	حاشیہ ۱	۳۹۵	مخالفت	محالفت	۴	۴۳۱	۶
آیندہ زمانہ مین بھی	آیندہ زمانے		۳۹۷	تحاسد	تحاسد	۴	۴۳۲	۹
سرگرم بھے	سرگرم ہو	۸	۹۹ سطر ۱۳	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۴	۴۳۴	۸
سادات	سادادات	۶	۴۰۰	کسی امیر کا	کسی امرکا	۴	۴۳۵	۱۲
پیش صدمہ یا می فوج	پیش صد برلے فوج	حاشیہ آخر	״	اولاد نواب لیر خان	اولاد انخضب لیر خان	۴	۴۳۹	حاشیہ آخر
نوزخم کھا بے	نوزخم کھا کر گرے	۷	۴۰۲	گشتہ شد	گشتہ شد	۴	۴۳۹	״ آخر
چغتائی	چغانی	حاشیہ ۲	״	قسمت باخود ہا کردہ	قسمت باخود ہا کردم	۴	۴۳۹	حاشیہ ۱۱
سہ یک	معایک	۹	۴۰۴	بتقریب	بتقرب	۴	۴۵۵	۵
جس مین	جن مین	حاشیہ ۱۲	۴۰۷	فرزندون کو	فرزنکو	۴	۴۵۶	حاشیہ ۱۵
مخاطبت	مخاطب	حاشیہ ۱۹	״	جہانگیر کو لکھکر	جہانگیر لکھ کر	۴	۴۶۱	حاشیہ ۱۹

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آتی تھی	۴۶۲	حاشیہ ۹
وارثِ سلطنت	وارث سلطنت	۴۶۲	حاشیہ ۱۲
اُسنے نکالکر	اُسنے نکالکر	۴۶۵	حاشیہ آخر
داد و بخش	داد بخش	۴۶۸	حاشیہ ۹
چہ ہزار سوار	چہ ہزار سوا	۴۷۵	۷
یہ اختلاف	یہ خلاف	۴۷۷	۱۸
لشکرمین	لشکرمین	۴۷۹	حاشیہ ۱۴
گردانیدہ	گردانیدہ	۴۸۳	حاشیہ ۴
جاچکا	آجاچکا	۴۸۳	آخر
دریاخان کاسر	دریاخان کامزار	۴۸۷	۴

غلطنامہ جلد دوم نامہ مظفری

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مثنوی گل گشتی	گل گشتی	۲	۱۳
ہریک	بریک	۸	۵
کبھی اُردو بھی	کبھی نثر بھی	۸	۱۲
وہ عیوض اسے	وہ در	۱۱	۴
چین و تردد	چلن و تردد	۱۴	۱
موظف	موطف	//	۲
قریب جو درخت تاڑ	درخت تاڑ	۱۴	۱۴
ہے بتلاتے ہین			
محلہ لیر گنج وقع شاہ آباد	مشکوک	۱۵	۱۶
ہردلعزیزی	ہردلعزیز	//	۴
بہی	یہی	۲۵	۱۱
فرق	فرق	۲۵	۱۵
اوجیالے	اوجیابی	۳۰	۳
زندہ رہے	زندہ ریلے	۳۲	۱۱
ارکان دولت سے	ارکان دولت	۳۳	۳
موروثی	مشکوک	۳۳	۸
تاضی الصرالزمان صاحب	مشکوک	۳۳	آخر
ارتفاع	ارقطاع	۳۴	۱۵
اوقات	اوقات	۳۴	۱۷
رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر
قدغن	قدغن	۳۵	۳
سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲
محلہ گلیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
عرف مرزا نتھو	عرف مرزا نتھو	۳۸	حاشیہ ۱
محلہ گلیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
سنہ ۱۲۶۶ ہجری	سنہ ۱۳۲۶ ہجری	۳۹	۳
دیوجاہت شخص	شخص گذرے	۴۲	۲
گذرے	گذرے		
احمد گیر یا عجز	احمد کبریا	۴۶	۱۶
بیاض	یاض	۴۷	۸
سید اعجاز احمد صاحب	سید اعجاز احمد صاحب	۵۷	۱۷
ابن ظہیر العلما	علما		
یہ طبع ہوکر	طبع ہوکر	۵۷	۱۸
زاولاد رسول	مشکوک	۵۸	آخر
سنہ ۱۱۷۵ ہجری	سنہ ۱۲۷۵ ہجری	۶۳	۶
املاک تھی ضبط ہوکر	املاک تھی کا ضبط ہوکر	۶۴	۱۴
شیخ دادو	شیخ داود	۶۷	حاشیہ

صحیح	غلط	سطر	صحیح	غلط	سطر
معاملے دیکھے ہین	مشکوک	۶۸	حاشیہ ۳	آپ کا کلام	کلام	۹۴	۱
سرخدا	مشکوک	۶۸	حاشیہ ۴	مناجاتین وغیرہ تصنیف	مشکوک	۹۴	۱۷
مثل	فضل	۶۸	حاشیہ ۶	مسرور ہوجاے	مشکوک	۹۵	۱۷
۱۲۵۷ھ ہجری	۱۲۶۵ھ ہجری	۶۸	حاشیہ ۷	عرض	غرض	۹۹	۱۴
نقش	ش	۶۸	حاشیہ ۱۱	آسمان ستاتی	آسمان اور شاتی	۹۹	۱۴
ہردو	ہرزید	۶۸	حاشیہ ۹	باہوت	ہاہوت	۱۰۰	۱۷
ہرے بھرے	ہر بھرے	۶۹	۱	سلامتی ذات	مشکوک	۱۰۱	۱۱
زوجہ	روجہ	۷۰	۷	بشاشت افزا	〃	۱۰۱	۱۲
امانت	امامت	۷۲	۸	یہ فدوی	بہ فدوی	۱۰۱	۱۳
مولوی صاحب	مشکوک	۷۳	آخر	تشریف لاے	تشریف لے	۱۰۱	۱۴
لحاظ	مشکوک	۷۵	۳	عرض می نماید	می نماید	۱۰۱	آخر
مورد	مشکوک	۷۶	۴	باین اہتمام	مشکوک	۱۰۲	۵
عادت	عبادت	۷۶	۱۲	یہ تعلیم	تعلیم	۱۰۲	۷
انھین کا	انھین کے	۷۷	۱۴	بذمہ بندہ	بندہ	۱۰۲	۷
خدر	خدر	۷۸	حاشیہ ۴	کہ رہے یاد	کہ رہون یاد	۱۰۵	۹
تعلقہ دار	تعلقہ دا	۸۰	۸	جو ہون	جون ہون	۱۰۵	۱۲
استفادہ	استفادہ	۸۵	۷	کیا عجب ہے	کیا عجب ہین	۱۰۵	۱۳
حافظہ	حافظ	۸۵	۵	اُسنے کچھ ایسا رنگ	اُسنے کچھ رنگ	۱۰۶	۱۴
مزار	مرزار	۸۶	۱	۱۲۷۸ھ ہجری	۱۲۸۷ھ ہجری	۱۰۸	۱۵
کبھی وہ	تو	۸۶	۸	۱۲۹۷ھ ہجری	۱۲۷۷ھ ہجری	۱۰۹	۳
جنکے	اُنکے	۸۹	۳	حکیم صاحب کا	حکیم صاحب	۱۱۱	۱۵
مزار	ہزار	۹۱	۶	ندوۃ العلما	ندوالعلما	۱۱۳	آخر
عالم رویا	مشکوک	۹۱	۱۹	ترددات	تردات	۱۱۵	۳
متعلقہ صلا ۹	متعلقہ ضہ ۸	۹۲	حاشیہ ۱	ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھے	۱۱۵	حاشیہ ۱
دلی خطرات	دلی خطرت	۹۴	۱	سیرت	سرت	۱۱۶	۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پئے	پے	۱۱۶	
سروش	بروش	۱۱۶	
جینے کی صورت ہو	جینے کی خواہش ہو	الف۱۱۶	۷
تماشاگاہ نیرنگی	تماشا نیرنگی	۱۱۶	۱۱
گہر	کہر	۱۱۷	۵
لگایا ہے	گلتا ہے	۱۱۷	۶
وہ محشر	محشر	۱۱۸	۱۴
ہر قصر و ایوان	ہر قصر والون	۱۲۲	۱۴
ثنای مصطفےٰ مین	مصطفےٰ مین را مدن	۱۲۲	آخر
رات دن			
کچھ اور ہی ادا	تلوار ہی ادا ہے	۱۲۳	۱۷
ہے			
نبیون کو	نبیون لو	۱۲۴	۱۳
بالاپیر	بالاپر	۱۳۵	حاشیہ سطر ۱
تذکرہ دلیر خان	مشکوک	۱۳۶	حاشیہ ۹
مسماۃ جمیلہ	مشکوک	۱۳۷	حاشیہ ۴
رود بدنی مین	رود بدنی کے	۱۳۸	حاشیہ ۴
بی بی نیکبختہ	بی بی نیکبختہ	۱۳۸	حاشیہ آخر
قاسم ولی	قایم ولی	۱۳۹	حاشیہ ۱
زانوارا د	زانوارہ	۱۳۹	حاشیہ ۱
غوثیت آب	غوت آب	۱۳۹	حاشیہ ۴
ناگزیر ازین بے ادبی	ازین ناگزیر ازین بے ادبی	۱۴۳	۱
نہایت نامور	نہایت نامور	۱۴۷	۲
ذریعہ سے بیع ہوئے تھے	ذریعہ سے بیع ہوئے تھے	۱۴۷	۹
خلفاے شیخ محمد	خلفای شیخ محمد	۱۴۸	۱
مہدی قادری		۱۴۸	۵
اینجانب	اینجانت	۱۵۹	۱۳
پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے	پانچ روپیہ پاتے تھے		
نواب کمال الدین خان	نواب کمال الدین	۱۶۳	۵
مزروع کنایندہ	مزروع کنایدہ	۱۶۳	۱۲
بالضامنی	بالضامنی	۱۶۴	۱
وصول یافتم	وصول ناقم	۱۶۴	۳
سرکار رچنار	رکار رچنار	۱۶۸	۲
مقررہ ضمن	مقررہ ضمن	۱۶۹	۲
فردے مزین	فردے مرین	۱۶۹	۴
قسمتنامہ	قسمت نامہ	۱۷۰	۶
وبوجہے	ولوجہے	۱۷۵	۱
۱۰۸۷ ہجری سے	۱۰۸۷ ہجری	۱۷۶	
کئی مہینے	کئی مہینے		
نبیرہ مہدی صاحب	مشکوک	۱۷۷	۷
حضرت بالاپیر صاحب	حضرت پیر صاحب	۱۷۸	۱۵
دیگ خرد	دیگ خرد	۱۷۹	۴
پنچایت	پنچایث	۱۸	۱۴
واپس آئے	واپس	۱۸۰	۱۸

صحیح	غلط	سطر
ماکل جائز نہیں	ماکل جائز نہیں	۱۸۱ ۵
مادری	مادری	۱۸۲ ۲
وہ ازروی وراثت	وہ مجھے ازروی وراثت	۱۸۲ ۴
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳ ۱۸
میاں جمیل	میاں خلیل	۱۸۴ ۱۲
فصل بفصل	فصل تفصیل	۱۸۸ ۸
قلاید ابجواہر میں بھی	قلاید ابجواہر	۱۹۲ ۹
سنہ ہجری	سنہ ۱۰۰۰ ہجری	۱۹۳ ۸
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴ ۸
چڑھالی	جڑھالی	۱۹۵ ۱۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶ ۱۲
ابن رقاعہ نے	لے	۱۹۷ آخر
خانقاہ حماۃ کے	خانقاہ حماہ کی	۱۹۸ ۵
بجز آپکے	بجز آپ	۲۰۱ ۲
بنام الہیہ قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱ حاشیہ
مسقفہ	متفقہ	۲۰۷ حاشیہ ۲
مورث سادات	سادات مورث	۲۰۸ شجرہ ۲
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸ ۷
عالی منزلت	عالی عالیمنزلت	۲۰۹ ۳
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰ ۴
آپکے حین حیات	آپکے حین حیات میں	۲۱۰
چار مواضعات	مشکوک	۲۱۴ ۶
دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند تھے	۲۱۴ ۶
نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد صاحب	۲۱۴ حاشیہ
سید حسین	وید حسین	۲۱۵ ۱۱
پچھین کو	مشکوک	۲۱۷ ۱۰
فصل احمد مکہ آمد مرد ۲۴ ۱۳	فصل احمد مکہ آمد مرد ۱۳ ۲۴	۲۱۷ ۱۳
چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۷ ۱۴
بجز	بجز	۲۱۹ ۸
مورد	موری	۲۲۰ ۱۲
مگر	اگر	۲۲۲ حاشیہ
طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲ ۶
امید وار	امید ولد	۲۲۳ ۳
لبسنت رائے	نسبت رائے	۲۲۳ حاشیہ ۳
شہر حماہ	شہر حماۃ	۲۲۷ ۱۷
مشورہ کے بغیر	مشورے سے	
نہیں کرتے تھے	نہیں کرتے تھے	۲۲۸ آخر سطر
آبائی مراسم ہونے	آبائی مراسم ہونے	
نہایت تعظیم و توقیر کرتے	سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹ ۶
پوشیدہ نہیں رکھتے تھے	پوشیدہ نہیں رکھتا تھا	۲۲۹ ۷
حافظ امام بخش صہبائی مسندیلوی	حافظ امام بخش صہبا	۲۳۰ ۷

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سود ازدہ	صبح سودا ازدہ	۲۳۲	۳
مگر گردش فلکی	کیونکہ گردش فلکی	۲۳۲	حاشیہ آخر
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	ر آخر
ادہر سے شجاع الدولہ	ادھر سے شجاع الدولہ	۲۳۶	۱۲
او دھر سے	ادھر سے		
سید شرف الدین محمد		۲۴۲	حاشیہ مہر
خود	خو	۲۴۳	۱
برہان ساطع	سربان ساطع	۲۴۳	۱۲
باغ مرہونہ	باغ مرجونہ	۲۴۳	۴
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۴۵	۴
۱۲۵۷ھ ہجری	۱۱۵۷ھ ہجری	۲۴۷	۱۳
بست وچارم قضا	بست وچارم قضا شد	۲۴۷	۱۲
بغش شد دل غمگین	بغش شد دل غمگین		
ہر کہ خواہد کہ بیند در جہان	اگر تو خواہد کہ بیند در جہان	۲۴۸	۹
گاہے	نگاہے	۲۴۹	۹

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
تنہون	نہون	۲۵۵	۱۴
خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
آئی تھین	آئی نہین	۲۶۵	۱۶
بہولی دین اور سبک رائے	بہولی دین اور سبک رائے	۲۶۹	۱۶
شاہ آباد ضلع ہردوئی	شاہ آباد ضلع ہردوئی		
خواتین ہند کی	کے خواتین ہند کی	۲۷۳	۱۰
سرزمین	سرزمین	۲۷۵	۲
خامہ	نامہ	۲۷۸	۱
علم پناہ	علم وپناہ	۲۷۸	۱۲
صاحب تحقیق	صاحب توقیر	۲۷۹	۱۱
بنجاتا	نجاتا	۲۷۹	۱۵
در وجواہر تحقیق	در وجواہر وتحقیق	۲۸۰	۱۰
رئیس کا کوروی	رئیس کاکوروی	۲۸۱	۸
بوستان بنظیر ۱۹۱۵ء	بوستان بے نظیر	۲۸۵	۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی صنعت قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسنے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر بمصداق اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ عقل و نور کا پتلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و تقرب کا رتبہ عنایت کر کے بفحوائے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ بشر کو ملائکہ سے بڑھا دیا اُس حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس مشت خاک کو وہ زور یا زو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی قوت و شجاعت سے شیر نیستان کو مغلوب کر کے اپنی فضلیت کو ثابت کر دیا اُس فیاض ازل کی فیاضی نے اس قطرۂ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان جود نے ابر گہربار کو بھی شرما دیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفت ہے ظاہر کرنا چاہیے

حمد الٰہی کیطرح نعت رسالت پناہی بھی احاطۂ تحریر مین نہین آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم فخر بنی آدم کی ذات مبدء کائنات عالم ایجاد مین نہ آتی تو بمصداق لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ آفرینش ہیجدہ ہزار مخلوقات کی وجود مین نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ وحدت کثرت مین نہ سماتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز نہوتی تو یہ معرفت الٰہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین و آخرین کی ذات مجمع حسنات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی مین یکتا ہو کر خاتم الانبیا ہوئی دنیا مین علم و حکمت کی علی تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہونچی اُسکی محبت و اتباع ہر امتی پر فرض ہو کر وسیلۂ نجات قرار پائی۔ اُسکا رخ آئینۂ خدا نما اور خطاب شافع محشر اور نام نامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسکی آل و اطہار اور اصحاب کبار جو آسمان ہدایت کے ستارے تھے اِن سب پر ہمارا دل و جان نثار ہے۔

جملہ ناظرین باتمکین کیذہنین خاکسار حقیر الکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض پرداز ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق ایکبار کتاب ماثر الامرا جو صمصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے مین آئی اسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا اور ارا کین دولت شاہجہانی و عالمگیری سے ہین ایسے قوت بازوے سلطنت اور شیر نیستان شجاعت تھے کہ جنکی دلاوری اورنگ زیب جیسے اولوالعزم جری بادشاہ کی نظر مین بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہان کے باشندے بجز چند زبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہین رکھتے

ان تواریخ مین جو شاہنی وقائع نگارون نے بطور روزنامچہ کے لکھی ہین اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جنکو بادشاہ نے صرف بحرف سُنا ہے **نواب دلیر خان** ایسے گرامی قدر الفاظ سے یاد کیے گئے ہین کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد مین آجاتا ہے صمصام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ و ماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب ہین اخذ کر کے نہایت متین بیہا فقرات مین تحریر کیا ہے۔

درحقیقت **خان ممدوح** ایسے شجاع و با اقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس مہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فتحیاب ہی ہوے بارگاہ صاحبقرانی یعنے دربار شاہجہانی سے ان کو **خلعت و خطاب دلیر خانی** اور **منصب چار ہزاری** سے سرفرازی اور **پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر** سے **بتیس لاکھ دامی جاگیر** اور **منصب پنجہزاری** سے قدر افزائی ہوئی تھی۔

خلعت و اکرام وقتاً فوقتاً جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید براں تھے تعجب و تاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کسینے فراہم نہین کیے شاہی تواریخ مین جابجا اُنکے حالات درج ہین مگر وہ بجز بعض شایقین امرا کے ہر ایک کے یہان مجتمع نہین ہین اور بعض قلمی کتابین جو طبع نہین ہوئین ہنوز پردۂ گمنامی مین پڑی ہین اور جلد دستیاب نہین ہوتین مزید براں عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب سے مفقود ہوئی جاتی ہین۔ اپنے بزرگون کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور فخر روزگار آبا و اجداد کے اوصاف

نہ جاننا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ مین ممتاز ہوسکتی
کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات
کو پردۂ گمنامی مین پڑا رکھنا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصۂ دراز کے
گذرے ہوے واقعات جب تک نہ دُہراے جائین تازہ نہین ہوتے ہی بنا پر
خاکسار نے کتب کیاب کا پتہ چلایا اور اس دردسری کا بار اپنے سر لیا ابتک ان
حالات کے فراہم نہونیکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد مین
جو ذیعلم لایق اشخاص ہوے انکی توجہ واقعات نگاری کیطرف مبذول نہوئی شعر و سخن
کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی نازکخیالیان اور سراپاے محبوب مین موشگافیان انتہا کو
پہونچادین حسن و عشق و ہجر و وصل گل و بلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
ہوے ہین اگر کمریار کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال مین ملک عدم ہی دکھادیا اور باریکی
اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو نہ ملسکی اسلیے اُسکو معدوم ہی کردیا۔ زلف جانان کی
کہ درازی مین میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالون
سے عرش برین کو ہلا دیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھادیا۔ اگر کثرت گریہ اور
جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھون کے سات پردون سے ساتون طبق آسمان کو ڈبودیا
اسمین شک نہین کہ زور قابلیت سے اس فن کو معراج پر پہونچادیا اور مبالغہ کی رنگ
آمیزی سے طمع کو زر کامل بنادیا لیکن بجز رنگین خیالات کے واقعات ندارد ہین۔
چونکہ آجتک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل مین مجتمع کیے تھے لہذا راقم کو اس
کتاب کی تصنیف مین جو جانکاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آے ہین انکو راقم ہی کا
دل و دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کاغذات بغور دیکھنا

مفید مطلب واقعات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان مین ترجمہ کرنا گویا ہفتخوان کے راستہ کا طے کرنا اور ایک دریاے عمیق مین غوطے لگانا تھا۔ اس میدان بے پایان مین جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنی محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے پُرانے کاغذات جنمین فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب کے متعلق روشنی پڑتی تھی جابجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کرکے ان حضرات کو جنھون نے بہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس مین کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات مین پیش آیا اُسکی تحقیق کے لیے معمر و محقق اشخاص سے جاکر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبونکی خدمت مین خطوط بھیجنا پڑے۔ سواے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جابجا مضامین مین آئے ہین اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب العرض وگزیٹیر وغیرہ کے مدد لیگئی اور تا امکان تحقیقات حالات مین کوئی کمی نہین کیگئی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقہ علما شعرا صلحا وغیرہ مین فخر روزگار و مقبول عام ہوے انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر مین لائے گئے ہین راقم نے کوئی طبعزاد قصے نہین لکھے بلکہ جو کتابون مین پاے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ لوگون نے فرماے وہ راست و بے کم کاست درج کیے ہین۔ اس کتاب کو دو حصون مین تقسیم کیا ہے پہلی جلد مین بانی شاہ آباد و اُنکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہین۔ دوسری جلد مین دیگر اہل کمال کے واقعات تحریر کیے ہین اور جو تصویرین کہ اسمین شامل کیگئی ہین وہ بھی اصلی و صحیح ہین بعض انمین شاہی زمانے کے قلمی مرقع ہین جنپر مصورون کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابونکی مہرین بھی پڑی ہوئی ہین اور ان تصویرونکی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی مین مصوری کا فن کمال کو پہونچگیا تھا اور امرا مین اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلیے ان نوابونکی تصویرین بھی کھینچی گئین۔ چنانچہ نواب لیر خان کی دو تصویرین اتاری گئین ایک مین وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوے ہین اور دوسرے مین صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونون عہد شباب مین رحلت فرما ہوے اسلیے ان کی تصویرون مین بھی جوانی کے آثار نمایان ہین اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ مین صلاحیت تصویر بعینہ کھینچنے کی تھی یا نہین یہ شک اس صورت مین جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویرین ہین جنمین بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر مین جسقدر حصہ کہ سفید بالون کا ہے اتنا ہی دوسرے مین ہے۔ اور نقش ونگار وخط وخال کے لحاظ سے ہر دو تصویرین سرمو فرق نہین ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب مین درج ہین انسے گو اردو خوان حضرات کو کسیقدر الجھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہین ایک یہ کہ جو اہم واقعات بیان ہوے ہین انکا ثبوت ان اسناد سے کما حقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعہ سے کاغذات کے مطالب مضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگون کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہیگی۔

ایک بار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ مین یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلیے کہ انسے

نواب دلير خان باقئي شادآباد

شاہان سلف کی شان وشوکت اور اسناد سے اپنے بزرگون کی زبان اور طریقہ انشاپردازی کا پتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے اُمید ہے کہ میری غلطیون کو معاف فرماکر عیب چینی سے درگذر فرمائینگے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات وجانفشانی کے صلہ مین دعاے خیر سے جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائینگے ؎

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار

نواب دلیر خان کے مفصّل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے اُنکے والد دریا خان[1] بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور مین ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان وسردار تھے وہ گھوڑونکی تجارت وزراعت کیا کرتے تھے

[1] دریا خان ہم کیے از سردار قوم افغان باقرزئی بود و ریاست کثیر از قسم دیہات وچاہات باغات وجاگیرات بطور رسم ولایت در نواح پشاور بقبض وتصرف خود میداشت ومکان بود و باش متعلقان خاص موسوم موضع بربر بود امیر الامرا خان جہان لودی از حسن اخلاق او بدرجۂ راضی شدہ وسرداری را کار فرمودہ از دریا خان دستار بدل شد و او برادر خود خواند ہمراہ خود بحضور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی آوردہ ملازمت کنانیدہ واز حضور اول بمنصب سہ ہزاری دو ہزار سوار سرفرازی یافتہ بعد چندے دریا خان متعینہ بخدمت شاہزادۂ مرزا خرم الملقب بہ شاہجہان شدہ و پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امراے شاہزادہ والاتبار انتظام یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضعداری مین نہایت مشہور تھے دریا خان نے امیر الامرا خانجہانخان لودی کے توسط سے دربار جہانگیر مین رسائی پیدا کی اور منصب سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسپ ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے بعد وہ متعدد صوبونکے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگذاری سے بہت سی شاہی تحسین بجالاے نورالدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو شاہزادہ خرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن مین استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے بہادر خان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار سے سربلند ہوے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان ایام شاہزادگی سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سے جدا نہوے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہجہان کے دربار مین بڑا رتبہ و رسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کیوجہ سے شاہجہان بادشاہ کے حضور مین باریابی کا شرف حاصل تھا اور اُنھون نے اپنی ذاتی شجاعت اور خداداد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور ایسی ایسی مہمات سرکین کہ مشہور عالم ہوگئے اُنکے عجیب و غریب کارنامون سے شاہی تواریخ کے صدہا صفحے بھرے ہوے ہین ابتداہی سے بارگاہ شاہجہانی مین دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر تھا

سنہ ۹ جلوس مین جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کرکے سربلند کیا تھا اور سنہ[۱] ۱۰ مین بیس لاکھ روپیہ دلیر خانکے ہاتھ مع دیگر امرا کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب الحکم بادشاہ کے دلیر خان وہ روپیہ ذوالقدر خان قلعہ دار کابل کو سپرد کرکے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت جسمین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہین تھی بلکہ خاص اور معتبر اشخاص جو اس کام کے لایق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانکی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی بیشتر شاہجہان نے جلال خان معروف بہ دلیر خان کو منصب[۲] پنجصدی ذات و پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب مین بتدریج ترقی ہوتی رہی ماثر الامرا[۳] مین ہے کہ انکے بڑے بھائی بہادر خان سے بعض خنہ انداز ون نے لیج و بدخشانکی مہم مین شاہجہانکے دلمین ناخوشی پیدا کرائی اور تیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان انکے ذمہ لگایا گیا حالانکہ بہادر خان نے اس مہم مین بڑی کارنمائی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو انکے منصب اور فوجکی سالانہ تنخواہ مین مقرر تھی سرکاری مقام کے معاوضہ مین ضبط کرلی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خانکے متعلق کیا اور ہزاری منصب اور ہزار سوار اور خلعت و فیل اور خطاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

[۱] مبلغ بست و لک روپیہ کہ زینولا از دارالسلطنت لاہور رسیدہ بود مصحوب سید بہادر ولد سید لطف علی و جلال خان اور بہادر خان و محمد امین ولد شاہ قلیخان روانہ کابل ساختند کہ بذوالقدر خان قلعہ دار دہ رانجا سپردہ برگردند بادشاہ نامہ صفحہ ۶۰۵ سال ہم جلوس شاہجہان بادشاہ [۲] جلال خان برادر بہادر خان نہصدی پانصد سوار بادشاہنامہ سلسلہ فہرست منصبداران [۳] جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بست و یکم از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات ہزار سوار و خطاب دلیر خان و بمرحمت فیل سرفراز گردید و بتدریج پایہ اعتبار برافراختہ سرکار قنوج و کالپی از بہادر خان باوصف خدمت نمایان ضبط شد و فوجداری آن محال بجلال خان تفویض یافت ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان ردیف دال۔

مشہور ہوگئے یہ سربلندی انکو ۲۱ سنہ ج شاہجہانی مین حاصل ہوئی۔

تاریخ اخبار محبت[1] کے صفحہ ۳۳۶ مین مرقوم ہی کہ کل قنوج و کالپی کی جاگیر بہادر خان سے ضبط ہوکر دلیر خان کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی و منصب و خطاب کو رکیساتھ خلعت و سرپیچ مرصع اور تلوار و اسپ و فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلیے رخصت کیے گئے چنانچہ دلیر خان کالپی و قنوج مین پہونچکر تحصیل و وصول اور دیگر ملکی انتظام مین مشغول ہوے ترقی منصب کے متعلق شاہنشاہنامہ میرابوالفضل معتمد[2] یمین مذکور ہی کہ جب ۲۳ سنہ ج شاہجہانی مین قندھار کی مہم پیش آئی اور بہادر خان نے وہان عالم جاوید مین انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادر خان کے بڑے فرزند دلاور خان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا اور دلیر خان کو دو ہزار و پانصدی کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایکبار ۲۴ سنہ ج مین دلیر خان[3] و فرزندان بہادر خان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور حسب الطلب اپنی جاگیر سے دوبانسہ بریلی کے تالیع تھی روانہ ہوکر دارالسلطنت دہلی پہونچے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے تو اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکو الیس گھوڑے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا کیے تھے [illegible] سنہ مین انکی جاگیر پر کسی سرکش راجہ نے دست درازی کی

[1] سرکار کالپی و قنوج [illegible] بہادر خان [illegible] متعلق بہ سرکار خالصہ آوردہ جلال خان پسر دریا خان اکہ منصب یکہزاری یکہزار سوار از اصل و اضافہ [illegible] بہ خلعت سرپیچ مرصع و شمشیر و اسپ و فیل سرافراز نمودہ بنابر مصلحت وقت و چشم نمائی کہ بحق شاہزادگان [illegible] از حرکت بے ادبی باز نماند فرق نمودہ برای بندوبست آنجا دلیر خان را رخصت فرمودند دلیر خان و سرکار کالپی و قنوج رسیدہ مشغول تحصیل شدہ صفحہ ۳۳۶ [2] از واقعہ فوج قندہار عرض رسید کہ بہادر خان افغان فوت شد دلیر خان برادر و غیرہ ہفت پسر ہمراہ گرفتہ و نزد بادشاہزادہ جمۃ الملک رفتہ تسلیم مناصب پادشاہی فرمودہ و اعلیحضرت پسر کلان او را کہ پانزدہ سالہ بود دلاور خان نام داشت ہزاری و پانصد سوار فرمودند و دلیر خان برادر او را دو ہزاری و پانصدی نمودند و چار پسر او کہ خرد سال بودند ہر یک بمنصبی مقرر فرمودند اقربای نغش و ایلوطنش رساندند شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۲۸۵ [3] جلال خان [illegible] دلیر خان و پسران بہادر خان افغان جاگیر خود باکہ توابع بانس بریلی باشد بموجب حکم رسیدہ ملازمت نمودند دیگ [illegible] پنجاہ ہزار روپیہ بہ سلان مرحمت فرمودند ۱۲ شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ مطابق سنہ جلوس شاہجہانی

اور اس بات پر اسنے سخت جنگ ہوئی فریقین کے بہت لوگ مارے گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا
اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے سپر فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان
صوبہ دار سنبھل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلع وقمع کیا جاے چنانچہ حسب الحکم اسکا تعلقہ ضبط
کیا گیا اور چند پرگنے اسکے انکی جاگیر میں شامل کیے گئے دلیر خان اور انکے بھتیجے مورد عنایت ہوے
بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک تونی مخاطب بہ علامی فاضل خانمین لکھا ہوا ہے کہ جب
شاہجہان بادشاہ سعید آباد مین رونق افروز تھا دلیر خان[۲] کابل سے آے اور شرف حضوری سے
مشرف ہوکر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب ۲۳ ج مین قندہار کے محاصرہ کیغرض سے شب دوشنبہ
۱۶ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خانموصوف
کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اسوقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا معہ
نقرئی زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ مین ایکطرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خانموصوف
کے چچا نیکنام خان اور یوسف خان و عنایت خان ہر دو برادر بھی معیت مین تھے دلیر خان نے
اپنے فرائض منصبی خوب ادا کیے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کیگئی اور بہت کچھ انتظام ہوا
ستر ہزار سوار و چھ سو امرا و منصبدار اور بیشمار آلات حرب وغیرہ توپخانہ کے تھے ایک کرور روپیہ
بطور سہ ماہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اسمین بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھون نے وہان خوب
جانبازی کو دخل دیا تھا۔ ان دونون محاصرونمین علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم بھی شریک تھے

---

[۱] دیرنولا بعرض سید کہ پسران بہادر خان و برادر دلیر خان کہ توابع پانسرہ پلی کہ جاگیر داشتند یکی از زمینداران آنضلع بر گشتکار ورضلع
گولہ وکانٹ ترکتاز معرکہ کارزار گرم گردیدہ جنگ صعب و دادادہ ہر طرف مردمان بسیار بکار آمدند زمیندار مذکور بعد کشتہ شدن
سپاہیان پسر رو بفرار آورد و بر ستم خان کہ جاگیر دار سنبھل بود حکم اصدار یافت کہ خود بضلع زمیندار مذکور رساند و تنبیہ و تاکید او کوشد
و جلال خان برادر بہادر خان پسران او را مورد عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را ضمیمہ جاگیر آنہا فرمودہ ۳۴ شاہجہانی نامہ

[۲] بست و یکم سعید آباد بمقدم والا مزین گشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمود بست تنبیغ ان پیشکش گذرانید
دیکھو بادشاہنامہ عرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان قلمی کتبخانہ نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار ۱۰۶۳ھ مین قندہار کے محاصرہ کیلیے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے حسب منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ اہتمام کیا گیا دلیر خان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندھار پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ دلیر خانکے ساتھ قلعہ بست سے جو اس نواح کے مشہور قلعونمین تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اکر شاہزادہ داراشکوہ کیخدمتمین حاضر ہوے حسب الحکم قلیچ خان و جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے اسدم ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی یکبارکے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا داراشکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان و غیرت خان مورچہ آگے بڑھائین اور راجہ اجروپ تختہ و چوب سے پناہ بنائین اور دلیر خان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کرے اور آج راتمین قزلباشونکو مین بھی پسپا کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے مقابلہ ہوا بڑی جانستان لڑائی ہوئی دونوطرف کے کثرت سے لوگ تیغ بیدریغ ہوے اور کشتونکے پشتے لگ گئے القصہ قندھار کی جانکاہ مہم مین دلیر خان نہایت دلیری و شجاعت کو کام مین لاے جب اس مہم کو عرصہ دراز ہوگیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہوگئی تو شاہجہانی لشکر نے پاے حصار سے کوچ کیا دلیر خان شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت بادشاہ قدردان جوہر شناس نے انکے منصب مین پانسو سوار کا[1] اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقرہ زین کے مرحمت فرماکر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ مین انکا منصب دوہزاری دوہزار سوار کا تھا۔

بعد از ۲۴ سال ۲ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

[1] دلیر خان باضافہ پانصد سوار بمنصب دوہزاری دوہزار سوار و اسپ با زین نقرہ سربراز افراخت بکابل مرخص گردید شاہجہان نامہ کو قلمی مصنفہ فاضل خان وزیر اعظم [2] و ابتداء سال شصت و پنجم از عمر ابد قرین جشن انعقاد یافت دلیر خان و ارادت خان بعنایت خلعت فاخرہ قامت افتخار برافراختند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کرکے سربلند کیا تھا۔

سنہ ۳۰ ج مین جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ کیساتھ دکن بھیجا کہ وہان جاکر تم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہمراہی مین جو اس مہم کیلیے مامور ہی بیجاپور کو تاراج کرڈالو کیونکہ علی عادلشاہ والی بیجاپور مرگیا ہی اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہین ہی اسکے غلامون نے جو ہیر ہین ایک لڑکا جسکا نام سکندر ہی اسکے مسند پر بٹھلایا ہی اور ملک مین بدنظمی پھیلی ہوئی ہی اس واقعہ کے متعلق ظفرنامہ شاہجہانی مین مرقوم ہی کہ معظم خان اور دلیر خان ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۶ھ کو شہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن پہونچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدر کا قلعہ فتح کیا اسکے بعد گلبرگہ مین جب بیجاپوری جمع ہوے اور وہان بادشاہی لشکر آیا تو ایک روز دشمن کے سوارون نے شاہی رسد کے بیلونکو چراگاہ مین تھے اپنے آگے رکھ لیا اور اپنے پڑاؤ کیطرف روانہ ہوے جب بادشاہی لشکر مین یہ خبر پہونچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ مویشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان اپنی جمعیت کو لیکر دشمنونکے سر پر پہونچگئے اور انکے ایک بڑے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور سارے مویشی چھین لیے اس معرکہ مین دشمن اقتان و خیزان بھاگے اور دلیر خان معہ اپنی جماعت کے اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔ اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر مین جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک روز شہزادہ اورنگ زیب نے اپنی فوجکی خود ترتیب کی اور مخالف کی فوج مین بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوے اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان جو مقدمۃ الجیش تھے فوراً آگے آئے اور شجاعت کے خوب جوہر دکھاے تلوارونکی کئی ضربین انکے لگین مگر چونکہ مسلح تھے اور زرہ وغیرہ پہنے ہوے تھے کوئی زخم انکے بدنپر نہین لگا۔ جب خانجہان محمد وافضل و رستم جو زندولہ خان کے فرزند دلبند تھے مخالف کیطرف سے قریب بیس ہزار سوارونکو لیکر بادشاہی لشکر پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک فوج کے سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیر خان کے لشکر کیطرف آئی تو اسنے بان اندازی شروع کی اسوقت بھی دلیر خان نے شجاعت کی
خوب داد دی۔ اسی زمانہ مین دشمن کی فوج جب چاروں طرف ملک مین پھیلگئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ
محمد سلطان کیساتھ دلیر خان کیے گئے اور دشمنونکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسوقت خانموصوف نے
ہر طرف سے مخالفونکو گھیر لیا اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلبرگہ پہونچا تو وہان یہ انتظام کیا گیا
کہ ایک جماعت سید محمد گیسو دراز کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی
خانہ بربادی کیطرف آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۰ھ کو قلعہ دار قلعہ کنجیان
لیکر شہزادہ کیخدمت متین حاضر ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ غرضکہ ان مہمات مین دلیر خان نے خوب خوب
جانبازیان دکھائین اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا
اسکے بعد فوجکی طلبی کا حکم گیا اور دلیر خان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضور
سے مشرف ہوئے سنہ ۱۰۶۳ھ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانؒ کو نقارہ مرحمت

سلہ شاہجہان بادشاہ سے خلق اللہ راضی و دل و دماغ پایا جاتا تھا جسکی نظیر لایق بادشاہونمین ملنا مشکل ہے عالی دماغی اور نازکمزاجی کے
کیساتھ سپہ گری بہادری و شجاعت اور شاہانہ فیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ اسکی قدردانی و داد و دہش ضرب المثل ہو اسکی بنای ہوئی عمارتین
ایسی عالیشان ہین کہ آجتک یہ مثال سمجھی جاتی ہین شاہجہان کے عہد مین اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہونچگئی تھی اور
تمام ہندوستان مین بادشاہت کا رعب تھا اسکے عہد مین جو صوبے زیر حکومت تھے ایسے امن و امان تھا جو کسی بادشاہ کے عہد مین نہین ہوا رعیت تابعدار
تھی کسی نے سرکشی نہین کی بلکہ راجپوتون نے وہ وفاداری اور جانثاری کے کام کیے جو دوسرونسے ہونا مشکل ہین دربار کی وہ شان
و شوکت تھی کہ ایسکو نصیب نہین ہوئی تو ران مین بلخ و بدخشان اور آبای ممالک ماوراءالنہر فتح کرلیے مگر اسوجہ سے کہ نہین خونریزی
رعیت اور انتظام مین روپے کا صرف زیادہ ہوا اور مصارف سے حاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن مین فتوحات نمایان کین احمدنگر
کی مملکت کو فتح کرکے شامل خالصہ کرلیا اور دو ریاستین گولکنڈہ اور بیجاپور کی جو باقی رہی تھین انکو اپنا باجگذار بنایا اور وہانکے
تخت نشین بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ مین لینا چاہا اضلاع دکن کی پیمایش کرای بندوبست دہ سالہ جاری کیا۔
شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانونپر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوون پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد مین جو ہندو
کوا اور سلطنت مین عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت مین نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہین
بڑھایا اور آمدنی کو بڑھا لیا اکبر نے جو ۱۴ سال کی فرمانروائی مین خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جہانگیر نے بائیس سال کی
حکومت مین خرچ کر ڈالا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماسبق سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و منتظم بادشاہ تھا سنہ ۱۰۳۷ھ سے سنہ ۱۰۴۹ھ تک دولت آباد دیوگر تلنگانہ وغیرہ کے قلعجات

کرکے بلند آواز کیا ۔ ۳۲ سنہ جلوس مین شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صوبہ
بنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منھ پھیرا اور پٹنہ عظیم آباد پر لشکر کشی
کرکے ملک خالصہ پر دست درازی شروع کی حتی کہ بنارس تک آ گیا جب شاہجہان اور داراشکوہ کو
یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبرآباد سے شاہزادہ
سلیمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ ۔ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطعہ مین نظم کیا جو بادشاہ نامہ مین شاہجہان نے درج کرادیا ہے
ع شاہا بخدمت کشور اقبال گرفت ۔ تیغت زعدد ملک و سر و مال گرفت ۔ چل قلعہ بکیسال گرفتی کہ کمیش ۔ شاہا تو اندچہل
سال گرفت صفحہ ۱۸۱ بادشاہ نامہ اور کئی کرور روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات مین جو رقم اسنے دی اسکی چوتھائی بھی کسی
عہد مین نہ دیگئی ۔ ساڑھے نو کرور روپیہ جسمین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک انعام
مین مرحمت کیا ۔ دو کرور پچاس لاکھ صیغۂ تعمیرات مین صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کرور دس
لاکھ دارالخلافت اکبرآباد کی عمارات مین جسمین پچاس لاکھ تاج محل مین جو بارہ برس کی مدت مین میر عبدالکریم
و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات
مین صرف ہوے اور پچاس لاکھ قلعہ معلے دہلی کی تعمیر مین اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت
مین اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور مین اور بارہ لاکھ عمارات کابل مین اور آٹھ لاکھ عمارات کشمیر مین اور
آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمدآباد وغیرہ مین خرچ ہوے ماہ ربیع الاول ۱۰۳۷ ہجری
مطابق ۲ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدایش ہوی غرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ
نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے ۱۰۳۷ھ مین تخت نشین ہوا (شہاب الدین محمد شاہجہان صاحبقران
ثانی لقب اختیار کیا) بے بدل خان نے مصرعہ تاریخ جلوس ۵ جلوس شاہجہان داد زیب ملت و دین ۔ اور میر صالح
خوشنویس نے ۵ شاہجہان باشد شاہ جہان ۔ پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت مین بہتر لاکھ روپیہ کا
استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علما و صلحا کے لیے ملاقات
کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ باوضو رہتا اور عبادت الہی کیا
کرتا اسکے عہد مین اہل کمال ایسے جمع ہوے کہ دارالسلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بنگیا بائیس صوبہ اسکے تابع
تھے اور بائیس کرور سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج مین دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے
اور ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار شاہزادون اور امرا کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار
کی جماعت بادشاہ کے ہمرکاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات مین رہتی ۔ عاملون و فوجدارون کی جماعت اسکے

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہان جاکر یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادرپور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے اسمین محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی لشکر خیمہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کرکے محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اسوقت کمال بیفکری سے خواب غفلت مین

بقیہ سابقہ علاوہ بتھی علامی سعد اللہ خان اور فضل خان وغیرہ اسکے نہایت لایق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تنخواہ مین بارہ بارہ کرور دام یعنے تیس لاکھ سالانہ مقرر تھے اور پنجہزاری منصب والے امیر کی تنخواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۵۴۳) مین مرقوم ہے منصبدارونمین چار شخص ہفت ہزاری اور سترہ پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کرور دام کی جمع کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ مین جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہر خانہ مین شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کرور کے جواہرات شاہزادون مین تقسیم کیے اور پانچ کرور کے جواہرات زیورات مرصع مین استعمال کیے اور دو کرور کے جواہرات ملبوسات مین جڑوائے ایک کرور کی تیاری مین تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانبا اور پانچ گز بلند تھا جسمین باہر کیطرف لعل و یاقوت و زمرد جڑے ہوے تھے تخت پر دو طاوس مرصع نصب تھے اور دونکے درمیان ایک درخت لعل والماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس مین تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کا جسمین پانچ لعل اور چوبیس درشاہوار جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فراش نصب کرتے تھے اور دس ہزار امرا اسکے سایے مین بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام ولبادل تھا ایک قندیل جو طرح طرح کی گلکاریون اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضۂ اقدس کے لیے معہ نذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قندیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

مختصر ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو ۷۰ سال کی عمر مین بیمار ہوا کہ بمرض حصبہ یوم الاربعا ۲۲ شعبان ۱۰۷۶ھ انتقال کیا اور آگرہ مین اپنی پیاری بیگم ارجمند بانو ممتاز الزمانی کے ہم پہلو تاج محل مین مدفون ہوا تاریخ انتقال شاہجہان کرو قتا زعالم سفر کرد شاہجہان ۔ ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ نکلتی ہے مدت سلطنت تیس برس دو ماہ ہے علمدگی سلطنت کے بعد ۸ سال گوشہ نشینی عبادت الہی و شغل آیات نویسی و خیر خیرات مین گذرا نے بعد رحلت کے فردوس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوسپر عیش پسندی اسدرجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ سروکار نرکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھکر محمد شجاع نہایت سراسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی دیر لڑا آخرکار اسپر رعب چھا گیا اور بیساختہ بھاگ کر ایک کشتی مین بیٹھا اور پٹنہ کیطرف روانہ ہوا یہان بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ توپخانہ ورسد وغیرہ کا سامان سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب شجاع پٹنہ سے مونگیر پہونچا اور وہان بھی اسکے پاؤن نہ جمنے پاے تو وہانسے وہ بنگالہ چلا گیا آخرکار پٹنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ماثر الامرا مین ہے کہ انھین ایام مین ایک ہزار کا انکے منصب مین اور اضافہ ہوا غرضکہ شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے نہایت عجلت سے دارالخلافت کو آرہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہان ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ[1]

[1] شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹون مین باہم خانہ جنگیان ہوکر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار مین ہمہ تن مصروف رہا آخرکار اس محنت وجانکاہی سے ضعف دماغ اور صحت مین فتور لاحق ہوا ۳۲ جلوس، ذی الحجہ ۱۰۶۷ ہجری کو جس بول کے مرض مین مبتلا ہوا شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی چیز حلق سے نہ اتاری اطبا نے ہر چند علاج کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت مین مصروف نہوسکا اور نہ باہر آسکا اسکا دارا شکوہ جو بڑا بیٹا اور ولیعہد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ مین لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد مین چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ و چچا یعنے داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیان ارجمند بانو عرف تاج محل کے بطن سے تین سلطان داراشکوہ۔ مرزا محمد شجاع محمد اورنگ زیب۔ مراد بخش جہان آرا عرف بیگمصاحبہ اور روشن آرا۔ شاہجہان نے ان سبکو آداب تعلیم سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت مین طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا تھا۔ داراشکوہ کی عمر اوسوقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہانکو کبھی پسند نہوئی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کیطرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام لینے مین بے صبر تھا اور احتیاط کو مکروہ جانتا تھا مگر تصوف مین ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالبعلم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلاکر وید کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی مین کرایا کتاب سر اکبر اور نور الانوار وغیرہ خود اوسکی تصنیفات سے آجتک موجود ہین جو راقم کی نظر سے گذری ہین وہ بجاے اللہ اکبر کے پربھو اگمشتری پرکندہ کراکے پہنتا تھا فخر کرنیوالے شخص کے مغلوب کرنے کی فکر مین رہتا تھا اسلیے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (برون کے لیے بھلا اور بھلون کے لیے برا ہے اس سے چھوٹا محمد شجاع تھا جسکی عمر اوسوقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش پسند تشیع خیال تھا اسکے بارہ مین شاہجہان کہا کرتا تھا (کہ شجاع جز از سیر چشمی وصفے دیگر ندارد اس سے چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا بعید جری نہایت متحمل سوچکر بات کرتا اور ملکی جوڑ توڑ مین خوب چست مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنالینا اوسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقوے اور صوم و صلوٰۃ کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطرونکے اٹھانیکو وہ فخر جانتا تھا مہمات عظیم مین بڑی بڑی فوجون کی سپہ سالاری کرچکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا (کہ ذی عزم و مال اندیش بنظر می آید غالب کہ متحمل امر خطیر ریاست تواند شد) مراد بخش سب سے چھوٹا مگر اب کا صوبہ دار تھا عیش دوست مے نوش اسکے متعلق شاہجہان کا قول تھا (کہ مراد بخش مھول الکیف باکل و شرب ساختہ دایم الخمر است) جہان آرا نہایت عقیل و وجیہ تھی امورات سلطنت مین دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد مین داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی زیادہ عزیز تھی۔ روشن آرا نہ چندان فرزانہ نہ باپ کو اسقدر محبوب۔ مجلسراے شاہی مین وہ جہان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہوگئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دارا شکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبریں پہونچایا کرتی تھی شاہجہان نے ہر چند چاہا کہ بھائیون مین اخوت و محبت رہے مگر سب نصیحتین ضائع گیین فتنہ پردازون نے بجز شین ڈالدین ایک دوسرے سے بدلا لینے مین مستعد تھا جب شاہجہان علیل ہوا تو اسنے دارا شکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور دارا شکوہ نے اختیار پاکر اپنے حسب مرضی معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر وقایع نگارون کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک مین ہلچل پڑگئی بعضون کو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہین رہا جب بھائیون کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخر وقت ہے اور دارا شکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے گجرات مین تاج شاہی سر پر رکھا اور شجاع نے بنگالہ مین خودسری کرکے ممالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ وہ بنارس تک آگیا اور دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا مفصل قصہ ابھی اوپر بیان ہوچکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر دکن مین تخت پر نہ بیٹھا مگر در پردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا بہانہ کرکے دارالسلطنت کو چلا شاہجہان کو جب اپنے تینون بیٹون کی یہ سرکشی اور خبریں معلوم ہوین تو اوسکو بجز دارا شکوہ کے اور کسی کا اعتبار نرہا اسلیے جو دارا شکوہ کہتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آگرہ جلا آیا جب اورنگ زیب برہانپور کیطرف روانہ ہوا تو اوسنے یہ سوچا کہ شجاع کیطرح اگر مراد بخش بھی دارا شکوہ کے لشکر سے مغلوب ہوگیا تو اسکو بہت قوت ہوجائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم تم دونون باپ کے پاس چلین اور دارا شکوہ مغرور و مفسد کو جسنے باپ کو غلبہ سے مقید کرلیا ہے دور کرین اگر تمنے کمی کی تو دارا شکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہین رہینگے اور اس ملحد کے غلبہ سے کفر کا رواج ترقی پاکر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہین تم سلطنت کرنا غرضکہ مراد بھی اورنگ زیب کے ہمخیال ہوکر ۲ رجب کو اثنائے راہ مین دیبال پور کے قریب معہ لشکر کے اورنگ زیب سے آملا جب دارا شکوہ نے اورنگ زیب کے آنیکی خبر سنی تو اُسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگھ کو دیکر اوسکے سدراہ ہونیکے لیئے روانہ کیا اور راجہ نے دونون شہزادون کو روکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

دارا شکوہ نے شکست پائی اس دہشتناک خبر کو سنکر شہزادہ نہایت مضطر ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل ہوئی خوبی تقدیر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب دارا شکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سنی تو نہایت سراسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی جسمین ساٹھ ہزار سوار تھے اونپر خزانہ کا منھ کھولدیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کرکے مقابلہ کو بھیجا شاہجہان نے علالت کی حالت مین دونون بیٹون کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ مین جانا چاہا بلکہ پیش خیمہ بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونون لشکرون کے درمیانمین میرا خیمہ کھڑا کرین مگر دارا شکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہوجائے گی وہ راضی نہوا بعض کہتے ہین کہ شائستہ خان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کرکے شاہجہان کو منع کیا غرضکہ دارا شکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبرآباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جاکر خیمہ زن ہوا اس عرصہ مین جہان آرا کیطرف سے ایک خط اوسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ للہ الحمد اب اعلیحضرت اچھے ہین اور عبادت الہی کرکے بندگان خدا کی رفاہ مین توجہ کرتے ہین اور ملکی انتظام مین مصروف رہا کرتے ہین تمکو اپنے دلی نعمت کے مقابلہ مین مسلمانونکی خونریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صف آرائی بمقتضاے اولی الامر منکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے جہان تک آسکے ہو وہین قیام کرو جو تمھارے دلمین باتین ہون آگاہ کرو تاکہ سب بادشاہ سے عرض کیجائین اور تمھارا کل کام کرادیے جائین ادھر خط پہونچا ادھر دارا شکوہ جنگ کو پہونچگئے عالمگیر نے اس خط کے جواب مین اپنا عریضہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا حضرت ظل سبحانی کی خدمت اشرف مین یہ عرض ہے کہ جب ملکی و مالی اختیارات انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادۂ کلان کے ہاتھ مین آے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیازمند کے ایذا اور آزار کے درپے ہوا اسوقت مین بیجاپور مین حسب الحکم معرکہ آرائی کررہا تھا کہ اسنے سب امیرونکو حکم بھیجکر میرے پاس سے ہٹالیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہونچتا تو مہمات اقلیم مین کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے غنیم کی گوشمالی کرکے مطلب حاصل کرلیا اور صحیح وسالم نکل آیا دارا شکوہ نے میری طرف سے آپکا دل بُرا کیا جسونت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کیخدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو سلیمان شکوہ کے ہاتھون سے ذلیل کرایا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجیہ سنگھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل مقابلہ کو دھولپور آیا ہے مگر مجھ صف شکن کے مقابلہ مین کامیاب نہوگا بہتر ہے کہ وہ پنجاب مین اپنی جاگیر پر چلا جاے اور مجھے حضور کیخدمت مین رہنے دے یہ عریضہ بھیجکر اورنگ زیب اپنی فوج کی آراستگی مین مشغول ہوا۔ ۱۶ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب کے ہر دو لشکر سامنے آے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوے اور داراشکوہ کے ہودہ مین ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبراکر ہاتھی سے اوترا اور حالت اضطرابی مین بے ساز گھوڑے پر سوار ہوا اس حال مین ایک خدمتگار اسکی کمر مین ترکش باندہتا تھا ایک گولہ کے لگنے سے اسکا دایان ہاتھ اوڑگیا اور خدمتگار مرگیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہوکر بھاگا فوج بھی خالی ہودہ دیکھکر فرار کی فکر مین ہوئی داراشکوہ معہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبرآباد آیا اور وہان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیان لیکر باپ کو بغیر منہ دکھاے اندھیری رات مین دہلی چلا گیا ادہر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخمون سے گلرنگ ہوگیا تھا اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈہ سے سواد اکبرآباد مین آگیا تمام ارکان دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت مین حاضر ہوگئے شاہجہان نے اسی حالت مین اورنگ زیب کو یہ خط لکھا کہ بیٹے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرف تمہارے دیکھنے کی آرزومند ہے تمکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت ہے سپر ایسے نزدیک ہوکر مجھسے نہین ملے۔ ملنے آؤگے تو البتہ دولت دوجہانی سے برخورداری پاؤگے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدمبوسی میرے لیے رحمت پروردگار ہے مدتون سے اسوقت کا منتظر تہا اب مین اپنی مراد کو پہونچا حضور کے دیدار سے آنکھونکو روشن کرونگا فضل خان خوش وخرم لوٹے باپ بیٹے کی سعادت منشی سے خوش ہوا دوسرے روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیموریہ جسکا نام عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتین زبانی کہلا بھیجین جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہوے تو فتنہ پردازون

جنکو شہزادہ کا اتالیق بناکر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علحدہ ہوگئے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل نے سمجھایا کہ شاہجہان کا ارادہ آپکو قلعہ مین قید کرنے کا ہے اورنگ زیب اوسوقت سے باپ کے بالکل خلاف ہوگیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امرا زبانی پیغام لائے مگر یہ باپ سے صاف نہو اخلیل اللہ خان نے بھی جانیکی مانعت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان نے جو قابل دید ہے مگر بوجہ طوالت کے یہان نہین لکھا جاتا ہے اورنگ زیب کو بھیجا اُس کا جواب اورنگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کرون تو بجا ہے اور کمال ارادت سے دوڑ کر آؤن تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرح کا حجاب حضور سے ہوگیا ہے اور آپ کی طبیعت بگڑ ہوجانے سے مجھے وہم نے مغلوب کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھولدین اور میرے ادمیونکو سپرد کردین تو تلافی تقصیر کے لیے حضور مین حاضر ہون اور کبھی ایسے امر کا روادار نہون جسمین حضرت کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہونچی تو شاہجہان نے قلعہ کھولدیا اور شہزادہ محمد سلطان نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو سب کارخانے ضبط کرکے مہرین لگادین اور شاہجہان بادشاہ کو اپنے باپ کے حکم سے نظربند کرلیا اسحالت مین جہان آرا باپ کیطرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے پاس آئین کہ حضرت ظل الٰہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ دارا شکوہ کو ملک پنجاب معہ مضافات کے عطا فرمائین اور مراد بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بنگالہ بدستور رہے اور ملک دکن محمد سلطان کو عنایت کردین اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ممالک محروسہ کی ولیعہدی کا منصب عالی آپ کو مبارک ہو آپ اسبات کو قبول فرمائین اور غرضمندونکی بات پر نہ جائین بغیر کسی وسوسہ کے علحضرت کیخدمتمین چلیے اور اونکے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اورنگ زیب نے دارا شکوہ کے عداوت کی شکایتین کین اور ان درخواستونکو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخرکار بعد گفت وشنید کے اورنگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جانیکے لیے سوار ہوا شایستہ خان اور شیخ میر نے سامنے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل و دوراندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل سے قلعہ پر عمل دخل ہوچکا ہے اور اعلیحضرت کا اختیار و اقتدار کچھ نہین رہا تو کیا ضرورت کہ آپ محل خطر مین جاتے ہین اس سمجھانے سے اورنگ زیب واپس چلا آیا بیگم صاحبہ کے جانیکے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھکر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیب پریشانی و حیرت کا عالم چھایا اوسوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح و مشورت کرکے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ راے دی کہ الہ آباد سے دریاے گنگا اوتر کر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہوا میرے بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانون کا ہے وہان چلکر ٹھپانون کو جمع کرکے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضاے وقت اور مناسب حال ہوا وسپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہون شاہزادہ سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز انکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل حکیم تقرب خان اور راے رایان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت معہ عملہ دیوانی کے آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا مسند پر شاہزادون کیطرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور پر سب امرا و منصبداران سے لین پھر شان و شوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر دارا شکوہ کی حویلی مین چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانون اور کارخانون توشہ خانون کو سمیٹ کیا ۲۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو شاہجہان بالکل نظر بند ہو گیا۔ اسکی تاریخ عاقل خان نے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار کہی۔ جو بحساب ابجد عجب کے تخرجہ سے صحیح آتی ہے۔

سلہ سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود او موافقت و مرافقت خود را مشروط بر رفتن شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افاغنہ است نمودہ متعہد گردیدہ کہ در آنجا سپاہ از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہر چہ صلاح باشد بعمل خواہد آمد سلیمان شکوہ قبول این کنگاش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب راجہ جے سنگھ والی جیپور کو جو دلیر خان کے
بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور
بہت دوستانہ فہمایش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے
تھے کہ دارا شکوہ عالمگیر پر کسیطرح غلبہ نہین پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی
مہمات مین اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور
چالون سے خوب واقف تھے اسلیے اونھون نے ہر طرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی
شرکت مین بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہین آخر مین فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی
غرضکہ دلیر خان کو راجہ نے اونکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر
کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ
نے الہ آباد کیطرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تمہید اٹھا کر
معذرت کی اور راجہ جے سنگھ کے ساتھ اسی منزل مین رہ گئے اور شاہزادہ کے
ساتھ کوچ نہ کیا چار ناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہان سے چلکر

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل جے سنگھ چون برین معنے آگہی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے
تجربگی سود خود را از زیان نشناختہ نزد تدبیر غلط باختہ است بمقتضاے دوستی و مودتے کہ با او داشت
با بلاغ نصائح دوستانہ و تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ
خرابی او و قبیلہ اش حاصلے نداشت باز آوردہ و در عزیمت و آوردن عتبہ عالمگیری با خود متفق و ہم
داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بتاخیر قرار داد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان
تمہیدے نمودہ بار راجہ جے سنگھ در ہمان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین
سلیم پور و متھرا بتقبیل عتبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزاری ہزار سوار بمنصب پنجہزاری
پنجہزار سوار و الا رتبہ گشت۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان ردیف دال

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور متھرا کے مابین عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ جسمین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جمدہر مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب مین ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنجہزاری منصب اور پانچہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان کی شجاعت اور وضعداری سے خوب واقف تھا اور مدتون معرکون مین انکا ساتھ رہا تھا اسلیے اونسے انکو خاص امرا مین شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا مین عالمگیر نے مرادبخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار تھا اور اپنے ساتھ چترو اور دیگر شاہی علیحدہ رکھتا تھا ۴ شوال کو متھرا مین گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے سپرد کیا کہ سلیم گڈھ کے قلعہ مین پہونچا آوے چنانچہ یہ دونون سردار معہ اپنی جماعت کے شہزادہ مراد کو لیکر شاہجہان آباد پہونچا آئے اور عالمگیر سے جب وہ رخ کرتا ہوا

لہ چہارم ماہ شوال در قصبہ متھرا ۱۱ اہل روز مرادبخش را دستگیر نمودہ بصواب دید رای صاحب بعد از دو پاس شب آن تیرہ روز فتنہ اندوز را بہ عمدہ فدویان و دلخواہ شیخ میر سپردہ دو دیگر را باجمعے ہمراہ کردہ بقلعہ سہرنیار شاہجہان آباد فرستادند کہ آنجا باشند زندان مکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۳۸

چہار دہم جنتر آباد و مرکز دائرہ اقبال گشتہ در روز دیگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذارش یافت برسانیدن مرادبخش بقلعہ شاہجہان آباد متعین شدہ بودند مشرف بساط بوس گردیدند ۱۴۲ عالمگیر نامہ

لہ دلیر خان بیاوری طالع از تبعیت و ہمرہی سلیمان شکوہ تخلف ورزیدہ بود شرف اندوز تقبیل عتبہ اقبال گشتہ بعطاے خلعت فاخرہ و اسپ با ساز طلا و شمشیر و جمدہر مرصع و باضافہ ہزاری ہزار سوار منصب پنجہزاری پنجہزار سوار مطرح انظار مرحمت شد از عالمگیر نامہ صفحہ (۱۳۰)

خضرآباد پہونچا تھا شیخ میر و دلیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و راستبازی پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تاریخ رمضان کو خضرآباد سے سندر باڑی کو جو ایک کوس دارالسلطنت سے تھی عالمگیر نے کوچ کیا اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ راجہ جے سنگھ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنو کی حکومت و فوجداری ایرج خان سے نکالکر دلیر خان کو دیگئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان کے فرزند جمال خان کو عطا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ مین جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سوارون کی سرداری سے سربلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت مین یہ مثل اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر ۵ ذیقعدہ ۵ سرج کو جبکہ عید گلابی کا جشن تھا اور شاہزادون نے صراحیان بادشاہ کی خدمت مین گدائی تھین بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان پسر دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب تھے اور بیسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جوانمرگ انتقال کر گئے۔

جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اوسکے آنیکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

۱؎ و فوجداری سرکار لکھنو از تغیر ایرج خان بہ دلیر خان مفوض گشتہ جمال خان پسر دلیر خان مذکور بہ نیابت پدر بتقدیم آن خدمت مامور و بمنصب ہزاری چارصد سوار سربلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ

۲؎ و بعرض اشرف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر بہ فوجداری بیسواڑہ معین بود یا اجل طبعی روزگار حیاتش بسر رسید عالمگیر نامہ سال ہجدہم

سے لاہور روانہ ہوگیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے آرہا تھا لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند اکر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو داراشکوہ سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کرچکا تھا اب تخت نشینی مین اسکے کون حارج تھا بخومیون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مقرر کیا مگر اسے داراشکوہ کیطرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے قلعہ مین جاکر حسب آئین خاندان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اورنگ[1] زیب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب وسکہ اور جشن کو تو

[1] اورنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدایش ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مین ہوئی اور مادہ تاریخ (آفتاب عالمتاب) ہے جب ۴۰ برس کی عمر مین ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عدد کی میم بڑھا کر آفتاب عالمتاب ہم خود تخت نشینی کی تاریخ نکالی اور خطاب (ابوالمظفر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھکر لقب مین شامل کیا گیا۔ اورنگ زیب نہایت دیندار بادشاہ تھا اعمال وعقائد حنفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف کے جاری کرتا ہر ہفتہ مین بین دوشنبہ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے خورونوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کسب کرتا ٹوپیان بناکر اور قرآن لکھکر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد مین آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوۃ شرعی صرف خاص سے دیتا دو قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھکر مدینہ منورہ ومکہ معظمہ بھیجے جسمین ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرفہ سے مطلا و مذہب کیا کیا تھا گانا کبھی سنتا تھا مگر فرط پرہیزگاری سے آخر عمر مین وہ بھی مزامیر کے ساتھ ترک کردیا لباس نامشروع زر وجواہر کا بھی نہین پہنتا تھا بدعت اور آئین جالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے مین ہمیشہ کوشان رہتا کوئی لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دینا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہین کیا جو ممتاز ہندو خوشی سے مشرف باسلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اورنگ آباد دکن سے اکبرآباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن ورحمت رسانی

جلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی مین امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل کیواسطے سڑکین بنوائین اور بادشاہی خزانہ سے مسجد و نکا خرچ مقرر کیا شاہجہان کے عہد مین اونتاسی ہزار روپیہ ایام متبرکہ مین خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار روپے مقرر کیے تمام قصبات مین مدرسے اور اسمین طلبا کے لیے علما و فضلا متعین کیے شیخ نظام کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کرکے مسائل فقہ کے دفع اختلاف کے لیے فتاوای عالمگیری لکھائی خود بیشمار کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق و شکستہ خوب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا اعتکاف کرتا فارسی انشاپردازی مین کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف مین دفتر دانش کلمات طیبات دستور العمل آداب عالمگیری رقعات عالمگیری ہین وہ اپنے ہاتھ سے چند سطرین بلاناغہ روز لکھتا علاوہ فارسی کے ہندون سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا مگر شعرا کے شعر بہت قدردانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹونکو بیاض مین اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ شعر اس کا ہے ؎ غم عالم فراد است من یک غنچہ دل دارم ۔ چسان در شیشہ ساعت کنم ریگ بیابان را بیٹونکو مذہبی اور فنون سپہگری کی تعلیم دلاکر یکتلے روز کا بنا دیا تھا ہمیشہ باوضو رہتا اور بعد تخت نشینی کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) نکالی گئی حرم سرا مین لڑکیون کے لیے عقائد و دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلاخوف بادشاہ تک آکر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف مملکت مین کوئی صوبہ دار و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہین دیسکتا تھا اکثر اوقات جرائم پر متحمل ہوتا اور قصور معاف کر دیتا اور سزا دینے مین تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹون کے حالات پر نظر رکھتا اور انکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کرکے دریافت کرتا جب انکو فوج دیکر بھیجتا تو انکے ساتھ معتمد اتالیق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو مین رہین اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے پوشیدہ نرہتی دکن مین بیٹھتا مگر پچھم و پورب کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل جزو کل کے اخبارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرف بحرف پڑھتا ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چار و نظرف کان لگائے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو خدا کی مدد پر نظر کرکے ثابت قدمی کرتا چہرہ سے خوشی و ملال دونون کے آثار ظاہر نہوتے ضعیفی کے زمانہ مین دکن کی دشوار گذار پہاڑیون مین لشکر کشی کرنا گویا جفاکشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبراتا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے حکم کے قدم نہ اوٹھا سکتا امیر نذریں دیتے اور بیش بہا خلعت پاتے شاہجہان کے خزانہ مین چھ کرور سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر اورنگ زیب نے تیرہ کرور روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صدہا مہمات اور لاکھون سپاہیون اور امیرونکی تنخواہ مین خرچ ہو جاتی تھی صبح صادق سے عالمگیر اوٹھتا اور مسجد مین جاکر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف مین مشغول ہوتا بعدہٗ تخت عدالت پر بیٹھکر ستم رسیدون کا انصاف کرتا دیم ہائینس عالمگیر کی آمدنی پچاس کرور رکھتا ہے شاہجہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بیجاپور و ریاست گولکنڈہ وغیرہ اسنے فتح کرکے ممالک خالصہ مین داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی ہندوستان مین جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس تک بڑے کروفر اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر یہ نہ کرتا تو داراشکوہ اسکو کب چین سے بیٹھنے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو بدستور بحال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہجہان کے دل سے داراشکوہ کی محبت نہین جاتی تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سبکو قتل و قید اور شاہجہان بادشاہ کو معزول کیا اگر داراشکوہ یا دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ یہی برتاو کرتے جو اسنے بھائیون کیساتھ کیا یہ اپنی خودکامی اور چالو نپر شرعی مہتبین بھی قایم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ دکن کے فتوحات اور مرہٹونکے

عہ دلیر خان بعنایت خلعت و فیل با ماده فیل سربلند گردید صفحہ ۱۵۷ عالمگیر نامہ

ساتھ ہاتھی وہتنی عنایت فرمائے جلوس[1] کے بعد عالمگیر نے داراشکوہ کے استیصال کیطرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اور اسکا سپہ سالار

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلع وقمع مین صرف ہوگیا اسکے عہد مین راجپوت بگڑے مگر اسنے انکو مطیع کرلیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیان تھین جنکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات مین بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد اعظم درج کیا ہے اولاد کا لائق وقابل ہونا اسکی حسن تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری روز جمعہ کو سردن چڑھے ۵۱ برس حکومت کرکے ۹۱ برس کی عمر مین اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھیجی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد مین اس قبر مین جو اسنے اپنے حین حیات بنوالی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا پیوترہ سنگ سُرخ کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہے قبر کے تعویذ مین ریحان بوتے ہین بتمیز دیکھنے کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپیون کی سلائی کے جو بچے تھے وہ حسب وصیت خیرات کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوے تھے مساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح وریحان وجنت نعیم) تاریخ رحلت نکالی گئی۔

[1] اس جلوس کی خوب خوب تاریخین نکالی گئین چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والوالامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر خراسانی نے (شہنشاہ فلک اورنگ) اور دیگر شعرا نے (سزاوار سریر دشاہی) لکھین۔

[2] یہ بہادر خان دلیر خان کے بھائی تھے اکثر شاہجہان کے عہد مین انتقال ہوچکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ مین میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دوآب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مغالطہ کے لیے صراحت کردیگئی۔

* * * * * * * * * * * * *

کرکے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے ملجاؤ اور وہ قوی پشت ہو جائے جب عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہردوار کیطرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہے تو اُسنے دلیر خان کو سدِ راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اونکے ساتھ اونکے بھتیجے دلیر ہمت خان جو نواب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے اور شیخ میر وصف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سبکو خلعت اور گھوڑے عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوے اور اُسی تاریخ کو خود عالمگیر کرناں گیا اور وہانسے ۲ ذیقعدہ کو کوچ کرکے روہر و پہونچا بوجہ برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہردوار کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریاے گنگ سے اوترنیکی فکر مین تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان سری نگر کیطرف عاجز ہو کر چلا گیا ۱۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ کی مہم سے فرصت کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو گئے ادہر عالمگیر تو بہ انتظام کر رہا تھا اودہر داراشکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہان شاہی خزانہ اور توپخانہ اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کرور روپے کے قریب اسکے پاس دولت ہو گئی تھی اسلیے وہ سپاہ کی فراہمی مین مصروف ہوا مگر اُسکا یہ خیال تھا کہ جب تک برسات ختم نہو گی دریاے ستلج حائل ہے عالمگیر یہان نہ آسکیگا لیکن عالمگیر نے کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اسنے امیرونکو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب داراشکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان کو پانچہزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریاے ستلج کے گھاٹ بند کرکے عالمگیری لشکر کو روکدے

اس ضمن مین دارا شکوہ نے کوئی تدبیر اوٹھا نہ رکھی تمام امیرونکو اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ مین اشتعال دلا کر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتون کے دارا شکوہ عالمگیر سے شکست کھا کر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدنیوجہ بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کیطرف آنے لگے دارا شکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤد خان سدراہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر دارا شکوہ نے سُنی تو اُسنے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجین دریاے بیاس کے اسطرف آگئی ہین اور عنقریب دارا شکوہ بھی لاہور سے آنیوالا ہے عالمگیر نے اُسوقت دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونون سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آملین تم جس جگہ ہو وہین ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیر خان موضع گڈھ سارنگ مین خلیل اللہ خان سے جا کر ملے جب یہ بادشاہی لشکر پہونچگیا تو دارا شکوہ پر رعب چھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشتیان وغیرہ غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیر خان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور مین قیام نہ کرین اور بلا توقف دارا شکوہ کا تعاقب کر کے اُسکا قدم کہین نہ جمنے دین یہ حکم سنکر دلیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر مین داخل نہوے اور ۱۱ ذی الحجہ کو ایک روز اور قیام کرکے آگے روانہ ہوگئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو دارا شکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا اسکی دلجوئی کرکے عالمگیر کے پاس بھیجدیا خزانے اور سامان جو دارا شکوہ کے چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہوگئے اسپر بھی توپین اور اجناس کے علاوہ ایک کرور سے زائد روپیہ دارا شکوہ اپنے ساتھ لیگیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار سوار تھے دارا شکوہ آٹھ روز ملتان مین رہ کر بہکر کیطرف روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی دریائے راوی سے اوترکر جہان سے ملتان تین کوس پر ہے جاکر خیمہ زن ہوا دلیر خان اور خلیل اللہ خان معہ چند دیگر امرا کے جو بموجب حکم شاہی ملتان مین ٹھہرے ہوے تھے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر شرف حضوری سے مشرف ہوے اسی زمانہ مین کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان کے بھتیجے جنکا نام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے بیٹے تھے اور صوبۂ کابل مین مکی فوج مین تعینات تھے جو نمرگ انتقال کرگئے انکا سن جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے ملال کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دارالخلافت کا عازم ہوا۔ صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے بھیجے جاچکے تھے مگر اس خیال سے کہ دارا شکوہ توپخانہ وخزانہ وسپاہ بکثرت رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ دارا شکوہ کے

لہ وازو قائع دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان ولد بہادر خان ولد لاڈ کوکیان انصوبہ بساط جہان درنوردید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیہور کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔

تعاقب کے لیے بھیجا اوسوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے رستم
خان اور دوسرے دلیر ہمت خان اور دیگر اشخاص قباد خان وشرزہ خان ومنگلی
خان وپردل خان وغیرہ تھے روانگی کیوقت دلیر خان کو خلعت مین ایک
ہاتھی اور جمدہر مینا کار مرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال
خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے بھکر کیطرف
روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے
دیا اثنائے راہ مین صالح گرز بردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری بادشاہ
کیطرف سے لیکر پہونچا بھکر مین داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان
وشیخ نظام ومیر عزیز وسید تاتار وسید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے
علیحدہ ہوگئے اور عالمگیری لشکر سے ملگئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ
قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہوے آخر وہ سیوستان
ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہان سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہ
داراشکوہ کے لشکر کو شکستین دین اور کشتیان وسامان چھین لیا ٹھٹھہ مین عالمگیر
کا فرمان[1] دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تعاقب کرکے فوراً مابدولت
کے حضور مین چلے آؤ یہان دوسرے اہم کام درپیش ہین اس سفر مین دلیر خان

[1] یرلیغ لازم الامتثال بنام شیخ میر ودلیر خان پرتو ورود افگند کہ ترک تعاقب نمودہ برجناح سرعت واستعجال خود
بہ پیشگاہ جاہ وجلال رسانند کہ کارہاے اہم درپیش است بنابرآن شیخ میر ودلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی
ازبھکر کوچ کردہ برجناح استعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردیدہ بست ونہم ماہ جمادی الاول اخلاص پیش
شیخ میر ودلیر خان بموکب گیہان ستان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اکسیر خاصیت گردیدند وعاطفت
بادشاہانہ بریک ابعطائے خلعت خاص واسپ باساز طلا اختصاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیر نامہ

ری محنت اوٹھانا پڑی اکثر دشوار گذار جنگل حسین منزلون آبادی و پانی کا نام
ناطے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپاے ضایع ہوگئے اور لشکر کے خزانہ
بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نرہا تھا بالآخر ۸ ربیع الثانی کو دلیر خان
شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافت آگرہ کیطرف روانہ ہوے اور ۲۵ تاریخ
ی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے
ہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجوہ مین شکست دیکر واپسی مین شکار کھیلتا آرہا تھا
ت اندوز ملازمت ہوے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو الطاف شاہانہ
ے خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔
ں عرصہ مین دارا شکوہ نے گجرات مین میدان خالی پاکر اور وہانکے صوبہ دار
نواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کرکے مراد بخش کا ساز و سامان
دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف مین کیے اور ولایت گجرات مین ایک ماہ سات
زر کہربائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کرلیا اور جنگ کے لیے آمادہ
ا۔ اسی درمیانمین اُسنے شجاع کے مقابلہ مین عالمگیر کے شکست پانیکی خبر غلط سنی
اجمیر کا ارادہ مصمم کردیا ادہر عالمگیر دارا شکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کیطرف بڑہا
جمادی الثانی کو قصبہ نودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ مذکور کے
مین رکھے جائین چنانچہ حسب الحکم راجہ رائے سنگہ کو خلعت دیکر قلعہ کی محافظت
دی گئی اسوقت دلیر خان کو خلعت مین گھوڑا معہ ساز طلائی کے

۵ درین ہنگام دلیر خان بمرحمت اسپ باساز طلا و پردل خان بعطاے خلعت دلیر خان ولد بہادر خان
۷ حمدت بسہ فرازی یافتند ۳۰۵ عالمگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بھتیجے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور پردل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ اجمیر مین نواب دلیر خان کا عالمگیر کیطرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے اجمیر[1] مین دو پہاڑون کے درمیان جو ایک درہ تھا اسمین اپنا لشکر ڈالا اور اسکے ہر دو جانب دیوار اوٹھا کر راہونکو بند کر دیا اور توپونکو قاعدہ سے لگا کر نہایت مستحکم پناہ بنائی ادہر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر ہزار لیکر تالاب رامسر پر اوترا اور دوسرے روز موضع دیورائی مین جہان سے اجمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجہ جے سنگہ کو ہراول فوج یعنے مقدمۃ الجیش کیا جب دونون لشکر مقابل ہوے عالمگیر نے حکم دیا[2] کہ شیخ میر اور دلیر خان معہ دلیر ہمت اور رنمست اپنے بھتیجون کے لشکر سے آگے بڑھجائین اور توپخانہ کے قریب جاکر دشمنون کے گھات اور حملہ سے خبردار رہین حسب الترتیب چار روز تک

---

[1] درجنگ اجمیر کہ داراشکوہ ستر اسپہ دیوانہ وار استوار برآوردہ سد سکندر و حائلے محکم در پیش و داشت و جابجا توپ و زنبورک و سائر آلات حرب و ادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر و پناہ حمایت و یاری ہمت بمدافعت و محاربت میگماشت جنود عالمگیری را یورش بر مورچالش صورت نمی بست۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

[2] واز کمال دوربینی و حزم بادشاہانہ حکم اشرف صادر شد کہ عمدہ نوآئینان عقیدت منش شیخ میر با لشکر التمش و دلیر خان بادلیر و رنمست پسران بہادر خان روہلہ از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ مہیاے رزم و پیکار از عذر و دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ مین حرب و ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیشقدمی نہین کرنے دیتا تھا چونکہ دارا شکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان مین تھے اور قلب لسکر کا مقام نہایت محفوظ و مستحکم تھا اسلیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہین چلتی تھی اور دارا شکوہ کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھکر شب مین اورنگ زیب نے اپنے جان نثار امیرونکو بلاکر تاکید کی کسیکو غیرت دلائی اوکسیکی خلعت و انعام سے ہمت بڑھائی غرضکہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے دلیر خان توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوے اور دشمنون کیطرف اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیونکے بائین جانب سے سوار ہو کر دلیر خان سے آکر ملے دونون سردارون نے باہم اتفاق کر کے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کیطرف تھا حملہ کیا اور ان دونون تہمتنون نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفون کے حواس بگاڑ دیے انتہاے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوے اور کمال مردانگی سے صفین اولٹتے ہوے شیر کیطرح غنیم کے مورچہ مین گھس گئے مخالف کی فوج دوسرے

سلہ نخست دلیر خان از دست راست توپخانہ با فوج خود سوار شدہ باستظہار اقبال و تیمن مآل خدیو جہان لواے جرات و دلیری بجانب آن جسارت کیشان بر افراخت و بعد از زبدۂ نونیان عقیدتمند شیخ میر با ہمراہان خویش از دست چپ سوار شدہ باد پیوست باجملہ شیخ میر و دلیر خان بمیامن ہمت اخلاص پرور و باتفاق یکدیگر بر مورچال شاہنواز خان کہ بسمت کوکلہ پہاڑی بود حملہ آور گشتند و بازار کارزار گرمی پذیرفت این دو تہمتن بقدم شجاعت و مردانگی داخل مورچال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بدفرجام از نیام قہر و انتقام کشیدند شیخ میر بکار آمد و دلیر خان کوششہاے مردانہ و تلاشہاے دلیرانہ کردہ زخم تیرے بر دست خود۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

مورچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو مہلت نہین دیتے تھے اور وہ اسحالت کو دیکھکر قدم آگے نہین بڑھا سکتے تھے۔ داراشکوہ کے لشکر مین زلزلہ پڑ گیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہوگئی اور جوش دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ مین آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برسائی اور جدال و قتال مین نہایت کوشش کی اس ہنگامہ مین شیخ میر مارے گئے اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اوسوقت اونھون نے ایسی جنگ مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیر انکے ہاتھ سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اوسکے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے نکلگیا اور وہ اسی کاری زخم سے مر گیا اور شاہنواز خان بھی اسی معرکہ مین ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نر رہتے تو انھین نے میدان لیا تھا اس[1] جانستان مہم مین بجز دلیر خان اور شیخ میر کے

[1] وچنانچہ گذارش یافت از جنود نصرت طراز سوا فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے دیگر بجنگ نرسیدہ محمد شریف بخشی میر داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکم رسیدہ از پشت گذر کرد بہمان کاری زخم در گذشت و در سپہداران موکب جہان ستان کسیکہ مصدر خدمت شایان و جانفشانی نمایان گشتہ توفیق ادائے حق عبودیت دریافت آن دو سردار دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نسیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر اعتصام وزیدہ اقدام ثبات خصم تیرہ سر انجام لغزش پذیرفتہ راجہ جے سنگھ از عقب رسیدہ خیمۂ آن فوج منصور گردید صفحہ ۳۲۴ - عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ نکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگھ آئے اور امیر الامرا اور اسد خان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سوار ہوئے چنانچہ خود تاریخ شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ مین مفصل حال لکھا ہوا ہے اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف مین بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ یون لکھتا ہے ؎

چنان تیغ را بود شوق مصاف — کہ چون برق جستی ز ابر غلاف
غضب آنچنان کرد در مرد کار — کہ رگ شد بہ تن اصفی ز جمدار
چو سر پنجہ از دست میشد رہا — ز کین مست کشتے بروے ہوا
پلارک بدو شیے نہ پیوستہ بود — کہ بر فرق ز زیر بغل جستہ بود

دارا شکوہ اپنے محلات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر صبح

---

۱ آخر کار اثر فتح و وزیدن نسیم فتح از جانب نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان بود کہ باظہار جلادت در مقابل صدمات بہادران مورچال دارا شکوہ کہ متصل گولہ توپ و بان و حقہ آتش و آلات جانستان می بارید با وجود جمع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلا ملاحظہ جان خود ننمودہ در مقابل آنہمہ صدمات ہوش ربائے نا لہائے توپ زہرہ شگاف کہ باصدائے گوہ دل دہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گردیدہ بود از ہمہ مبارزان پیش قدم بودند و چندان سر و تن پامال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر صورت آنہا پیدا نبود تا آنکہ دو زخم گولی دیگر بدست دلیر خان رسید دست راست او را از تنہ دو باز داشت باز ہر چہ او در آمد کوتاہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت ؎ ز نگیخت زرے چو بارندہ میغ ۔ ز تگرگش زیکان و باران تیغ ۔ بر آمد ز قلب دو لشکر خروش ۔ رسید آسمان را قیامت بہ دوش ۔ بدو در آمد دو دریا بعزم ۔ شد از موج چوابر ز ہر پیشۂ سر بروں زد ہزیر صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۲ شاہنشاہ نامہ قلمی

۲ دارا شکوہ کی باقیماندہ سرگذشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہونچا اور وہانسے قندہار جانا چاہتا تھا مگر ملک جیون جو اسکا احسانمند تھا اسنے اپنی جاگیر دادر مین اسکی پیشوائی کر کے

فیروز میوانی کے چپکے سے احمد آباد کیطرف مفرور ہوا اور بجز دو سرواد نکے کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اپنے یہان مہمان ٹھہرایا انھین ایام مین اسکی بیوی نادرہ بیگم دختر خسرو پرویز جو اسکی سباہی کے الم مین مسلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور مین میان میر اپنے پیر و مرشد کے مزار کے قریب دفن ہونیکو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیجدیے چند خدمتگار اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون مہمان کش جہان فراموش نے طمع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا جب دارا شکوہ اور ملک جیون دہلی پہونچا تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب الحکم عالمگیر کے دہلی کہنہ موسومہ خضر آباد مین سیف خان اور نظر بیگ چیلہ کے ہاتھوں سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۶۹ھ ہجری کو قتل ہوا اور اسکا نعشہ ہمایون کے مقبرہ مین دفن ہوا اسکا بیٹا سپہر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور ۱۰۷۱ھ مین سلیمان شکوہ سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار مین وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴۴ سال چند ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدایش ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ کو اجمیر مین ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب قلعہ سے بھاگنا چاہا تو حسب ایما عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعوے پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی پیر و مرشد جہان و جہانیان سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و عاہو عود در نظر داشتہ ازخون این نامراد در گذشتند نقصان بدولت سلطنت و الانداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف مصروف براین است کہ وجود بے سواد این ضعیف درمیان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چہ لطف دارد ہرچہ خواہند بکنند۔ مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت مین اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار مراد بخش قصاص مین قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ؎ اے وای بر بہانہ کشتند۔ ۱۰۷۱ھ جلوس مین شاہجہان کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ مین کوئی دعویدار سلطنت باقی نرہا اور وہ بھی سے حکومت کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اوسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرضکہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ مین عالمگیر کو یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے مقتولون کی تجہیز و تکفین سے فرصت کرکے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر کھائے ہوے تھے اس منزل مین بادشاہ کی خدمت مین آکر حضوری سے مشرف ہوے بادشاہ نے کمال عنایت سے دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے اور انکے منصب مین جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجون کو بھی جنمین رستم خان و دلیر ہمت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا اور دلیر ہمت خان کے جنکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا و سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوے۔

---

۱ نہم موکب جلال از قصبۂ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آنجا مقام درین منزل دلیر خان کہ جنگ زخم تیر برداشتہ بود عزبوس دریافتہ بعنایت خلعت و شمشیر و انعام پنجاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و او منصبش کہ پنجہزاری پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۰۔

۲ دلیر ہمت خان لد بہادر خان رو ملہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب داشت دو صد سوار از تا بیان او دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر ہمت خان بعد تبدیلی عبد العزیز کے نرہار کے فوجدار ہوے اور بوقت تقرری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوے افغانان یوسف زی کے معرکہ مین انہون نے خوب معرکہ آرائی کی تھی سنہ جلوس مین یہ خلعت فوجداری مدار آباری سے سرفراز ہوے ایکبار بادشاہ نے انکے ہاتھ راجہ سنگرام کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کوچ کرتا ہوا دہلی پہونچا تو جملہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس ثانی پر ملتوی رکھے تھے ۲۴ ماہ رمضان ۱۰۶۹ھ ہجری کو تخت سلطنت پر جلوس کرکے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلا[۵۱] نے پائے تخت نے نکالین امرا و شعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی کے جشن مین دلیر خان[۵۲] کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار مروارید مرحمت کیا دلیر خان[۵۳] نے اشیائے نفیس و جواہرات بادشاہ کے حضور مین گذرانے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔ انھین ایام مین[۵۴] دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دیگئی۔ اور اُسکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جنمین دس عراقی اور تیس ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

---

۵۱ چنانچہ عزیز اللہ خلف ملا ہاتفی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یوتیہ من یشاء اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ و تاج بادشاہان۔ لکھی

۵۲ و بہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

۵۳ و محمد امین خان میر بخشی و دلیر خان و اصالت خان و مرتضے خان و امیر خان و اسد خان و فیض اللہ خان و جمعے دیگر از امراے عظام و عمدہاے بارگاہ سپہر احترام پیشکشہا از نقایس جواہر و دیگر رغایب و نوادر گذرانیدند عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۵۴ درین ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ بمرحمت دہ اسپ عراقی و سی اسپ ترکی سربلند شد۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

نواب دلیر خان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا

جب میدان کہوہ مین شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھاکر صوبہ بہار و بنگالہ کیطرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جسمین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب مین روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچگیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان سنہ جلوس کو معظم خان کی نا اتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکلکر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر مین خلل پیدا ہوا جب آخر ربیع الاول مین برسات کا موسم ختم ہوگیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صف آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیان ہوئین کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دارا شکوہ کی مہم سے بھی فرصت کرچکا تو اوسنے دلیر خان[1] کو کمک کے لیے تجویز کیا

[1] چون دلیر خان از پیشگاہ عز و جلال بکوکب معظم خان میر جملہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ مساعی جمیلہ بروے کار آورد تعین گردید دلیر خان کہ دران ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود بتلاشہاے عمدہ اظہار آورد کہ تاریخ داستانہاے رستم و اسفندیار ہست چون انتظار رسیدن نیزادمی بر دور اثنائے راہ خبر رسید کہ دلیر خان در گذر دودہ کہ بکدم تلی نیز اشتہار دارد ششم شہر حال بنوادہ داؤد خان عبور نمودہ وارد دوروز طی عرضہ گردید۔ صفحہ ۵۲۳ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہونچی تو دلیر خان[1] کے آنے تک لڑائی ملتوی کر دیگئی۔ ۸ جمادی الاول کو جب شکر بادشاہی اکبر نگر کو روانہ ہوا تو اثنائے راہ مین خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے ۶ تاریخ ماہ مذکور کو داؤد خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روز مین لشکر تک آجائینگے اس اثنا مین بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ سے ہٹ جائین تو معظم خان انکا تعاقب کرین اور اسلام خان اکبر نگر جاکر دریا کے دوسری طرف کا انتظام کرین چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان کو معہ فتح جنگ خان وزبردست ودلاور خان ونیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار سوارون کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب[2] دلیر خان دریا کے اوسپار آگئے تو معظم خان خان خانان کو اُنکے آنیکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان لشکر بادشاہی مین آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگا تین حصہ ہو گیا ہے پار اوترا اور وہان ایک جزیرہ مین جو دریا کے درمیان مین تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے مہاندی پر پڑا ہوا ہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو توپخانہ ولشکر دیکر داؤد خان اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

---

[1] ودرین ایام خبر عنقریب پیوستن دلیر خان کہ از بہادران ولاوران مشہور آن عہد بود واز حضور بکومک معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صوابدیدہ کاردان دانست کہ تا رسیدن آن سردار نامدار دست از کارزار کشیدہ بدفعہ پردازد۔ تاریخ محمد ہاشم خافی خان قلمی ص ۲۹۰۔

[2] دلیر خان کہ آنطرف اب رسیدہ انتظار عبور معظم خان میکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند وفوج بادشاہی را تقویت تازہ بہمرسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۲۔

پل باندھا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اسطرف اپنے
لشکر لیے ہوے پڑے تھے آخر دن مین جریدہ دریا کے اسپار آے اور معظم خان
سے ملاقات کی اور صلاح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر
گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتفاق
سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونون خان شجاعت نشان مہاندی
کے غنیم کے برابر مورچے لگائین اور اونپر توپخانہ جماکر دشمن کیطرف گولہ باری شروع
کردین چنانچہ ادہر لشکر نے کشت وخون شروع کرکے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا
اور ادہر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریاے مہاندی کے کنارہ
مورچے باندہ دیے اور اعدا کے برابر دمدمہ بناکر توپخانہ لگا دیا جب مورچون کا
استحکام ہوگیا تو دونون طرف سے رات ودن توپ و بندوق چلتی رہی ۲۸ تاریخ
کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کرین
اور ذوالفقار خان وفدائی خان ولودیخان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع
آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادرون کو جسجگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور
نہایت گہرا تھا اور اوسکے گرد جنگل نہایت دشوار گذار تھا اوترنیکو لیگئے پہلے
بندوقچیون اور بیلدارون کو معہ چند توپون کے اوترادیا اوسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر
قراولون کے کشتیون مین بٹھاکر اوتارا اور گھوڑونکو تیرادیا قراولون نے نہایت
چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیے جب فریق ثانی نے یہان کے لوگون
کو روکا تو ادھر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کیطرف بڑھا لائے اور گولون کی
زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسرون پر سبقت کرکے اپنے آدمیون کو اوترو ادیا تمام رات آدمی گھوڑے اوترتے رہے اور یہ دونون خان شہامت نشان بھی دریا سے اوترکر اپنے لشکر کو پہونچے چونکہ دریا کے اوسپار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچالین خالی تھین اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اسلیے اسکی خبرداری عبداللہ خان وغیرہ کے سپرد کیگئی مگر فرق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے سوم جمادی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کرکے نالہ کے کنارہ جسجگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ مین شاہزادہ محمد سلطان بھی معہ اہل حرم کے محمد شجاع کے یہان سے بادشاہی لشکر مین آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالدہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہان پر مہاندی پایاب تھی اوترنیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجدیا محمد شجاع نے یہ خبر سنکر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو معہ توپخانہ کے بگلہ گھاٹ اور مالدہ کیطرف بھیجا کہ سدراہ ہون اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر کے برابر پڑا یہ حال دیکھکر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوے معظم خان گنگا کے دوتین نالون کے درمیان جو جگہ ہے وہان ایک ماہ سے قیام گزین تھے اب وہ کوچ کرکے اور مہاندی سے اوترکر مالدہ کو جا رہے تھے کہ دلیر خان کا نوشتہ[1] آیا جو انھون نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس مین تحریر کیا تھا

[1] در اثنائے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ در ستیل گھاٹ دلیر خان با دہ ہزار سوار و جنگی دلیرانہ روے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاش خوردہ را فرار سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تفنگ و یک زخم نیزہ برداشتہ با ہفت سوار جان از ان معرکہ بر آوردہ و خواہر زادہ او و دیگر رؤسا و مقہوران دران دار و گیر دستگیر سرپنجۂ اقبال عدہ بندہ شمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر جسمین
قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے
قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھ سے اور اونسے نہایت سخت
جنگ ہوئی میرے آدمیون نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ
کرکے انکو پسپا کردیا اور وہ شکست فاش کھاکر بھاگ گئے مرزا بیگ
مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نیمجان
ہوکر معہ سات سوارونکے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا
خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روساجنمین سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہے انبوہ ازان جسارت کیشان طعمۂ تیغ سرافشان مجاہدان فیروزی نشان شدہ برخے ہنگام گریز ازان رستخیز و ستیز در آب مہاندی بفرقاب سدم فرورفتہ اندوان خان جلادت نشان و لیرخان بعد ازین فتح بہ بگلہ گھاٹ رسیدہ بر کنار مہاندی مورچال بستہ و سید عالم با توپخانہ برابر نشستہ معظم خان ازین لطیفہ نصرت کہ نیرنگی طالع والاے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بہجت قرین و مسرت افزود گشتہ صفحہ ۴۰ عالمگیر نامہ

ے دلیرخان بدان فوج مقابلہ رو داد و لیرخان باوجود کہ آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند اکثر را کشتہ و بسیار را اسیر نمودہ معظم خان ازشنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیرخان تحسین و آفرین نمودہ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۴۱۰۔ ے دلیرخان کہ از پردلان یکہ بہادر روزگار آنہندی شمردندبدان سپہ سالار دو جنگ و تردد غریب روداد اولا معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ و لیرخان بطریق ہراول مقرر ساختہ بود دلیرخان بان فوج مقابلہ و مقاتلہ غریب رو داد باوجود آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند دلیرخان بجلہ ہاے سرو ریا چنان کار برا عدا تنگ آورد کہ بیشتر آنہا طعمۂ تیغ و سنان افغان جلادت نشان گردید و جمع کثیر زخمی و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدند معظم خان ازشنیدن چنین فتح نمایان شکرانین عطیۂ الہی بجا آورد و بر دلیرخان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۲۹۸۔

مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگنے
مین مہاندی کے اندر غرقاب ہوگئے اور بڑا حصہ لشکر کا تلوار کے
گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح سنکر نہایت مسرور ہوا اور
دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کا ہے مگر خافی خان
نے اس فتحیابی مین دلیر خان کو اور بھی با وقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان
اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہونچے اور وہان مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس پر
بگلہ گھاٹ سے ہے وہان بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کیطرف
سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہوکر بگلہ گھاٹ گئے اور وہان
کے مورچون کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر مین آئے دلیر خان نے دمدمہ
باندھکر اوپر توپین نصب کردی تھین اور رات دن دشمنون پر گولے مارتے تھے چونکہ
یہان سے خشکی کے راستہ سے تین راہین جہانگیر نگر کو جاتی ہین ایک مالدہ ہوکر
جہان سید سالار خان وجمال دلزاق لشکر لیے ہوے نہایت محافظت سے پڑے
ہوے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسپر دلیر خان قبضہ کرچکے تھے
تیسری شیر پور و ہجرا پور ہوکر مہاندی کے پیچھے سے اور بگلہ گھاٹ وہان سے آٹھ
کوس پر تھا اور ابتک کوئی فریق اوسپر قبضہ کرنیکو نہین گیا تھا لودی خان معہ لشکر
اور توپخانہ کے اوسکی محافظت کو معین ہوے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اترنیکی
کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرضکہ ۴ شعبان ۲ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر
بادشاہی بگلہ گھاٹ سے اوترنے کے لیے روانہ ہوا جب بگلہ گھاٹ پر لشکر
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اوسنے فوج و توپخانہ
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر اگ برسا رہا تھا
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی مین ڈالدیا اسکے بعد اور
فوج بھی داہنے بائین جانب سے روانہ ہوئی اوسوقت مخالفون نے توپ و
بندوق و تیرون کے برسانے مین کوئی کمی نہ اوٹھا رکھی کچھ فوج تیرونکی نشانہ ہوگئی
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کرسکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جو انمردون نے
جنکو اپنی سپاہگری کی غیرت دامنگیر تھی رُخ نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونون طرف
پانی غرقاب تھا اسلیے نالہ کے درمیان دونون جانب سے لکڑیان گاڑدی تھین
کہ آدمی اسکے ادھر اودھر نہ جائین اور پایاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ مین

۱؎ درشعبان دوم سال جلوس معظم خان از محمود آباد بعزم عبور از مہاندی کہ از انجا دو کروہ است وارد بگلہ
گھاٹ پایان نو گذر پایابے بہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالف کہ آنطرف آب متمرک
و استحکام توپخانہ پرداختہ مستعد مدافعت بود دست باندا ختن توپ و تفنگ برکشود و خسته دلیر خان
بمیامن ہمت و جلادت باسران دیگر فیل سوار بآب زدہ روان گردید آنہا درمیان نالہ ہا دران
را زیر تیر و تفنگ درگرفتہ آتش پیکار برافروختند برخے از بسالت کیشان ہدف نادک
تقدیر گشتہ و بسیارے زخم برداشتند و جمعے از صدمۂ پیکان برگردیدند و چون ہر دو طرف گذر غرقاب
بود درمیان نالہ از طرفین معبر چوہا بزمین فرو بردہ بودند کہ نشان پایاب باشد درینوقت بسبب
عبور لشکر آب تبلاطم در آمدہ ریگ زمین بدر رفت و بعضے از مواضع پایاب شدہ و چوہا غلطیدہ
نشان پایاب ہر جاے خود نماندہ بدین سبب سوار و پیادہ بسیار طعمۂ امواج قضا بحر ہلاکت گشتند

آیا تو یکبارگی تلاطم پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیان گر گئین اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کیوجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایکہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان مین فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس العلماء مولوی فدا اللہ صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلاوروں کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوے اونھون نے کمال جانبازی و غیرت شمشی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ مین اپنے لشکر کو دریا مین ڈالدیا اسی حالت مین فتح خان دریا کے تموج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلا مین ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہوا مگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہین پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہونچگئے اور غنیم قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیم نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنون کا منھ پھر گیا اور ٹھہرنے کی تاب نہ لاے انھون نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچون کے قریب پہونچے تو بادشاہی لشکر نے اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیکر اسطرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایان ہوے مگر اسقدر مرعوب ہوے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیم کی یہ ایسی گوشمالی ہوی کہ اسنے ٹانڈہ مین بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحۂ ماقبل - فتح خان پسر دلیر خان وران میان رخت حیات بسیلاب اجل داد خان شہامت نشان بعد گذشتن از آب بساحل مقصود رسیدہ و بکوشش دلیرانہ اعادی اوارہ را دشت ادبار ساختہ مجموع آنہارا بدست آوردہ از مآثر الامرا ملخص عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسنے اپنا دل ملک بنگالہ سے اوٹھا لیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس دیرسالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ تردی پور گیا اور وہان سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان حسین جواہرات و اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیونمین بھر کر ۵ شعبان ۲ سنہ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر زین الدین و زین العابدین ہر سہ پسران اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لودی خان جو شیر پور اور ہجرا پور مین تھے اونھون نے تیس کشتیان شجاع کی گرفتار کین ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار مثل سراج الدین و اسفندیار معموری و میر مرتضے و ابن حسین داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کوکہ و داراب پسر فاضل خان مع اہل و عیال کے بادشاہی لشکر مین آگئے ۱۹ تاریخ کو دلیر خان معہ خانخانان کے تردی پور سے کوچ کرکے ہجرا پور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوے۔

۱۹ رمضان ۳ سنہ جلوس کو محمد شجاع معہ ہر سہ فرزندان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنگ کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا

۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین یہ خبر پہونچی[1] کہ شجاع

[1] نوزدہم شعبان از وقائع بنگالہ بسامع حقائق مجامع رسید کہ ناشجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ بپاے جسارت فشردہ حتے المقدور در مراتب مدافعت کوشش می نمود بسعی جمیلہ و ترددات شایستہ معظم خان و دلیر خان و داؤد خان قواعد ہمت و ثباتش اختلال فاحش یافتہ بجا لیکہ سزاوار اعداے بدسگال باشد از انجا بر کشتی نشستہ روانہ جہانگیر نگر شد از ورود نجستہ خبر السیادہ بپاے بساط سلطنت و بندہاے آستان

ٹانڈہ مین نہ ٹھہر سکا اور بادشاہی بہادرون نے اوسے ملک بنگالہ سے نکالدیا اس خبر سے شاہی دربار مین شادیانے بجے اور امرا مبارکباد بجالائے بادشاہ عالمگیر نے دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ مین اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسپر لڑائی کا خاتمہ اور فتح کا دارمدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب مین لکھی گئی تھی۔

کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منہ نہین موڑتا تو اوسنے اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمرد آدمی کی قدردانی کے ثبوت مین ایک حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرا تاریخ خافی خان شاہنشاہ نامہ تاریخ ہندوستان ہر ایک مستند کتاب مین درج ہے یہان تحریر کیجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے آغر خان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادو نکے

بقیہ صفحۂ ماقبل خلافت مراسم تہنیت بجاآوردہ تسلیم مبارکباد نمودند و نقارہ ہاے نشاط بنوازش آمد و عاطفت خسروآ بعنایت معظم خان و دلیر خان و داؤد خان و چندے دیگر عدہ ہاے لشکر ظفر اثر بنگالہ را بمرحمت ارسال خلعت نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

لہ آغر خان پیش پیش دلیر خان ہمراول میرفت اسپے ابا بزہمین کہ بالاے آن کنار بر آمدہ چقلیش عظیم رود افیل مست کہ پیش رو ے خصم آمدہ اورا باسپ بخرطوم برداشتہ برانداخت نامبردہ درہمان گری بضرب شمشیر کار فیلبان را ساختہ بجاے او نشست درین ضمن دلیر خان این ماجرا بچشم خود دید واز باعث غرق شدن پسرش فتح خان عالم در چشم او تاریک بود فیل خود را برابر فیل آغر خان راسانداز عقب سید حسین گویان برگردوے گردید آغر خان بان بشکر قدردانی دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل در سرکار قبول افتد برائے آنخداوند نگرفتہ ام من اسپے از اسپان کوتل مرحمت شود دلیر خان گفت فیل ہم بشما مبارک و دو اسپ خوب جہت دے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شما باشد آغر خان قبول نمود واز فیل فرود آمدہ بدو لیر خان داد۔ ماثر الامرا صفحہ ۲۰۰ جلد اول شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۰۔

ہجوم کو تلوار سے مارتا اور پھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا ناگہان غنیم کے فیلبان کے اشارہ سے آغر خان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری ہاتھی نے آغر خان کو معہ گھوڑے کے سونڈ مین لیکر اوپر اوٹھایا اور آبشار پر ایسا پٹکا کہ راکب و مرکب دونون جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے جا گرے دونونکے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغر خان پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے مین قوت نہ تھی اسلیے یہ سمجھکر کہ اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑادی اور اسکو نیچے گرادیا اور گھوڑے کی پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جاکر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس مین نرہا اب حیران تھا کہ کیا کرون شیخ محمد فاضل خانسامان نے کہا کہ کمر سے خنجر نکالکر ہاتھی کے بناگوش پر سہلائی اگرچہ بباعث غرق ہونے فرزند فتح خان کے دلیر خان کی آنکھون مین دنیا اسوقت تاریک تھی مگر اس بہادر کارستمانہ کام دیکھکر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے ہوے ہاتھی کے ارد گرد پھرنے لگے آغر خان نے کہا کہ مینے یہ ہاتھی سرکار کیلیے گرفتار کیا ہے مین امیدوار ہون کہ آپ فیلبان کو حکم دین کہ اسکو فیلخانہ مین داخل کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کوتل گھوڑونمین سے مرحمت ہو دلیر خان نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کرکے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغر خان ہاتھی سے اوتر آیا اور باصرار تمام ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جاکر فتح کرنا

آسام کی مہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اوسکی فتح نصیب نہین ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کرادینا انھین کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ جو قدرت نے انکی طبیعت مین خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فتحمندی کے ساتھ رحمدلی اور تحمل کا وصف جو انکی ذات مین سرایت کیے ہوے تھا اسکے ثبوت مین یہ آسام ہی کی مثال موجود ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انہون نے اوسکی خطا بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد خانخانان علالت کیوجہ سے وہان سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام مین ٹھہر گئے بادشاہی پیشکش اور نذرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہونچایا اگرچہ وہان لشکر مین اور بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر[1] منصب اور شجاعت مین انھین کو فوقیت حاصل تھی انھین کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھین کو راجہ نے نذر بھی دی

[1] وپس از آوارگی شجاع بہراولی معظم خان در تسخیر مملکت آسام بالش آن گروہ نافرجام دلیر خان سیہاے شایان نمودہ ہمہ جا شریک غالب بود ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان

اور انھین کے توسط سے بادشاہی پیشکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ مین اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہین تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہین کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب الطلب لشکر لیکر دار الخلافت دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اوسوقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۱۰۶۷ھ ہجری مین شاہجہان کی علالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام مین خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادون مین لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ مین سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ مین کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور پیشکش ادا کرتا تھا۔ مگر اب اوسنے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جسمین اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک مین لے گیا ولایت کامروپ جس سے مراد گواھٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہین قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ مین شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولا ناتھ کو بھیجکر اسے بھی اپنے تصرف مین کرنا چاہا اسوقت آسام مین راجہ جے دھجسنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت توپخانہ وسامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی مین دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اوسنے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اوسنے ہامیون کا ایک لشکر عظیم معہ توپخانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کیطرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اسنے دیکھا کہ دونون طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ مین مقابلہ کی تاب نہین اور کمک امید نہین تو
وہ ازراہ دوراندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولاناتھ ذریر
بھیم نرائن جو یہ جانتا تھا کہ مین اسامیون سے کبھی غالب نہین ہوسکتا جب آسام
والون کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون
کا کوئی مانع نرہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہوگئے محمد شجاع اپنے حال مین گرفتار
تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کرسکا اسامیون نے دلیری کرکے آگے اور قدم بڑھایا اور
بغیر کسی مانع کے پرگنہ کری باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل
ہے متصرف ہوے اور موضع مست سلہ مین چوپر گنہ کری باری کے قریب
ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو وہانکی محافظت کے لیے مقرر کیا جب ۳۰
جلوس عالمگیری مین محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب
مین عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہوکر
اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اسمین لکھا کہ
بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کرکے ولایت کامروپ کو جو ممالک
بادشاہی سے ہے لینا چاہا تھا مگر مینے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے
اپنے انتظام مین لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھین متعین کردین چنانچہ اسکی
معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ
کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا
گیا اس اثنا مین راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ
سجانسنگہ بندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے سُنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوے ہین تو انھون نے
اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنون کے خالی کیا اور اوسکے بعد دریاے
بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیون کی اس پُر فریب
حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جاکر ٹھہر گئے
انکی مدد کو یوسف خان آغر خان پہونچگئے اور وہان جاکر جو مقامات خالی ہوے تھے
قبضہ مین کیے جب رشید خان زنگامائی کیطرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے
نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوے اور انھون نے دوبارہ کامروپ کے تصرف
مین لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان نبرد
بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامائی مین
ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخانان اس حال سے آگاہ ہوکر معہ
کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور مین اس
امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کیطرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امرا اور سرداران
لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوے ہین وہ سب خانخانان کے ساتھ موافقت
کرکے اسکی صلاح اور راے پر چلین چنانچہ حسب الحکم بادشاہی لشکر سہ شنبہ
مطابق ۱۸ ربیع الاول ۷۲ سنہ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ راے
قرار پائی کہ اثناے راہ مین کوچ بہار ہے وہانکے راجہ کا بھی قلع قمع کرتے جانا
چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہان سے اس
راستہ سے جسطرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہین کی تھی روانہ ہوا جنگل
نہایت خطرناک و دشوار گذار تھا جب جنگل کی مسافت طے کرچکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپین اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہونچ گیا تو اوسپر جو راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کونچ بہار کے قریب بادشاہی لشکر پہونچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچاکر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جاکر چھپا اوسنے اپنے وزیر بھولا ناتھ کو پانچ چھ ہزار فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل مین رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ۶ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کونچ بہار مین داخل ہوکر خیمہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دلجوئی سے انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہرہ سنکر اپنے مکانون مین آبسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض تھا لشکر بادشاہی مین حاضر ہوکر بکمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلعت سے سربلند ہوا۔ ایک سو چھ توپین۔ ایک سو پچیس زنبورکین، درامچنگی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھولا ناتھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ مین جاکر معہ زن و فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن و ہمراج زمیندار کوہستان کی حمایت سے دامن کوہ مین پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلیے لشکر تعاقب نہ کرسکا زمیندار کوہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکالدو۔

کوچ بہار[1] بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہے پچپن کوس طول اور پچاس کوس کا عرض اوس عہد مین تھا ملک کی آب و ہوا پورب کے شہرونمین نہایت لطیف تھی۔ چونکہ کوچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا دھمراہ کی گوشمالی آیندہ پر موقوف کرکے اسفندیار کو حسب الحکم بادشاہ کے چار سو سوار اور ایکہزار پیادے دیکر وہانکا فوجدار مقرر کیا اور کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس انتظام سے فرصت کرکے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑا گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۱۸ تاریخ کو لشکر دریاے برہماپتر پر پہونچگیا اور دو کوس زنگامائی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہان رشید خان بھی آگئے دریا کے کنارے جنگل ونالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس نواح کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے لیچلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار ازراہ دوراندیشی دریا کا کنارہ نہین چھوڑتا تھا اور تکلیف وسختی کو گوارا کرتا تھا کہ مبادا یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہوجاے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے قرار پایا کہ دلیر خان[2] مقدمۃ الجیش یعنے فوج کے ہراول ہوکر آگے آگے چلین اور میر مرتضے داروغہ توپخانہ اونکے ساتھ رہے غرضکہ اسی طریق سے

---

[1] اب کوچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہین ہا موجودہ رقبہ (۱۳۰۰) میل مربع اور آبادی تقریبا پچیس لاکھ ہے آمدنی گیارہ لاکھ سلامی ۱۱ توپ راجہ صاحب کا نام مہاراجہ سری نیرندرونارائن بھوپ بہادر جی سی ایس آئی۔ والی کوچ بہار ایجنٹ گاورنر جنرل پرنس آف ویلز بہادر ہے راجہ صاحب ولایت بھی گئے ہین دہلی دربار بھی تشریف لاے تھے۔

[2] مقرر ساخت کہ دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضے با توپخانہ منصور آن راہ بسمت مقصد متوکل میشود سرگروہ پیش پیش افواج قاہرہ رہ نورد نصرت و فیروزی گردید عالمگیر نامہ صفحہ ۵۹۰۔

روانگی ہوئی ہاتھیونکے ذریعہ سے دشوار گذار جنگل صاف کیا گیا اور تبرداروں نے ناہموار راستہ برابر کروایا جسجگہ نالے دلدل آئی اونمین درختون کی شاخین ڈالنے کے دستہ اور گھاس کے پشتارے بھر کرانسے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار گذار ہونے سے ایک دن مین دو ڈھائی کوس سے زیادہ لشکر نہین چل سکتا تھا غرضکہ ۶ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچگیا یہان سے گواھٹی جو ممالک بادشاہی کی سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کرگاؤن جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ تھی جوگی گھپہ پر آسامیون نے پہاڑ کے دامن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لانبی تھی اور برج نہایت مضبوط تھے دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گڑھے کھود کر اونمین تیز بانس کی سیخین جسکو بھالچہ کہتے تھے گاڑی تھین اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اسمین بھی بھالچہ گاڑے تھے دریاے برھماپتر اوس سے دکن کیطرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف دریاے بناس پاے کوہ سے گذر کر دریاے برھماپتر سے ملگیا تھا اور اوتر کیطرف خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انبوہ کے ساتھ واقع ہوے تھے اس قلعہ کے پیچھے ایک اور پہاڑ تھا جسے پنچ رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسیطرحکا ایک حصار اور قلعہ بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ مین پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی تین سو بیس کشتیان معہ سامان و آلات حرب کے تیار تھین کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جاے تو دریا کیطرف سے بذریعہ ان کشتیون کے کوہ پنچ رتن کے قلعہ مین پہونچکر مقابلہ کرین اور جب لشکر وہانسے آگے بڑھے تو گھاٹ پر بیٹھکر اپر چھاپہ مارین اور رسد بند کردین اس قلعہ مین بھی چھ ہزار اسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

یہان پر دریا کی دو شاخین ہو گئی تھین جنکے درمیان خشک زمین تھی جسپر اونھون نے
مورچے بناکر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ لشکر
بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے توپ و بندوق سے اوسپر آگ برسائین اور
آگے نہ جانے دین۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید
نصیر الدین و یادگار خان و میانہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ
دریا کے دوسری جانب قیام کرین اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہو۔ ایک
جماعت کو جوگی گھپہ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریاے بناس کے کنارہ سے پہاڑ تک راستہ
بند کر دے تاکہ ان گمراہون کے بھاگنے کا گمان باقی نرہے جب یہ سب انتظام
ہو گیا تو آسامیون نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار
مین نرہے اور رات کیوقت دونون قلعون کو خالی کر دیا اور کشتیون مین سے بیٹھکر
بادشاہی بیڑون سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگی بیڑے حصار کیطرف روانہ ہوے
اسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لاے اور بدحواس
ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیان چھوڑ کر جنگل مین
پناہ لی اور بہت سے پانی مین غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوے اور بعض گرفتار ہوے
ایکسو اڑتالیس کشتیان اور چونسٹھ توپین چھوٹی بڑی اور بیشمار بادلے اور سیسہ
و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قلعے بلا جنگ کے قبضہ مین آگئے یہ
پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی محصور ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تسخیر مین
بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریاے برہماپتر و دریاے بناس و جنگل و پہاڑ
حائل تھے اور دیوارین صلاحیت نقب لگانیکی نہ تھی دو گز زمین کھودنے سے پانی

نکلتا تھا الغرض وہان عطاء اللہ خان کو تھانہ دار مقرر کرکے بادشاہی لشکر گواہٹی کو
چلا اور دریاے بناس پر پل باندھکر اوتر گیا اور ۱۱ تاریخ کو گواہٹی سے دو کوس
آگے بڑھکر لشکر خیمہ زن ہوا وہان آسامیون کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا
اور جنگ پر آمادہ تھا اور اوسجگہ آسامیون نے دو قلعے نہایت مستحکم بناے تھے ایک
قلعہ موضع ہری گھاٹ مین تھا اور اسکا حصار پانچ پہاڑ ونکو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ
ماندو پر ایک طرف اسکے دریاے برہمپترا اور دوسری طرف اسکے ماذمین ہری
گھاٹ تھا اور تمام کشتیان آسامیون نے ان دونون قلعون کے درمیان مین جمع
کی تھین اور ان دونون قلعونمین ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہان اوترنیسے
بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوتر کیطرف قلعہ کے جو راہ ہے
وہان جاکر محصورونکی راہ بند کرو جب آسامیون نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبراے
اور رات کیوقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ کشتیونمین آئے اور کچھ دریا سے اوتر کر بھاگ
گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہان سے کوچ کرکے سری گھاٹ ہوتا
ہوا قلعہ مین داخل ہوا قلعہ ماندو اور قلعہ کجلی بن کے محافظون نے دوسرے قلعہ
کا یہ حال دیکھکر بلا جنگ اپنے قلعے بھی خالی کر دے القصہ گواہٹی جو قدیم سے شاہی
سرحد تھی وہان تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیون کو نکالدیا
محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجدار اور حسن بیگ کو کجلی کی حراست پر تعینات کیا
اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شبانہ
روز سپاہ ہتیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا نہوتی لشکر کے آگے
قراول یعنے بندوقچی اور اونکے پیچھے توپخانہ اور اوس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ دلیر خان تھے اور اونکے ساتھ انکی کل فوج ہراول مین تھی اس عرصہ
مین ولایت دھرنگ کا زمیندار حاضر ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیے
اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اونسے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی
نذر کیا خانخانان نے ان دونون کی دلجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا اسجگہ دریاے
برھماپتر پر آسامیون کا ایک قلعہ جمدھر نام تھا جو وہانکے بہت بڑے اور مشہور
قلعون مین تھا حصار اوسکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ قلعہ پہاڑ پر
بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کاٹکر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریاے مذکور
واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چوڑا تھا مخاذین اسکے ایک قلعہ
عظیم الشان جسکا نام سیملہ گڈھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ گرگاؤن راجہ آسام کا دارالملک
اور مسکن تھا اور وہ دریاے برھماپتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکر نے بدہر کی
تسخیر کا ارادہ فتح کرکے سیملہ گڈھ کیطرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کرکے راجدھانی
لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو بیشمار تھا دو روز مین اس
طویل و عریض دریا سے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا اثناے راہ
مین آندھی کا سخت طوفان آیا اور اسقدر بڑے اولے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی
ضایع ہوے اور کثرت سے چوپاے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لاے
اور بھاگ کر دریا مین گرے انکو وہان دجونکے تھپیڑون نے غرقاب کردیا ۱۱ رجب کو
لشکر سیملہ گڈھ پہونچگیا اور دو گولیونکے فاصلہ پر قلعہ سے لشکر نے پڑاؤ الا[۵۲] سیملہ گڈھ

سلہ و در عقب توپخانہ دلیر خان با فوج ہراول فرود آمدہ سدّ راہ مقہوران باشند ۱۲ عالمگیر نامہ

۵۲ نامہ سیملہ گڈھ آن حصنے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروے قدرت و طاقت ربا بہم

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالیشان تھا کہ بلندی مین آسمان سے باتین کرتا تھا دیوار اسکی نہایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دکن کیطرف پہاڑ تک کھنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لانبی تھی اور دوسری دیوار شمال کی تین کوس کی لانبی تھی جو دریاے برہمپتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونون دیوارون پر پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بناے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان مین دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونون جانب ایک ایک خندق عمیق کھودی تھی اور اوسمین بجاے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی تاکہ اوسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیوارون پر توپین اور بادلج اور تمام آلات جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی اسمین لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو پچھم کیطرف گیا ہے پڑا ہوا تھا لشکر کے سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے ارد گرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ مکار

بقیہ صفحہ ماقبل عالیہ افزون و ساکنان شہر از سنگ باران حوادث از آسیب تعنیق فلک مصون از دو جانب آن قلعہ دیوار عریض استوار رفیع کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کروہ منتہی میشود بکوہے سر بفلک کشیدہ و از شمال تا سہ کروہ بدریاے مذکور رسیدہ و آن ہر دو را بدستور قلعہ بہ برج و کنگرہ ساختہ درون و بیرون خندق بزمین پردہ اند و ہمہ جا بہ توپ و بادلج و تفنگ و سائر آلات و ادوات جنگ مستحکم کردہ قریب سہ لک اسامی جنگجو دران بقدم ثبات در مقام محافظت ایستادہ ماتراللامے

گشتہ حصینے ز نخست دو صعب	بہرہ ور چون حصار چرخ برین
خوط خور ولوا آسمان بچہش	ثور ہم خشم بجاے گاو زمین

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان[1] اپنی فوج ہراول لیکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کارگر نہو مورچے باندھ دیے اور دمدمے بناکر اپر بڑی بڑی توپین لگاکر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہونچاے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے اور علے الاتصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیان برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیونکے مینھ کو اپنے بدن پر جسطرح کہ ابر باران کے قطرات فصل بہار مین سبزہ پر گرتے ہین تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نہ رہتے بعض راتون مین آسام والے موقع پاکر شبخون بھی مارتے اور غلبہ پانیکی تاک مین اہل مورچال پر حملے کرتے اودھر سے شاہی لشکر کے جوانمرد بھی اون ظالمونکو پسپا کرتے اور اپنی تلوارین انکے خون سے رنگین کرتے بقیۃ السیف بھاگ کر قلعہ کے حصار مین پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبۂ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیون کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جسمین خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہونچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے کمر سے غافل پڑی تھی وہ یکبارگی

[1] و بصوابدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضے با اہل توپخانہ از معسکر فیروزی روانہ پیش رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ نمیرسید برابر یکے از برجہاے کلان مورچال بستہ و توپہاے بزرگ بردمدمہ برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۶۰۷ عالمگیر نامہ

آکر اونپر ٹوٹ پڑے مگر اوسوقت دلیر خان[۱] کے افغان آگاہ ہوکر نہایت جرات و دلاوری سے اونکے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہونچگئے ان شیرونکے حملہ کی تاب آسامی نہ لائے اور روباہ کیطرح بھاگے اور ناکام پھرے چندروز اسیطرح محاصرہ مین گذرے۔ شاہنشاہ نامہ[۲] مین ہے کہ چوتھی شب مین آسامیون نے سخت چھاپہ مارا اس رات مین دلیر خان نے نمایان جنگ کی اس معرکہ مین بہت سے آدمی خانہ صوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امر سنگھ اور دلیر خان کے سپاہیونکے ہاتھونسے مارےگئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپونکے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوس سے گرد تک نہین گرتی تھی جسجگہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر پڑا تھا وہ سرزمین[۳] نہایت خطرناک تھی شبخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ مین دو بار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکارونکے

---

[۱] تا بنیان دلیر خان برجسارت و چیرگی آنہا آگہی یافتہ بکومک پرداختند مقہوران حملہ تاب آن شیردلان نیاوردہ روبصفت گریزان شدند و کارے نساختند۔ ۷۰۷ عالمگیر نامہ

[۲] وشب چہارم شبخون عظیم آوردند و دران شب از دلیر خان تردد نمایان گردید و بسیار مردم دلیر خان بکار آمدند و آسامیان نیز از مردمان دلیر خان و راجپوتان امر سنگھ کشتہ گردیدند۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۸۔

[۳] وسرزمینے بود قلب خطرناک کہ در سوابق ازمنہ درہین مکان لشکرہاے عظیم ہندوستان کہ بقصد تسخیر آنجا رفتہ بودند بجز آنقوم غدار دستخوش ہلاکت و پائمال خرابی شد کسے جان بسلامت انان ودطہ نیاورد لہذا رائے قرار گرفت کہ در کشائش انحصار سرعت و تعجیل بکار برد۔ ماثر الامرا عالمگیر نامہ۔

[۴] و دلیر خان بلوازم قلعہ کشائی ہمت بربست واز درون و بیرون جنگ در پیوست و چون ہر توپے کہ بر برج و بارہ میرسید از کمال استواری حصار جز گردے ازان برنمی خاست و اثرے از شکستن دیوار و افتادہ کنگرہ مرتب نمیشد۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان

شجون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہونچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچکر نہ آیا پہلے حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسنے لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جرار اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچکر نہ آیا تھا۔ جب سکے بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کیطرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہونچا مگر آگے بڑھنے کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ عزیمت کرکے واپس آیا۔

جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر پھونک کر کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی چار و نطرف سے رسد بند کر دیتی۔ وہان کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اسحالت مین یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیوارون مین سے ایک پر یورش کیجاے اور نہایت جلد یہ مہم سر کیجاے دیر کرنیمین ہزارون آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرہاد خان یورش کے موقع دیکھنے گئے ہر طرف جنگل اور آدمیون کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کیجانب جنگل کم تھا اسلیے اسطرف یورش کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا[1] کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر اسطرف

[1] مقرر گردید کہ دلیر خان با جمعے از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافتہ از انجا یورش نماید

جائین اور جسوقت خانموصوف یورش کرین تمام لشکر یکبارگی جنبش مین آجاے اور حملہ کرکے محصورونکو ہرطرف سے مضطرب کیا جاے لہذا ۱۵ رجب شب کے وقت دلیر خان معہ اپنے لشکر کے جنمین انکے بھتیجے رنمست خان اور راجہ نرسنگھہ

بقیہ صفحہ ماقبل وسائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فیروزی طراز باہتراز آمدہ از پیش روے خود حملہ آور شوند محصورین را ازہمہ سو مضطرب ساختند تزلزل در بناے ثبات ورخنہ در اساس حیات آن بیدنیان افگندند و شب پانزدہم ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان با راجہ نرسنگھہ و فرہاد خان و رنمست خان وغیرہ باین سمت معین شد اتفاقاً یکے از ان قوم کہ از رتہاد رممالک بادشاہی بسر میبرد و در نیولا در اجاد لشکر منتظم بود بمکر اندوزی در مقام کینہ توزی شد و بصورت دولتخواہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این یوم و بر کماہی آگاہی دارم اگر بر ہبری من عمل نمایند افواج فیروزی را بموضعے میبرم کہ از انجا یورش بآسانی آید و ہمان دم بمحصورین پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حدود است جمعیت و ہجوم نمودہ مترصد باشند و دلیر خان بر تہمتے ان نابکار اواسط شب رہگراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباشیر صبح بمکانے آوردہ راہ یورش نمود کہ خندق بر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقہوران بیش از دیگر جوانب بود اہل حصار یکبارچندین ہزار توپ و تفنگ داووات آتشبازی رہا کردہ دوے ہوا را از ابر دور تیرہ ساختند و حصاے باروت از بالاے برج و بارہ شرارہ ریز و زمین و زمان از صوت توپہا زلزلہ انگیز شد دلیر خان از فوط جلادت و تہور رخ تافتن از ان آشوبگاہ کہ از موجاے جوہر مردی و مردانگی بود تجویز ننمودہ فیل سوارہ از کمال جلادت باب خندق را تند ہمراہان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند غرق حیرات حرکت نمودہ دران رستخیز بلاکہ پروردگار روزگار را ہمت میلغزید یورش کردند سرے صعب در پیوست اکثرے از عساکر اسلام را تن از آسیب زخم فگار و جمعے را وران بذل کوشش نقد جان نثار شد پنج تیر بہ دلیر خان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شد و تیر بسیار بر فیل مرکوبش و حوضہ آن نبد شد خان مذکور باجوقے بپاے حصار رسید بدستیاری شجاعت ببالاے دیوار برآمد و با اہل ضلال برزم و قتال در آویخت و پس ازان جانب دروازہ و دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لواے استیلا برافراشتند کفار مغلوب و عجب ہراس گشتہ بدر فرار زدند۔ از ماثر الامرا صفحہ ۱۱۷۔

وفرہاد خان ویادگار خان وسرانداز خان وجمال خان ومیانہ خان وآغر خان و
قراول خان وغیرہ اور ایکہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر مرتضے
داروغہ توپخانہ تھا روانگی پر تیار ہوے اتفاق سے ایک آسامی جو مدت سے بادشاہی
لشکر مین ملازم تھا اوسنے اپنی بدطینتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
کہی کہ مین اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہون اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
کرین تو مین ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤنگا کہ جسجگہ دیوار بھی بلندی مین کم ہو اور خندق بھی
زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر وکینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
لشکر بھیجنے کا وعدہ کردیا اس مکار نے اسیوقت آسامیونکو جو قلعہ مین محصور تھے
کہلا بھیجا کہ فلان جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہون تم سب اپنی فوج کو مجتمع
کرکے میرے آنے کا انتظار کرو مین ان سبکو تمھارے تیرون کا نشانہ بناؤنگا
دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب مین قلعہ کیطرف روانہ ہوے
جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار مین تھا پہونچے تو میر مرتضے کو معہ میانہ خان
وجمال خان کے وہانپر چھوڑا کہ دشمنونکو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کرکے
یورش سے غافل رکھین چنانچہ میر مرتضے نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ
لگا دیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بدنہاد آسامی اپنی بدنیتی سے خان شجاعت
نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اوسنے تجویز کی تھی لیگیا وہان جاکر دیکھا
تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
ہر طرف نکلنا دشوار آسامیون کا ہر جگہ سے وہان پر ہجوم زیادہ جب دلیر خان
اس جگہ پہونچے تو اکبارگی اہل قلعہ نے ہزارہا توپ وبان و بندوق وآتشبازی

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئیں سے ہوا مثل ابر سیاہ کے ہو گئی توپوں کا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین و زمان مین اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سر و بر گر کر شرارے برساتے تھے اور بندوق کی گولیان برق کی طرح چمک کر غازیون کے گریبانون مین پہونچتی تھین حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے جو دھوکا دیکر لشکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر مین تھا اس لیے اسکو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فورًا ہلاک ہوا۔ اور بمصداق ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ نتیجہ ظہور مین آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اس میدان قیامت ناک سے رخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی اور دلاوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الہی پر تکیہ کر کے اپنا ہاتھی جسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی مین ڈالدیا یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور ماثر الامرا سے لکھ رہے ہین مگر خافی خان و شاہنواز خان وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہین مضمون سبکا ایک ہے مگر بعض کتاب مین صراحت زیادہ ہے۔ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۱۷۲ مین شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہین کہ صبح نہین ہوئی کہ وہ آسامی دلیر خان کو خندق پر لیگیا جسکے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادھر سے آسامیون نے طرح طرح کے جانستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے حقے اور پتھر برسنا شروع ہوے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ مین اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند دلباختہ
افغانون نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہین ہے
اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہونیسے بچگئے تو پتھرو پر سر پٹکنے اور رائگان
جان دینے سے کیا فائدہ ہوگا رائے صائب کا مقتضا یہ ہو کہ ابھی قابو ے
وقت باقی ہو اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کرین پھر قلعہ کی تسخیر کرین
دلیر خان[1] نے تمام عمر منہ نہین پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور
شہادت کو سعادت دارین سمجھا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے

[1] دلیر خان فیل را دران آب بے پایان رانده واز بار یدن آتش بالا نه اندیشیده بعضے افغانان دلباخته فنامیدند که
کامران گذشته که امید نجات از میان آتش باشد معذالک گرداب بر آمد م سوے سر بسنگ زدن جان انگاران دن فائده نخواهد
سناسب آنست که قابوے وقت باقیست به بنگاه مراجعت نموده باز بکار قلعه باید پرداخت دلیر خان قبول نه نموده
آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نه نموده وسعادت شهادت سرمایه نجات دارین دانسته بر فیلبان بانگ به ہیبت
زد که فیل را پیش بران افغانان وبهادران عافقشان دیگر مثل قراول خان معدود چند به تبعیت دلیر خان،
بحکیر گویان در آب زدند بهر که گولها جل میرسید بآب سر فرو برده باز سر بالائی توانست نمود جمعے کثیر در آب
فرو رفت سه چار گولی را مچنگی بر جوشن آغر خان ودلیر خان رسید وکارگر نشد آخر بر فاقت چند
شیر دلان بپاے حصار رسیدند دلیر خان بزور بازوے خود بدو همدمان جان باز بالاے دیوار کوه سمان شکوه
بر آمد آسامیان بمقابله در آمدند با وجود هجوم آن قوم شوم وقلت دلیران جان نثاران بحر و بر ابالبوا پیوستن
وجمعے رو بفرار آوردند خانخانان از وقوع چنین فتح نمایان بعد فتح خود در قلعه آمده دلیر خان را آفرین گویان
در بغل گرفته همه همراهان را تحسین نموده و در کمت شکر او انمود شاهنشاه نامه صفحه (۴۵۰) وتاریخ
خانی خان صفحه (۳۰۰) قلمی۔

ڈاٹا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔

جب یہ حُسن دلیری اُنکے جانباز بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت مین آئی اور اونھون نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر یورش کی۔

عالمگیر نامہ مین ہے کہ وہ موقع ایسا پرخطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُردلان روزگار کے قدم ہیبت سے لرزتے تھے اور رُوئین تنون کی روحین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھین دلیر خان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لا بیان ہے خان ممدوح کے ہمراہیون نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسامیون نے قابو پاکر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جماعت شہید ہوئی تین چار گولیان رامچنگی اور پانچ تیر دلیر خان کے لگے مگر چونکہ وہ زرہ چلتہ بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوصلہ اوسکا بند ہوگیا دلیر خان اپنے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیر خان کمال قوت اور انتہاے شجاعت سے جست کرکے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے پیچھے اُنکے بہادر بھی پہونچے

دران موقف خصوصاً عرصہ قیامت اثر پردلان روزگار را قدم ہمت از نہیب آن میلغزید و روان تہمتن و روح روئین تن از خوف اشوبش بر خویش می لرزید با عداے نابکار داد و گیر دادند و جنگ عظیم در پیوستہ حربے صعب روے داد صفحہ ۱۱۱ عالمگیر نامہ

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔

اس معرکہ کو خافی خان جو اکثر دلیر خان کو دیو بند کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب مین نہایت قدر افزا الفاظ سے یون لکھتا ہے کہ اس شب مین دلیر خان سے ایسی کارنمائی ظہور مین آئی جسکی شرح نہین ہوسکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانون کے ہاتھون سے ہلاک ہوے۔ چند پتھر و گولیان اونکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جسطرح کہ شہباز جست کرکے شکار پر پہونچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ بہادری[1] کی اور داد تہوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک شمہ انکی اس شجاعت کی داستان سے سنتا تو زبان انصاف سے تعریف کرکے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

[1] دران شب از دلیر خان تردد ے کہ بشرح و بیان راست نیاید بعرصہ ظہور آمد و از مردان نیز از دست افغانان دلیر خان جمع کثیر برا ربوار پیوستند سہ چار گولہ تفنگ و سنگ بر جوشن دلیر خان رسید دلیر خان بزور بازوے خود و بہادری جان باز و کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہبازے کہ خود را بقصد صید زند بالاے دیوار کوہ آسمان شکوہ بر آمد و بعد بر آمدن نیز چنان داد تہوری داد کہ اگر رستم دستان شمہ از ان داستان می شنید زبان بانصاف کشادہ رستمے بر خود نمی پسندید و اگر افراسیاب آن جرات و جلادت را مشاہدہ می نمود انگشت حیرت بدندان میگزید از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ بنگ اسام۔ ذ تیغ نہنگے برا فروختہ ہا ز تیغ از نہنگاں سر انداختہ چنان خواست رزمے زبالا و پست ہ فتادہ یلان ہمچو از باد مست ۱۲

اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
اونگلی اپنے دانتون مین دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر مرتضے
اور دوسرے لوگ بھی حصار مین داخل ہوے اور جو مورچونمین تھے وہ بھی یاوری
ہمت سے خندق پھاند کر پہونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
بدحواس ہوگئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کیطرف تھا
اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیابر پر جو شملہ گڈہ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط
قلعہ تھا اور اوسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہوگیا بادشاہی بہادر اسکے
اندر بھی پہونچگئے محمود بیگ بخشی فوج لیکر ان مفروردن کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ
کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا اور کچھ آدمیون کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ بجد ھر مین مقیم
تھی وہ بھی شملہ گڈھ کے فتح ہوجانیکی خبر سنکر بھاگ گئی۔ تاریخ اخبار محبت وخافی خان
وشاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۷۰ مین ہے کہ **خانخانان اس
فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی** بعدازان یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت واطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے
گھرونمین آباد رہین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوے تھے انکو جانگیر نگر کو بھیجا کہ بارود
کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانون کے کام کرین۔ کہتے ہین کہ خانخانان اور دلیر خان
اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانون
کو گرفتار کرکے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوے مبتلائے
عذاب تھے وہ رہائی پاکر اپنے مکانکو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

وسعت اور کثرت سامان کو دیکھکر متحیر تھا پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیابر مین قیام کیا
بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیابر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مزملے
سبزواری اور سید تاتار اور کشن سنگھ کو قلعہ جدہر کا تھانہ دار مقرر کرکے لشکر شاہی نے
کوچ کیا اور دو منزل تک دریاے برھما پتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اسلیے دریا کے
کنارے سے گذر نہو سکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہو کر پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا
جب لشکر سولہ گڈہ مین پہونچا تو راجہ کے مدار المہام نے جسکو ہانکی زبانین بھوکن کہتے تھے
ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی
یعنے گواہٹی سے جسقدر راجہ وہانکی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی توپخانہ لیگیا ہے وہ
کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی ہین بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عنقریب شاہی
لشکر اسکی راجدہانی کرگاؤن مین پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیون کا صرف
فریب اور لشکر کے غافل کرنیکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اسلیے سپہ سالار
نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کرگاون کے فتح کے ارادہ سے ۲۰ رجب
کو لشکر چلکر لکھو گڈھ مین ٹھہرا یہان گیارہ ہاتھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور
اسجگہ ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کیطرف سے ایک پاندان اور پیالہ طلائی
اور دو گھڑے نقرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب جسمین ندامت کا اظہار اور صلح کی
درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکر و فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بالفعل
لشکر بادشاہی کرگاؤن آتا ہے وہان پہونچکر جیسا مقتضاے مصلحت ہوگا عمل مین لایا
جائیگا۔ کرگاؤن دریاے دکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریاے دہنک سے ملا ہوا ہے
مگر اوسمین اسقدر پانی نہین ہے کہ بڑی کشتیان چل سکین اسلیے لکھو گڈہ مین جو مجمع

دریاؤن کا ہے وہان بڑی کشتیان چھوڑنے کی راے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیان بناکر ہمراہ لیجائین اور بعض ضروری چیزونکو اونپر رکھکر کام مین لایا جاوے چنانچہ ابن حسین جو جنگی بیڑون کا داروغہ تھا معہ منور خان وجمال خان وزمینداران بنگالہ کے بیڑونکی حفاظت کو چھوڑا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کوچ کرنے جسجگہ کہ راجہ کے بیڑونکا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیان راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئین جو بادشاہی کارخانہ مین داخل کی گئین یہانپر ایک بڑا تجانہ راجہ نے اپنے ایک برہمن کے لیے بنوایا تھا یہان بھی تھانہ بٹھلایا گیا اسجگہ ایک نوشتہ ان مسلمانون نے کہ جو ممالک بادشاہی سے کرگاؤن مین قید کرکے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال وزر وجواہر اور نفیس اشیاء کو لیکر کوہستان کامروپ کیطرف بھاگ گیا ہے جو یہانسے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل مین چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سنکر ۴ شعبان کو لشکر موضع کجپور مین پہونچا اور وہانسے فرہاد خان وسید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیون کے نہایت جلد پیشتر سے روانہ ہوے اور راجہ کے مال وسامان کے ضبط کرنے مین مصروف ہوے اسروز لشکر موضع ترمہانی مین جسجگہ دریاے دیکھو اور دریاے دہنک ملا ہے جاکر ٹھہرا اس نواح مین ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوے اور ایک جماعت فوج کی کجپور و ترمہانی اور موضع لام ڈانگ مین انتظام کے لیے مقرر ہوئی ۶ شعبان ۴۳ جلوس کو شہر کرگاؤن یعنی دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضے مین آگیا۔ کرگاؤن مین عرصے سے جو مسلمان کہ قید ہوکر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی وشادمانی کا اندازہ حدبیان سے

باہر ہے گویا اونھون نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپین کہ راجہ نے تالاب مین غرق
کرادی تھین نکالی گئین چنانچہ دوسو اسی توپین اور ایکسو سے زائد تعداد مین ہاتھی اور
تین لاکھ کے تخمینا سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آے اسکے علاوہ چھ سو چھپتر
توپین منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین
اور ایکہزار دوسو رام چنگی یعنے بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین
اور دو ہزار صندوق باروت جسمین ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار
اٹھائیس سپر اور لوہا و سیسہ و شورہ و گندھک حد حساب سے زائد اور ایکہزار
سے زیادہ کشتیان جنگی اور ایکسو بجرے آراستہ نہایت بڑے اور ایکسو بہتر انبار
چانول کے جسمین ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی
تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش مین یقینی ہلاک ہوجاتا ان چیزون
کے علاوہ بہت سی چیزین آسامیون نے چلتے وقت آگ لگاکر برباد کرڈالی تھین
غرضکہ ۶ شوال ۱۰۷۸ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق شیخ ہے کہ واقع
میشود بیک سال ٭ باکوچ بہار فتح آسام ٭ یہان جو مسلمان قید تھے انپر
طرح طرح کے جور و ستم ان بیدینون نے کیے تھے اور انمین سے ایک جماعت کثیر کو
راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقیماندہ مسلمانون کو خان معظم نے کشتیو نپر بٹھلاکر انکے وطن کو
روانہ کردیا اور ایک سال تک ادائے مالگذاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کردیا
کرکاؤن کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مرزوعہ موضع سیملہ گڈہ سے
کرکاؤن تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہان سے وہانتک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے
مسلسل لگے ہوے تھے کہ گویا ایک باغ ہوچکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات مین رنگین وخوشبو دار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلونمین کیلہ کٹھل ترنج لیمو
اناس املہ بکثرت تھا باشندے وہانکے قوت وجرات ونشانہ لگانے مین طاق راجہ
کے مکانات کے گرد ایک باندا وسکے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چارونطرف ایک
خندق پرآب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس جونہایت وسیع اور بلند لکڑی
وگھاس سے بنائے تھے منجملہ اونکے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایکسو پچاس گز اور عرض
چالیس جسکے چھیاسٹھ ستون اور دور ہر ستون کا چار گز جنپر لکڑیان بنت کار اور تختیان نجی
صیقلکا رجنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی وچمک پیدا ہوجاتی تھی اسکی تعمیر مین تین ہزار
نجار اور بارہ ہزار مزدور دو سال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل مین آکر
بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے دھول وتاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
خوابگاہ کی محافظت مین تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتمد میر غضب
تھا راجہ کثرت حشم وخدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولوالعزم کو خراج دیتا نہ انکی
اطاعت وفرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیر خان معہ لشکر کے چند روز
اسکے گاؤن مین رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھر ونمین آباد رہی انھون نے وہان
عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال وسامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
ملکی ومالی سے فرصت حاصل کرکے اطمینان سے بیٹھے اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب مین بادشاہ نے ایک فرمان
مرحمت عنوان معہ خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا مین برسات کا موسم آگیا وہان کی بارش ممالک ہندوستان سے مقدار مین
زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مور و ملخ کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بید غدغہ پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پاکر آتے اور حربے کرتے بارہا مقابلہ ہوا مگر وہ ہر بار مغلوب ہوے ایکبار جب سراندازخان اور محمد مراد بیگ کو کچور کی تھانہ داری اور وہان کے مفسدونکی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونون مین باہم نا اتفاقی پیش آئی اور مراد بیگ اپنی خودرائی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیون کا بیڑا آگیا اور اسنے بادشاہی بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیون کے کشتیون سے اوتر کر کنارہ پہونچا اور وہان سے ترہانی چلا گیا اس اثنا مین دلیر خان کے افغان بغیر چند کشتیون کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنون کیطرف دوڑے اور ان کشتیونمین جو قبضہ مین کرلی تھین دشمنون کے بیڑے سے ٹکراتے ہوے باہر نکلے اور دیو لگانو پہونچے مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جسمین سامان رسد وغیرہ تھا آسامیونکے قبضہ مین آگئے اور انھون نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کرلیا اور بادشاہی لشکر کے قبضہ مین صرف کرگاؤن اور متہراپور کے کچھ نرہا یہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا اسکے علاوہ رسد اور غلہ کے نرہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب جسکو بجیدلی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل ملک کے باشندون کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے سرتابی

۱؎ چون میر منزل بخیخانہ طرف مسکن اجہ برآورد از انتشار این خبر اسامیان چون مور و ملخ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشوخی زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بہ تنبیہ انجا مہ پرداختہ ہزارہا ازان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانخانان مقرر نمود کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۲ صفحہ ۳۰ تاریخ محمد ہاشم خافی خان۔

۲؎ و بغیر چند کشتی از افغانان دلیر خان کہ بمرور ظہور نوارہ غنیم ان پردلان بہ نیروے بازوے جلادت ان سفاین بیمان نواز مخالفان زدہ در رفتند و بہ دیول گاؤن رسیدند ۱۲ منہ نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کا مروپ سے اوترا اور قصبہ شولا کوری جو کرگاون سے چار منزل ہے اسمین اکر ٹھہرا اور بھوکن بھی نہر ولی کے کنارہ جو قریب متھرا پور کے دریائے دہنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم مین وہان ایک دریائے عظیم الشان ہوجاتا ہے آکر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگونکو طلب کیا اور وہان میدان حشر کیطرح مجمع اکٹھا ہوا اور نہایت جلد ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بنا کر تیار کی جسکا ایک کنارہ پہاڑ سے لگا کر دوسرا دریائے دہنک تک ملا دیا تھا آسامیون نے کئی مرتبہ بڑی بڑی جمعتین اکٹھا کین اور دریا سے اوتر کر دلیر خان کے لشکر پر شبخون مارنا اور نہایت سخت حملہ کرنا شروع کیے ایکمرتبہ دلیر خان خود سوار ہوکر ان ظالمون کے سر پر پہونچے اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا جس سے دوبارہ آسامیون کو دلیر خان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نرہی بعض مرتبہ کالی گھٹا ئین ابر کی اوٹھ کر اس شدت سے برستین کہ پانی سوارونکے رکاب تک آجاتا اور جس طرح کہ کثرت اشکباری سے عاشقونکی آنکھون کو کھولنے کی فرصت نہین ہوتی ہے پانی ایکدم کو

۱؎ ودران شب تا دلیر خان کہ بذات نفس خود بدان تیرہ روزان مقابلہ کارزار اقتاد و تردد رستمانہ و سعی بہادرانہ بظہور آمد جمعے از آسامیان رو بفرار آورد دلیر خان تا سہ گروہ میان آب و گل تعاقب پردانتہ بسیارے را بقتل رسانید و مراجعت نمود صفحہ ۳۰ خافی خان

۲؎ مقابیر شقاوت فرجام چندین نوبت بجمعیت و ہجوم تمام از آب گذشتہ بر لشکر دلیر خان شبخون آوردند و آویزش ہائے صعب کردند نوبتے آن خان شہامت شعار خود سوار شدہ بر آن مخذولان تاخت و جمعے کثیر را طعمہ مصاعم اجل ساخت و دیگر بار بہ لشکر او جسارت نہ نمودند عالمگیر نامہ صفحہ ۸۸۰ چون بتخانہ لشکر شاہی بہ طرف سکن راجہ برآورد از قضا این جریدہ سامیان جوق جوق فراہم آمدہ خوشی زیادہ از صد نمودند دلیر خان ہزاران القوم قتل و اسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۰۳ لفوج سپہ سالار چند بار شبخون نمودند و از بہ دو طرف کشتہ شدند و آسامیان بعد کشتہ و اسیر گردیدن فرار نمودند و مکرر بر سر موذچال و بر جان رنجتند و بسیار کشتہ گردیدہ و فرہاد خان دو زخم برداشت و دلیر خان تا سہ کردہ دران لاؤ گل تعاقب نمود ۱۲ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۵۷۔

مہلت نہ دیتا اس عرصہ مین بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لرزہ اور سہال کی وبا پیدا ہوگئی صدہا آدمی لشکر کے مریض ہوکر مرنے لگے حتے کہ ایک بڑی جماعت بادشاہی لشکر کی ہلاک ہوگئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مرگئے اس آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑگیا راستہ کے بند ہوجانیسے جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہوگیا لشکر مین نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا ہوا ایکسو تہتر انبار غلہ کے تھے منجملہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ مین رہے باقی آسامی شبخون مار کرلے گئے اس زمانہ مین اوقات بسری کو یہی چاول تھے اور دیگر جنس غفا تھی عرصہ تک لشکر کی گائین ذبح کرکے گذراوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار مین لیمون و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہین وہ بھی کھاے گئے۔ اتبک بھوکن صلح کی استدعا کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور وبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسنے دیکھی مخالفت پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھکر وہانسے لشکر نے کوچ کیا اور ۱۳ محرم ۱۰۸۳ھ جلوس کو کرگاؤن آیا اسامی اسبات سے اور بھی شرارتین کرنے لگے اور لشکر کو عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے بادشاہی لشکر مین رات بھر کوئی شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایکمرتبہ آسامیون نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات مین دلیر خان[1] اور راجہ سبحان سنگھ کے مورچہ پر آکر جدال و قتال کرنے لگے

[1] نوبتے بقابیر اجتماع عظیم نمودہ در مہتاب شبے بمورچال دلیرخان راجہ سبحان سنگھ آمدہ نائرہ جدال و قتال برافروختند و جمع کثیر طعمہ حسام آنقام مبارزان فیروزی مال گشتہ خبر خذلان و نکال حاصلے میدہ و تخلند دلیر خان بالازخیرگی و جرات آنہا عرق غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودہ تعاقب آن جسارت کیشان پرداخت و تانالہ ونہ کافر ستر تیغ جلادت بخون بسیارے از ملاعین رنگین ساخت و پس از وقوع این معنی اسامیان ضلالت کیش سراز ہواے شبخون پرداختہ دیگر قدم جسارت پیش نزدیکی کرگاؤن نگذاشتند ۱۲ منہ ۸۰۱ عالمگیر نامہ

دلیر خان کو اوسوقت شجاعت کا جوش آگیا خود اونکے تعاقب کو
اوٹھ کھڑے ہوے اور نالہ دند کا تک اسامیون کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے
ٹکڑے کرتے ہوے لے گئے اور ان شریرون کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر
شبخون کی جرات نرہی اور کرگاون کے نزدیک قدم نرکھا جب کرگاون مین بھی امراض
وبائیہ پیدا ہوگئے تو بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نرہا وسط ماہ صفر مین بارش کم ہوئی
اور مخالفین جنگل اور درونمین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان
کا مروپ مین چھپا لشکر بادشاہی نے راستون کے کھلجانے سے آسامیون کو چار دنطرف
سے نکالدیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا
اور مخالفونکے امید کی کشتی خشکی مین آگئی ۱۴ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کرگاؤنسے
نالہ دند کا جو پایاب ہوچکا تھا اور نہر ولی سے کہ وہ بھی پایاب تھی اوتر کر بجیدلی بھوکن کے
سر پر پہونچ گیا وہ ایک بڑا محیر لیے ہوے پڑا تھا مگر خائف ہوکر بھاگا اور اوسکی
مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ مین آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی
اسکے بعد آسامیونکو مایوسی ہوگئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نرہی ہر طرف
سے رعایا اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد بجیدلی بھوکن جو نامی سردار اور
اس ملک کے بہادرون کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہوکر معہ اپنے تین بھائیونکے
بادشاہی لشکر مین آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جسمین دھکدگی و خنجر مرصع اور
گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کیوجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر مین آگئے اب
راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سردارون کا اعتبار نرہا اکثر سردارونکے اہل وعیال
آہنی سیخون پر کھینچکر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہوے

اس عرصہ مین راجہ کے نکالنے کے لیے بادشاہی لشکر کا مروپ کیطرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت مین مبتلا ہو گیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیجکر عاجزی کرتا تھا مگر اوسکی استدعا قبول نہین ہوتی تھی اب راجہ[1] نے جانا کہ مین عنقریب گرفتار ہو جاونگا تو اُسنے **دلیر خان کا توسل ڈھونڈھا** اور اوسکا دامن پکڑا **دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ کی** اور خانخانان کو راضی کر دیا ۱۷ جمادی الثانی کو لشکر موضع تیام مین پہونچا تیام درہ نامروپ کے برابر ہے وہان کا راجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطین طے کرنیکو آئے بعد گفتگوے دراز کے یہ امور[2] قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ تیام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے اور

[1] راجہ ضلالت آئین کہ ہموار بارسال سفراء وسیلہ امرا التماس صلح و طلب عفو می نمود و بقبول مقرون نمیشد درینوقت کہ گرفتاری و استیصال نویش قریب الوقوع سید بہ دلیر خان توسل جستہ و را التماس مصالحت و اظہار عجز و مسکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنابر صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۱۲-۸۰۷ عالمگیر نامہ

[2] و پس از گفتگوے بسیار چنین قرار یافت کہ راجہ بالفعل صبیہ خود با دختر راجہ تیام و بست ہزار تولہ طلا و یک لک و بست ہزار تولہ نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل برائے خانان و پنج زنجیر فیل بجہت دلیر خان بفرستد و متعاقب و عرض دو آزدہ ماہ سہ لک تولہ دیگر نیز فیل بسرکار بادشاہی واصل سازد و ہر سالہ بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تتمہ پیشکش کہ ادائے آن در مدت دو ازدہ ماہ مقرر شدہ بود چہار کس از عمدہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گروگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہ بنگالہ فرستد و فرزندان و عیال بدلی بھوکن یا برنے از رعایاے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال محبوس بودند بہ لشکر ظفر اثر رساند و نیز مقرر شد کہ از سمت او ترکول ولایت ورنگ کہ کمیطر فش گواہٹی و طرف دیگرش بڑیاے الی برادی کہ از حوالی قصبہ ہر

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور اکیسال کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی مین داخل کرے اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دارالخلافت کو بھیجتا رہے اور تا ادائے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹونکو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر مین حاضر رکھین اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہین اور بدلے بھوکن کے اہل وعیال اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ مین قید تھی لشکر بادشاہی مین پہونچائی جاے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اوترکول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریاے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جمدہر سے گذرتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی ودڈومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ مین نہ تھی ممالک محروسہ مین داخل کیجاوے چنانچہ ان امور کا عہدنامہ راجہ کیطرف سے اور قبولنامہ خانخانان کیطرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا امیر مرتضے کو لکھا گیا کہ توپخانہ اور دیگر اشیا جو کرگاؤن مین ہین اور وہ رعایا جو مسلمان وہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار رہے انکو لیکر لشکرگاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر ہوا کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کرگانو بھیجیے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل پیشکش معینہ مین سونا وچاندی اور راجہ آسام اور راجہ بتام کی لڑکیان اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائین اپنے ہمراہ لاے الحاصل

تتمہ صفحہ ماقبل میگذرد متصل سطر ۱۰ از جانب کول ولایت بیل تلی ودڈومریہ کہ بیگانہ ودرتصرف بندگان بادشاہی نبودہ داخل پیشکش و نیمہ ممالک محروسہ باشد وحد فاصل میان مملکت بادشاہی وولایت آسام درجانب کرکول دریاے کلنگ ودراطراف کول دریاے آلی براری قرار یافت وعہدنامہ مشتمل برتعہد این امور از جانب آسامیان وقولنامہ از قبل خانخانان نوشتہ شد ۱۲ عالمگیرنامہ

۱۰ ماہ مذکور سنہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھو گڈھ پہونچا وہان میر مرتضے تمام اشیا اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آرہا تھا اور کل اہل لشکر وہانکے قیام سے گھبراکر بھاگنے کو تیار تھے اسلیے خانخانان معہ لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیر خان معہ لشکر اور جنگی بیڑون کے بعرض وصول پیشکش جس مین ہاتھی وغیرہ رہگئے تھے ٹھہر گئے خانخانان حدود بادشاہی کو جو ابھی مقرر ہوے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو مین جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اکر ٹھہرا وہان شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جاے چنانچہ حسب الحکم وہ وہان مقرر کیے گئے دوسرے روز[۱] دلیر خان آٹھ ہاتھی پیشکش کے لیکر آگئے اور وہان سے کل لشکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارا تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوے ۲ رمضان سنہ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان[۲] نے انتقال کیا بنگالہ کے وقایع نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

---

[۱] دلیر خان را با اکثر لشکر و توپخانہ بانتظار رسیدن برنے از فیلان پیشکش کہ ہنوز نرسیدہ بود در لکھو گڈہ گذاشتہ ۱۲ عالمگیر نامہ

[۲] در روز دیگر دلیر خان از لکھو گڈہ رسیدہ ہشت زنجیر فیل کہ راجہ آسام از جملہ فیلان پیشکش بتعاقب ارسال داشتہ بود رسانید ۱۲ عالمگیر نامہ ۸۱۲

[۳] اسموقع پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خانخانان کا نام میر محمد سعید اور خطابی میر جملہ معظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالمند سردار تھا اصفہان کے اردستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اپنی کل املاک بیچکر اپنی حسن لیاقت سے بادشاہی درباروں مین رسائی پیدا کی سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گلکنڈہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر جملہ دیا اسنے عرصہ تک کمال خوبی انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آزردہ خاطر ہوکر اورنگ زیب کے توسل سے شاہجہان کے دربار مین

لاہور مین ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگذار اور خیرخواہ سلطنت تھا ہر طرحسے اوسکی روح کو ثواب پہونچایا گیا اور

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجہان نے اسکے استقبال کو دانشمند خان کو بھیجا اسنے نذر مین ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجہان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کرکے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلمدان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اوسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ مین سعد اللہ خان کا انتقال ہوگیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ رگھناتھ جسمین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تھا اور چندربھان جو فاضل خان کا تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مدد گار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہم پر یہ مقرر ہوا اور وہان اسنے کارنمائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت مین اسے مصلحتاً نظربند کیا تو شاہجہان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا (کہ از بازپرس روز جزا نہ اندیشیدہ) اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کھوہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہان فتحیابی حاصل کرکے خطاب خانخانانی و جاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہان کی رودات آب و ہوا سے علیل ہوا ۱۸ ربیع الثانی کو یہ دریائے دہنک کے پاس آسامیون کا مورچہ دیکھنے گیا یکبارگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اوتر کر تکیہ لگایا اور ایک گھنٹہ بیہوش رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود جدا ہوکر یہان سے بنگالہ چلے جائینگے اس دل آزار فقرہ سے اسے اور روحانی صدمہ ہوا آخرکار واپسی لشکر مین ۲۰ رمضان بروز چہارشنبہ ۱۰۷۳ ہجری مطابق ۱۶۶۳ جلوس کو انتقال کرگیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار و دوراندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دونون جوہر اسکے ہاتھ مین تھے کوئی امیر قریب العہد اسکا مقابل نہ تھا اور کشورکشائی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبہ تلنگانہ دکن مین اسکی یادگار ہے حیدرآباد مین اسکے نام کا تالاب دبلغ وحویلی مشہور ہے۔

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہونچا اور وہان دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہونچا اور وہ حسب الطلب[۱] بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اوسوقت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے ٹانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوایا اور انکو اپنے ہمچشمون مین نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان[۲] کو اونکی جاگیر پر جانے کی اجازت دیگئی اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلائی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتوین سال جلوس اور اڑتالیسوین برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۷۴ھ تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگھ کے دکن جاکر سیواجی مرہٹہ کی مہم فتح کرنا

سیواجی نے جب ملک دکن مین قزاقی کا پیشہ اختیار کرکے لوٹ مار مچائی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے اعلانیہ غارتگری کرکے اپنے ملک کے حدود وسیع کرلیے اور بہت سے قلعے چھینکر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہوگئی اور چونکہ اسکی ولایت دریا

[۱] دلیر خان بموجب ایفاء طلب از بنگالہ رسیدہ بدولت زمین بوس فایز گردیدہ یک زنجیر فیل و نہ اسپ و ۹ ٹانگن برسم پیشکش گذرانیدہ بخلعت خلعت کسوت افتخار پوشید ۔۔۔ عالمگیر نامہ

[۲] دلیر خان بعنایت اسپ با ساز طلا مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۔۔۔ ۸۶۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اسلیے بعض بندر جو اسکے قریب اور تصرف مین تھے وہان جو جہاز
لجاتا اسکو موقع پاکر غارت کرلیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان مین پڑجانیسے
کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان
تھے سیواجی نے ان سبکو قید کرلیا اور طرح طرح کی انکو ایذائین پہونچائین چنانچہ
اسکے ثبوت مین علاوہ فارسی تاریخونکے مسٹر ڈی لافوزام اے ہسٹری انڈیا مین
جو بزبان انگریزی انٹرنس کورس مین داخل ہے یون لکھتے ہین کہ ۱۶۶۴ء مین شہر
سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسلو
کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہوگئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور
زیادہ بڑھ گئی اسلیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری
شہر سورت کے حاجیونکے جہازونکو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت
کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کردیتی اسلیے اسنے
ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی
لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہوکر صلح کی عہدنامے کے یہ شرائط
قرار پائے کہ بیس قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجاپور کے مقابلہ مین معہ
اپنی فوج کے مغلونکی شرکت کرے اسکے عوض مین چند اضلاع سے اسکو چوتھ
لینے کی اجازت دیگئی اور اسکے لڑکے کو فوجمین پانچہزار سوارون کا افسر بنایا گیا
انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخونسے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا یہان پر
لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب مکر و فریب کی تھی کبھی
وہ عالمگیر سے لڑرہا ہے اور کبھی عالمگیر کیطرف سے وہ عادل شاہ کے قلع قمع کرنیمین

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاکی سے نکل گیا۔ عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہین لکھ سکتا مسلمانون سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگڈہ عرف دولت آباد مین رہتا تھا اسکے بیٹے مالوجی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر مین ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالوجی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کیوجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالوجی ایک چالاک سلحدار تھا جسنے حسن خدمتگذاری سے جادو رلے کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرلی اس بیوی سے شاہ جی کے گھر سیواجی پیدا ہوا جب سیواجی کی مان شاہ جی سے ناراض ہوکر اسنے دوسری شادی کرلی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیواجی ساتھ تھا۔ سیواجی کی پیدایش کا زمانہ ۱۶۲۷ء ہے اسوقت مین تین سلاطین کا تخت دکن مین ڈگمگا رہا تھا اور مغلون کے ہاتھ سے اوسکی مان ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ مین لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہوگئی سیواجی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیواجی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لٹیرون کی صحبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کرکے شہر اور قلعو پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹون کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹونکو بطور کمک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بیقاعدہ فوج کے انسے مدد لیتے تھے جب سیواجی نے بیجاپور کی سلطنت مین جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونیکی وجہ سے اکثر بیجا قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ مین کیا اسپر والی بیجاپور نے سیواجی کے باپ شاہ جی کو قید کردیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ مار خاموش

بیٹھا رہا باپ کی رہائی کے بعد اوسنے افضل خان میر لشکر بیجاپور کو دھوکہ سے مار لیا اور راجگڈہ کو اپنا راجدھانی بنایا اوسوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اسنے اسکے قلعے اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیواجی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا اورنگ زیب اس عہد مین دکن کا ناظم تھا سیواجی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہجہان کی علالت سے شاہزادونمین باہمی جنگ وجدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے دارالسلطنت دہلی چلا آیا تو اسنے مہلت پاکر شاہی حدود مین دست اندازی شروع کی اور رات کے وقت قلعہ جنیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کرکے خوب لوٹا سیواجی نے اورنگ زیب کے معاملہ مین بڑی غلطی کی اوسکی زور وقوت وعقل وسپاہ کا ٹھیک تخمینہ نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے ماموں شایستہ خان امیر الامرا کو سیواجی کی تنبیہ کو بھیجا چنانچہ سنہ ۱۰۷۳ ہجری مین امیر الامرا نے قصبہ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کرلیا اور سیواجی امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا امیر الامرا قصبہ پونہ مین اس حویلی مین جو سیواجی کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الامرا پر چھاپہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اوسکا فرزند ابوالفتح ہلاک ہوا سیواجی نے شہر سورت کو جسے اس زمانہ مین باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیون کے جہاز کو غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلیے عالمگیر کے آتش غضب کا شعلہ بھڑک اوٹھا اور اسنے پیشتر راجہ جسونت کو سیواجی کے استیصال کو بھیجا جب اونسے خاطرخواہ یہ مہم سر نہ ہوسکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کو اوسپر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار وہوشیار سردار تھے انکے پاس پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت مین امرائے

نامدار سے تھے منتخب کیے گئے اور چند امرا بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور ہوے اوس زمانہ مین **دلیر خان اپنی جاگیر پر** تھے انکے نام **بادشاہ نے فرمان بھیجا** کہ سیواجی کی گوشمالی مابدولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے جدا ہو کر اس مہم کیطرف روانہ ہوا اور راجہ جے سنگھ سے مل لو چودہ ہزار سوار اس مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ مین بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا **دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا** القصہ حسب الحکم دلیر خان اپنی جاگیر سے دکن کو روانہ ہوے جو لشکر کہ سیواجی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ ربیع الاول سنہ جلوس کو دارالخلافت سے دکن کو روانہ ہوا اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن پہونچگیا وہان شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اوسکی خدمت مین حاضر ہوا چار روز وہان قیام کرکے ۸ ماہ مذکور کو وہان سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ مین پہنچگیا اور مہاراجہ جسونت سے حسب الحکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگھ نے کل سامان و اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہان کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو سات ہزار سوار دیکر قلعہ جنیر کیطرف بھیجا گیا اور قلعہ لوہ گڈہ مین تھانہ بٹھلایا گیا اور تین ہزار سوار وہان تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہان لشکر مقرر کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی حراست کے واسطے دیے گئے ان سب

حاشیہ صفحہ ماقبل سطر ۱ راجپوتانہ و چندے از امرائے نامدار و عمدہاے ہندوستان سپہر مدار شامل دلیر خان داود خان زبردست خان و راجہ جسونت سنگھ و راے سنگھ وغیرہ قریب چار دہ ہزار بودند بتقدیم این خدمت تعین نمودہ و بدان صوب مرخص کردند۔

سطر ۵ پرگنہ گیتی مطلع بنام دلیر خان و احتشام خان و برنے دیگر کہ در حال تیول خویش بودند بغرض صدور پیوست کہ ازانجا عازم مقصد گشتہ براجہ پیوستند۔ ۱۲ ۔ ۸۶ عالمگیر نامہ

سطر ۵ بجہت دلیر خان خلعت و یک زنجیر فیل و برائے احتشام خان خلعت مرسل گشت ۱۲ ۔ ۸۶ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ راے قرار پائی کہ قلعہ پورندھر اور رورمال جو سب سے بڑے قلعے سیواجی کے ہین پہلے فتح کیے جائین یہ دونون قلعے ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جبجگہ سے کہ ساسور یک منزل کے قریب تھا پہونچا **دلیر خان** جو مقدمۃ الجیش فیروزی تھے اپنی فوج و توپخانہ لیکر قلعہ کیطرف سب سے پیشتر روانہ ہوے چونکہ زمین کتل دار و دشوار گذار تھی اسکو طے کرکے ساسور مین پہونچے اسکے بعد ہی آگے بڑھے اور اوترنیکے خیال مین تھے انکے سوار کھڑے ہوے اچھی پڑاؤ کیلئے جگہہ تلاش کر رہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوی اور قریب آکر لڑنے لگی **دلیر خان** نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جب کل فوج درست ہوگئی اسکے بعد مرہٹھہ کی فوج پر حملہ کر دیا وہ اُنکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

لہ و در سال ہفتم دلیر خان ہمراہی راجہ جیسنگھ باستیصال سیوا بھونسلہ کہ ریشہ استقلال در سرزمین دکن فرو برد و تباخت و تاراجی غبار شورش بر انگیختہ بود دستوری یافت و چون راجہ در سال ہشتم بانتزاع قلاع سیوا ہمت برگماشت و تصبہ پونہ بکشایش قلعہ پورندھر و رورمال روانہ گردید **دلیر خان** کہ مقدمۃ الجیش فیروزی بود با فوج ہراول و توپخانہ منصور پیشتر روانہ شد از کتل ساسور گذشتہ نزدیک بدان مکان در صدد نزول بود کہ ناگاہ فوجے از اعداے نمودار گشتہ غبار انگیز پیکار شد آن خان شہامت پرور سپاہ ظفر اثر را تو زک کردہ بر آن جسارت کیشان حملہ آور شد آنہا بحملہ بہادرانہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوہے کہ آن ہر دو قلعہ برفراز ان بود کشید دلیر خان جنگ کنان و خصم افگنان بدآن کوہ برآمد و بسیاے را طعمۂ شمشیر گردانید و معمورے کہ در کمر کوہ بود و آنرا ماچی گویند آتش زدہ بعزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہر دو حصار برق افروز توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پایے ہمت نہ کشیدہ بیاوری شہامت و بسعالت متصل حصن پورندھر رسیدہ بمجالدہ مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہر دو حصار بہ نبرد آرائی و ہنگامہ افزاے گذشت یک برج قلعہ رورمال بصدمات متواتر توپہا با نہدام یافت۔ از مآثر الامرا و عالمگیر نامہ

کیطرف جدہر قلعے تھے جنگ فرار آمیز کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج
کو مارتے اور پسپا کرتے ہوے دامن کوہ تک پہونچے بہت سی جماعت دلیر خان
نے اور اونکے بہادرون نے قتل کر ڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار مین جا کر پناہ گزین
ہوے اور جو باقی تھے وہ ادہر اودہر بھاگ گئے دلیر خان معہ اپنی فوج کے پہاڑ
کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہانکے لوگ باچی کہتے تھے
اوسمین آگ لگادی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونون قلعونمین
جو لوگ محصور تھے اونہون نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ
برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خداداد ہمت سے اوس جلتی ہوئی آگ
سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہونچ گئے اور
نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر دوڑ کر دلیر خان کے
لشکر کیطرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونون بھتیجے غیرت خان و مظفر خان
اور دوسرے افغانون کو لیکر قلعہ رورمال کے پاس مورچال باندھی اور آتش خان
میر آتش کو معہ توپخانہ کے لیکر دونون حصارون کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگھ دوسرے
روز جسجگہ کہ ٹھہرے تھے وہان سے کوچ کرکے ساسور آے اور قلعہ سے دو کوس کے
فاصلہ پر پڑاو ڈالا اور مورچے دیکھکر اپنے قیامگاہ کو واپس گئے کمک کی خبرگیری اور
دیگر انتظام مین مصروف ہوے اس عرصہ مین احتشام خان جو نہایت کارگذار اور بہادر
سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار
نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجاے اونکے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوے رات
و دن شاہی لشکر اور مرہٹون سے لڑائی برپا رہتی تھی ادہر سے بہادر ٹوپیکی اور ادہر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اس حفاظت مین ایک برج قلعہ رورمال کا جسپر برابر گولہ باری ہورہی تھی ٹوٹ گیا **دلیر خان** اپنی فوج کو ترغیب دیکر ۶ شوال کو اس قلعہ کے برج پر چڑھالے گیے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرتے تھے وہ انکے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور گھبراکر اس برج کے مقابل ایک گھیرا تھا اسکے اندر گھس گئے **دلیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑدیا** محافظون نے **پناہ مانگی** اس یورش مین چار آدمی دلیر خان کے زخمی ہوے اور سات آدمی مخالف کے جان سے مارے گئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوے جب راجہ جے سنگھ یہ معلوم ہوا تو اونھون نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو ایک بڑی جماعت راجپوتون اور پٹھانون کی دیکر بھیجا کہ دلیر خان کے لشکر مین پہونچکر اونکے افغانونکے ساتھ ہوکر حصار کی تسخیر مین کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے اہل قلعہ تو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظون نے دیکھا کہ ہم مین محافظت اور مقابلہ کی تاب نہین ہے تو اونھون نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر آکر **دلیر خان کے پاس حاضر ہوے** اب یہ قلعہ فتح ہوکر بادشاہی بہادرون کے ہاتھ آگیا **دلیر خان نے** اس گروہ کے **دو سردارون کو جو قلعہ دار تھے خلعت دیا** اور انکو معہ دیگر ہمراہیون کے راجہ کے پاس بھیجدیا راجہ نے بھی بیست شخصونکو خلعت دیکر اور انکے ہتیار لیکر سبکو انکے وطن چلے جانیکے لیے

---

۱ دلیر خان مردم خود را تعریص یورش نمودہ بر قرایان برج جرآورده محافظان برنیاره آورده ند ۱۲

۲ درین یورش و آویزش ہمارکس از تابیان دلیر خان پیکر مردمی بزمیت زخم آدہ ۱۲

۳ و انروز محصوران از قلعہ بیرون آمد دلیر خان ملاقی شدہ واز فرقہ کورد و سردار راہ دلیر خان خلعت داده باد یگر چیزہا بیش پیش راہ فرستاد ۱۲

رخصت کر دیا اُس قلعہ کی فتح مین کل پچاس سوار اور تیس پیادے بادشاہی لشکر کے کام آے اور تیس سوار اور ستر پیادے زخمی ہوے اس فتح کے بعد داود خان کو معہ چند سردارون کے سات ہزار سوار دیکر سیواجی کے ملک کی تاراجی کے لیئے بھیجا گیا قطب الدین خان نے جنیر سے اور لودیخان نے تلوکن سے غرضکہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤن کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے موہشی گرفتار کیے تاکہ سیواجی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بدچلن اور بدطریقہ تھی گوشمالی پاے۔ بندگان خدا کو راہزنی اور غارتگری سے نہ ستاے ایک رات مغلیہ نے دوسرے قلعہ سے نکلکر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ معہ اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہان انکی نہ چلی رسول بیگ معہ ہمراہیونکے غافل پڑا ہوا تھا مرہٹون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چودہ شخصونکو زخمی کیا جب شور وغل کی آواز بلند ہوئی زبردست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان پہونچگئے اور اون سے لڑنے لگے چار آدمی مخالف کے قتل کر ڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کیے باقی اپنی جان بچاکر بھاگے اور قلعہ مین جاکر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولون کی نعشین اوٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر مسلمان مورچہ پر دل خان اور سوبھکر بندیلہ کا تھا اونھون نے انکو بھگایا اس چھاپہ مین آٹھ آدمی مخالف کے زخمی اور چار آدمی جان سے مارے گئے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان دراجہ راے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیئے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نواحی رو بیرہ اور

سلہ زبردست خان از نمور جال خود و محمود ملازم دلیر خان با چہل از ان خان شہامت نشان سیہ و بعنوان راہ نیکنند و چہار تن الطعہ
صمصام اقتحام ساختہ بسیارے مجروح و خستہ گردانیدند قریب بہ سیف نیم جانے برآوردہ بہ پناہ قلعہ در رفتند ۱۲ یکے از تابیان بر بالاے بام گشت

قلعہ راجگڈھ کے قریب پہونچگئے پچاس گاؤن اون موذیون کے برباد کیے اور چار موضع
جنکے باشندے لڑنیکو آے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعۂ کٹواری اور قلعہ لوہ گڈھ
وغیرہ کیطرف بھی جاکر تاخت وتاراجی کیگئی اور اس نواح کے شریر رعایا کی گوشمالی
کرکے قریب قصبہ پونہ کے جاکر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب
اس اطراف کو خراب کرچکے تو ۴ ذیقعدہ کو لشکر گاہ واپس آے کچھ باغی لوہ گڈھ کی
چوٹی پر جمع ہوکر لڑائی کو آمادہ ہوے قطب الدین خان نے وہان پہونچکر خوب انکی سرکوبی
کی کچھ قتل ہوے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید مین آے وہ تعداد مین تین سو
مرد وعورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کرکے لاے گئے قلعہ
رورمال تو فتح ہوچکا تھا اب قلعہ پورندہر باقی تھا اور اسپر دمدمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ
۲۴ ذیقعدہ کو دمدمہ بنکر تیار ہوگیا اور سفید برج کے مقابلہ مین دمدمہ پر توپخانہ لگایا گیا لوگ
اوسپر سے لڑائی شروع ہوئی اودہر سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوے
پہلے **دلیر خان** کی **سپاہ** معہ اور بہادرون کے مورچال پر پہونچگئی اور انکے
پیچھے زبردست خان برادر **دلیر خان** اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اور ہنگامہ
جدال وقتال کا گرم ہوا طرفین سے مار دہاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ مین دلیر خان
کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگھ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگھ جو پانسو آدمیونکا
سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مارے گئے اسوقت[1] **دلیر خان**
دمدمہ کے پاس کھڑے ہوے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کررہے تھے اور آگے انکو

---

[1] دلیر خان متصل دمدمہ ایستادہ تاکید جنگ وکارزار وقیام پیش برد کار میکرد ند بصدمات توپخانہ و برج سفید شکست یافت رضمہ
بسیار راویافتہ مبارزان نصرت قشن مکرر یورش کردند وتوپرا بپاے برج رسانیدہ شروع در کاوش آن نمودند عالمگیر نامہ صفحہ ۸۹۰

بڑہاتے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے توپخانہ کے صدمے سے سفید برج
ٹوٹ گیا اور اوسمین بہت سے سوراخ پڑگئے اسحالت مین بہادرون نے مکرر یورش
کی اور برج سفید کے پاس پہونچگئے مرہٹون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
کے درمیان مین باروت بچھادی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پاکر برج سیاہ کیطرف آئین
تو باروت مین آگ لگاکر اونکو اوڑادین لیکن آپہی آدمی اُسمین خود اُنکے اوڑگئے بادشاہی
لشکر چاہتا تھا کہ برج سیاہ بھی اسیوقت لے لین مگر شام ہوگئی اور دونون برجون کے
درمیان کچھ نشیب تھا وہان جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچکر سفید برج کے پاس رچہ
باندھا مخالف برج سفید سے مجبور ہوکر ہٹگئے اور برج سیاہ مین چلے گئے اب برج سفید
بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اور توپین برج سیاہ پر لگائی گئین اور دونون برجون کے
درمیان جو نشیب تھا پاٹنا شروع کیا مٹی اور پتھر سے پانچ چھ روز مین وہ نشیب پاٹ دیا
گیا اور اوسکو بلند کرکے اوسپر توپین لگادی گئین اور برابر اوسپر گولہ باری کیجاتی تھی جس سے
اس برج مین بھی سوراخ ہوگئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے
جواسکے قریب تھا خالی کردیا اب یہ دونون برج بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگئے یہ حال
دیکھکر سیواجی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے اور بہت سے عزیز
واقارب اور دیگر آدمی میرے اوسمین جو محصور ہین وہ سب قید ہوجائینگے اور اسکے بعد
راجگڈھ جسمین میرے اہل وعیال وسامان مال ہے وہ بھی جبر وقہر سے بادشاہی بہادر
چھین لینگے اسوجہ سے اُسنے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجنا شروع کیے
اور آخر مین ایک پنڈت جسکا وہ بہت معتقد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور من کامستدعی
ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی وعاجزی سے بے ہتیار مجرمون کیطرح یہان آئے

تو امان دیجائیگی ، ذی الحجہ کو سیواجی معہ چند آدمیونکے جسطریقہ سے کہ آنا قرار پایا تھا راجگڈہ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہونچگئی کہ کل سیواجی آنیوالا ہے راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصۂ کارزار مین پیش قدم اور حصار کے بہت قریب پہونچگئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلیغ کرکے آگے بڑھجانا چاہیے دلیر خان نے اوسوقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوے آگے بڑھگئے دشمن یہ حال دیکھکر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فوج کے ہٹانیکی کوشش کرنے لگے دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوے قلعہ کے دروازہ کے پاس ہٹالیگئے اور ساٹھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور بہت سے زخمی ہوے اس ہنگامہ مین کچھ آدمی دلیر خان کے بھی زخمی ہوے اور کچھ کام آے اسوقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوے اور کچھ کام آے اس حال مین کہ ہنگامہ جدال وقتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کہانتک پہونچی اتنے مین مخبر خبر لاے کہ سیواجی موضع سیواپور مین آگیا ہے وہان سے سرفراز خان تھانہ

۱؎ چون سیوا بر جد وجہد کوشش کا۔ طلبان آگاہ گشتہ دانست کہ عنقریب حصن پوندر مرکہ بسیارے از اقربا و مردم کاری او دران محصور بوند مسخر خواہند گشت براجہ طرح شتی انداختہ۔ راجہ بہ دلیر خان کہ از پیش قدمان عرصہ پیکار بوند نوشتہ کہ آنہا بحصار بسیار نزدیک سیدہ بود پیغام نمود کہ مور چال خوہ پیشتر بردہ تدبیر یورش بر حصار نمایند خان مذکور بجد و اہتمام بلیغ شروع و پیش برد کار کردہ از مشاہدہ احوال مقہوران بجمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ بریسم ہاے پرداختہ لمبارزان فیروزمند بحملہ ہاے متواتر دلیرانہ آن جسارت نشان را از پیش راندہ بدروازہ قلعہ رسانیدند و بسیارے مردانہ روے دادہ قریب شصت تن از اعدا تیغ تیز افگن دلیران دشمن شکن سر از ہواے ہستی پرداختند و بسیارے مجروح گشتند و چنانچہ از بیان رابطہ دلیر خان و کیرت سنگھ چہرہ مردمی بگلگونہ زخم آراستند مقصود کہ جان سپردنی در راہ معبودیت دریافتند انتخاب ماثر الامراء عالمگیر نامہ ایہ ۹۔

کے ہمراہ جو وہان تعینات تھے یہان آرہا ہے راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرگ سین کچھواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیواجی کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی امن چاہتے ہو تو کل قلعے بادشاہی لشکر کے سپرد کردو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام تمھارا یہان آنیکا نہین ہے اودیراج کے پیام کے جواب مین سیواجی نے کہا کہ یہان تک مین آگیا ہون جو دولتخواہی اور بندگی کا مقتضا ہوگا وہ ہی عمل مین لاؤنگا۔ اتنے مین وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا کہ تم جاکر اُسکو خیمہ مین لاؤ جب وہ خیمہ مین آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات کی معانقہ کیا سیواجی نے بہت عاجزی و خوشامد سے کہا کہ مین معافی کی امید پر بہت سے قلعے نذر کرتا ہون راجہ نے یہ سنکر اوسکو جان و مال کی امان دی اور غازی بیگ میر توزک کو اشارہ کیا کہ سیواجی کا آدمی لیجاکر دلیر خان سے کہو کہ سیواجی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول کرلی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ مین محصور ہین انکی جان سے بےترس ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہونچایا اور سیواجی کے آدمی نے حصار کے دروازہ پر جاکر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کھٹکے قلعہ سے نکلجاؤ اونھون نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مہلت چاہی سیواجی چونکہ جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ مین ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنمین چار ہزار جنکی آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیون نے قلعہ مین جاکر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اوسنے قلعہ مین جاکر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جو اوسمین موجود تھا ضبط کیا سیواجی نے پانچ قلعے اور اوسی روز موسومہ لوہ گڈھ۔ ایسا گڈھ۔ تکی۔ تکونہ روہیرہ بادشاہی پیشکش مین نذر کیے اور ان قلعونکے انتظام وقبضہ کے لیئے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہین اوٹھایا تھا راجہ جیسنگھ نے سیواجی کو راجہ رائے سنگ کے ساتھ کرکے دلیر خان کے پاس بھیجا انکے پاس جاکر ملاقات کرو جب سیواجی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اونسے ملاقات کی اور اُسکے بعد دو گھوڑے عربی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جمدھر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نیا رچہ کے جسمین نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے تھے سیواجی کو عنایت کیے۔

اسکے بعد دلیر خان سیواجی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لاے اور اسکا ہاتھ پکڑکر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیواجی کو خلعت و گھوڑا صیغہ والا بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے برچہ الندوہ مین جو اورنگ زیب کی بے تعصبی کے بیانمین ہے لکھا ہے اور رسالہ چھپکر شایع ہوچکا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیواجی مین دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد مصالحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانیکے متعلق پیام کیا

---

[1] چون دلیر خان ہنوز بپاے حصار اقامت داشت راجہ شیوا را نزد خاندکور فرستاد و او بعد ملاقات دوسر سپ با ساز طلا و یراق مکلل مرصع و منطقہ از خالص طلا و اراد ہ رخصت نمود نزد راجہ آورد ہ دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت و سہ صد قبل بخشد از سر نو عہد و پیمان جان آورد ہ اقامت نشست سیوا رنزدا راجہ تحفہ کاری سلحے بشمیر بستہ باز دا کرد گفت بے تکلف بدست خواہم کرد صفحہ ۴۷ شاہنشاہ نامہ۔

اور سیواجی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیواجی کو دو عربی گھوڑے اور تلوار وجمدھر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ مین دیا اور اوسکے کمر مین تلوار اپنے ہاتھ سے باندھی مگر اوسنے ایک ساعت پختہ کار یسے باندہکر تلوار خانموصوف کے آگے رکھدی کہ مین بے ہتیار خدمتگذاری کرونگا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے القصہ جب سیواجی نے راجہ کی بہت منت وسماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت مین اوسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اسکے لیئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اسکے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا فرمان گرزبردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیواجی کو وہ نہایت عنایت کے ساتھ پہنایا اور صلحنامہ کے یہ شرائط طے پاے کہ منجملہ پینتیس قلعونکے جو سیواجی نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ مین کرلیے ہین تیئیس قلعے بادشاہ کے نذر کرے اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ ماحصل ہوا اسقدر ملک بھی بادشاہی آدمیون کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہوا تنی آمدنی کا ملک اپنے قبضہ وتصرف مین رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہوکر راجہ کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مہم اس حدود مین پیش آے تو اسمین مدد کرے غرضکہ سنبھاجی اسکا بیٹا پنجہزاری منصبدارونمین منسوب کیا گیا اسکے بعد راجہ نے سیواجی کو رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرصع اور ایک ہتنی عنایت کی تفصیل قلعجات مفتوحہ کی جو سیواجی نے بادشاہی آدمیونکو دیے تھے یہ ہے۔ پورندھر۔ رودرمال۔ کندانہ کھنڈکلہ۔ لوہ گڈہ۔ اُیسا گڈہ۔ تکی۔ تکونہ۔ روہیرہ۔ نارد رک۔ ماہولی۔ بھنڈارورک

پلس کھول۔ روپ گڈہ۔ بکڈ گڈہ۔ مورنجن۔ مانک گڈہ۔ سروپ گڈہ۔ سانکر گڈہ۔ مرک گڈہ انکول۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔

اسکے بعد پھر ایک بار سیواجی راجگڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آئے راجہ نے تلوار و جمدھر معہ سازمرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندھر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے سماعت مین آئی تھی اسوقت فتح کے شادیانے بجاے گئے تھے اور راجہ کو اور عمدۃ الجیش دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دو اسپہ سہ اسپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوے اور چند سرداروں کے لیے بھی خلعت ارسال ہوے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رائسنگھ و کیرت سنگھ ہین۔

شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اس فتح کے صلہ مین دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نایان اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خانجہان لودی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنجہزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوے اور باعث فخر قوم کے ہوے۔

سلہ عمدۃ الجیش سو دلیر خان بمرحمت خلعت قامت مباہات افراخت دیگر ہزار سوار تا بنیان دلیر خان دو اسپہ سہ اسپہ مقرر شد کہ منصبش از اصل و اضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار بود از انجملہ دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد صفحہ ۹۰ عالمگیر نامہ دلیر خان و ہمراہیان او اضافہ نمایان عطا فرمودند بعد از استیصال خانجہان لودی اعلیحضرت افاغنہ را بمنصب پنجہزاری سرفراز فرمودہ بودند مگر دلیر خان را بان مراتب فائز گردانیدہ باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۴۰ تاریخ محمد ہاشم خافی خان

خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۳ حکومت عالمگیر مین لکھتے ہین کہ کرنل ڈف صاحب تاریخ مرہٹہ مین رقمطراز ہین کہ کوہ پورندہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچی سطح سے بلند ہے اسپر دو قلعے تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصورون نے قلعہ سے باہر آکر حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ مین مقیم ہوگئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے تو لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جاکر اونکے گھرونکو تاراج کردیا اسوقت مرہٹے اپنے سردار کو لیکر مغلونپر حملہ آور ہوے اور اونکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اوتارا اوسوقت **دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوے اپنے آدمیون کو دیکھ رہے** تھے کہ کسطرح قدم اوٹھاتے ہین جب اونہون نے اپنے آدمیونکو ہٹتے ہوے دیکھا تو **دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کرکے پٹھانونکو اپنے پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا** اور بھاگنے والون کو للکارا اور اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہوکر دلیر خان کے آدمیون کے قریب آگئے اور سخت کوشش افغان بھی اونکی تلوار سے چکرائے مگر **دلیر خان نے اونکے سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بناکر مار ڈالا** سردار کے مرتے ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونھون نے قلعہ بالا پر جاکر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوے کہ اونھون نے سیواجی کو اطلاع دی کہ اب ہم قلعہ مین نہین ٹھہر سکتے۔

خافی خان لکھتے ہین کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی یہانتک کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا مگر عجز و انکساری کیوجہ سے سیواجی کو

معافی دیگئی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی مین حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیواجی دلیر خان سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ مین مصروف تھے چونکہ وہ اسوقت کی صلاح مین شریک نہ تھے اسلیے خان ظفر مند سیواجی پر خفا ہوے اور اسکو دھمکایا کہ جب تک مین ایک ایک آدمی مار نہ لونگا پورندھر کے قلعہ کا پیچھا نہ چھوڑونگا مگر انکو یہ خالی دھمکی دینا منظور تھی سیواجی نے خود کنجیان دلیر خان کے حوالہ کردین اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہین مین تقصیر کی معافی چاہتا ہون تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جنکے سپاہیونسے اورنگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ مین بادشاہی ملازمونمین داخل ہونگا۔

تاریخ ہندوستان مین ہے کہ مرہٹونکی ناگہانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریک راتونکے شبخون سے اور دشوار راستونکے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلون کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوے مگر آخر کار دشمن بیشمار مارے گئے اور مرہٹون نے راہ فرار اختیار کی مرہٹون نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکوانہ ہتھکنڈے اوٹھا نر رکھے مگر دلیر خان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے اوڑا دیے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھون نے بڑے بڑے سردارونکو دھوکہ اور سخت حملون سے مجبور کردیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹونکو سر نہ اوٹھانے دیا اس مہم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیواجی بادشاہ اورنگ زیب کا مطیع رہا اور بیجاپور کے محاصرہ مین بادشاہی لشکر کیطرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا جاجیون کے لوٹنے کے بعد پھر اوسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیر خان بادشاہ کیطرف سے بھیجے گئے جسکی سرگذشت باترتیب سنہ جلوس مین لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھتا ہین انگریزی مورخ عالمگیر اور سیواجی کے معاملات کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواجی کو حقارتاً موش کوہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کتراتی ہے جس سے اس کو ہی موش کے پکڑنے مین اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسوس پر شبہ پیدا ہوا خود دکن جا نہین سکتا تھا سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبۂ دکن مین شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جاے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالارون کو روانہ کیا جنمین ایک راجپوت جے سنگھ اور دوسرا **افغان دلیر خان** تھے یہ دونون پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونون کو بہت دور دکن مین بھیجا جہان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونون کے واقفکار کم تھے اور دلیر خان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانونکی تاریخین شہادت نہین دیتین مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات مین یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھدینا مناسب سمجھا گیا۔

نواب دلیر خان کا ملک بیجاپور کو جاکر فتح و قمع کرنا

جب دلیر خان سیواجی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہونچا کہ مابدولت کو والی بیجاپور کی گوشمالی منظور ہے تم جاکر ولایت بیجاپور کی تاراج کرڈالو۔ والی بیجاپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اسنے حسب معاہدہ ایک کرور روپیہ پیشکش کا جو اوس سے چاہیے تھا نہین ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین جب اورنگ زیب صوبہ دکن کا ناظم تھا اور ملک بیجاپور مین طایف الملوکی سے نہایت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے بیجاپور پر لشکر کشی کرکے قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت بیجاپور پر بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کرکے ایک کرور روپیہ دینے کا وعدہ لیا اور اورنگ زیب نے جان و مال اور ناموس کا احسان رکھکر اپنا لشکر اسکے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اوسکے بعد شاہجہان بادشاہ کے علالت کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لیے دکن سے دارالسلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ جنگ و جدال کرتا رہا اسوجہ سے والی بیجاپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع ملگیا اور زر معاہدہ کے ادا کرنے مین تساہل و بے پرواہی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ بیجا بہانے بناتا حالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اسکے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتون کے ساتھ جب سیواجی نے اسکے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنمین قلعہ نیالہ نہایت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادلشاہ بہت گھبرایا اور اوسنے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق وحال کے پیشکش کے ادا کرنیکا وعدہ کیا چنانچہ اورنگ زیب نے سیواجی کی تنبیہ وتادیب کے لیے فوج فاہرہ بھیجی اور اُسکی ایسی گوشمالی کی کہ اُسنے پناہ مانگی اور والی بیجاپور اُسکے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ والی بیجاپور نے مکر وشرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیواجی کی لڑائی کے وقت جب اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیواجی کے استیصال مین کوشش کرے اور دوسری طرف سے بیجاپور کا لشکر اسکا قلع وقمع کرے عادلشاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیواجی کے حدود مین متعین کیا جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن مین وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد کا مٹنا میری خرابی حال کا مقدمہ ہے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور کے درمیان مین سیواجی حائل رہے اسلیے مصلحت کار کے لیے سیواجی کے پاس دلی موافقت کے نامہ وپیام بھیجے اور اسکے ساتھ ہمدستان ہوکر اسکی مدد کی زر نقد اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی گولکنڈہ حیدرآباد کو اسکی کمک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان برابر بھیجتا رہا اور اپنا رسوخ جتاتا رہا جب بادشاہ کو اسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا اور سیواجی کی مہم سے لشکر فارغ ہوا تو راجہ جے سنگھ اور **دلیر خان** کو حکم بھیجا کہ بعد بندوبست قلعجات مفتوحہ اور ولایت سیواجی کے تم بیجاپور جاکر وہان کا محاصرہ کرو اور خاص بیجاپور کے پائے قلعہ تک پہونچکر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور بربادی مین اوٹھا نہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پاکر خواب غفلت سے بیدار ہو۔

القصہ ۳ جمادی الاول ۹۷ھ کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندھر سے کوچ کرکے بیجاپور کیطرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیواجی بھی بموجب اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہونگا ساتھ ہوا سیواجی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے تھے لشکر کے **مقدمۃ الجیش دلیر خان** تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار سوار کے تھے جنمین انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانونمین زبردست خان لودیخان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پُردل خان جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان وغیرہ اور اونکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردارونمین دتاجی رستم راؤ سید نجابت پورنمل بندیلہ نرسنگھ کور چتربھوج چوہان آتش خان داروغہ توپخانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی **دلیر خان** کی تعریف مین یہ لکھتا[1] ہے کہ ہراول فوج دلیر خان تھے جنمین دلیری و شجاعت کا جوہر چمکتا تھا ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ مین دیا گیا اور دائین جانب فوج کے سردار فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

اسیطرح لشکر کے دوسرے حصونکے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلین بادشاہی لشکر نے طے کی تھین کہ ابو محمد جو بہلول خان کا بنیرہ تھا اور عادلشاہ والی بیجاپور کا ایک نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین چلا آیا راجہ جے سنگھ نے اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اوسکو پنجہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

[1] دسرگردگی ہراول بجو ہر دلیری و شجاعت دلیر خان منوط گشتہ ۹۰۹ عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا ۔ جمادی الاخر کو جب قلعہ پلٹن جو سرحد بیجاپور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیواجی کے لشکر کا سردار نیتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خافی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار سوار قلی اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے نیتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعے کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد نیتاجی قلعہ منگل بیدھ کی فتح کو بھیجا گیا یہ قلعہ بیجاپور سے سولہ کوس تھا اور سیواجی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ پلٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کہاون بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ میں آگیا اور قلعہ منگل بیدھ جو نہایت پرانا اور وہاں کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پتھر چونہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ میں مخالف کے قراول دو سے نمودار ہوئے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑے چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچوں میں مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوئے اور انکو دفع کر دیا۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہاں سے غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوسجگہ مقام کیا **دلیر خان** معہ راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان و قباد خان و کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تنبیہ کے

لیے روانہ ہوے مخالفین انکے آنیکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہان پہونچا تو میدان خالی پایا مگر انکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑہا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جسمین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شرزہ[۵۱] مہدوی و ابو المحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوے یہ دیکھتے ہی فوراً دلیر خان[۵۲] جھپٹے اور اونکے سر و پر پہونچگئے اور کمال شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو انکے خون سے رنگین کر دیا دشمن اُنکے مقابلہ کی تاب نہ لاے اور منھ پھیر کر نوک دم بھلگے بعد وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈہونڈھنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصونپر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولون پر حملہ کیا مگر بازی نہ لیگیا اس زد و کوب مین یاقوت حبشی جو ایک نامی سرداران سیہ باطنونکا تھا مارا گیا اور پندرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آے اور چتر و علم گھوڑے ہتیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور اس جنگ مین دلیر خان[۵۳] اور دیگر

---

۵۱ شرزہ خان مہدوی دو و آزدہ ہزار پیادہ کرناٹکی بیشمار بہ فوج سابق بیجاپور پیوست و اطراف فوج ہراول غرور افتتہ و جلوریز تا تند سیلاب کوہ ریا بر فوج بادشاہی زدند دلیر خان شیر بنر در مقابل آنہا استقامت ورزیدہ چملہ ہاے پیاپے رستمانہ شرزہ خانرا ہزیمت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۱۵۳ تاریخ محمد ہاشم وخافی خان۔

۵۲ بمجرد دیدن فوج اعادے دلیر خان وراجہ رائسنگھ و کیرت سنگھ کہ در عین دیسار آن خان شہامت شعار بودند نیروے شجاعت و دلیری جلوریز بر مخالفان تاختند و بصمصام انتقام و تیغ کین بخون آن مخذولان ادبار آئین را رنگین ساختند مقاہیر تیرہ روزخیرہ رو بشاہرہ نیروے بازوے سطوت و جلادت بہادران شہامت خوے تاب ثبات در خود ندیدہ روے ہزیمت از عرصہ نبرد بر تافتند ۹۹۳ عالمگیر نامہ

۵۳ دلیر خان و دیگر بہادران کار طلب پیکار جو از ہر سو بازوے جلادت کشودہ باحداد آویختند و حملات متواتر بر آنہا پیمودہ بضرب تیغ آبدار و سنان آتشبار گردہ مارا راز روزگار شان انگیختند۔

بادشاہی بہادرون نے ایسے حملے دشمنو پر کیے کہ اونکو تلوار و نیزو پر رکھ لیا اور ہلاک کردیا[1] **دلیر خان** جسطرف اپنی کمال دلیری و دبدبہ سے رخ کرتے تھے اوسطرف دم بھر مین غلبہ کے جھنڈے کھڑے کردیتے تھے اور انکی جمعیت کو منتشر کردیتے تھے غرضکہ اک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہوگیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کرچکا تو اسکے بعد سردارون نے دشمنون کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوے تو چار و نطرف سے اکٹھا ہوے اور جیسا کہ شیوہ دکنیو کا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوے اور شوخی کرنے لگے پہلے چند بان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اونپر بھی حملہ کیا تو انکا پیر نہ جما بادشاہی بہادرون نے اپنی باگ اسطرف سے موڑی جب مخالفین نے پسپائی پر ہجوم کیا اسوقت کیرت سنگھ و فتح جنگ خان اوسکی مدد کو پہونچگئے اور نہایت شایستہ کارنمائی کی اور مخالفونکو دفع کردیا اس ہنگامہ مین جادون کیسانی جو عہدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آے دوسری بار دشمنون نے راجہ رام سنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچگئے اور وہ بھاگ گئے شام کیوقت **دلیر خان** معہ اپنی فوج کے شکر گاہ کو آگئے اسی تاریخ کو قلعہ دار منگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اونپر ٹوٹ پڑے اور اونھون نے تھوڑی جماعت

[1] خصوصاً دلیر خان کہ روے صولت و دلیری بہر طرف کہ می آورد دم لوائے غلبہ و استیلای افراخت و ملک جمعیت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت بالجملہ بعد از تردد بسیار و آویزش بیشمار مخالفان مردود رہگرای فرا گرفتہ بودند ۹۴ عالمگیر نامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جانتک جمعیت بہادری کی انتہا تھی ظاہر کی آخر کار معہ اپنے ساتھیون کے زخمی ہوکر ہلاک ہوگئے مگر منہ نہ موڑا غرۂ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوے آدہ کوس لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی سیاہی نمودار ہوئی ابو المحمد نبیرہ بچتر اور شرزہ مہدوی اور نبیرہ بہلول اور خواص وغیرہ معہ دوسرے سردارونکے ایک فوج عظیم لیے ہوے آرہے تھے جب مخالف نزدیک آے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہوگئے اور دونون طرف سے بان چھوڑنا شروع کیے اور بندوق کی باڑھ مارنے لگے راجہ جیسنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ معہ اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھکر لشکر بادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہین انکو دفع کردین اور مین غنیم کے قول پر جسطرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہون غرضکہ راجہ موصوف نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان وسیوا جی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنون نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور اونکے تعاقب کو ادہر کا لشکر روانہ ہوا اور دو پلٹے دونون لشکر ملگئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے قریب سو آدمیونکے دشمن کے جانسے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوے کچھ راجہ کے راجپوت بھی کام آے ان بہادرون نے انکو تین کوس بھگایا دادو خان بھی معہ اپنے ہمراہیونکے جو دشمن کے مقابلہ مین تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا اور راجہ سجانسنگھ نے جو انکے ہراول تھے خوب کارنمائی کی دلیر خان نے داہنے طرف فوج کے دشمنون پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہوگئے تھے قریب تھا کہ تیر و گولی سے لڑائی گذر کر نیزے و تلوار کی نوبت پہونچے مگر دشمنون کے پیر اکھڑ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۲۰ رجب کو بادشاہی لشکر نے جاکر بیجاپور سے پانچ کوس پر پڑاو ڈالا اور سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجاپور قلعہ مین محصور ہوگیا بیجاپور کا قلعہ بلندی و وسعت و مضبوطی مین مشہور روزگار تھا اور اوسمین بڑی کثرت سے فوج و آلات حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرنا ٹکی اسمین جمع کیے تھے اور تالاب نورسپور و شاپور کو خالی کردیا اور کنوئین اور باولیان خاک و خاشاک سے پاٹدیے اور تمام عمارتین و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کردی غرضکہ جو بادشاہی لشکر اُس شہر کی بربادی کرتا اُسنے اپنے ہاتھ سے خود کرڈالی اور حسب دستور اہل دکن کے محصور ہوکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اسی حالتمین شرزہ مہدوی اور سیدی مسعود وغیرہ وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت مین جاکر شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھائے ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ رائسنگہ پر ٹوٹی راجہ نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پسپا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان کیطرف رخ کیا جنمین دو سو تلوارین کھینچے ہوے رجھیئے خانموصوف بھی نہایت شجاعت سے اُنکے دفع کرنے مین مصروف ہوے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان اور داود خان و کیرت سنگھ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکلکر معہ لشکر کے جنگ کے انتظار مین کھڑے ہوے بادشاہی لشکر سے اشخاص مذکور دشمن کی طرف جارہے تھے مگر راستہ مین راجہ رائسنگھ و قطب الدین خان دیگر اور سپاہ غنیم کو دفع کرکے فتحمند واپس آرہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکرگاہ مین داخل ہوگئے چونکہ قلعہ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مدنظر نہ تھا اسلیے توپخانہ سنگین جو اس مستحکم قلعہ کے لائق ہو اور ریگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہین لیے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ بیجاپور تک کوئی دقیقہ بار شاہی لشکر نے خرابی کا اوٹھا نہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا نشان اس اطراف مین نہین باقی چھوڑا تھا اور لشکر مین پانی دغلہ وغیرہ کی رسد کی بھی نہایت قلت تھی اسلیے صلاح وقت اسی مین دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر کی جسنے شاہی حدود مین غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۹ رجب کو نواح بیجاپور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کیطرف روانہ ہوا ۱۵ تاریخ کو دریاے بھمرہ پر قیام کیا اسدن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہونچے اور ابھی فوج صف بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کیموافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا دلیر خان کیطرف بڑھا[1] دلیر خان نے ایسا مردانہ حملہ کیا کہ اونکو ہلاک کردیا ایک گروہ داؤد خان کیطرف بڑھا اور دوسرا گروہ سجانسنگھ کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادرون کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اور آخرکار وہ مفرور ہوگئے اسی زمانہ مین سکندر خان جو قلعہ پربندہ سے لشکر شاہی کو آرہے تھے چھ ہزار دشمنون نے اونپر حملہ کیا اور خان مذکور نے انتہاے شجاعت سے مقابلہ کرکے جان دی اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان مین بیان ہوچکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے انکے دفع کرنیکے لیے

[1] جسکے ہدف دلیر خان و حسب آوردہ خان مذکور بادعلہ مردانہ گردد مالازروہ گاشان برآورد (۱۰۰۱ عالمگیرنامہ

چند روز قیام کیا دیانت رائے جو عادلشاہ کا بڑا معتمد تھا وہ اوسکی طرف سے راجہ کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع آلات بھی جو اوسنے بھیجے تھے دیے یہان سید عبد العزیز بخاری کو قلعہ منگل بیدہ کی قلعہ داری اور محافظت پر مقرر کرکے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولاپور اور پرنیدہ کے درمیان قیام کرے اور وہان سامان رسد وغیرہ چھوڑ کر ہریدہ طور پر دوسری بار ولایت بیجاپور کو روانہ ہوا اسی ضمن مین سیواجی کے فوج کا سپہ سالار نیتاجی سیواجی سے جدا ہوکر مخالفون سے جاکر ملگیا ۲۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پر گنہ پرنیدہ مین آیا اور دشمن کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان حسب معمول ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے صفین باندہ دین اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے اشارہ سے نالہ سے اوتر کر اسطرف کھڑے ہوئے دلیر خان جسجگہ تھے وہانسے اسقدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہان پہونچکر ٹھہر گئے راجہ نے قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائسنگھ کو بائین جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ لشکر کو نالہ سے اُتار کر پڑاو کی محافظت کرین اور خود نہایت جلد نالہ سے اوتر کر دلیر خان اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہوگئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج سے جدا ہوکر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوے اور مابقی دلیر خان کیطرف

۱؎ دلیر خان با فوج ہراول برسم معہود پیشتر تر بمنزل رسیدہ بدستور ہر روزہ در پیش لشکر گاہ صفت بستہ بود بصفحہ ۱۰۳ عالمگیر نامہ

۲؎ و دلیر خان از جاے کہ بودہ پیشتر آمدہ بجاے کہ بان اعدا دے میرسید قرار گرفت

۳؎ مابقی فوج رو بسوے دلیر خان نہاد و از جملہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ داؤد خان بود نہ بیشتر بسمت دلیر خان شتافتہ بر ہجوم آوردند و پیکاس از روز ماندہ مقہوران با فوج دلیر خان بکار زار در آمدند آن خان

بھگلے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معہ ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا اسکے تھوڑی دیر کے بعد منجملہ ان سات ہزار سوارون کے کہ جو راجہ اور داؤد خان کے برابر تھے اونمین سے زیادہ تر دلیر خان کیطرف دوڑے اور اونپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جاکر ملگیا ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنون نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کرنیکو اوٹھے ایسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنون کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کرکے خاک پر ڈالدیا

غیرت خان اور مظفر خان خانموصوف کے دونون بھتیجے ساتھ تھے اونھون نے بھی اپنے چچا کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادریان دکھائین دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے جھپٹتے تھے اور جسطرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فوراً وہان پہونچ جاتے اور دشمنون کو مغلوب کردیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہامت شعار بدفتر آن تیغ ابکار درآمدہ تبلاشہاے مردانہ وغلماے دلیرانہ سلک جمعیت آنہا را از ہم گسیخت وجمعے از گروہ اوبار پژوہ را بہ تیغ الماس گون چون بخاک معرکہ برآمیخت غیرت ومظفر برادر زادہ او دیگر مبارزان جانفشان ودلیرہاے اخلاص نشان کہ دران فوج بودند دستبردہاے نمایان نمودند ودر ہر طرف کہ برسپاہ نصرت پناہ ازاستیلاے اعداد ہجوم منعکس کار تنگ میشد دلیر خان خود را رسانیدہ دشمنان منکوب را مغلوب میساخت چون قلب الفان از مقابلہ فوج دلیر خان طرفے نہ بستند خاسر ونا کام ازان سمت عنان ہمت برتافتہ بنوبیکہ مقابل راجہ داؤد خان بود ملحق شدند صفحہ ۱۰۴ عالمگیر نامہ

و ہم طرف کہ بر فوج او شاہی غلبہ دکنیان میشد دلیر خان خود را میرسانید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۸۴۔

عمل مین آئی کہ دشمنون کو سنبھلنے نہ دیا اور انکی صفین نہ بندھنے
دین جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہوکر
اسطرف سے بھاگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داؤد خان کے مقابلہ مین
تھی شامل ہوے راجہ جے سنگھ نے اسوقت نواب دلیر خان کو اپنے پاس
بلایا اور بائین جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان وغیرہ کو اپنے
آگے کرکے ان ظالمون سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ مین مخالفون نے اور بھی
شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفون پر
حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا دکنیون کا جسقدر
مقدور تھا اونہون نے کوئی کوشش لڑائی کی اوٹھا نرکھی مگر آخر مجبور ہوکر نا کام بھاگے
لشکر شاہی نے دس کوس اونکا تعاقب کیا اور فتحمند واپس آیا ایکسو نوے بادشاہی
بہادر کام آے اور دوسو پچاس آدمی زخمی ہوے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
لوگ قتل و زخمی ہوے بعض زخمی آدمی دشمنونکے جو گرفتار ہوے انسے معلوم ہوا
کہ خواص خان و شہباز خان سرداران فوج مخالف بھی زخمی ہوے لشکر شاہی نے تین
منزلین طے کرکے غرۂ شعبان کو قلعۂ پینده سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام
کیا یہان معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدرآباد نے عادلشاہ سے اتفاق کرلیا
ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
تھے اور اب اپنے خواجہ سرا رضا قلی کو جونیکنام خان مشہور ہے اُسکو چھ ہزار سوار اور
پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجاپور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
نواحی پرینده سے اس قصد سے کہ عادلشاہ کی ولایت کو دوبارہ جاکر جہانتک ممکن ہو

برباد کرے روانہ ہوا۔ ۷ رمضان سنہ ۹ جلوس کو تلجا پور لشکر پہونچ گیا پھر وہان سے جاکر قلعہ کنجوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنکہ فتح کرکے قیام کیا اس عرصہ مین نیتاجی بھی دشمنون سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے دہلی کو روانہ ہوا اسنبھاجی اسکا بیٹا اور پانسو سوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ تھے سنہ ۱۰ ہجری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگھ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہونچا تو بادشاہ نے رام سنگھ ولد جے سنگھ اور مخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا اسنے پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے اشارہ سے وہ پنجہزاری منصب والون مین بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزاری منصب کا متوقع تھا افسردہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت و جہالت کا اثر بادشاہ کو محسوس ہوا عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا اسکے لیے خلعت و جواہرات و ہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور آداب کورنیش بجا لایا علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائین معروض ہوئین وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگھ کے مکان کے پاس شہر کے باہر ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگھ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول و قرار ہوے ہین اور وہ مجرے سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا محرکیو برابر حاضر ہوتا رہا فولاد خان کو توال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگھ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھسے ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کرکے گیا ہے اگر فضل و کرم بادشاہانہ اسکے جرم سے درگذر کریگا تو مین احسانمند ہونگا بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پہرہ اوٹھادیا سیواجی موقع پاکر ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیواجی کے فرار ہوجانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے راجہ جے سنگہ کو لکھ بھیجا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اوسکی فوج کا افسر ہے اسکو گرفتار کرکے دلیر خان کے ہمراہ بھیجدینا چاہیے اور جملہ صوبہ داران کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیواجی جسجگہ ملجاے اسکو گرفتار کرکے ہمارے حضور مین روانہ کرنا چاہیے۔

القصہ جب سیواجی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ مین بادشاہی لشکر کے قریب شرزہ مددی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتازخان و دوتاجی پر نرغہ کیا بادشاہی بہادرون نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قلت سپاہ سے اونپر میدان تنگ ہوا بہت سے لوگ کام آے آخر دنمین[1] دلیر خان کو اسبات کی خبر ہوئی تو وہ خان شہامت نشان فوراً بلا توقف معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوے جسجگہ لڑائی ہوئی تھی وہان پہونچے رات کے وقت وہان قیام کیا اور قریب سو آدمیون کے جو کام آے تھے انکی لاشین اوٹھانے کا حکم دیا کہ لاشین خاک سے اٹھاکر جو مسلمانونکی ہین وہ دفن کیجائین اور ہندونکی جلائی جائین راجہ رائسنگہ بھی لشکرگاہ سے کوچ کرکے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

[1] آخر روز دلیر خان از تعاقب آگہی داد آن خان شہامت نشان بلا توقف با فوج ہراول روانہ آنصوب شد و بجائیکہ جنگ واقع شدہ بود رسید شب آنجا توقف گزید و قریب صد و پنجاہ تن از مبارزانے کہ جان نثار شدہ بودند شارد کرد کہ لشہاے آنہا را از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندوانرا سوختند و راجہ رائسنگہ نیز با شارہ راجہ اُدا آخر شب رفتہ باد پیوست خانمذکور روز دیگر بدفع اعادے کہ بمسافت سہ کروہ از جنگ گاہ اقامت داشتند روان شد و مخالفان از استماع خبر آمدن او در بوادی فرار نہادند ۱۲ عالمگیر نامہ

دشمنون کے دفع کرنے کے لیے جو اوسجگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے
تھے روانہ ہوے مخالفون نے دلیر خان کے آنیکی خبر سنی
تو بھاگ گئے ۵ شوال کو نیلنکہ سے لشکر بادشاہی اوسہ کیطرف پلٹا اور ۷ کو
مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر بیجاپور و گلکنڈہ کا سوائے ابوالحمد اور رضا قلی کے
جو پیچھے ہین تین فوجون پر تقسیم ہوگیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شرزہ مہدوی
اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حبشی اور تیسرے حصہ کا سردار نبیرہ بہلول ہے
اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کارزار بنیا تھا اتنے مین سہ پہر کو خبر آئی
کہ شرزہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالونکے سر پر آگیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے
دور تھے اوسنے لے لیے ہین اور دونون فوجین آکر داود خان و قطب الدین خان سے
جو رسد لانیوالونکی خبر گیری کے لیے مقرر ہوے تھے مقابل ہوئی ہین اور انھون نے
اونٹونکو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوے آرہے ہین جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی
تو اوسوقت دلیر خان معہ اپنی ہراول فوج کے جہانتک جلد ممکن تھا اسجگہ پہونچکے

---

۵ دلیر خان با فوج ہراول تعجیل ہر چہ تمامتر کوتک سیدہ خانرا کہ بسیتے کہ داود خان قطب لدین خان با تنیم لشکر آویزش
داشتند روان شدہ و پرتو پاپرہ بر خورد اتفاقا فوج از اعدا بقصد انیکہ از عقب فوج داود خان قطب الدین خان می آیند از جنود
مخالف جدا شدہ باین سمت کہ خانمذکور میرفت آمدہ بود آنخان جلادت پرور بر آن روباہ صفتان حملہ آور شدہ آنہا را
تفرق ساخت و از انجا بیشتر رفتہ در حالیکہ داود خان و قطب الدین خان دو اب گہی راسالم از تعرض معاندین دانستہ
سراسیمہ بصرت قرین بود و از رہگذر خاطر باغیم خویش معرکہ آرائے نبرد بودند با ناپیوست و دیخان غیرت براورد
دلیر خان کہ پیش روے او بودند مرکب جلادت بر انگیختند دلیرانہ بر مخالفان تاختند و رایت غلبہ و استیلا افراختہ بسیارے
را بر خاک ہلاک انداختند و چون فوج دیگر از ان نسل ذو بار بکمک رسیدہ و دلیر خان از فیل فرود آمدہ بر اسپ
سوار شدہ و جلو ریز بر سر ان سیہ بختان رسید جلیہ سر چہ ہمت و دلیری ردے جرات و جسارت
شان از عرصہ کارزار برتافت و بسیارے را طعمہ حسام انتقام ساختہ تا دو کروہ در پے آن مدبران شقاوت
پژوہ تاخت ۱۰۱۲ عالمگیر نامہ

دلیرخان جسطرف داؤدخان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑرہے تھے بڑھے
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤدخان اور قطب الدین
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کرین اپنے لشکر سے جدا ہوکر آرہی تھی دلیرخان
نے ان روباہ صفتون پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کردیا دلیرخان اوجگہ سے فرصت
کرکے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤدخان وقطب الدین خان رسد کے چوپایہ دشمنون
سے چھین کر اپنے لشکرگاہ کو روانہ کرچکے ہین اور نہایت اطمینان سے دشمنونکے
ساتھ معرکہ آرائی کررہے ہین دلیرخان اونسے جاکر ملے لودیخان اور غیرت خان
دلیرخان کے بھتیجے جو انکے سامنے تھے اونھون نے اپنے گھوڑے اوٹھلے
اور نہایت شجاعت سے مخالفون پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کرکے خاک پر
ڈالدیا جب مخالفون کی فوج اور کمک کو آگئی دلیرخان ہاتھی سے اوترکر
گھوڑے پر سوار ہوے اور جلوریزا اونکے سر پر پہونچگئے اور اپنی خداداد
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھاے کہ مخالفونکا منھ
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شریرتہ تیغ بیدریغ کیے
دوکوس تک دشمنون کو بھگاتے لے گئے دلیرخان کی روانگی
کے بعد راجہ جے سنگھ نے کچھ بندوقچیون اور افسرونکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور فوج
غنیم کی جو داہنے جانب نمودار ہوئی تھی اونپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح
جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھکر خوب لڑے آخرکار دشمن مغلوب ہوکر
بھاگے راجہ دلیرخان کیطرف جانیکے لیے بڑھے مگر سُنا کہ دلیرخان مظفر ومنصور ہوکر آرہے
ہین پہر رات گئے کل فوجین بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئین اس لڑائی مین دوسو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پیشہ زخمی ہوے دشمن کے لوگ اس سے دوچند قتل وزخمی ہوے اور الیاس مہدوی معروف بہ شرزہ خان جو رکن اعظم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری مین کامل سردار تھا اوسکے ہاتھ مین گولی کا زخم اور مونڈھے مین نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اُسکو اٹھا لیگئے اسکا چھوٹا بھائی بھی زخمون سے چور ہوگیا اس معرکہ مین بائیس ہزار سوار بیجاپور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر بیجاپور سے کوچ کرکے قریب قلعہ تیر کے جو پرگنہ دہوکی متعلقہ بیجاپور کے ہے پہونچا اور پڑاو ڈالا ابھی کل لشکر نہین آنے پایا تھا کہ بیجاپور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا راجہ[1] یہ خبر سنکر فوراً دشمن کیطرف روانہ ہوے اور دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کمک بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آئین دلیر خان

[1] راجہ بدلیر خان و دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود رازود تر برسانند و آنہا نیز در راہ براجہ پیوستند چون بغنیم نزدیک رسیدند دلیر خان پیش روے راجہ شد راجہ لشکر دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیم عاقبت رحیم خواص پسر شرزہ مہدوی و دیگر بیجاپوریان وحیدرآبادیان قطب الملکی با قریب ہفت ہزار روبرو آمدند و قطب الدین خان صف آرا گشتند و نبیرہ بہلول باتمام افغانان بیجاپوری و انکوی بھونسلہ و مانک جی کولہپرہ و دیگر مرہٹہاے بیجاپور و شرزہ حیدرآبادی کہ فوجے گران بودند بدلیر خان مقابل شدہ بانے چند انداختند آن خان شہامت نشان بجنگ توپخانہ مقید نا شدہ دلیرانہ ہمنہ جلادت بدفع مخالفان برانگیخت و نزدیک بآنہا رسیدہ بہ تیغ تیز و سنان خونریز یاران گروہ باطل ستیز درآویخت و چون اشتعال نیران حرب و قتال شدت پذیرفت اعداے بدسگال سطوت و صولت مجاہدان جیش اقبال را تاب نیاوردہ روے ہمت از مقابلہ برتافتند و دلیران عرصہ نبرد و شیران بیشہ نورد ان رو بہ عقبان شقاوت کیش نہادہ پیش انداختہ بتعاقب درآمدند غیرت و نصرت براورزادہ ہاے خانخانان را کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوشش ہاے مردانہ بجاے آوردند و حیدر برادرزادہ و دیگر پسران خہاے کارے برداشتہ از مرکب فرو افتاد و دلیر خان ہر جا غلبہ از سپاہ مخالف مشاہدہ میکرد و بپاے مردے شہامت و مردانگی خود را رسانیدہ بدفع آنہا می پرداخت راجہ نیز کہ در سمت چپ آن خان بسالت آئین بود مساعی شایان و تلاشہاے نمایان بتقدیم رسانیدہ صفحہ ۱۰۱۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ مین راجہ سے ملگئے جب غنیم کے نزدیک پہونچے
دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رانسنگھ دلیر خان کے ایکطرف ہوگئے
دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شرزہ مہدوی اور دیگر بیجاپوری وحیدرآبادی
قریب سات ہزار سوار کے قطب الدین خان وداود خان کیطرف بڑھکر صف آرا
ہوے اور نبیرہ بہلول معہ تمام افغانان بیجاپوری اور دانکوئی بھونسلہ ومانکجی کھواپرہ
اور دیگر مرہٹے بیجاپوری وشرزہ حیدرآبادی کے ساتھ عظیم الشان فوجین تھین
دلیر خان کے مقابل ہوئین آگے پہلے انھون نے چند بان حسب عادت چھوڑے
اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان توپخانہ کی جنگ
کے پابند نہوے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفون
کے سرونپر پہونچگئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان
خون ریز سے ان نابکارون کو خونمین ڈبونے لگے نہایت سخت
مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہاے حد پر پہونچکر بھڑک
اوٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لاے اور اس شیر شجاعت کے
سامنے سے مثل روباہ کے بھاگے اور اونھون نے انکا
تعاقب کیا غیرت خان ونعمت خان دلیر خان کے بھتیجے
جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے اونھون نے بھی خوب
بہادری کی اور رحیداد خان دلیر خان کے تیسرے بھتیجے رحمون

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جو انمردون نے
اس جنگ مین کاری زخم کھاے دلیر خان جسجگہ مخالف کی
فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت سے
وہان پر فورًا پہونچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے
بھی جو اسوقت دلیر خان کے داہنے ہاتھ کیطرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھلائی
دشمنون نے موقع پاکر جادون راے پر جو فوج سے کسیقدر دور تھا ہجوم کیا اسنے
بھی معہ اپنے ہمراہیون کے دشمنون کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا
کچھ اسکے ہمراہی کام آے اور کچھ زخمی ہوے راجہ رائسنگہ اسکی مدد کو پہونچگئے
جب مخالفونکی کسی طرف کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھاگے سات کوس تک بادشاہی لشکر نے
مخالفین کا تعاقب کیا پالکی وچتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب
غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے راجہ جیسنگہ داود خان
وقطب الدین خان کو خواص اور پسر شرزہ مہدوی وغیرہ کے مقابلہ مین چھوڑ کر دلیر خان
کی خبر اور کمک کو روانہ ہوے ایک کوس پہونچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کا اس
قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کرین داؤد[1] خان وقطب الدین خان کے مقابلہ

[1] داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیخزادے تھے انکے باپ خان جہان خان لودی
کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دہولپور مین مارگئے شیخ داؤد شہزادہ دارا شکوہ کے ملازم ہوے اور متھرا مہابن وبلبیر
مین فوجدار رہے انھین ایام مین حسب استدعاے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سرفراز اور
بعد محاربہ دارا شکوہی و عالمگیری کے بہکر سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوے عالمگیر نے خلعت بھیجکر انکو بلوایا بنگالہ مین
سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرف سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منھ پھیر کر آرہا ہے مگر اسجگہ سے پھر گیا اس حال مین خبر آئی کہ دلیر خان کے ہمراہی دشمنون کو بھگا کر دور لے گئے ہین اور اونکے تعاقب مین متفرق ہو گئے ہین اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہین راجہ یہ سنکر فورا ایک پہاڑی جو انکے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک آئے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے پاس پہونچنے مگر ہوجہ سے کہ مخالف کی بڑی فوجین گوشمالی پاکر بھاگ چکی تھین اور دن آخر ہوچکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ اپنی باگین کھینچلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کرلین اور لشکر گاہ کو روانہ ہون اسی ضمن مین فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اوسکو پکڑنا چاہا جسپر فتح جنگ خان و راجہ نے دشمنون کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرۂ فتح جنگ خان مین ہم نقل کر چکے ہین۔ جب شام ہوگئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہوگئی تو خوشی کے نقارے بجاتے ہوے اپنی قیام گاہ کو واپس آے اس جنگ مین حیدر ترکمان جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجاپور اور گلکنڈہ کی فوج مارگئی جسمین موسی افغان و نبیرہ بہلول اور مانکوی مسپر نایک کہارہ اور دیگر مخالف کے سردار مارے گئے اور قریب ایکہزار کے غنیم کے آدمی زخمی ہوے اور

بقیہ صفحۂ ماقبل سرفراز ہوے پٹنہ کے صوبہ دار رہے اسکے بعد زمیندار پلاون کی گوشمالی کی اور اوسکے دارالخلافت مین حاضر ہو کر سیواجی کی گوشمالی کے لیے حسب الحکم شاہی دکن گئے اسکے بعد خاندیس کے صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ برار کے صوبہ دار ہوے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہین اور خوب خوب بہادریان کی ہین بڑے کارگذار اور بہادر شخص تھے انکے بیٹے حمید خان تھے جنکا انتقال ۲۵ سنہ عالمگیری مین ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایکسو پنتیس آدمی کام آئے اور سات سو چوراسنے زخمی ہوے
بادشاہی لشکر نے تین روز وہان قیام کیا اور ۱۵ تاریخ کو وہ منزلین کرکے دس
کوس پر دریاے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہارور مین پڑاؤ ڈالا یہان یہ آکر
راے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اسلیے بادشاہی لشکر سامان
لشکر گاہ مین چھوڑ دے اور سبکبار ہوکر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ ذیقعدہ
کو اسیطور پر دریاے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہارا سیون کیطرف جہان دشمن
کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اثناے راہ مین یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج
نے بادشاہی لشکر کے آنیکی خبر پاکر فرار کیا اور تلجاپور چلی گئی ۲۷ تاریخ کو موضع سحری
مین جو پرگنہ پرینڈہ مین ہے دریاے سین سے گذر کر دریاے بھیمرہ کے کنارہ قیام
کیا وہان مخبرون سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولاپور کیطرف جمع ہوئی ہے اور
عادل شاہ نے یہ امر یقین کرکے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ مین میری فوج کو کامیابی
نہین ہوسکتی مسلحانہ لڑائی کا ارادہ ترک کردیا اور اپنے سردار ابوالمحمد نیرہ بجترکہ معہ
اس لشکر کے جو خاص خیل مشہور ہے بلالیا اور دیگر سردارونکو ترک جنگ کا حکم بھیجدیا
اور یہ بھی لکھدیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود مین رہے تم شولاپور کیطرف
پڑاؤ رکھو اسیطرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بیجاپور کی کمک کو بھیجا تھا حیدرآباد
بلوالیا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر
ہوا تھا اور اوسنے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھا نہ رکھا اور تمام محالات بیجاپور کو مکرر تخت
وتاراج کرڈالا اور جتنی مرتبہ صف آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنو پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جاے اور موسم برسات کا وہین گذارے اور بعض سردار اپنی جاگیر پر جائین تاکہ وہ وہان آرام پاکر آسودہ حال ہو جائین۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ مین خان بہادر شمس العلما لکھتے ہین کہ جب بادشاہی لشکر بیجاپور کو برباد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اوٹھا رکھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت مین دشواری ہو گئی اسلیے راجہ جیسنگھ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیون کے علاج کے لیے اور بارود وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کیواسطے قصبہ دہارو کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن مین دکنیونکا یہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا کمانین بیکار ہو گئین تیرونکے پر اوڑ گئے تلوارونکی دھارین کند ہو گئین ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آگئے دونون طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوے اہل بیجاپور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اوسے حکم بھیجدیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جاے اور برسات وہین گذارے اور بعضے امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائین اور دلیر خان میرے پاس آئین۔

عالمگیر نامہ مین ہے کہ قلعہ منگل بیدہ جسمین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط نہ تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہان جاکر توپخانہ اور دیگر جو سامان ہے اوسکو لیکر قلعہ خالی کرادین دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاند رات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگھ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ مین جسقدر باروت وسیسہ تھا بندوقچیون اور بیلدارون وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکر گاہ کو لیجائین اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جسقدر موجود تھے انکے بابت لشکر والونکو حکم دیا کہ جہانتک ممکن ہو خرچ کرین اور جو کچھ بچے آگ لگادین اور قلعہ کے کنگرونکے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہانتک ممکن ہو سکے منہدم کردین غرضکہ بعد فراغت ان کامون کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ مین تھے سبکو اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکر گاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریاے بہمرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرینڈہ کے نواح مین جاکر قیام کیا اور وہانسے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر مین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرف قیام رہا اسی زمانہ مین سیواجی نے دار الخلافت سے فرار کیا اور راجہ جیسنگ کے نام[1] شاہی حکم پہونچا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کرکے دلیر خان کے سپرد کردو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور مین آئین راجہ نے نیتاجی کو فتح آباد مین تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیجدی اور وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہوکر لشکر شاہی مین آگیا راجہ نے اسکو معہ اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کردیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کیطرف روانہ ہو

[1] یہ بیچ ہمایون براجہ جیسنگ صادر شدہ کہ نیتاے خویش سیوا را دستگیر نمودہ بدلیر خان سپارد و خانمذکور او را ہمراہ گرفتہ بجناب خلافت آرد راجہ جمعے بہمت آوردن نیتو کہ در فتح آباد بود تعین نمودہ آن جماعہ او را پنجم جمادی الاولے با لشکر ظفر اثر رسانیدند و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدنش ببندۂ سپہر احترام و شرف اندوزی او دراک شرف اسلام سبق ذکر یافتہ باز پرسش نمود و آن خان نمودہ آن خان بسالت نشان روز دیگر بہ بیرا زراجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب واندورگاہ معلی شدہ صفحہ ۱۰۲۱ عالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگھ وہان سے چلکر ۸ جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہونچگئے جب نیتاجی دہلی مین آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا اور عالمگیر نے اوسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کرکے محمد قلیخان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیر خان بیجاپور کی مہم سر کرچکے اور حسب الطلب دارالسلطنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ مین کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنے اوسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کرکے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہونچی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا کہ بہانتک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے نربدہ سے اوتر چکے تھے کہ نیرنگی تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مرض مین مبتلا ہوگیا اور مرگیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہوگیا اس جنگ کے ہونیکی وجہ ایک یہ بھی مورخون نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانروائے ایران نے سنہ جلوس عالمگیری مین اپنے سفیر بوداق بیگ کو معہ تہنیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت مین معہ نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اوسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سنہ ۶ مین اورنگ زیب

نے اپنے یہانسے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ
تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہونچا تو شاہ ایران
کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ
کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوجکشی کا ارادہ ظاہر کیا
جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرح آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد
کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فوج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان مین
متعین کیا اور خود فرح آباد سے ہفتان مین آکر سامان جنگ مین مصروف ہوا جب
سفیر مذکور یہ حال دیکھکر ہندوستان کے حدود مین پہونچا تو اوسنے اس امر کی عرضی
اورنگ زیب کے حضور مین روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ
دامنگیر ہوئی اور اوسنے ایران پر فوجکشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو
معہ راجہ جسونت سنگھ کے بیس ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کرکے کابل کو بھیجا اور کہلا
تمھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آتا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہوگیا اس مہم کے
لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سردارونکے نام طلبی کے احکام جاری کیے
اس ضمن مین دلیر خان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب الحکم منزل مقصود

سلہ چون دلیر خان تاراج و لایت بیجاپور پرداخته عادلشاهی را بالتمام بسزا داد بعد ازان بر هنگامه شاه عباس ثانی که بعزم
سپاه کشی در رزم آرائی داعیه فرشادن لشکر بسر حد هندوستان اظهار میکرد از جانب عالمگیر با اکثر سرداران سپهداران وحکام
طلب عزت دریافت دلیر خان نیز رسالهٔ خود حسب الطلب بر جناح سرعت و استعجال روانه گشت از ورلے نرسیده گذشته
بود که از نیرنگی تقدیر حیات مستعار شاه ایران بسرے گردید و تاج آشوب باطفال نرایده دلیر خان بوصول پرلیغ بالجمله از همراهی
بادشاهی که همراه داشت عطف عنان بجانب دیوگده نموده ماثر الامرا ص ۱۰۰ از عالمگیر نامه

وله شاه جلیله بطلب دلیر خان و بهادر خان و داود خان و دیگر سرداران سپهداران که از پایه سریر فرمان روان نشان دور بودند عزصدور
یافته حکم شد که بر جناح سرعت و استعجال خود را بسایه چتر اقبال رسانند ص ۷۵ عالمگیر نامه

کی طرف راہی ہوے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے چلکر ملتان اور قندہار کے زمینداروں کی عرضیان آئین کہ شاہ ایران جب فرخ آباد سے اصفہان کی طرف چلا تو راہ مین اسکو خناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے عرصہ مین ما. نہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ ماہ ربیع الاول مین اس دار غرور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بوداق بیگ لشکر ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہان امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے اوسنے صفی مرزا کو جو بڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر ملگیا مالمگیر کو شاہ ایران کے مرنیکی خبر سنکے نہ خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیما بین میرے اور اوسکے صف آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضلے مروت نہین ہے کہ ایران پر لشکر کشی کیجاے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیجدیا۔ اور اس معرکہ کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیوگڈہ[1] و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہانکے راجاؤن سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت پانڈھا اور دیوگڈھ کے راجاؤن نے سرکشی کر کے بغاوت

[1] دیوگڈہ اورنگ آباد کن کے متصل واقع ہے اسکو محمد شاہ تغلق نے دہلی اوجاڑ کر آباد کیا تھا اور اُس کا نام دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیا اللہ بھی دہلی سے لیجا کر آباد کیے تھے جو وہین مدفون ہوے اوسنے وسط ہند مین یہ مقام واقع ہونیسے شہر بسایا اور دار السلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اورنگ زیب[۱] کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اوسنے دلیر خان کو سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان[۲] بھیجا دلیر خان بیجاپور کی سرکوبی کرکے حسب الطلب بادشاہ کے حضور مین آرہے تھے کہ اسی اثنا مین ایران کی مہم کا معاملہ پیش آگیا اور اونھون نے حسب الحکم اودھر رخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے انتقال سے وہ مہم معطل ہوگئی یہ ہنوز دو منزل دریاے نربدہ سے گذرنے پائے تھے کہ وہان پر بادشاہی فرمان انکو ملگیا اوسمین لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہونچے ہو وہان سے فوراً واپس ہوکر چاندا اور دیوگڈہ کی ولایت کو روانہ ہوجانا چاہیے اور وہان کے باغی راجاؤن کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پہونچتے ہی اسطرف کو روانہ ہوے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانون کا تھا اور اوسکے علاوہ دیگر سرداران جنمین قادرداد خان وزبردست خان وآتش خان برق انداز خان رندولہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ راوبہاو سنگہ ہاڈہ راوکرن بھوریہ راجہ نرسنگہ

---

[۱] درین ہنگام تعین افواج جہانکشا است بسرکردگی دلیرخان برسرزمین چاندہ وبیدارگشتن اورنگ زیب از خواب غفلت و دادن پیشکش شائستہ باولیاے دولت

[۲] بنابر تنبیہ آن دگوشمال آن خسران مال پیش نہاد ہمت خسروانہ گشتہ فرمان قہرمان بلال بدلیرخان کہ بابرخے از عسکر منصور دکن بعد فراغ از تاخت ولایت بیجاپور بہ پیشگاہ حضور طلب شدہ بود صادر گشت کہ بہ جاکہ رسیدہ باشد بحضور دررود نشور لامع النور برگشتہ باہمراہان برسر ولایت آن متمرد رود آن خان مذکور دو منزل از دریاے نربدہ گذشتہ بود کہ بوصول پرلیغ کرامت نشان مباہی گشتہ باز ندولہ خان و راجہ سجان سنگہ بندیلہ و راو بہا و سنگہ ہاڈہ و راو کرن سنگہ بھوریہ و راجہ نرسنگہ کور جلگت سنگہ ہاڈہ و قادرداد خان وزبردست خان و آتش خان و برق انداز خان و گروہے دیگر از مبارزان نصرت نشان و آخر جمادی الآخر عازم مقصد گشت ۲۳-۱ صفحہ عالمگیرنامہ

کوچگت سنگھ وغیرہ سب لشکر تابع وہمراہ تھے آخر جمادی الآخرین دلیر خان منزل

۱۵ واسط شعبان دلیر خان با افواج قاہرہ بحدود ولایت چانده رسیده ماجی ملا زمیندار بسطوت عساکر ظفر قرین خوف ورعب بر باطن ضلالت موطنش استیلا یافت ناکیا نام شخصے کہ مدار المہام او بود نزد دلیر خان فرستاده اظہار عجز و ابتہال ندامت بر سوابق جرائم نموده واستدعا کرد کہ چون آن خان مذکور نزدیک شود باین مسکنت وخشوع آمده ملاقی گردد خانمذکور متمنائے او را پیرایہ انجاح بخشیده وفرستاده را باز گردانید کہ نوید حصول این مامول بدو رسانیده آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی معاودت نموده خاطر وحشت زده او را از جانب دلیر خان مطمئن گردانید او این مژده را فوزے عظیم ونعمتے سترگ شناخته بلا توقف بعزم ملاقات آن خان شہامت کیش با مہکرنام پسر مہین خویش روان شده ومبلغے از زر وسیم مسکوک بہمت پیشکش سرکار بادشاہی کہ عجالہ آوردن آن میسر بوده ہمراہ برداشت وبست وسیوم شعبان کہ دلیر خان بموضع مانده وره کہ سرحد ولایت چانده ست نزول نموده زبان مذکور با لشکر ظفر اثر پیوسته چون قصد ملاقات خان مذکور نموده باشاره آن خان شہامت نشان آتش خان ورستم خان برادر ایرج خان رفته آن ہمالت پرور را با پرسش آئین مجرمان میان بند در گردن افگنده بے سلاح وبراق نزد او آورده ودر نہایت خضوع وسراسیمگی ملاقات کرده وتمہید مراسم ندامت اعتذار واظہار مراتب عجز وانکسار نموده یکہزار اشرفی ودو ہزار روپیه ودو سراسپ ویک زنجیر فیل برسم نیاز بہ دلیر خان گذرانید وہفت ہزار اشرفی وپنج لک روپیه کہ ہمراہ آورده بود بصیغه جریمه وشکرانه امان بسرکار خاصه شریفه سپرد خانمذکور با او گفت کہ اگر سلامتی جان وناموس وبقاے موطن وولایت خویش میخواہی باید کہ پیشکشے لایق برائے سرکار بادشاہی بزودے سرانجام بدہی ومن بعد باغوائے دیو ضلال وتحریک شقاوت ونکال قدم از شاہراہ بندگی وفرمان پذیری بیرون ننہی او از کارآگہی ومعامله شناسی سخن دلیر خان را آویزه گوش وہوش ساخته سرمایه بہبود کار وسود روزگار خویش دانست وچنین قرار یافت کہ مبلغ یک کرور روپیه از نقود ونفائس اشیاء مثل جواہر مرصع وآلات ونقره فیلان کوه پیکر وسوائے آن پنج لک روپیه بدلیر خان کہ واسطه اصلاح کار وذریعه عفو جرایم در حضرت خلافت گشته بودند بطریق شکرانه بدہد وہر سالہ دو لک روپیه پیشکش مقرر بسرکار خاصه شریفه مودے سازد وبموجب التماس خانمذکور فرمان عالیشان از جناب فضل واحسان مشتمل بر صفحه ماثم آن مورد نکال عصیان وتفویض جانشینی او بہ رام سنگھ

مقصود کیطرف روانہ ہوے اور شاہی حکم سے ایرج خان فوجدار ایلچپور فتاح خان فوجدار پونار وغیرہ کمکیون مین مقرر ہوے وسط ماہ شعبان مین دلیر خان معہ فوج قاہرہ کے ولایت جانده کے حدود پر پہونچکے مانجی ملار وہان کا راجہ بادشاہی لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرایا اور غلبۂ خوف سے اوسنے اپنے مدار المہام کو جسکا نام ناکیا تھا دلیر خان کے پاس بھیجا کہ میر یطرف سے جاکر عاجزی کا اظہار کرا اور یہ عرض کرکہ مین بجاے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہون مجکو میرے جان وملک کی امان دیجاے جب وہ مدار المہام دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے ملا اور اوسنے امان کی استدعا کی دلیر خان نے اوس کی عرض قبول کی اور راجہ کی خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب مدار المہام مذکور نے اس قول وقرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہین پرسش بصدد رپیونده دلیر خان حقیقت معاملہ را بپیشگاہ سلطنت وجہانبانی معروض داشتہ بروقفت التماس آن نان بسالت نشان رقم معافات برصفحہ ذلات مرزبان مذبور کشیدہ از موافقت لطف و واعطاع یریلیغ گیتی مطاع مبنی براین معنی بطرفے نفاذ پیوست و باخلعت فاخرہ بجہت سرافرازی واطمینان او از حضرت خلافت مرسل گشت بالجملہ دلیر خان مانجی ملار مذبور را از نزد خود گذاشت وکلاے او را رخصت کرد کہ فرستہ سرانجام پیشکشے کہ مقرر شدہ بود بگذرند و مجموعیت دیوان باجمع از سوار و پیادہ ببندم قلعہ مانک درک تعین نمودہ و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہفت لک روپیہ از وجہ پیشکش بوصول رسید چون زمیندار مذکور مریض وعلیل گشتہ احوال ولایتش فتور و اختلال پذیرفتہ لاجرم دلیر خان از روے صلاح اندیشی مقرر نمودہ کہ مانجی ملار مذکور بے چند رخصت نماید مشروط بدانکہ سہ لک دیگر از جملہ پیشکش سرکار جہانمدار بالمبلغ پنج لک روپیہ کہ قبل ادا دن آن بخان موصی الیہ نموده بود کہ مجموع ہشت لک روپیہ باشد در عرض مدت دو ماہ ادا نماید درین باب مچلکہ از و گرفت تا این ہنگام خاصت فاخرہ دلیر خان مصحوبا او نداد و جواہر مرصع و بیشے دیگر از ذلات و یک زنجیر فیل بار داده بارام سنگھ پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اوسکی تسلی کرکے اوسکو واپس کردیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جاکر معافی کی خوشخبری سنادے چنانچہ وہ مدار المہام لشکرگاہ سے واپس ہوکر اپنے راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرا رہا تھا مدار المہام نے دلیر خان کی خوشخبری سناکر راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملجانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا توقف خان شہامت نشان یعنے دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے کو بکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی مین کچھ زر نقد بھی پیشکش کے لیے جو ممکن ہوا ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماندورہ مین جو ولایت چاندہ کی سرحد پر ہے لشکر لیے ہوے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اوسکے بیٹے کے بطور مجرمون کے گردن مین کمربند ڈالکر بے ہتیارون کے دلیر خان کی خدمت مین حاضر لائے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواستگار ہوا ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک ہاتھی دلیر خان کو نذرانہ مین دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیون اور اونٹون اور گاڑیون پر لاد کر ہمراہ لایا تھا وہ بابت جرمانہ اور امان کے شکرانہ مین سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپرد کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کرکے ادا کردو اور اسکے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمھارا ملک پامال کرکے نیست و نابود کردیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

ستا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل
کا پابند ہوا بعدہ صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ **مبلغ یک کرور روپیہ**
جرمانہ مین راجہ باقساط ذیل ادا کرے جسمین زر نقد و جواہرات و مرصع آلات
اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہون اور دو ماہ کی مدت مین اس رقم کا انتظام
کرکے لشکر گاہ مین پہونچا دے اور مبلغ **پانچ لاکھ روپیہ** بطریق شکرانہ کے
دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور مین معافی جرایم کے
واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوے ہین اور راجہ **ہر سال دو لاکھ روپیہ**
بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک
ورک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کا ہے اوسکو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار
کردے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کرکے اوسکی خطائین معاف کرا دین
اور اوسکا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اوسکی جانشینی کا فرمان
منگوا دین غرضکہ یہ امورات قلمبند ہو کر صلحنامہ مرتب ہو گیا **دلیر خان نے**
کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرنیکے بارہ مین
سفارش کی **عالمگیر بادشاہ نے** دلیر خان کے التماس کے بموجب اوسکی
خطائین معاف کین اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کرکے معہ خلعت فاخرہ
کے خانمو صوف کے پاس بھیجدیا دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس
نظر بند رکھا اور اوسکے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جاکر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا
سر انجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادونکی ایک جماعت دیکر قلعہ
مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت مین

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گرا کر خاک کے برابر کیا اوسمین بہت بڑی رقم روپیونکی جو جا بجا دفن تھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپین آہنی و اچھنگی اور بہت سی بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ مین یا اور قلعہ بھنولی جو دیوگڈہ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی ایک جماعت مقرر کیگئی بعد دو ماہ کے ستتر لاکھ روپیہ پیشکش کا وصول ہوا چونکہ راجہ وہانکا نہایت مریض تھا اور اوسکا ملک نہایت خراب و برباد ہو رہا تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اسلیے دلیر خان نے راجہ کو رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جانیکی اجازت دی کہ تین لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان مومی الیہ کا جو بصیغہ شکرگذاری قرار پایا تھا غرضکہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ مین ادا کر دے اور بیس لاکھ روپیہ جو باقی رہا ہے وہ بتدریج تین برس کے عرصہ مین ادا کر دے اس بارہ مین راجہ سے مچلکہ لیا گیا اور اتبک انھین امورات کے قرار پانیکی وجہ سے خلعت و فرمان جو بادشاہ کیطرف سے آیا تھا اُسکو مصلحتاً نہین دیا گیا تھا اب دلیر خان نے ایک جمدھر مرصع اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲ شوال کو راجہ کو معہ اوسکے بیٹے رام سنگ کے رخصت کیا کہ ولایت چاندہ مین جا کر جو اپنے ملک مین خرابیان پڑگئی ہین انکی درستی و انتظام مین مصروف ہووے اور بقیہ پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ مین فتاح خان فوجدار پونار کا انتقال ہو گیا انکی جگہ پر قادر داد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے دلیر خان نے جو روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اوسکی وصولیابی قادر داد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مدہر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ مین جسکی ادائگی جلد قرار پائی تھی نظر بند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی پیشکش مین وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار الجپور اور محمد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجاین اور کچھ اشیاء رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر الجپور پہونچائین اور وہان سے یہ سامان خاندیس جاے اور وہان سے خان زمان خان صوبہ دار خاندیس اور اوسکا دیوان زین العابدین برہانپور پہونچائین اور وہانسے دار الخلافت لیجاکر بادشاہ کے حضور مین گذرانین۔

جب دلیر خان[1] ولایت چاندہ کے انتظام سے فرصت کر چکے تو ولایت دیوگڈہ کی طرف جو چاندہ کے قریب ہے متوجہ ہوے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڈہ

[1] وچون کوک سنگہ زمیندار ولایت دیوگڈہ کہ بولایت چاندہ قریب الجوار است نیز از ناعاقبت اندیشی در ایصال پیشکش تہاون واہمال ورزید چنانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بزمہ او جمع آمد بود بدلیر خان فرمان شد دبود کہ بعد از تمشیت مہم چاندہ تنبیہ آن تیرہ بخت عذار پرداز واورا نیز از گریبان خواب غفلت بیدار بساز دو آن خان بسالت شعار در اثنای اشتغال مہم چاندہ زمیندار مذکور را تخویف وتہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدار المہام او بود فرستادہ تا پہ تہید مراسم ندامت واعتذار نماید لاجرم خان دلیر بنا بر کمال خشوع وابتہال آن پیشکش باطل سگال را بہ قبول معذرت وتعہد التماس عنوزلات در پیشگاہ خلافت منت پذیر گردانیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بزمہ او لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر بر سم جرمانہ در عرض مدتے بسرکار والا رساند واز انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماہ واصل سازد وسن بعد در اواے پیشکش مقرریے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود مداہنہ ومسامحہ نورزیدہ سراز خط بندگی وفرمانبرداری نہ پیچد وچون خاطر موصوف بحدود ولایت دیوگڈہ رسیدہ کوک سنگہ مرزبان آنجا بقدم عجز وخشوع آمدہ بآن نان عقیدت آئین ملاقی شد وبرخے از وجوہ پیشکش بوصول رسانید

سے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے مین سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اوسکے ذمہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ حیلہ کرکے ادا نہین کرتا تھا اسلیے **دلیر خان** کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مہم چاندہ کی فرصت کے بعد اوس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ **دلیر خان** نے جبکہ چاندہ ہی کی مہم مین مشغول تھے اوسکو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا اور راجہ مذکور نے اپنا مدار المہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤنکی معافی مانگی تھی دلیر خان نے اوسکی معذرت قبول کرکے جواب دیا کہ تیری عاجزی بادشاہ کے حضور مین عرض کرکے عفو جرائم کی التماس کیجائیگی تجکو چاہیے کہ مبلغ **پندرہ لاکھ** بابت بقایا اور **تین لاکھ** بابت جرمانہ کے باقساط ادا کرجسمین سے چھ لاکھ عنقریب داخل کردے اور مابقی دو ماہ کے عرصہ مین اور ایک لاکھ روپیہ جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے مین کسی سال سستی نکرنا اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیوگڈہ نے سنکر دس ہاتھی نہایت جلد پیشکش مین بھیجے جب **دلیر خان** ولایت چاندہ کے انتظام سے فرصت حاصل کرچکے تو دیوگڈہ کے وکیل کو جو لشکر مین حاضر تھا رخصت کیا کہ آگے جاکر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۱۵ ذیقعدہ سنہ جلوس کو **دلیر خان** تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ مین رہکر معہ اپنے لشکر کے دیوگڈہ کیطرف روانہ ہوے اور مانجی ملار والی چاندہ کو بھی طلب کیا کہ وہ بھی معہ اپنے متعلقین کے آکر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب دلیر خان ولایت دیوگڈہ کے حدود مین پہونچے کوک سنگھ راجہ نہایت

عاجزی سے پیشوائی کو حاضر ہوا اور خان ذیشان سے نہایت عقیدت سے پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیامگاہ کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اوسکے حدود مین قیام کرکے کچھ رقم پیشکش کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اوسکو بھی ادا کرنا چاہیے وصورت تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کرکے نام ونشان یہان کی حکومت کا برباد کردیا جاے گا وہ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ اثنائے حال مین فرمان بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیوگڈہ کا معاملہ جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہونچاوے بالفعل دوبارہ تنبیہ وتادیب عادل شاہ اور تاراجی ولایت بیجاپور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً معہ اپنے لشکر کے دکن کو جانا چاہیے اور وہان شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کیخدمت مین تاصدور حکم ثانی اس مہم کے لیے قیام رکھو۔ اسوجہ سے دلیر خان نے بمقتضاے مصلحت دیوگڈہ کے راجہ کو جو تنگدستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور مہلت دی اور اس سے وعدہ لیکر میعاد معینہ کا مچلکہ لیا اور اوسکی تحصیل قادرداد خان کے سپرد کی اسی عرصہ مین مانجی ملاروالی چانہ نے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اسکی

لہ ودر خلال این حال مثال کرامت تمثال از جانب خلافت پناہ جہانداری بآں خان شہامت پرور صادر شد کہ معاملہ زمیندارہ یوگڈہ را بہر عنوان باشد زود بصورت داوہ چون تادیب وتنبیہ عادلخان وتاخت ولایت بیجاپور درپیش است باید کہ با فوج قاہرہ از آنجا بدکن بشتابد چون دلیر خان خاطر از مہمات ولایت چاندہ ودیوگڈہ پرداخت بموجب یرلیغ گیتی مطاع ہشتم ربیع الثانی باعساکر فیروزی روانہ دکن شد دعاطفت بادشاہ بندہ پرور قدردان آن خان بسالت نشان را بعنایت خلعت خاص واسپ باساز طلا نوازش نمود وپنجہزار سوار از تابینان اورا دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ساخت کہ منصبش از اصل واضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار از انجملہ سہ ہزار سوار دو سہ اسپہ سہ اسپہ باشد عالمگیر نامہ ۱۰۳۵

ادائیگی جلد قرار پالی تھی لاکر پہونچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے
جب دلیر خان ولایت چاندھ اور مملکت دیوگڈھ سے اطمینان خاطر حاصل
کرچکے تو ۸ ربیع الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوے بادشاہ نے
نہایت قدردانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ ساز
طلائی کے مرحمت فرمایا اور اونکے ایک ہزار سوارون کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا
اور اونکا منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے تین ہزار
سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب
مین اضافہ پانصدی کرکے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا
اور قادرداد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ انکے چار سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔

اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد دلیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ ابتک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے۔ عالمگیر نامہ خود اورنگ زیب عالمگیر نے فرمائش کرکے منشی محمد کاظم بن محمد امین میر منشی سے لکھا یا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینای کاشی بھی کہتے ہین جسنے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشاپردازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے۔ اس ضرورت سے وقائع نگارونکو ہدایت کردی تھی کہ جبتک موسخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بماہ سال بسال جملہ صوبجات و دارالسلطنت کے حوالہ کرتے رہین اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر مین آئین وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب اوقات و خلوت مین ہمکو داستان داستان سنائے جائین تاکہ اوسکی تصحیح و تنقیح بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ مین ہماری شاہزادگی کا مفصل حال لکھا جاچکا ہو اب ایام سلطنت کا حال جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کے آغاز سے لکھا جاے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب ۱۰۷۸ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ مین ظاہر کے حالات کوئی چیز نہین لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جاے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہین انکی کوئی ایسی تاریخ نہین ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے تخفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامچہ ہے مختصر طور پر واقعات مین کہین کہین صراحت کردیگئی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خافی خان کی ہے اسکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ موسخ اسکا بیٹا ہے اسنے اپنے

باپ سے واقعات سنکر لکھے ہین جسمین بڑے عداوت آتی ہے۔ نعمت خان عالی جسکا لقب دانشمند خان تھا اسنے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہین مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت دقابلیت ضرور اوسکی اعلی درجہ کی ہے۔ خافی خان شیعہ ہی اُسکی تحریر تقیہ آمیز ہی وہ عالمگیر کے نیک کامونکی تعریف کرکے ایک ایسی بات لکھدیتا ہی جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاکمین ملجاتی ہی اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قانون بناکر جاری کیا تو اسکی توصیف لکھکر یہ ظاہر کردیگا کہ وہ عمل مین نہین آیا مثلاً محصول معاف کیا گیا مگر دار الخلافت کے نواح مین بجز دوسری جگہ اسکی تعمیل نہین ہوئی جا بجا ظلم وستم ہونیلگا عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم الخمر بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اسنے دشمنونسے وہ سلوک کیے جو اس دیندار بادشاہ نے اپنے بھائیونسے کیا۔ غرضکہ اسکے ہر کام مین مکر و فریب ثابت کرتا ہی اور اسکی خوبی و دینداری کو بہشتی بات تھی چھپایا ہی اچھے کام مین بھی رخنہ نکالا اسکی تاریخ لکھنے کی ممانعت کے بارہ مین بھی یہی رائے نکالی کہ اسکے بعض کام ایسے تھے جو عظیم الشان بادشاہ کو نہین زیبا تھے ڈاکٹر برنیر فرانسیسی ایک امیر کا ملازم وہ بھی سنی سنائی باتین زیادہ لکھنے پر پابند ہو۔ الغرض دس سال کے جس طرح مفصل اور ترتیب وار حالات عالمگیر نامہ مین لکھے گئے ہین اسطرح دیگر حالات کتب مین نہین ملتے دلیر خان کے حالات اور کارنامے دس سالہ جسکی تاریخ لکھی گئی اسقدر زیادہ ہوے تو اسکے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے کسقدر زیادہ ہونگے کیونکہ دلیر خان عالمگیر کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہین مگر افسوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیل وار نہین ملتی کچھ مجمل واقعات دیگر کتابونمین پائے گئے وہ لکھے گئے۔ بادشاہنامہ مین ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ مین لکھا ہی وہ صرف بیس سال کے واقعات مین ہی باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہجہانی

سلطنت کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہین ہوئین بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا ہی وہ
دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہی ان وجوہات سے دلیر خان کے حالات ابتدا سے انتہا تک
فراہم نہین ہوسکے باوجود ان مجبوریونکے صرف دس سال کے کارنامے اسقدر حیرت ناک
عالمگیرنامہ وغیرہ مین پائے جاتے ہین کہ دوسرے امرا اور ارکان دولت کے نہین سنے جاتے
عالمگیرنامہ مین ایکسو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے
ایک واقعہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہوا ہی اور وہ
شہنشاہ نامہ وغیرہ مین درج ہی یہ ہی۔ راجہ امرسنگھ کے والد کا جب انتقال ہوگیا تو اسکے بعد
راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ راجہ امرسنگھ
سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا
دستور اور آئین راجپوتیہ کے خلاف تھا اسوجہ سے راجہ امرسنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور
دربار بادشاہی مین بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایکبار صلابت خان نے
ازروے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امرسنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان
کیطرف سے انکے دلمین کینہ پڑگیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کرنیکی فکر مین ہوے ایکروز
شام کیوقت دیوانخانہ مین شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھکر عبداللہ خان فیروز جنگ
کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے مین مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے
کہ مین مکرمت خان داروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ مین بیٹھا باتین کر رہا تھا کہ
اعلیحضرت آجکل شاہزادہ[1] محمد اورنگ زیب سے کم توجہی فرماتے ہین کہ اتنے مین امرسنگھ راجپوت نے

[1] جس زمانہ مین کہ شاہزادی جہان آرا بیگم شمع سے جلکر جا پڑی ہی انھین ایام مین اورنگ زیب کے بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو
اورنگ زیب سے کچھ کدورت پیدا ہوئی جب شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامدار و پدر بزرگوار کی کم توجہی معلوم ہوئی تو منصب سے استعفا دیدیا اور
ہتیار رکھوا کر بادشاہ کے پاس بھیجدیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے ضبطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک یہ حالت

ایک جمدھر صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پیوست ہوگیا صلابت خان نے
ایک آہ کھینچی اور اسیوقت مرگئے خلیل اللہ خان اور ارجن سنگھ ولد بھلداس کو رنے جب ایسی
گستاخی وجرات اس راجپوت کی بادشاہ کے حضور مین دیکھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوے تھے
اُسپر جھپٹے امرسنگھ نے اسکے وار روکے اور ارجن سنگھ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امرسنگھ
باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ اتنے مین گرزبردار و دیگر بادشاہی ارجن سنگھ کی مدد کو پہونچگئے اور
متواتر زخمون سے امرسنگھ کا کام تمام کیا امرسنگھ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری جمدھر
ارجن سنگھ کے مارا کہ انکا کان جڑ سے کٹگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک اور ملوک چند
مہتمم دولتخانہ امرسنگھ کی نعش اٹھاکر باہر لاے اسعرصہ مین پندرہ خدمتگار اور ایک مشعلچی راجکا جو
اپنی بہادری مین دوسو سوارونکے برابر تھے گرزبردارون اور ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیونپر
حملہ آور ہوے تلوار و برچھی و جمدہر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گرزبردار
کی جماعت باوجودیکہ انکے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند معہ عزیزاللہ خان و یعقوب خان
وغیرہ تمندخان تین منصبدارونکے کام آے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوے
اور میر خان فیروزند صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برپا ہوا آخرکار پندرہ
خدمتگار جو امرسنگھ کے ساتھ تھے ہلاک ہوے یہحالت کو دیکھکر امرسنگھ کے دیگر ہمراہی راجپوت
رات مین بھاگ گئے مگر صبح کیوقت انکے انتقام کے لیے ارجن سنگھ کے دروازہ پر چڑھ گئے
اور وہان جو کوئی انکے سامنے آیا قتل کردیا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ تحمل و وقار بادشاہی
کے ان دنون اجپوتونپر فوج بھیجنا مناسب نہ سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحمدلی کو

بقیہ صفحہ ماقبل قایم رہی لیکن جب جہان آرا بیگم کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منعقد ہوا اور بجاے اس کے وہ پیشتر علالت سے غسل
صحت تصدق و علاج و انعام غسل مین خرچ ہوے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت و انعام سے سرفراز ہوے تو جہان آرا بیگم کی سفارش سے
اورنگزیب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزدہ ہزاری منصب اور دس ہزار سوار سے سربلند کرکے صوبہ داری احمدآباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی فہمایش کیلیے بھیجے ان اصلاح کاروں نے سمجھایا کہ امرسنگھ اور جو جماعت کہ فساد کی مرتکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہونچگئی تمکو بیخطا ہو بلاوجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑے ہو ان جاہل راجپوتون نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اسوقت جلال خان عرف نواب لیر خان کو معہ لشکر و توپخانہ کے جنمین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتونکی گوشمالی کیلیے بھیجا صبح سے شام تک بادشاہی لشکر اور راجپوتون سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امرسنگھ کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت شمار مین آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو نوجوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد جو شجاعت مین مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوے بادشاہ نے ان سبکو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان اور ملوک چند اور دیگر جان نثار سرداروں کے فرزندونکو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ مین نواب لیر خان نے خوب بہادری کے جوہر دکھلائے تھے یہ واقعہ ۱۹ ربیع شاہجہانی مطابق ۱۰۵۶ھ کو ظہور مین آیا تھا ابتک نواب لیر خان کو دلیر خانی خطاب نہین ملا تھا اور وہ جلال خان اصلی نام کے ساتھ موسوم تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ مین موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی ملازم و منصبدار تھا اسلیے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ مین درج ہین اسکے چشم دیدہ ہین اور آسام کی جنگ مصنف نے خود لیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات پر مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغگی غسلخانہ شاہجہانی پر معہ خلعت و اسپ و فیل کے سرفراز ہوا کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ وقائع نویسی کی خدمت پر

مقرر ہوا اور کبھی دفتر جاگیر کا صدر رہا اپنا نام ابوالفضل معموری لکھتا ہی عہد عالمگیر مین دفتر بیوتات کا داروغہ رہا
ماثر الامرا مین ہی کہ عالمگیر کا دسوان سال جلوس تھا کہ دلیر خان سرحد دیوگڈھ سے دکن کو
روانہ ہوے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) مین مرقوم ہی کہ
۱۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیوگڈھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت دیکر اورنگ آباد چلے گئے اسعرصہ مین عید الضحے آئی اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جمدہر مرصع گرزبردار کے ہاتھ بھیجا۔
پیشتر یہ بیان ہوچکا ہی کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگہ اورنگ آباد
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ مین راجہ جے سنگہ کو

---

۱ خانمذکور در سال دہم از سرحد دیوگڈھ روانہ گشتہ کاربند حکم گردید ماثر الامرا ۲ ہفتدہم فرخ والا در سید کہ دلیر خان مینڈر دیوگڈھ را
بدستور سابق بر محال زمینداریہ استقلال دادہ با ورنگ آباد شتافت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری ۳ دہم اداب فتن بعیدگاہ ہمت والے
صلوۃ عید الضحے و قربانی تقدیم رسید بدلیر خان خلعت و جمدہر مرصع مصحوب گرزبردار اشرف ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔
راجہ جیسنگہ راجہ مانسنگہ والی جے پور کے پوتے اور بارا کبری کے نوترن تھے پرورتے تھے انکے باپ کا نام مہاسنگہ تھا جو جگت سنگہ کھوجہ کے بیٹے تھے بعد
انتقال باپکے یہ حسب الطلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت مین پہونچے اور ۱۲ برس کی عمر مین منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و ہاتھی سے
سرفراز ہوے سلطان پرویز کے ہمراہ مہم دکن کے لیے تعینات ہوے اور متواتر اضافہ مناصب سے سربلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر
کے جب خانجہان لودی نے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوے مگر اجمیر سے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جب شاہجہان
تخت نشین ہوا تو اسکے حضور مین حاضر ہو کر باضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب اور نقارہ سے سرفراز ہوے ہی سال نذر محمد خان والی بلخ
نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہابت خان خانان یہ اسکی کومکی کو بھیجے گئے اسکے بعد خانجہان لودی کے تعاقب مین سلطان
شجاع کے ہمراہ مہم دکن اور ساہو بھونسلہ کی تادیب اور سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانگی مین متعدد خدمات بجالائے سنہ
شاہجہانی مین منصب پنجہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک دکن مین اجڑے خوب خدمتین کین تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعدہ
مالے مروارید اور ہاتھی و خطاب مرزائی سے شاہجہانکے حضور مین سرخرو ہوے سنہ مین بجالے خاندوران خان کے دکن کی صوبداری
مستقل راجہ کو عطا ہوئی سنہ مین بلخ کی مہم مین اورنگ زیب کے ہمراہ بھیجے گئے اور سنہ شاہجہانی مین جمدۃ الملک اسد اللہ خان وزیر اعظم
کے ہمراہ قلعہ قندہار کے انہدام کو بھیجے گئے سنہ کو شاہجہان کی علالت مین جب بھری سلیمان شکوہ محمد شجاع کی مہم کو بھیجے گئے تو
دارا شکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچہزار سوار دو اسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگ زیب
عالمگیر سے ملا اور فتح اجمیر کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالا مال ہوے سیواجی اور عادلشاہی تنبیہ کے بعد حسب الطلب راجہ جیسنگہ کرن
سے دارالسلطنت کو آرہے تھے برہانپور مین سنہ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمدہ اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے

مرزا غیاث بیگ کی دختر سے اورنگ زیب کے ساتھ کو بیاہ ہوا

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور ۷ شوال ۱۰۷۶ھ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر رخصت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگہ کو لکھا کہ جسوقت شاہزادہ وہان پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب الحکم اورنگ آباد سے آرہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم ۱۰۷۸ھ کو انتقال کر گئے انکے مرنیسے بالاگھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ ہے بگڑ گیا راجہ جیسنگہ دلیر خان کے بڑے دوست تھے القصہ دلیر خان جب دکن پہونچے تو یہان کی مہم کیلیے بادشاہ نے خانجہان بہادر کوکلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمۃ الجیش دلیر خان تھے دلیر خان کے کارنامے دکن مین ایسے ایسے عظیم الشان ہوے ہین کہ جو تمام ملک کے باشندونکی زبانپر چڑھ گئے تھے دریاے بہمرہ کے اسپار جو لڑائی کہ بیجاپوریون سے ہوئی تھی اس ستم زمانہ سے وہ وہ بہادریان ظہور مین آئی تھین کہ دوست دشمن سب نے تحسین کی تھی یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیونکے سر اور ہاتھیونکی سونڈین مثل گوئے چوگان کے میدان رزم مین پڑی ہوئی تھین مصنف لکھتا ہے ؎

فگندہ ہمہ دشت خرطوم فیل ۔۔۔ فتادہ تن کشتگان چند میل

زخرطوم فیل و سر جنگجوئے ۔۔۔ ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوئے

اس لڑائی مین حواس کی درستی اور انتہاے جرأت سے چار پانچ روز ہاتھیون اور گھوڑون کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوے بیجاپوریونکے تعاقب مین اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

---

۱۵ کارنامہاے دلیر خان در دیار دکن اسنہ واقوام وضبع و شریعت و سیر و سیاست دو جنگے کہ خانجہان بہادر کوکلتاس بہراولی دلیر خانی اطراف آن بہمرہ بسا کریجاپور واقع شد تلاشہاے نمایان و ثبات بالے پا بر جا کاز ان رستم زمان ظہور یافت موجب تحسین و آفرین دوست و دشمن گردید تا چندکروہ خرطوم فیل در سراسر گوے چوگان لیران بود۔ و پس ازان کہ عرصہ بر فوج بادشاہی تنگ گردید ناچار با فرونی ہمت و دوربینی حواس اہے کہ در پنج روز بالاے پشت فیلان و سپاہان جنگ کنان بہ نہال بیجاپوریان مطمئن بودند در سہ ہفتہ ہر قرار مقرری رخصت نمودند۔ از مآثر الامرا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتو نمین اپنی جگہ پر واپس آئے۔
اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بنگلانہ مین ہی اور وہ غنیم یعنی مرہٹونکے ہاتھ مین آگیا تھا اور قلعہ دار کو معتوب بے منصب کیا گیا اس زمن مین فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جاکر دست اشقیا سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ مین مشغول ہوے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آے مگر اس عرصہ مین وہان وبا کی شدت ہوئی اور آب وہوا نہایت بد ہوگئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہوچکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر وہانسے ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کاربند ہوے اسی ضمن مین سیواجی جب دہلی سے بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کرکے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانجہان بہادر اسکے سر پر جاکر اچھی طرح گوشمالی کردین خانجہان نے اس خیال سے کہ سیواجی سے لڑنیکے لیے ابھی سپاہ کافی نہین جمع ہوئی لڑنیمین توقف کیا اور جسقدر گھاٹ تھے انکی راہین بند کین کہ ان مقاموں سے مرہٹے حملہ نہ کرسکین اور جابجا دروں پر توپخانہ لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سرداروں مین سے زیادہ دلیر وشجاع تھے اور ابھی قلعہ جاکنہ کے حملہ مین کامیاب ہوچکے تھے انھون نے جنگ محفوظہ کی غلطیون کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعو پر حملہ کرنا چاہیے مگر خانجہان اسکو نہ سمجھا مرہٹونکے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان دروں سے جنکو خانجہان نے روکا تھا آئینگے مگر وہ مختلف گروہونمین منقسم

قلعہ سالیر تعلقہ بگلانہ بتسویر کفار در آمد قلعہ ازاں بے منصب و معتوب فرمودند دریں ولا فرمان مصحوب گرز بردار ان بنام دلیر خان صادر گردید کہ خود و بالاے قلعہ راندہ قلعہ از اشقیا برآورد و دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ پلے قلعہ آمدہ بمحاصرہ پرداخت و جلادت بجا آورد و بسیار مردمان کشتہ و شہید گشتند و جانگزا بے ہوائی آسفضلع بتضیع و ہلاک مردم کشید بعد کہ ایام محاصرہ بطول کشید بحضور خبر رسید حکم برخاستن دلیر خان صادر شد

ہوکر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت روکا مگر وہ اس ارادہ
مین کامیاب نہوا ادہر سیواجی نے اپنے سوارونکو چوتھ وصول کرنیکے لیے چارونطرف
پھیلادیا ۱۶۷۵ء مین دلیر خان سے سیواجی کے ملک پر دست درازی شروع کی جب ہمیرراو
سیواجی کے فوج کا ایک سردار گودادری سے اترکر اپنے گھر کیطرف آرہا تھا تو راہ مین
دلیر خان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لیجا سکا۔
جسوقت دلیر خان اور خانجہان دوسری طرف لڑائی مین مصروف تھے تو ہمیرراو مغلون
کے ملک مین آیا اور خوب لوٹا۔ ۱۶۷۲ء مین جب علی عادلشاہ والی بیجاپور فالج مین مبتلا
ہوکر مرگیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادلشاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال
کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالمجید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم عرف
بہلول خان و مظفر خان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس
گھر کا کوئی خیرخواہ نہ تھا اسلیے سیواجی نے بیجاپور کو کمزور سمجھکر بادشاہی لشکر سے صلح
کی اور بیجاپور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجاپور کی نازک حالت دیکھکر
خانجہان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجاپور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہیگی اور
اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیاہی جائیگی لیکن عبدالکریم
اور دیگر امیرون نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کرکے مارڈالا
اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجاپور کیطرف آیا تو بیجاپور والے اس سے
کئی لڑائیان لڑے جنمین بیجاپور والون کا پلہ غالب رہا عبدالکریم[1] دلیر خان کا
ہموطن دوست تھا اسلیے اسکے ذریعہ سے دونون مین صلح ہوگئی۔

[1] عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالرؤف عرف دلیر میانہ دو ہزار پانصدی کے منصب شاہجہانی کے پاس ملازم ہوا

سیواجی نے خانجہان سے درخواست کی کہ مین بادشاہی ملک نہین لونگا مگر اورنگ زیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہین کی دلیر خان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جاے اور عبدالکریم وزیر بیجاپور اور بیجاپور کی فوج سے اعانت لیجاے بادشاہ نے دلیر خان کی یہ راے پسند کی اور خانجہان کو اپنے پاس بلالیا اور دلیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کردیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کرنیکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیواجی سے سازش کرلی تھی عبدالکریم وزیر بیجاپور ۱۰۷۶ھ مین مرگیا تو دلیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جاے وہ جوہر سیدی کا داماد تھا دلیر خان کی کوشش سے سلطنت بیجاپور کا وہ وزیر مقرر ہوگیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیر خان کے قرضہ کی ادائگی اور ملک مین امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر مین پہونچا دینے کے اقرار کیے۔

دلیر خان بیجاپور سے ان عہد وپیمان لینے کے بعد بیرگرام مین گئے مگر دلیر خان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیر خان کو لکھا کہ بیجاپور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کرکے جتنی سپاہ زیادہ ہوسکے اپنی طرف کرلینا چاہیے کیونکہ ولایت بیجاپور کو بادشاہ اپنے ملک مین شامل کرلینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانجہان لودی کے ہمراہ نظام الملک سے جاملا اوسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جسکا خطاب بہلول خان عہ الرؤف تھا بیجاپور مین صاحب منصب ہوا خواص خان اور بہلول خان کے درمیان مین لڑائی ہونیسے دکنیون اور افغانون کے باہم ملاپ ہوا بعض والی حیدرآباد سے رجوع ہوے نواب دلیر خان اور عبدالکریم بہلول خان سے بوجہ مناسبت ہمقومی اور ہمزبان ہونیکے نہایت لطف تھا دونون سردار اتفاق کرکے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدرآباد پر چڑھے اسعرصہ مین بہلول خان کا انتقال ہوگیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا ۱۰۷۹ھ جلوس عالمگیری مین بعد فتح بیجاپور کے جبکہ نواب دلیر خان کا انتقال ہوچکا تھا اورنگ زیب نے دلیر خانی کا خطاب دیا اور شرزہ کو رستم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہردو بیجاپوری سردارون کو شش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بیجاپور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ کرنا چاہیے دلیر خان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل مین آمادہ ہوے اول بادشاہ بی بی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑیکے بادشاہ بی بی خود دلیر خان کے لشکر مین چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کسیطرح بچ جاے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد بھیجدیا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا جب بیجاپور والے مایوس ہوے تو وہانکے وزیر مسعود خان نے سیواجی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا تاکہ محصورین کا پیچھا چھوٹے اس مطلب کے لیے سیواجی نے نیالہ مین بہت سے سوار جمع کئے اور بیجاپور کیطرف چلا مگر اس سیلنے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو مین عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانیکی تاب نہین ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جاکر کترایا اور بادشاہی علاقہ پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری مین یکتاے روزگار تھے اسوقت انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہمقوم ذی جرات اور بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج سے بھی بڑھکر کام دیسکتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہین چھوڑا سیواجی نے دہات کو جلاکر خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد مین تھا اسکے حکم سے دس ہزار سوارون نے جمع ہوکر سنگم نیر کے قریب سیواجی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیر وہ پہاڑی چوہا تھا کسی بل مین ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر نے پھر اسے بلایا وہ دلیر خان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزارون مرہٹے برچھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان اڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بیجاپور تک نہ پہونچا تھا کہ یکایک اسکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیر خان کے پاس آگیا

دلیرخان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ مین اتارا سیواجی نے سنبھاجی کو عیاشی
کیوجہ سے ناخوش ہوکر قلعہ پرنالہ مین قید کردیا تھا وہ ایک برہمن کی بیوی سے ناجایز تعلق
کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیرخان کے پاس آیا دلیرخان نے
بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ مین بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب سکے
ہتھکنڈون سے واقف ہے وہ مرہٹون کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرضکہ گوشت غز
دندان سگ کا تماشہ دکھلائیگا بادشاہ نے دلیرخان کے نام حکم بھیجا کہ اسے
پابزنجیر ہمارے پاس بھیجدو دلیرخان نے یہ وضعداری کے خلاف سمجھا
اور اوس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپکو بیٹے
کے سبب سے پریشانی رہی جب سیواجی کو دلیرخان کی بدولت اس پریشانی
سے نجات ملی تو اسنے ہمیر راؤ کو بیجاپور کی مدد کو بھیجا وہ آکر نسبت خان سے لڑا ادھر
خاندیس مین مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادہر ہمیر راؤ اپنی فوج لیے ہوے دلیرخان کے
لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیرخان بھی انکو
دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جابجا انکی رسد پر چھاپہ مارے
جاتے تھے اور کسیطرح رسد انکے لشکر تک نہین پہونچتی تھی اب برسات آگئی اور محاصرہ
اٹھالیا گیا آخر برسات مین وہ میدانی ملک کے لوٹ مین مصروف ہوا معلوم نہین کہ سیواجی
کے دلمین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاکمین ملگئے کہ اسکو بخار چڑہا اور یکایک
ایسی طبیعت بگڑی کہ سنہ ۱۶۸۰ء مین ترپن برس کی عمر مین سیواجی[1] دنیا سے انتقال

[1] سیواجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب مین مندرج ہے کہ جب سیواجی کے ظلم و آزار حد سے
زیادہ مخلوق پر طاری ہوگئے تو مظلومون کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی اسکی ہلاکت کی
باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد ہاشم خافی خان کے صفحہ ۳۴۰ مین یہ ہے کہ جب سنہ ۲۳ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۶۸۰ء مین

کر گیا اور بجاے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیقاعدہ لشکر
مین بے انتظامی پھیلگئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملک برباد ہوگیا تھا
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم مین اپنے باپ سے بڑھگیا تھا سیواجی سوائے غارتگری قافلہ زنی
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیونکے اہل وعیال وعورات کے متعلق اپنے
سپاہیون اور ملازمون سے تاکید رکھتا تھا برخلاف اسکے سنبھاجی شراب خوار وعیاش
تھا غیر قوم کی عورتین اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس وآبرو پر دست درازی کرتا تھا
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی وراہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
بعد باپکے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنی ظلمون سے
صرف یہ ایک واقعہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپکے سنبھاجی بیس
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برار کے اطراف کو لوٹتا ہوا بھادرپورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
قصبہ بہادرپورہ برہانپور سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور آمین جوہری صراف وتجار لکپتی
آباد تھے لاکھون روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان وزر وجواہر
رکھتے تھے یہانکے باشندے غافل وبیخبر تھے کہ یکبارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آگرے

بقیہ صفحہ ماقبل سیواجی معہ اپنے غارتگر فوجکے خاندیس مین آیا اور قصبہ بہرمگانو جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جالنہ مین پہونچا
اس قصبہ مین سید جان محمد جو درویشان واصل الی اللہ وصاحب دعوت سے تھے رہا کرتے تھے جسوقت کہ اس قصبہ مین مرہٹے لوٹنے آئے
مسلمان اور دیگر غربا اپنے اہل وعیال لیکر حضرت حقایق ومعارف آگاہ کے گھر چھپتے اور پناہ پاتے اس سال بھی اکثر اشخاص
معہ اپنے مال وعیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ گزین ہوے سیواجی نے سید صاحب کا کچھ پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب
کے گھر پر چڑھگیا سبکو لوٹا اور قید کیا بلکہ ممانعت کرنے سے سید صاحب اور انسے جو لوگ منسوب تھے انکی زجر وتوبیخ پر بھی زبان
وہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت دعا مین شہرۂ آفاق تھے انھون نے بددعا کے ہاتھ اٹھائے
اور انکی توجہ باطنی سے فوراً تیر قضا کا اسکے لگا اور سیواجی اسی مہینہ مین نواح مرتضے آباد مین مرگیا۔ یہی مضمون شاہنامہ
کے صفحہ ۵۳۸ مین بھی مرقوم ہے۔

اسکو ایسا لوٹا کہ کوئی شخص ایک حبہ از قسم مال اور بال بچونکو باہر نہ لیجا سکا ان ظالمون نے تمام آبادی مین آگ لگادی کاکر خان جو منصدی منصبدار تھا اور خانزمانخان صوبہ دار برہانپور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اوسکے پاس نتھے وہ اس واردات سے اسوقت خبردار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اوسنے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہوگیا۔ حسینگنج جسکو نورالحسن خان نے آباد کیا تھا اور شاہگنج جسکو شاہ بداغ خان نے بسایا تھا اور شاہجہان پورہ جسکو بہادر خان نے آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین بسایا تھا غرضکہ یہ بیس نامی قصبے جو برہانپور کی شہرپناہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ مین لاکھون روپیہ کا مال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاہ کردیے تین روز تک بازار ظلم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی برہانپور کے علما و فضلا نے عرضداشت جسمین مسلمانونکی مال و ناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور اورنگزیب نے اسکے جواب مین لکھا کہ مابدولت خود ان ظالمونکی تنبیہ کو دکن کے آنیکا عزم رکھتا ہون اسکے بعد ایکماہ تک سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزار پہونچاتا رہا مگر جب اورنگزیب دکن گیا ہے تو ۳۴ ج مطابق ۱۶۸۱ء کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگزیب کے حضور مین قتل ہوا اس واقعہ کی تاریخ "بازن و فرزند سنبھا شد اسیر" سے نکلتی ہے۔ سیواجی کا ایک خط اورنگزیب کے نام راجہ کولاپور کے پاس ابتک موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مین ہے کہ سنبھاجی کے قلعجات و محالات خانجہان[1] بہادر کوکلتاس و دلیرخان

[1] خانجہان بہادر ظفرجنگ کوکلتاس و دلیرخان و غازی الدین خان بہادر فیروزجنگ و دیگر امرایان عظام بانا موس قلعجات و محالات متعلقہ آن کہ از تصرف غنیم لئیم رحیم تا این مدت بکوشش مرادان و مساعی نمایان برآورده اند ضمیمہ قلمرو حروسہ گردید ۱۲ ماثر عالمگیری۔

وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اور بعض دیگر امرا کی کوشش سے ۱۲۷۰ھ تک بادشاہی ملک مین شامل ہوگئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات حاصل ہوے انکے اسباب یہ مہیا ہوگئے تھے اول یہ کہ بادشاہ خود شمالی و مشرقی فوجونکے ساتھ لڑائیمین مصروف تھا دکن کیطرف وہ بذات خود جانہین سکتا تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ دار دکن تھا اسکے پاس سیاہ مرہٹونکے مقابلہ کیلیے کافی نتھی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپکے مرنیکے بعد بادشاہ ہونیکے لیے اپنی سیاہ و طرفدارونکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو کمک بھیجنے سے بادشاہ انکار ہی کرتا رہا اسکے علاوہ بیجاپور و حیدرآباد کے سلاطین کی کمزوری و نااتفاقی سے کبھی سیواجی ادہر ہوکر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اودہر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہوگیا کہ دکن مین کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اُسنے ۱۲۷۱ھ مین صابت خان کو معہ آغر خان کے کابل سے بلاکر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا صابت خان شہزادہ محمد معظم کو خیال مین نہین لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایکہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ کو بلالیا صابت خان نے یہان آکر سیواجی کے قلعونکو فتح کرنا شروع کردیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی مین تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور اسکے بچانیمین جان و دل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ مین غلہ اور سامان رسد کافی نہ تھا اسکے نواح مین جو عمدہ اور منتخب دو ہزار سوار تھے پٹھانون نے انکے پرزے اڑا دیے آغر خان نے پھول پتہ کی تسخیر مین بڑی بہادری دکھائی اسنے خانجہان بہادر کوکلتاس کیساتھ ابتدا مین اور دلیر خان

ل وتردید کہ آغر خان ابتدا ہمراہ خانجہان کوکلتاس بازور قراولی دلیر خان شیردل نمودہ اگر مفصل بنگارد ممول باغراق میگردد

کی ہراولی مین بڑے بڑے کارنمایان کیے دلیر خان کی مرہٹونکی فوجون سے اکثر لڑائیان ہوتی ہین مرہٹے کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا مین وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو دشوار گذار جنگلون کیطرف سے ہزارون نکل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایکروز دلیر خان کے مقابلہ مین چار پانچسو سوار پہلے نمودار ہوے اسوقت آغر خان کے ساتھ ہراول مین بہت کم آدمی تھے مگر وہ انکے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ مین دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے اور وہ اُنکے تعاقب مین گیا مرہٹون نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹونکے نمودار ہوے اور ہجوم کرکے لڑنے لگے آغر خان[1] انپر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑون پر شیر گرتا ہے ہر طرف وہ تلوار سے انکا منھ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹونکے مار یئے اب مرہٹونکو شکست عظیم ہوئی دلیر خان نے آغر خان کے پاس آکر اُسکی تحسین و آفرین کی آغر نامہ مین لکھا ہے[2]

بقیہ صفحہ ماقبل درین ضمن دلیر خان نزد آغر خان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغر نامۂ منظم آورده ۱۲ شاہنشاہ نامہ

[1] آغر خان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغر اولاد یافث بن نوح علیہ السلام سے تھی لہذا اسی نام سے ملقب ہوا اسکا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکون مین آغر خان نے بہادری کے جوہر دکھلاے ہین نہایت بڈھرک اور صاحب جرات شخص تھا دلیر خان کے ساتھ اکثر رہا ہے بنگالہ مین جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ مین یہ دلیر خان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان واقعات مین اسکا تذکرہ آچکا ہے خانخانان اسکی بہادری سے راضی تہا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا اسوجہ سے وہ ناخوش رہتا تھا ایکروز یہ بلا دستک خانخانان کے گھر آیا اور زبردستی اجازت لیکر دارالسلطنت چلا جس سے مقبول شاہی ہوا پھر بحال ہوا لمکیان کابل مین تعینات ہوا وہ خیبر مین جب محمد یوسف زی افغانون نے شورش کی تھی تو اسنے خوب تنبیہ کی تھی اسنے اسقدر نامی پٹھانونکے سر کاٹے تھے کہ اسکی مینار بنائی تھی اسکا نام وہان پہنچنے ڈرا تین مشہور ہو گیا تھا اس سخت مہم مین بادشاہ نے موسیائی و تعویذ اپنے خط مبارک کے لکھکر اسکو بھیجا تھا ۱۰۷۳ھ مین عالمگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا ۱۰۷۴ھ مین نقارہ مرحمت ہوا تھا ۱۰۷۵ھ کے بعد فوج اکبرآباد مین جاٹون نے سر اٹھایا اور قطاع الطریقی اختیار کی چند گاڑیان ایک قافلہ کی جاٹون سے اسنے چھینکر اونکی گڈی پر حملہ کیا اتفاق سے ایک بندوق کی گولی اسکے لگی اور ۱۰۷۷ھ مین آغر خان جان بحق ہوا۔

بہر یک از ایشان ہزار از غنیم	مقابل شدند و بدیدہ جسیم
چنان کشتہ شد از عدد بیحساب	ندیدہ زمین پر تو آفتاب
چو دشمن بگردید عاجز ز جنگ	براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خان رسید از قفا آن زمان	بکرد آفرین بر چنان پہلوان

دلیر خان جس پہلوان و بہادر کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آغر نامہ نے دلیر خان کی تحسین آغر خان کی بہادری کی سند سمجھی ہے اور اسکو نظم مین لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹونکی شاہی لشکر کے ہاتھ آئین پونہ تک جو اہل سیواجی کا مسکن تھا تاخت کیگئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغر خان کے بیٹے نے جو آغر خان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار مین مرہٹونکے نشانونکو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض والیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کیخدمت مین سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کرادیے کرتے تھے رانا والی اودیپور راجپوتانہ کی جنگ مین جب بادشاہی لشکر سے عاجز آگیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اور نگزیب نے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا اودیپور ۱۷ جمادی الثانی کو تالاب اجمیر سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت[1] دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور مین لائے رانا نے پانسو اشرفی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش مین

[1] ہفتم جمادی الثانی رانا بر تالاب سمندر بدولت ملازمت شاہزادہ ابر بخش کرم گستر اے بر دہے کار خویش آورد دلیر خان پذیرا شدہ آوردند از انجا رانا نجانہ شہامت و ثار دلیر خان رفت خان مذکور با قامت گویان از طرف خود باو رسانید پارچہ سہ لقمہ زر مکلل مرصع یکقطعہ سپر مکلل مرصع و چھی بنت کارونہ سلسلہ یکدست خنجر قبضہ و پیر انا پارچہ تقمہ زر خنجر مرصع و ابسی مرصع و بازو بند مرصع و دو سر شایت مکوڈ

گذرانے اور آداب بجالایا داہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور جمدھر معہ پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا معہ ساز طلائی اور ایک ہاتھی معہ ساز نقرئی کے عطا ہوا اور خطاب رانا بھی بدستور بحال رکھا گیا اور منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا مرحمت ہوا اور اسکے ہمراہیونکو ایک خلعت اور دس جمدھر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوئے اور اجازت رخصت ہونیکی دیگئی وہانسے

رانا والی اودیپور دلیر خان کے گھر آیا

دلیر خان نے اسکو ٹھہرنیکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جسپر جڑاو پھول بنے ہوے تھے اور ایک برچھی منبت کار اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نہایت گرانقدر تھا اور ایک خنجر مرصع اور ایک تلوار مرصع اور ایک جوڑا بازو بند مرصع اور دو گھوڑے

دلیر خان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت حشم و خدم پر بڑا اتما تھا اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستانکے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت کو سر نہین جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کیخدمت مین نہین بھیجتا تھا یہ رانا نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد مین پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ و پیکار ختم ہوئی شاہنشاہ اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پرتابسنگہ کو فرمانبردار بنانیکی غرض سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگہ اور دیگر امرا کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوجکشی کی مگر وہ پورا مطیع نہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہین بجالاتا تھا جب اسپر لشکر کشی کیجاتی تو وہ دشوار گذار پہاڑونمین چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا رانا سنگا بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک اودیسنگہ جسنے اودیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتابسنگھ جسکا بیٹا امرسنگھ تھا جسکو کو شمالی شاہجہان نے دی تھی دلیر خان نے
اس رانا کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے دلیر خانکی عزت و
وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے
راجپوتون نے جب ۱۶۷۹ع مین قومی اتفاق کرکے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی
تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتونکے مطیع کرنیمین پوری قوت صرف کردی تھی
مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہوجانیسے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا
تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتونکی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہوکر صلح
کے خواستگار ہوے اس جنگ مین دلیر خان کے واسطہ سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ
ٹاڈ نامہ راجستان مین اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق
پولیٹیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چہارم کے ملاحظہ و
منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو مین ترجمہ بھی شایع ہوچکا ہے
یہ تحریر ہے۔ کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیر خان کی سرکردگی مین مارواڑہ سے درہ دیوریہ
کیطرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھا یہ پہاڑی لڑائی راجپوت
نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو درہ مین شکست ہوئی
اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد اعظم کے مقام
دہ باڑی مین دلیر خان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا
مگر ایک افسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیر خان کے زیر حکم خدمتگذاری کرتا تھا
ان مشکلات کو آسان کردیا وہ اپنے وطن کے جانیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور
جسطرح کہ کوئی شخص سفر مین نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہے رانا کے پاس آیا اور اسنے

معاملات جنگ مین گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اجپوت لڑائی کے چھڑنیسے مغموم ہین اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند نہین کریگا لیکن اگر کوئی شخص مصالحت کا خواستگار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور کریگا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میری طرف سے شہنشاہ کیخدمت مین پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اجپوتوں کی تاریخ بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ مین اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان مین آیا تھا راجہ شیام سنگھ ساکن بیکانیر درج ہے رانا راجسنگھ نے اورنگ زیب سے عہد و پیمان کیے اور شاہزادہ اعظم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کار مقرر ہوئے دلیر خان ہمیشہ اسموقع پر جبکہ صلحنامہ کے بارہ مین گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگھ کی طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوے تھے یہ سب تعداد مین ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد اعظم نے جو رانا کے حسب و نسب اور عالی خاندان ہونیسے خوب واقف تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہد نامہ مین جرمانہ برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی و بغاوت مین مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم رکھنے کے لیے عہد نامہ مین درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمزی چھنڈا و شامیانہ و چھتر آیندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونا طے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد حاصل ہوے فرزندان دلیر خان اس مصالحت کے دوران مین بطور یرغمال و سپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمھارے امیر تو اکھڑ ہین اور میرے فرزند بطور یرغمال کے تمھاری حفاظت مین تم خاطر جمع رکھو کہ مین انکی جان قربان کرکے تمھارے ملک کو بحال کرا دونگا بدین وجہ کہ تمھارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن واردات ایسی واقع ہوتی تھین کہ کوشش کچھ کارگر نہوتی تھی رانا کو بمجبوری ملک چھوڑ کر کموری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہوگئی۔

بیان مذکورۂ بالا سے چند باتین ثابت ہوتی ہین اول نواب دلیر خان کی مہم راجپوتانہ مین موجودگی دوسرے رانا سے اودیپور سے دوستی تیسرے امر صلح مین کوشش چوتھے بادشاہ کیطرف سے انکے فرزندون کا ضمانتاً رانا کے یہان بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ راجپوتانہ مین جو اورنگ زیب سے جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہین ملی جس سے نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندونکے نام کہ کون کون صاحبزادہ یرغمال مین بھیجے گئے تھے معلوم ہوسکتے ٹاڈ صاحب موصوف نے صرف رانا کے واقعات کو تحریر کیا ہے جسمین مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ دسوین سال جلوس کے حسب الحکم دلیر خان دکن کو روانہ ہوے اور وہان پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہین مگر ۱۰۸۳ھ مین بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی مین بادشاہ کے پاس آئے اسعرصہ مین

ف ۱۲ در سال سیزدہم باستان بوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از تغیر عابد خان بصوبہ داری ملتان رخصت یافت

عابد خان کی تبدیلی ہوئی اور بجاے انکے دلیر خان صوبہ دار ملتان کیے گئے اور وہان جاکر ایوان صوبہ داری کو انھون نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام مین مصروف ہوے

سنہ ۱۹ جلوس عالمگیری مین جب صوبۂ ملتان شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر مین دیا گیا تو دلیر خان بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔

سنہ ۲۰ جلوس مین جب خانجہان بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتوب ہوا تو دلیر خان

۱؎ عابد خان کا عرفی نام قلیچ خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد مین ہین ۔ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان مین وارد ہوے ۔ غازی الدین خان فیروز جنگ کے پدر بزرگوار اور نظام الملک اصفجاہ کے دادا تھے یعنی حضور نظام فرمانروائے دکن کے مورث اعلیٰ ہین ۔ صوبہ ملتان مین انھین عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوے پہلے عابد خان چار ہزاری منصب فائز ہوے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہونچے صدارت کل کا منصب بھی انھین حاصل ہوا ۱۰۸۳ھ مین قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگا یہ کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آئے جمدۃ الملک اسد خان وزیر اعظم انکی عیادت کو آئے جراح ہڈیون کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھے ہوے ایک ہاتھ سے حقہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتین کرتے جاتے تھے اور پیشانی پر شکن نہین آتی تھی کہتے تھے کہ خیر دو زخم خوب ہاتھ آیا ہے اوسحالت مین ۱۰۹۰ھ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل اعظم سمرقند کے تھے اور وہ پیر الدہ صاحب ابن عبدالرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و اجمیر ملتان کئی جگہ کے رہے ہین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی

۲؎ و در سال نوزدہم ان صوبہ بتعویل شاہزادہ محمد اعظم شاہ مقرر شد خان مذکور بحضور رسید بساق دکن مرخص گردید ۔

۳؎ چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتوب شد خبر دار آن دیار بان سردار نامدار مفوض گشت کہ تا تعین صوبہ دار مہمات آنجا بصوابدید او تقدیم یابد ۔

۴؎ خانجہان کی معتوبی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر مین فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعتراض پر وہ مطلق اثر نہین ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہونچکر اوسنے گرفتاری سے اغماض کیا رو در بار بادشاہ کے گو کہ یعنی رضاعی بھائی ہونے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی مین بدخیالی کرتا تھا ۱۰۸۱ھ جلوس مطابق ۱۶۷۰ء کو یہ مرض الموت مین مبتلا ہوا ۔ ۱۷ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیر اوسکی عیادت کو گیا ۱۹ ۔ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امیر عالیشان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہتا

اوسکی جگہہ پر مقرر ہوے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجکی سپہ سالاری دلیر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا وہانکے جملہ مالی و فوجی مہمات انکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

سنہ ۲۱ مین دلیر خان اور حیدر آبادیون سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہاتھی انکا زخم بان سے ہلاک ہوگیا اور خانموصوف کی سواری کا جو ہاتھی تھا اسکے ایک گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے ہلاک ہوگیا اور بان سے دلیر خان کے گریبان مین آگ لگ گئی مگر چھاگل کے پانی سے جو ساتھ مین رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُسروز بیشمار آدمی غنیم کے قتل کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیر خانکے فوجکی بھی کام آئی دلیر خان اس روز لڑتے ہوے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوے شام کیوقت اپنے خیمہ مین پہونچے۔

سنہ ۲۳ مین قلعہ منگل بیدھ دلیر خان کے حسن تردد سے سیواجی کے قبضہ سے نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری مین ہے کہ جب قلعہ منگل بیدھ دلیر خان نے سیواجی سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاع یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر اوسکی مجلس مین نظم و نثر و تلوار و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے وادویہ شتی کا تذکرہ رہا کرتا تھا ۱۲

سلہ وقایع نگار معروضداشت کہ دلیر خان بامنازعان گلکنڈہ آویزش سخت دست داد یک فیل بزخم بان بکار آمد و بفیل سواری خانمذکور زخم تفنگ رسید وخدمت گاری کہ عقب خان مذکور بر فیل نشستہ بود بزخم بان جان درباخت مہ آتش بان در گریبان خان افتاد و از آب چھاگل فرو نشاندند مردم بسیارے از مخالفان بر خاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان بکار آمدند جنگ کنان خبر شکر یافتہ شام بخیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

سلہ نہم رمضان عرضداشت دلیر خان رسید کہ قلعہ منگل بیدھ وا از تصرف سیوا برآمد۔ ماثر عالمگیری۔

سنہ ۲۶ مین جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین رونق افروز تھا اوسنے دلیر خان کو بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہوے تم بھی میرے حضور مین رہو اس زمانہ مین دلیر خان سخت علیل تھے۔

نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت کے دہلی سے صوبہ اودھ کیطرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد مین سرکار قنوج و کالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ مین سرکار اودھ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی مین رہا کرتے ہین انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب و جانشین مقرر کیا تھا غرضکہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جسجگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگئی کھیڑہ کے نام سے بستا تھا اور اسمین بھٹھرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیان بنا لی تھین بھٹھرونکی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک مدت کے بعد یہان کی حکومت برہمنان پانڈہ کے قبضہ مین آئی وہ برہمن اسوقت مین پانڈے کہے جاتے تھے جب انھون نے پیشہ بغاوت و راہزنی کا اختیار کا کیا اور خزانہ شاہی جو ملک اودھ سے دار السلطنت دہلی کو جارہا لوٹ لیا تب انپر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے استیصال کیلیے مقرر ہوے بعض مستند ذرایع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پرگنہ کانٹھ ضلع شاہجہانپور

مین آئے اور اپنا لشکر ڈالا اور یہانکے باغیونکے دریافت حال کے لیے مخبرونکو مقرر کیا مخبرون نے جاکر یہ خبر پہونچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑہیون وغیرہ مین رہا کرتے ہین ایکروز انکے نہان کا ہوگا اوسروز موقع حملہ کرنیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایکروز تالاب تہنا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے نہانیکے واسطے جمع ہوے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان لنکے سر پر پہونچگئے اسمقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہین کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کرکے یہانسے پانچ کوس پر لشکر کا پڑاؤ ڈالا تھا اور قصبہ پالی مین قیام کیا تھا جاسوسون کے خبر دینے سے وہ یہان آگئے اور انکی گڑہیو پر جنکے ڈہیر محلہ کٹیرہ کے قریب پلے جاتے ہین چڑہائی کردی اور تالاب ریتہنے کا محاصرہ کرکے لڑائی چھیڑ دی گڑہیان چھین لین اور میلہ پر سبکو پسپا کرکے بہت سے تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت سے اسیر کرلیے مشہور ہے کہ بارہ ہزار جرار فوج دلیر خان کے ساتھ تھی اسمین سے بارہ سو پٹھان بھی قتل ہوے اور بیشمار پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ مین پیشگاہ سلطانی سے یہ علاقہ معہ قصبہ انگئی ومہیس پور کے جسمین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ آفتاب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیٹر سرکاری مین یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرونکا نکلنا اور انکے بعد چھترونیکا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیان اور بعد ازان شاہ آباد اور تعلقہ باسط نگر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرونکی آبادی انگئی کھیڑہ مین تھی جسکی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھرونپر فتح اسطرح کیگئی کہ چند پانڈے بردار برہمن جو کاشی سے ہردوار جاتے تھے

یہان ٹھہرے اور ٹھٹھرونکو کمر و جیال کیہکے واپسی کیوقت انکو نکالدیا مگر ان پانڈے برواروں کا
حال نہین معلوم انکے سردار کا نام انگد تھا۔ پانڈے برواراں انگئی کھیڑہ اور اسکے قرب و جوار
پر اورنگ زیب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت مین ان لوگون نے سرکاری
خزانہ جو کہ خیرآباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ مین آکر دلیر خان افغانکو انکی
سرکوبی کیلیے بھیجا شاہجہانپور پہونچکر تنہا دلیر خان انگئی کھیڑہ کیطرف چلے تاکہ دشمنونکی کیفیت
دریافت ہو راستہ مین انکو پیاس معلوم ہوئی ایک بڑھیا سے انھون نے پانی مانگا دو شہزنون
کے انعام نے اس عورت کی زبانکو کھولدیا اور دلیر خان نے اس سے تمام حالات پانڈے
برواروںکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایکدن سب لوگ یہانکے تالاب پر نہانے کے لیے
جمع ہوتے ہین یہ سنکر دلیر خان شاہجہانپور واپس گئے اور وہان ایک بڑی فوج جمع کرکے
انگئی کھیڑہ پر چڑھائی کردی اور برہمنونکو گھیر لیا اور قتل و قمع کردیا اس چالاکی و بہادری
کے صلہ مین ان برہمنونکی کل ریاست انکو جاگیر مین مرحمت ہوئی اور نواب دلیر خان بہادر
پنجہزاری کا منصب و خطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علیخان کے زمانہ
تک قابض رہی ۱۷۷۶ء مین دلیر خان نے انگئی کھیڑہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا
اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانون اور سوارونسے بھردیا۔ اور انکو قرب و جوار کی معافیان عطا کیین
وسط مین بڑی ڈیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیونکے نام سے مشہور ہین
کپتان گاردن نیک صاحب موضع دریاپور کے بابت اپنے فیصلہ مین لکھتے ہین کہ انپٹھانون نے
رہن باجل و فریب اور بزور شمشیر اپنی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ برسکا عرصہ گذرا
کہ اسپر مالک رہے بعد ازان انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اکثر موقع پر
قدیم زمینداروں نے چند حصہ انسے مول لیے اور اوسپر قابض ہوگئے۔

بموجب تحریر فیفن تھیلر صاحب کے شاہ آباد کی بنا انگد نے جو رامچندر کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ رامچندر سوا سو برس پیشتر حضرت عیسی علیہ السلام سے گذرے اور اورنگ زیب کے زمانہ مین نواب دلیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد اسجگہ دلیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہجہانپور ایک بھائی کیطرف سے شاہجہانکے عہد مین پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہان انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک محلہ جلالنگر اور خطابی نام دلیر خان کی مناسبت سے دلیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اسلیے اس خیال مین انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشانکے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ افغانونکا ایک ٹکڑا ہندوستانمین آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آرضی ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزارہا پٹھان جو انکے ہمراہ فوجمین بصورت چھاونی کے جابجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آیندہ نسل چلے ان مصلحتونسے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے موضع دلیر پور عرف نعمت پور مین قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام التمغا اراضی ملنے کی غرض سے ایک عرضداشت عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی چنانچہ حسب درخواست بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن اراضی معافی کے انعام التمغا کا فرمان عطا فرمایا جسمین چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصیغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنام وطن انعام التمغا غرضکہ جملہ بتیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا زمانہ ماہ مبارک رمضان ۷۲ھ لغایتہ ۷۳ھ مطابق ماہ اردی بہشت شہ ہج ہی سینتیس موضع معہ قصبہ انگئی کے جو متعلق شاہ آباد ہین فرمان مین درج ہین و تفصیل دیہات

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کیطرف
توجہ کیگئی جامع مسجد بڑی ڈیوڑھی مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارت
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ چھڑا ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارات تکمیل کو پہونچائین چھ لاکھ ان ہر سہ
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ ہی جو فی زمانہ اس مضبوطی و خوبصورتی کیساتھ دس لاکھ پر ہوین
بھی نہین بن سکتین کیونکہ اس نامکمل شخصی حکومت پر چیزکی ارزانی کم مزدوری اسوقت مین کہان
میسر آسکتی ہی عمارت کی تفصیل انشاء اللہ کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کیجائیگی اب رہی
یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کب و کس سنہ مین فتح اور آباد کیا ہی اسکے بھی تاریخی قرائن
اور تحریری دلائل موجودہ مین بعد فتح اجمیر کے دلیر خان دارالسلطنت دہلی آئے اور وہان جلوس
ثانی مین خلعت و انعام وغیرہ پانیکے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ مالہ ۱۰۶۹ھ
کا تھا انھین ایام مین دلیر خان اپنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہرکیف ۱۰۶۹ھ سنہ ۱۰۷۰ھ
تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کرلیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر مین پایا جاتا ہے
اسکے بعد حسب الحکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہانسے اسام وغیرہ جاکر دوسری
مہمات سرکی ہین اور کئی سال انکو ان مہمات مین مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ نوابصاحب بنگالہ جانیکے پیشتر شاہ آباد فتح کرچکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دے
چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کسیطرح ثابت نہین ہوتا بلکہ بنگالہ
سے کوچ بہار فتح کرتے ہوے اسام چلے گئے تھے اور وہانسے ۱۰۷۴ھ مین جاگیر پر آئے ہین
فرمان بادشاہی جو ۱۰۷۲ھ مین تحریر ہوا ہی اسمین شاہ آباد کا نام تحریر ہی اور اگر یہ کہا
جاے کہ فتح آسام اور ۱۰۷۲ھ مین آنیکے بعد نوابصاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسایا تو اس سے بیشتر ۱۰۵۳ھ مین قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان مین اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہرکیف یہ امر لازمی ہے کہ ۱۰۷۲ھ تک شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی یہان یہ ہوسکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرضیکیا ہو اور اسکے بعد کسی مہم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عنایت ہوا ہو۔ جب دلیر خان مہم بنگالہ و آسام وغیرہ مین مصروف ہون تو انکی عدم موجودگی مین انکے لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد مین مشغول ہون اسکے بعد جب دلیر خان مہمات سے یہان تشریف لاے ہون تو پھر انھون نے آبادی مین زیادہ ترقی دی ہو۔

۱۰۵۳ھ مین دلیر خان دکن گئے ہین اور ۱۰۵۸ھ مین وہان سیواجی کی مہم سر کرکے ۱۰۹۸ھ مین بجاپور کا قلع قمع کیا ہے۔ واجب العرض سرکاری مین جو زمانہ آبادی کا ۱۰۸۸ھ اور ۱۶۷۷ء لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہین معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیون معرض التوا مین ڈال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے غالبا بندوبست سرکاری مین باشندگان شاہ آباد نے بلاتحقیق موجب اس بانی روایت کے کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برسکے بعد بانی شہر یعنے نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا ۱۰۸۸ھ لکھا یا کیونکہ ۱۰۹۴ھ مین نواب دلیر خان نے رحلت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے مگر ۱۰۸۸ھ مین شاہ آباد کی آبادی کسیطرح ثابت نہین ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہین انھون نے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی معافی مین مرحمت کی ہے اور اسکی سند ۱۰۷۷ھ مین تحریر کی ہے اگر یہانکی آبادی موجودہ نہوتی تو قبل ۱۰۸۸ھ کے ۱۰۷۷ھ مین وہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد ۱۰۸۷ھ مین

کچھ اراضی ولیر خان نے اپنے چوبدار فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند مین گرد و نواح کے مکانات کے حدود بھی درج ہین اگر یہ خیال کیا جاے کہ قبل از فتح انگئی اور آبادی شاہ آباد کے یا سنا دو اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر مین آسکتے اسکے علاوہ ۱۰۸۷ھ مین دوسرا پروانہ ولیر خان نے شیخ محمد مہدیصاحب قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایۃ اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جسکے مکانات و مزارات محلہ بدریا مین ہین اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوے ہین تحریر کیا ہے جب شیخ مہدیصاحب کا انتقال ہو گیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کنھر پور انکے صاحبزادونکو دی ہے اگر قبل از ۱۰۸۷ھ کے شاہ آباد کی آبادی نہوتی اور شیخ مہدیصاحب یہان آباد نہوتے تو از روے سند سابق جو ولیر خان کیطرف سے شیخ محمد مہدیصاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب ولیر خان صاحبزادونکے نام کیونکر تحریر کیجاتی اور وہ دیہات کسطرح دیے جاتے غرضکہ ان دلائل سے ۱۰۸۸ھ سے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہے اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہین اور انپر ولیر خانی مہر جو ایک شعر مین بطور سجع کے ہے پڑی ہوئی ہے اور وہ شعر یہ ہے ؎

جلال داشت زروز ازل چو صدق ضمیر
ولیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانونکی پشت پر دفتر کے کارپردازونکی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے جب بوجہ کثرت آبادی کے قصبہ انگئی کے حدود سے باشندگان شاہ آباد کے مکانات و باغات تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا پر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی مین عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گذرانی چنانچہ بموجب استدعا کے جو مواضعات کہ ویران و افتادہ تھے علاوہ ان دیہات کے جو ولیر خان کو پیشتر عنایت

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوے اور اسکا فرمان ۱۷ جمادی الثانی
سنہ ۹۶ ہ کو مخاطب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرۂ کمال الدین خان مین بجنسہٖ درج
ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے
پچھم واو تر کیطرف موضع اودہرنپور و بلغ پچاس ہزار احد پور باغ لکھ پیڑا موسومہ بہ بڑا باغ
حد دکن موضع سرائے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرائے پختہ ویران آجتک پائی جاتی ہے
غرضکہ بہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبالہ قصبہ
شاہ آباد کا از روے پیمایش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بیگہ جریبی پختہ ہی بوجہ ویرانی
اور ضلع نہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک وہ مین سب سے بڑا یہی قصبہ ہی آبادی غیر مسلسل
ہونیکی یہ وجہ واقع ہوئی کہ بظور لشکر کے جابجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ
زمانہ عام ہتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ و جدال برپا رہا کرتی
تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانونکے محلونکی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر
مین بجاے قلعہ منہدمہ کے بڑی ڈیوڑھی قائم کیگئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکما و فقرا
کایستھ برہمن اور دیگر پیشہ ور رعایا کو آباد کیا گیا اور بازارونکو بسایا گیا اور محلونکے نام جو قوم
کہ اوسمین آباد کیگئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً مہمند سلیمانی۔ باقرزئی غلزی کہ ہر ایک
قبیلہ کی قومیت ہے جو پٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب
کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکی وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کیوقت جو افسر و
رفیق ہمراہ دلیر خان کے باغیون کے تدارک مین کام آے انکے ورثا کو ازراہ قدردانی افتادہ
ویران اراضی حوالی آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے
اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پروانے

منجانب نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوے یہ قبائل تعداد مین باون تھے اراضیات کے رہن و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکونکے ورثا کو نسلاً بعد نسل آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد مین ان لوگون کی حقتین خریدی تھین چنانچہ چاریگہ زمین مخلہ اللہ پور مین متعلقہ حویلی اختیار خان کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مول لی اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر سنہ ۱۱۴۲ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہرین ثبت ہین۔

اب یہانپر فرمان شاہی جو دلیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل سکی صفحہ آیندہ پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔

نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب دلیرخان

بسم الله الرحمن الرحیم

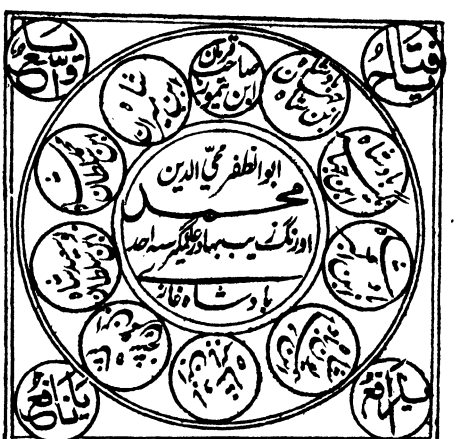

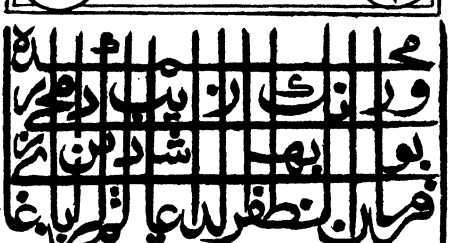

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید شجاعت و شهامت شعار
جلادت و بسالت آثار سردار مراحم نمایان لایق العنایة

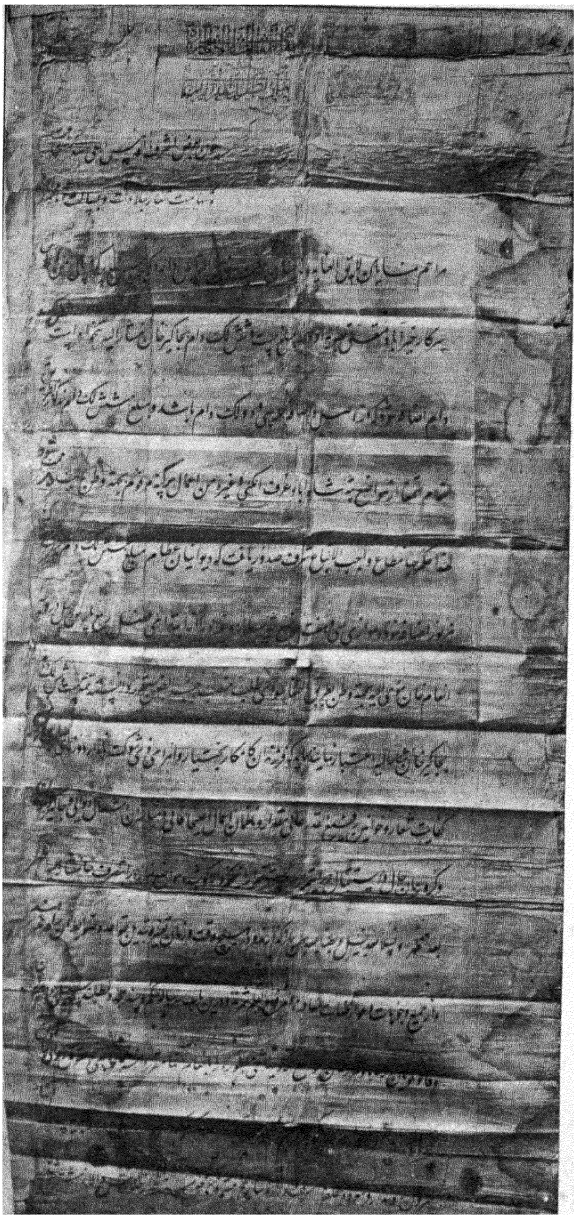

فرمان شاهي بنام نواب دلور خان بانئي شاه‌آباد

والاحسان دلیر خان التماس دارد کہ بر جمع پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق
بصوبہ اودہ کہ مبلغ بست و شش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ تنخواہ است
شش لک دام اضافہ شود کہ اصل و اضافہ جملہ سی و دو لک دام باشد
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام لتمغا از مواضع پتہ شاہ آباد عرف
انکئی وغیرہ من اعمال پرگنہ مرقوم بجہت وطن بہ بندہ مرحمت شود لہذا
حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت کہ دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنہ مزبور اضافہ نمودہ موازی سی و ہفت موضع
پتہ مسطورہ وغیرہ را از ابتدائے فصل ربیع پارس ئیل در وجہ انعام
خان مومی الیہ بجہت وطن بطریق لتمغا سوای طلب منصب بالضمن مقرر
دانستہ تتمہ بست و شش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ اعتبار نمایند
می باید کہ فرزندان کامگار بختیار و امرائے ذی شوکت نامدار و وزرائے
صائب رائے کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالیمقدار و ناظمان
علیخاقانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کروریان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیدہ
مواضع مذبورہ را بتصرف خان مشار الیہ ظہرا بعد ظہر و نسلا بعد نسل و بطنا

بعد بطن او باز گذارند و در هیچ وقت و زمان تغیر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن راه ندهند و از جمیع وجوهات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند و درین باب هر ساله حکم و سند مجدد نظلبند سبیل چودهریان و قانونگویان و رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهلے مسطوره را انعام آنها مقرر دانسته مالواجبی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان مومی الیه جواب گو و از انجمله چیزی قاصر و منکسر نکردانند و از اصلاح و صوابدید حسابی آنها بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتاریخ بستم ذی حجه سنه پنج از جلوس والا نوشته شد۔

جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک سنه جلوس مقدس مطابق سنه ۱۲ موافق اردی بهشت ماه الهی بر ساله نواب قدسی القاب زبدة خلافت و ابهت نور حدیقه سلطنت و دولت فروغ دودمان عز و اقبال چراغ خاندان جاه جلال و الاگهر بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستوده خصال خجسته شیم۔ و بمعرفت وزارت پناه کفایت و دستگاه شایسته اضاف و مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف قلطفات اجه کهاب کهی و نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد علی الحسینی قلمی میگردد که چون درینولا بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که امارت پناه ولیر خان از درگاه فضل و کرم التماس دارد

کہ در جمع پرگنہ پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق بصوبہ اودہ مبلغ بست شش لک دام بجاگیر خان مشارالیہ تنخواہ است شش دام اضافہ شود کہ جملہ اصل و اضافہ سی دو لک دام باشد مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع تہ شاہ آباد عرف انکئی وغیرہ از مواضع پرگنہ مذکور بموجب مسطور فی الزیل بجہت وطن مرحمت شود لہذا حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنہ مذکور اضافہ نمودہ مواضع تہ شاہ آباد وغیرہ دیہات مذکور را من ابتدائے ربیع پارس ئیل بانعام خان مومی الیہ بجہت وطن برسم التمغا سوائے طلب منصب عطا فرمودیم تمتہ بست شش لک دام را بجاگیر خان مشارالیہ حساب نمایند و مطابق فہرست جات قلمی شد شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ راجہ رکھاب کھی برسالہ نواب قدسی القاب ستودہ خصال خجستہ شیم و بمعرفت کمترین بندگان درگاہ داخل واقعہ نمایند

شرح حاشیہ بخط واقعہ نویس مطابق واقع است شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضاف مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجہ رکھاب کھی بعرض مکرر نمایند۔

شرح بخط سیادت پناہ رفعت و معالی درگاہ اشرف خان آنکہ نہم شہر رمضان سنہ جلوس مبارک مکرر بعرض تقدس نمایند شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضاف مراحم و تفقدات سزاوار صنوف عواطف تلطفات راجہ رکھاب کھی فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

بتاریخ ۲ شہر محرم الحرام سنہ جلوس مبارک نقل بعرض اقدس رسید

بتاریخ ۱۲ شہر محرم سنہ جلوس والا نقل بعرض مستطاب ایشان رسید

موضع
اصلے داخلے

ضہ موضع
جمع دامے حسب الحکم

بواقعہ مقابلہ شد سہ بوضعان سنہ
داخل دفتر ہا مجموعہ ابواب دیگر
بتاریخ ۱۴ شہر محرم سنہ معروف سی یکم

چھ لے لک
دام

الف

از تہ شاہ آباد عرف انکئی لگان مد سہ

موضع دو لاکھ تراسی ہزار دام

اصلے داخلے

ع موضع

جمع دامے

نقل
بتاریخ ۱۲ شہر محرم سنہ جلوس
نقل بدفتر شتی الملکی سنہ

نقل بدفتر ہا رسید نمودہ شد
بتاریخ ۱۷ شہر محرم احکام سنہ
نقل بدفتر شتی الملکی برگشتہ

موافق مواجب مقرر شد سنہ
بتاریخ ۲۵ شہر محرم سنہ
نقل بدفتر مفصل وجوہی محلی
بمحو تفصیل محلی

فی التاریخ سنہ جلوس مطالعہ ۱۴ شہر محرم

تھوک چاندو وغیرہ ۵ موضع	۴ ہزار دام	موضع اودھرن پور وغیرہ ۷ موضع اصلے داخلے ۱۷ موضع امواضع
تھوک چاند ۴ دام	تھوک برد ۴ دام	تھوک لہرو ۴ دام
تھوک ایراد ۴ دام	اودیہ پور ۱۰ موضع اصلے داخلے ۴ موضع امواضع الکے صحابہ ۱ ایک لاکھ چھ ہزار پانسو	نکلو پور ۱۰ موضع ۴ دام
منشیا وان ۴ دام	نیوری ۱۰ صحابہ	

از تہ ایگوان ۱۰ موضع جمع دامے	۴ دام		
ایگوان خاص ۴ موضع	سرائے رانگ ۴ موضع	ہرائی ۴ موضع بلا قید اسم ۱۰ دام	کندپور عرف کرنا ۴ دام
خاص نظام پور موضع	محمد پور موضع	خاص ترلوک موضع	رسول پور موضع
۴ صحابہ	۴ ہزار دام		

از تہ کچھ ۱۰ موضع اصلے داخلے ۴ موضع ۱۰ موضع مندرجہ جمع دامے		لگان دو لک بیس ہزار	
بھگا یوان ۴ موضع اصلے داخلے ۱ موضع ۱۰ موضع جمع دامے چھیاسٹھ ہزار	کچھیا و خواجہ کلان پور دو موضع اصلے داخلے ۱ موضع ۱۰ موضع ۴ صحابہ	کرنا مؤ ۱۰ صحابہ	نرسا پور ۱۰ صحابہ
بچھیا دو موضع اصلے داخلے ۱ موضع ۱۰ موضع ۴ صحابہ	روپا پور لہر ۴ صحابہ		

برسالہ باہ شاہزادہ کامکار نامدار گرامی نسب عالی تبار نور حدقہ خلافت و اہبت نور حدیقہ سلطنت و دولت فروغ دودمان دولت و اقبال

چراغ خاندان جاہ و جلال والا گہر بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستودہ خصال خجستہ شیم شاہزادہ محمد عظم شاہ زاد اقبالہ

اب یہان پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کردینا
مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگئی کی آبادی کے متعلق ہمین کوئی تاریخ ہندی
نہین ملی مگر ہمارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہین ایک سنسکرت کی پوتھی
سے ترجمہ کرکے کچھ حالات لکھاے ہین جو نذر خاطرین کیے جاتے ہین انکی روایت مین
ہے کہ انگئی اصل مین انگدہ گڈھ تھا راجہ انگد نے یہ بستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگد
مہاراجہ رامچندر کے سپہ سالار تھے مہاراجہ رامچندر سورج بنسی خاندان سے تھے
جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہین انکے والد راجہ دسرتھ تھے جنکا پایہ تخت
اجودہیا تھا جب مہاراجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک دکن کی راجدھانی کو جو
اسوقت مین جزیرۂ لنکا اور اب اردو مین سنگلدیب اور انگریزی مین سلون کہتے
ہین فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہان چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگد
نے چمپاپور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی
اور بڑی بڑی لڑائیان جیت کر مہاراجہ رامچندر کے دلمین بہت گنجایش اور محبت
پیدا کرلی جب وہان سے وہ کامیاب ہوکر اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس
آئے تو مہاراجہ رامچندر نے اپنے پایہ تخت کے پچھم کیجانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر
راجہ انگد کو جاگیر عنایت کی اور انھون نے یہان آکر اس مقام پر ایک بستی
بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کرکے انگد گڈھیا انگئی رکھا اور اوسمین
پانچ کنوئین جنکے نام۔ گنگودک[۱]۔ سمندر[۲] رکھار۔ سوبھدرہ[۳]۔ کوشودک[۴]۔ پیوبرت[۵]
اور نو تیرتھ جنکے نام۔ نربدا[۱]۔ گروتھ[۲]۔ برہمہ ورت[۳]۔ مہنڈکا[۴]۔ باراہ[۵]۔ ساگر
ورائے برت[۶]۔ رتھیتہ[۷]۔ برنگدا گا[۸]۔ قائم کیے یہ مقام نیکھار سے ۲۸ کوس

پچھم کیطرف واقع ہے اور بموجب اونکے عقیدہ کے ٹیکم دیو کا تعلق نربدہ سے ہی اور جالتی دیبی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض راجہ انگد کو مہاراجہ رامچندر کی اولاد مین بھی بتلاتے ہین واللہ علم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلّونکے نام جو تعداد مین ۵۲ تھے

سید خیل	اللہ پور	امن زی	شیخوپور
ملکا پور	جنگلیان	خلیل	نئی بستی
ولی یمین	محلہ شمشیر خان	غلزی	احاطہ حکیم عبدالسبحان خان
میران کی بستی	محلہ جعفر خان عرف موجا کن	نیکوزی	بازید خیل
مولا گنج محلہ حاجی حیات خان	مہمند	سلیمانی	گڈھی کلان
گڈھی بغیا	بازید خیل ہمت خان	باقرزی	تاجپورہ
سیدخیل ثانی محلہ علی شیر خان	محلہ سورون	دلاورپور	اختیارپور
عنایت پور	یونس خیل	نی بی زی	کھیڑہ عظمت خان
گگیانی	ماہی باغ	محلہ بنھیا	ٹیڑھا نیب
کوٹ غرومیان	بازید خیل نعمت خان	گنجی خانزاد	ابن زی کھتہ والا
نعلبندان	سیدواڑہ	بازید خیل ثانی محمود والا	ٹلوا ویران
ہروا ویران	ٹلیا ویران	کھتہ	بھوڑیا
باراپور ویران	محلہ اسمعیل خان	کوٹ باجیل	محلہ سنجر خان

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھین کے نام سے محلہ باقرزئی عرف ہوا ٹولہ آباد ہوا ہے یہ باقرزئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقرزئی مشہور ہوا یہ فوج مین نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھون نے اس اراضی کا فرمان بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقرزی کے ابتک شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیکنام خان کے نامور فرزند تھے انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد مین عابد اور باخدا انسان گذرے ہین بعض کاغذات کہنہ مین انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذون مین عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ با وقعت الفاظ لکھے ہوے راقم کی نظر سے گذرے ہین سنہ ۹۶ھ مین خان موصوف نے ایک موضع زنار داروں سے خرید کیا تھا جس سے انکا تمول اسی زمانہ سے پایا جاتا ہے

نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقرزئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چون بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب سند
دلیر خان موازی یکصد و بست بیگہ زمین از پرگنہ پالی
سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ آودہ از انجملہ بست بیگہ بہمت باغ در سواد قصبہ
شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است و مشار الیہ
اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والاشان دارد
حکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او حسب الضمن
مقرر باشد کہ حاصلات انرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
خود نموده بدعاے بقاے دولت ابد طراز اشتغال میداشتہ باشد میباید
کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال ایخکم والا
را مستمر دانستہ اراضی مسطورہ را بتصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و بعلت مالوجہات و اخراجات مثل
قتلغہ و پیشکش و جریبانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیکار و شکار
دوہ نیمی مقدمی و صدولی و قانونگوئی و ضبط ہر سالہ و تکرار زراعت و کل تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در نیاب ہر سالہ سند مجدد
نہ طلبند و اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد انرا عتبار نکنند تاکید دانند۔

بتاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک
سنہ بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

عبارت بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتدہم شہر ۲۴ سنہ ج والا موافق ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الہی برسالہ سعادت ونجابت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الہی صدر رفیع القدر قلیچ خان۔ و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ نورالدین محمد قلی میگردد کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب سند دلیر خان موازی یکصد وبست بیگہ زمین از پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودھ از انجملہ بست بیگہ بجہت باغ در سواد قصبہ شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است ومشار الیہ اراضی مذکورہ را قابض ومتصرف التماس فرمان والاشان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش وباغ او مرحمت فرمودیم اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جمادی الاولی سنہ ۲۴ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط سیادت ونجابت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ صدر رفیع القدر قلیچ خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط مومتمن الدولۃ العلیۃ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رسانند۔

شرح بخط خانہ زاد لایق العنایۃ والاحسان قابل المرحمۃ والامتنان لطف اللہ خان
آنکہ دوازدہم شہر شعبان ۲۴ جلوس میمنت مانوس مکرر بعرض مقدس رسید۔
شرح بخط خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند
ماعمگہ زمین از محلقدیم

بتاریخ ۱۹ شہر شوال سنہ ۲۵ جلوس وازموافق سنہ ۹۳ و الف مطابق ۱۴ ماہ
الی نقل بدفتر صاحب الرجوع شد ایلچی افتح
بتاریخ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۲۵ جلوس نقل بدفتر استفادہ رسید
۱۵ شہر محرم الحرام سنہ ۲۶ داخل سیاہہ حضور شد

بتاریخ ۱۱ شہر ذی الحجہ سنہ ۲۵ جلوس داخل سیاہہ حضور شد

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلی اور نہایت بہادر و شجاع انسان تھے محلہ مہمند مین مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آجتک آبادہی اس سے انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا۔

دیوان رحیمداد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلی اور نہایت دیندار و جری بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینوجہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہی راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضعداری و بہادری اور دیگر خوبیون مین ممتاز تھے انکی اولاد نے محکم دولت اے کے خاندان کو عسل صحت کے موقعون پر اکثر چک و باغ دیے ہین جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین ہین جنسے انکا صاحب ثروت ہونا ثابت ہی آپکی اولاد مین بادل خان تھے جنکے فرزندان ارشاد علیخان کرم علیخان نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوے ہین باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال و باتوقیر ہی چند سال ہوے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علیخان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ تھے انتقال کیا وہ خلیق و متحمل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ مین امتیاز علیخان بھی شریفانہ وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیمداد خان سلیمانی مذکورۂ بالا کے داماد تھے اور بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جاتے ہین اور محلہ کے بانی اور سرگروہ ثابت ہوتے ہین ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہمنام ہون۔

حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خان وہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر بنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات مین منقول ہین مگر یہ امر تحقیق نہ ہوسکا کہ وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و شمشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہین انھون نے اپنا محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے من زی تھے انکی اولاد یہان سے قصبہ ملیح آباد مین جاکر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودہ کی نظامت سے بیسواڑہ و ملیح آباد و سندیلہ وغیرہ کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیح آباد مین بھی رہا کیے اسلیے بعض ہمقوم پٹھان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین آباد ہوے شمشیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مؤلف تاریخ محزن اخبار ہین عہد شاہی مین بمقام ملیح آباد رہے ہین اور سنجر خان کی اولاد مین بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیح آباد مین رہے سہے ہین جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان و عبدالنبی کے حالات مین لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے ہین ان حضرات کی اولاد محلہ بختیار نگر وغیرہ مین گذری اور ابتک امداد علیخان و عبدالعلیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہین۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکوزی خلیل۔ سیدخیل۔ بازیدخیل۔ غلزی۔ اپنے بانیونکے قوم سے منسوب ہین اور بعض محلے دوسری خصوصیت کیوجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوے۔

یہ روایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ اکثر اراضی محلونکی آبادی کیلیے بارہ بیگہ پختہ الی گز سے محلہ والونکو دیگئی تھی مگر بعض اسناد مین چالیس بیگہ بھی دیکھنے مین آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہین وہین سے بعض یہان درج کیجاتی ہین
دلیر خان نے اپنی حیات مین اپنے بیٹونکو بھی مواضعات و مکانات تقسیم کیے تھے
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ انکے فتحمحمود خان کو موضع اودھر پور دیا تھا
جسکی اصلی سند دلیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب دلیر خان بنام فتحمحمود خان

مہر
ہلال اشہد فی رد ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شد ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی از تہ شاہ آباد
سرکار خیر آباد صوبہ اودہ بدانند۔
موضع خانپور خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا
علمہ پرگنہ مرقوم در وجہ انعام برخوردار اقبال آثار فتحمحمود خان من
ابتدائے فصل خریف قوی ئیل سنہ ۸۵ اف یکہزار و ہشتاد و ہفت فصلی حسب الضمن
مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند کہ حسب حال
آنرا متصرف بودہ در ازدیاد آبادانی و تکثیر زراعت و عمارت جہد بلیغ بکار برند۔
در ینباب قدغن دانند۔ فی التاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۹۰ ۱ھ

جانب پشت

ملاحظہ نمایند

تحقیق
۲۱ رمضان سنہ ۱۲۳۰ بحضور
کہ موضع اس
بتاریخ ۲۱ رمضان سنہ ۹۰ ۱ھ
بمحمد یوسف خان نامے

ضمن نویسی

شرح فرمان روجہ انعام خانی ادہ فتح معمور خان زموضع خانپور تہ شاہ آباد از جملہ دیہات
انتفاعیہ پرگنہ پالی من ابتدائے فصلہ ریف قوی سل ۱۲۸۰ف مرحمت شد قلمی شد۔

۱۲ رمضان المبارک ۱۲۸۰ھ
نقل بیت دیوان رستم
خواجہ بایندر کس بگیر
حسب الامر از ابتدائے فصلہ ریف
قوی سل ۱۲۸۰ف مرحمت شد

شد بعہدہ داگی جناب سید محمد
اکبر شاہ در وجہ انعام
مقرر شدہ از ابتدائے فصلہ ریف
۱۲۸۰ف

۲۰-۰-۰ موضع خانپور تہ شاہ آباد

شرح دستخط وزارت پناہ

ایک موضع اصل
۱۲۸۰ھ

۱۲۸۰ھ

اس کے بعد ایک باغ جو اہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سند مین داخل ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملون نے اس سے مزاحمت کی فتح معمور خان نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے عطا کی جسکی نقل بجنسہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

مہر
جلال داشت زروتلاح صدق ضمیر
دلیر خان شدہ زالطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال واستقبال تہ شاہ آباد محال وطن بدانند

کہ موضع خانپور عرف اودہ پور در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتح معمور خان من ابتدائے فصلہ ریف ۱۲۸۰ف یکہزار ہشتاد و ہفت فصلی مرحمت گشتہ باید کہ در ینولا کسان

برخوردار مسطور در باب گذر و باغ ولی نعمت مرحومہ بعرض رسانیدند کہ عاملان پرگنہ جہت حاصل مزبور مزاحم میشوند لہذا من ابتدائے فصل خریف یحیی ئیل ۱۰۸۸ھ حاصلات گذر راہ و باغ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور است حسب الضمن مرحمت نمودہ شد باید کہ حاصل گذر و باغ تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند و از محصول ۱۰۸۷ھ مزاحم نشوند در ینباب قدغن دانند۔

تحریر فی التاریخ پنجم شہر رمضان المبارک سنہ ۹۱ھ ایکہزار نود و یک ہجری

شیخ فتح اللہ ابن عبد الحکیم حسینی

جانب پشت پروانہ ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی تاریخ ۶ جمادی الاول سنہ ۹۱ھ

شرح ضمن حاصل گذر راہ موضع خانپور عرف اودہرنپور و باغ حضرت ولی نعمت جواز محال وطن کہ در وجہ انعام برخوردار اقبال مند محمود خان من ابتدائے ۱۰۸۷ھ مقرر گشتہ بود عامل محال مرقوم جہت حاصل مذکور مزاحم شدہ بنابران حاصل گذر راہ و باغ مسطور من ابتدائے فصل خریف یحیی ئیل ۱۰۸۸ھ مرحمت گشتہ و از محصول ۱۰۸۷ھ مزاحم نشوند و تعلق و تصرف برخوردار اقبال مند واگذارند ضمن قلمی شد

سنہ ۹۱ھ

بہ ابقاء کار دفتر

حاصل گذر راہ موضع خانپور عرف اودہرنپور

باغ مقفورہ مرحومہ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور است

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوبدار ونکو جنکا نام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیڑہ مین عنایت کی یہ اصل سند بھی آجتک موجود ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنج بیگہ زمین پختہ برائے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز والہ بخش چوبداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکور متصل حویلی ہر رائے پیمودہ مدہند کہ نامبردہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند و از رعایائے پیرامون حویلی آنہا ہیچ یکے مزاحم نشود و رینباب تاکید حسب السطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ غرہ محرم سنہ ۱۱۸۰ یکہزار و ہشتاد و ہفت ہجری

حافظ محمد نبی — حافظ محمد مسلم مہدی

اسیطرح ایک سند دلیر خان نے اپنے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی درج ذیل ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنجاہ بیگہ بگزالہی زمین بنجر افتادہ خارج جمیع لایق زراعت در وجہ انعام میکو چودہری بازار شاہ آباد من ابتدائے فصل خریف لوی ایل سنہ مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب دانند پیمودہ وچک بستہ دہند کہ مزروع ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سر براہ خدمت مذکور بہ دیانت و امانت و حسن سلوک بارعایا و سکنہ قصبۂ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی باشد زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفر ختم اللہ وسیلۃ الظفر سنہ ۱۱۸۰

عصمت اللہ — دبال ہرائے

غرضکہ اسطرح بیسیون سندین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہین ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صدہا بیگہ اراضی دلیر خان صاحب نے تقسیم کی ہے

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنھر پور حضرت شیخ محمد مدیصاحب قادری
کو جاگیر مین دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مدیصاحب موصوف مین درج ہے
ولیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان
جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوے انھون نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سندین
دی ہین جو انکے تذکرہ مین انشاء اللہ درج ہونگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب ولیر خان کے ساتھ معرکہ مین شہید ہوے ہین انکی لاشین
بھی ولیر خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونیکی غرض سے اصلی وطن شاہ آباد مین
بھجوائی ہین چنانچہ اسمعیل خان امینہ زی جو ملک دکن مین شہید ہوے تھے انکا تابوت
ولیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہان سے لاکر یہان دفن کیے گئے تھے
اسمعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہین جنکے بیٹے
شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولڑکے سرمست خان
اور بخش اللہ خان پیدا ہوے تھے جب یہ دونون بھائی دکن جاکر مفقود الخبر ہوگئے
اور اونکی ملکیت اور محلہ پر رائے موہن لال اور ہیرالال کایستھون نے نواب
اعزاز خان کیطرف سے ایک جعلی سند بناکر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ کیطرف
سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اوسپر مہرین اور گواہیان
کثرت سے تحریر کی تھین اس صورتحال مین یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی
عبارت مین ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب دلیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتین تعمیر کرانا

نواب دلیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری مین جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نکچھ اپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت مین داخل تھا جہان انکے لشکر کی چھاونی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہان آبادی اور مکان وغیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انمین بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جسجگہ اُنکے فرج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کرکے مسلمانونکی نعشین دفن کرادیتے اور ہنود کی لاشین جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر اونکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیر خان جب شاہجہان کے عہد مین دہلی مین قیام فرما تھے تو ایک حویلی اور باغ شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نوسو بیگہ خام اراضی حسب درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت اراضی وہانکے زمینداروں اور مالکون سے انھون نے خرید کی تھی بعض حقیت کا بیعنامہ انکے نام ابتک موجود ہی بیعنامہ[1] موضع نہرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے راقم نے حاشیہ پر درج کردیا ہے

[1] نقل بیعنامہ موضع نہرولہ زد غریہ دلیر خان

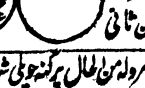

اللہ اکبر۔ ظل سبحانی۔ صاحبقران ثانی

غرض زین نوشتہ آنکہ چون مین از موضع نہرولہ من الحال پرگنہ حویلی شاہجہان آباد کہ بندگان حضرت قدر قدرت سلیمان منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان بخشتہ باغ و حویلی مرحمت فرمودند۔ سنکہ مانوسہ ولد دوپچند و واحد ولد جادون و مانا ولد گوپی و پچھتو ولد مکنس آسا ولد رحمان ساکھان لدرورا مالکان موضع مذکورایم۔ اراضی بست بیگہ زمین بخشتہ از موضع مذکور کہ در شمشو تکدی امان ہست بمبلغ یکصد و بست و یکصد روپیہ النصف شصمت و نیم روپیہ میشود برضا و رغبت خود بابدست خان مشارالیہ فروختیم و بملے آمد و قبض و تصرف خود

دلیر خان نے دہلی میں اجمیری دروازہ کیطرف قریب جیسنگہ پورہ کے جو مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنولئے تھے اور رعایا آباد کرکے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

بقیہ صفحۂ ماقبل آوردیم اگر ثانی الحال وارث اراضی مذبور ظاہر شود و یا دعوے پیش نماید عند الشرع دروغے و نامسموع بود این چند کلمہ بطریق سند نوشتہ و دیم کہ ثانی الحال صحت بودہ باشد حدود بدین تفصیل

شرق غرب جنوب شمال

حدود دیوار پیمودہ لدر یاد سر سال ۱۰۵۲ زمین حویلی روپ سنگھ ولد کشن سنگھ باغ قطب کلال و تال فیروز شاہ و چاہ دیوار باغ او گرسین راٹھور و چاہ کہنہ کہ در حال مشرا لیہ است پختہ در زمین کہ حال موی الیہ است

گواہ سد نہم شہر رجب المرجب سنہ ۲۴ جلوس مبارک

بندہ درگاہ کمند داس محرر ہیرے قانونگوئے شاہجہان آباد

انچہ در متن نوشتہ ایست بیان واقعہ است

(دست قانونگو کلانہ اے چوہدری شاہجہان باد)

۱؎ دیکھو تاریخ اخبار محمدی کے صفحہ ۲۵ کو۔ از چار دیواری خاص شاہجہان آباد چہار و سی صد بیگہ اراضی خام در دہلی بنا بر تیار ساختن مکان خود بہادر خان مبلغ صد بیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نمودہ و حضرت خلافت مرتبت بموجب درخواست ہر دو سرداز یکہزار سہ صد و سی بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان و مبذلین انجا زخرید نمودہ چنانچہ بہادر خان در دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگہ پورہ بسمت دروازہ اجمیری شہر پناہ تعمیر مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ بہمین دستور جلال خان مخاطب بہ دلیر خان صد بیگہ اراضی زخرید نمودہ قریب جے سنگھ پورہ کہ مقام رسد و دیوار بیرون است مکانات سکونت خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ نواب قمر الدین خان وزیر اعظم بسمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہجہان آباد دلیر پورہ اشتہار دارد و اکثرے دران برف سازان سکونت میدارند و در اکثر جا ما صوبجات نواب بہادر خان و نواب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات و مساجد و مقابر و سرائے مسافران و چاہ ہائے و پلہائے بنا کردہ آنہا ست و در سرکار کالپی و سرکار قنوج محلسرا و دیوانخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ با و سرائے نزول مسافران و درگاہ حاجی شریف زندنی و مقبرہ ہائے حضرت بالا پیر و حضرت صدی و چند مکانات بدرگاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مدار و موضع مکن پور بنا کردہ آنہا ست و در الہ آباد و حویلی سکنی و محلہ بنا نہادہ است و در سرکار لکھنو بر دریائے گومتی عمارات عالی کہ بکان آن نواب شجاع الدولہ و بیغ محلہ تعمیر نمودہ آن حویلی نواب دلیر خان است۔

نواب قمرالدین خان وزیر اعظم کے وہ مکانات آبادی باقی تھی اور ہمیں رہا کرتے تھے
اکثر صوبجات مین ولیر خان اور بہادر خان دونون بھائیون نے مساجد سرائیں چاہات
پل بنوائے سرکار کالپی و قنوج کی جاگیر جب انکے متعلق تھی اور وہان یہ قیام فرما تھے
تو وہان بھی انھون نے محلسرا دیوانخانے جلوخانے و باغات و سرا بنوائے اور درگاہ
حاجی زندنی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مہدیصاحب تعمیر کرائے مقبرہ
بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آجتک لگا ہوا ہے جو آیندہ اسی سلسلہ بیان
مین تحریر ہے اور مکن پور مین شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے
قریب مدرسہ اور حجرہ ولیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور مین بھی موجود ہے
اور وہ یہ ہے کہ نواب ولیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ
تعمیر کرایا ہے انکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہوجانیسے خراب ہوگیا
پڑھا نہین جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائین بائین دو حجرہ ہین ایک حجرہ سلح خانہ کے نام
سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ مین صاحبزادگان درگاہ
کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی مین اسیجگہ حضرت قطب المدار بھی رونق افروز
ہوتے تھے اور اسوجہ سے اسمقام کو شرف حاصل ہے غسل و نصب فقرائے مداریہ کا
بھی اسی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد مہرسہ خواجگان یعنی جو اولاد
آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اسیجگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعہد جنت آشیانی شاہجہان بادشاہ
نور اللہ مرقدہ نواب ولیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری تعمیر کنانید کتبہ بر طاق
محرابش چسپانیدہ است درخواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

یکے موسوم بہ (سلح خانہ) و دیگرے بہ (توشہ خانہ) و در جمعیت خانہ نشستگاہ
صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش درینجا تشریف
ارزانی می فرمودند لہذا باین اعتبار این مقام شرفے دارد عزل و نصب برگروہ فقرائے
خاندان عالیہ مداریہ ازینجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در
اولاد برادر آنحضرت و جانشینان وے قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع
طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مصنفہ سید امیر حسن صاحب
مداری مطبوعہ مطبع عزیزی واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد مین جب انکا قیام تھا تو وہان ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرالی تھی
اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنو
مین تھا تو دریاے گومتی پر انھون نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ
برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہانپر پنج محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ
مکان وجگہ انھین کی حکومت مین تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین
صوبہ اودھ سلاطین اودہ کے قبضہ مین آیا انسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ
کے ناظم رہے اور لکھنو کی اراضیات وغیرہ کے رہنمے و بینامے نواب کمال الدین
خان کے نام ابتک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنو کوئی بڑا شہر نہ تھا
ایک معمولی قصبہ تھا جسمین شاہان دہلی کیطرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے
نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلے سلاطین اودہ کے ہین صوبہ دار
ہو کر دہلی سے اودہ کیطرف آئے ہین۔

ملیح آباد مین عرصہ تک نکی چھاؤنی رہی وہان انھون نے ایک سرا اور چند مکانات بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملیح آباد مین تالہ بیتاپر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ مین موضع دلیرنگر عرف موضع کندولی بھی دلیر خان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن مین بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کٹرے وگنج و اصطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زمانہ صوبہ داری مین اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ مین بنوائے تھے لوگون نے دیکھے ہین اسی طرح لاہور مین حویلیان و کٹرہ بنوایا اور اکبر آباد مین بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریائے گنگا کے کنارہ مینان دو آب کے ایک قصبہ پوتھہے اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڈھ نواب بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان مین اکثر مکانات و مزار حضرت بہاء الحق زکریا اور حضرت شمس تبریز کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت مین مرقوم ہی اور ملک اسام ولایت رنگ مین بمقام ستر پور بہت سے مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور ماثر عالمگیری مین ہے کہ

سلہ دور ملیح آباد و مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر اوست و قصبہ خرد در حوالی وکن ہم آباد ساختہ و دیگر عمارات و سرائے ہا و دوبا ولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجہات و اصطبل ہا در اورنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ در ایام صوبہ داری خود نواب دلیر خان تعمیر نمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بنجا بسیار مکانات است و در اکبر آباد حویلیات و باغہا و کٹرہ تعمیر کردہ در میان دو آب بر لب گنگ قصبہ پوتھہ است و در ان قلعہ تعمیر و باغہا و دو سہ کردہ از قصبہ مذکور بسمت مغرب بہادر گڈھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکان و درگاہ از سر نو حضرت بہاء الحق زکریا و حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نواب بہادر خان است و در ملک آسام بولایت رنگ بمقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ دلیر خان ست کہ بچھاؤنی دلیر خان اشتہار دارد صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷ اخبار محبت

سلہ سیوم ذی الحجہ قلعہ احمد نگر ساختہ دلیر خان مضرب خیام نصرت احتشام گردید صفحہ ۲۳۹ سطر ۸ جلوس ماثر عالمگیری

احمد نگر مین قلعہ خام دلیر خان نے بنوایا تھا جسمین خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہمنے خیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھین تاریخ اخبار محبت کی عبارت بجنسہ حاشیہ پر تحریر کردی ہے اسقدر جابجا عمارات تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہین ہوسکتی جس صوبہ کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار رہونگے وہان مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جسجگہ قیام کیا وہان کچھ کچھ بنوادیا ہوگا

نواب دلیر خان کا کھیڑہ نونہرولوہی کھیڑہ کو فتح کرکے اپنے بھائی نواب بہادر خان کیطرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو مجمل طور پر پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد مین قنوج وکالپی کی جاگیر ان دونون بھائیون کو دیگئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہان قیام رکھتے تھے اور وہان[1] انھون نے عالیشان عمارتین بنوائی تھین چنانچہ قنوج مین درگاہ شیخ کبیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

[1] درہنگام آبادی وراثخلافت شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی وقنوج بہادر خان بجاگیر خود ہا میداشت ودر قنوج بہادر خان ودلیر خان طرح عمارات عالی ودرگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ وسرائے نزول مسافران تعمیر ساختہ وجاے سکونت متعلقان خود ہا مقرر کردہ بودند روزے پنج لک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کولہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہنود قوم راجپوت یاچپل وکور مرسلہ راجہ ہاے آنجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب اتاخت وتاراج وغارت کردہ بودند ودر مقابلہ ومقاتلہ اکثر جمعداران وبسیار سپاہیان بکار آمدہ چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خانموصوف بحضور بادشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برلے آبادی وطن خود ہا درخواست نمودہ از حضور پرنور بادشاہ عالم پناہ چہاردہ موضع کہ ہریک موضع بمنزلہ محال بود معاف فرمودند وبہادر خان برلے قطع شجر حیات مفسدان

در زمان دولت نواب معلے القاب بهادر خان بن دلیر خان
افغان غوریہ خیل داؤدزئی عمارت پذیرفت۔

(در خانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری
در عہد سلطنت ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی
شاہجہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تعمیر پذیر شدہ

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی حرفوں سے ثابت ہو گیا غرضکہ انکی آمد و رفت
دہلی و قنوج سے اکثر رہا کرتی تھی ایکبار پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب
بہادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگونکے ہمراہ وہ زر نقد و
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جسمقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہان
کثرت سے جنگل خاردار تھا اور تین خود سر لوٹیرے راجہ آباد تھے اونھون نے اپنے
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیون نے آکر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ماقبل راجہ ہائے آندیار مدار المہام دلیر خان براور خود را مقرر کردہ رخصت فرمودند دلیر خان در آنجا رسیدہ
قریب کھیڑہ نونہر مقابلہ کارزار نمودہ راجہ ہائے باجمعیت بیشمار پیش آمدہ کارنامہ رستمے بظہور آوردہ بعد زد و خورد
بسیار و جانبازی سپاہیان جان نثار حق سبحانہ تعالی نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیر خان وزید و کھیڑہ نونہر و کھیڑہ
لوہی و کھیڑہ بجاری کہ اماکن سکنی راجہ ہائے عمدہ بودند و دیگر مکان تواریخ آن تقتیل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہائے
فیل نشین معہ یازدہ ہزار و سہ صد زن و مرد زیر تیغ سر دادہ بشمار آمدند و یکہزار و یکصد افغان با تہور پیشہ شجاعت نشان
فایض بپایہ شہادت گشتند و دو زخم یکے گولہ تفنگ و پائے و دیگرے تیر بہ بازو شہباز خان قوت بازوے دلیر خان
رسیدہ از فضل الہی زخمہائے کارگر نشدہ و چہیے نام زمیندار سلانپور و بفرار آوردہ و دلیر خان فتح و نصرت داخل
خیمہ شدہ و حکم برائے بریدن جنگل کہ عظیم بود نمود و پسران قوم راجپوتان با چیل و کور و دیگر قوم ہا کہ گرشتہ آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقاتلہ مین اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان سے مارے گئے چند آدمی جو جان بچاکر بھاگ گئے تھے اونھون نے جاکر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سنکر نہایت غصہ مین آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجاے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کرکے اس سرزمین کو آباد کرون بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرماکر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاف فرمائے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کرکے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

بقیہ صفحہ ماقبل محبوس ساختند و این فتح بسرزمین دیھہ چنور نبطور پیوست و گنج شہیدہ و حظیرہ قبور افغانان و دیھہ مذکور کہ از قلعہ دو کروہ بسمت شمال واقعہ است مدفون اند و ہر سال بعد فراغ نماز عیدین بروز دیگر افغانان بنا بر فاتحہ خوانی بزرگان شہد امیروند و ہر سال وسیلہ عظیم در انجا میشوند القصہ دلیر خان علیہ الرحمۃ حوال مفصل فوز فتح بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی نذر مبارکباد فتح مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان معہ خلعت حضور مصحوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف ورود فرمود معزز و مکرم ساخت و ران مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا و انور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلہاے سکونت قبایل ایخانب وضع بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و بجہت آبادی شہر شاہجہانپور بجاے مناسب کردہ و خواجہ سرا و معمار مذکورین نمایندہ و پران راجپوتان وغیرہ را مشرف باسلام و رآوردہ دان سرزمین را از خار بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ انصوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیڑہ نو نہر کہ جاے صدر نشین بود بسمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ و نہر جاری است یکے گزاردوم کھنو دنام جاری بہت تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بسمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد برآوزہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین براے نہادن باغ لک پیڑہ حکم کردہ و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور بہت نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر اسمی خود آباد ساخت و در آنجا شہباز خان بعد فتح خیمہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہباز نگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را میر ابتمام مقرر فرمودہ و فرمان

اور قریب کھیڑہ نوہر کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

بقیہ صفحہ ماقبل عمارات بانو نمار دہلی را قرار واقعہ فہمانیدہ کہ احدی کسے دقیقہ فروگذاشت نکند و سلطان راجپوتان قوم باچیل و کورو دیگر قوم ازنل وغیرہ کہ دہندی مقید بودند بشرف دین محمدی در اوردہ آنہا را خطاب خاصیلان بخشیدہ خود متوجہ درگاہ سلطانی شدہ چون دلیر خان بحضور رسید بجہان رسیدند مورد عنایات سلطانیہ گشتہ رخصت یافتہ در آنزمان کہ بہادر خان متعین مہم بدخشان بودند در آنجا رسیدند چون بہادر خان را دیدند بروچشمش بوسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان و بلخ و ملتان وغیرہ الکھو کھا افغان برادر ہمقوم برادر خان و دلیر خان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ بدخشان خواہین محمد حسین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست از آنہا آبادی شاہجہانپور وطن خود کردند چنانچہ نہ ہزار افغانان ہر یک قوم سرہنی وغیرہ بنا بر آبادی شہر شاہجہانپور تیار شدہ بہادر خان از افغانان قوم خیل خیل علحدہ علحدہ کردہ در ہر خیل مدبر لیق ہم داری دانستہ بخطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجاہ و دو خیل بشمار آمدہ از ملک آنہا فرمودند ہر یک خیل علحدہ علحدہ در شاہجہانپور آباد شود آن محلہ باسم آن خیل نام زد کند چنان شود کہ کسے افغان خیل خود را گذاشتہ در خیل دیگر آباد شود و گرد آبادی شہر افغانان و در میان رہا باد پیش و چپ راست قلعہ خاص خیلان نو مسلم آباد شوند و باین طور ہر یک را فہمانیدہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان و یوسف خان شہ باز خان برادر خود کردہ برائے آبادی شہر شاہجہان پور رسیدہ بموجب حکم آن آباد شہر قرار دادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بسمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد گویند کہ بعد آبادی شہر شاہجہان پور و تعمیر قلعہ بہادر خان و دلیر خان تشریف اوردہ شہر و قلعہ را بنظر غور و ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی بہادر گنج و دلیر گنج فرمودہ بعض گویند کہ ہفت روز و بعض گفتہ کہ دوازدہ روز بہادر خان استقامت داشتہ بار دیگر بقید حیات خود تشریف نہ آوردہ۔ از اخبار بمبئی صفحہ (۲۲۹)

کولاے فریقین مین نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان
کو فتح حاصل ہوئی یہ تینون راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے تحت و تابع باون
زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ دارونکی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار
تین سو مرد و عورت کے قتل ہوے اور ایکہزار ایک سو پٹھان جو نہایت جری
تھے وہ سب شہید ہوے دو زخم ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے
بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگھ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتحمند ہوکر خیمہ
مین داخل ہوے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باچھل وغیرہ جو گرفتار
ہوے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پٹھان کام آے تھے وہ سب موضع چنور مین
دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستور تھا
جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہوگیا اس فتح کے بعد مفصل حالات کا ایک
عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان
اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور مین جاکر
اس فتح کی مبارکبادی مین نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت
بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے
بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا
بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اوسمین یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند
خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہین لازم ہے کہ قلعہ کی بنا ڈالکر
اسمین مکانات و محلسرا ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کرکے بنواؤ اور
کل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کرکے انکو بھی وہین آباد کرواسکے بعد
تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیڑہ
نونہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے اردگرد دو دریا گزرا اور کھنود
جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتر دروازہ کیطرف قرار دی اور جسجگہ پر
دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہانپر لکھپیڑا باغ لگانیکا حکم دیا اور
دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ
جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلالنگر آباد کرایا اور جسجگہ پر شہباز خان نے
بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہانپر شہباز نگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزونکے
بعد دلیر خان نے خواجہ بلند کو میر اہتمام مقرر کیا اور کل عمارتونکے قرینہ اور معمار
کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمہ بھی اپنی راے سے
عمل نہ کرے اور پسران راجپوت اور دیگر قوم جو رزیل و اجلاف مقید تھے انکو دین
اسلام سے مشرف کرکے خاصخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے
بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کیطرف متوجہ ہوے جب دلیر خان شاہجہان
بادشاہ کے حضور مین پہونچے مورد عنایت شاہی ہوے اور
رخصت کیے گئے چونکہ اس زمانہ مین نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہوے
تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان
کو دیکھا انکے سر اور آنکھونکو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت
مربیانہ عنایتین فرمائین چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندہار و روہ و بدخشان
بلخ و ملتان وغیرہ مین لاکھون افغان انکے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کرچکے تو ان دونون بھائیون نے وہانکے افغانی سردارونکو جو
بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور مین
چلکر آباد ہونیکی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سڑبن وغیرہ ہر ایک خیل کے
شاہجہانپور آنیکے لیے تیار ہوے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادر خان نے
ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل مین جو لائق و مدبر تھا اسکو افسر کرکے ملک کے
خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار مین آے اور ان گروہونکے ہر ایک سرگروہ اور
ملک محلہ سے کہا کہ علحدہ علحدہ اپنا خیل شاہجہانپور مین آباد کرین اور جس خیل کا محلہ جسجگہ آباد
ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کرین اور ایک خیل دوسرے خیل مین نہ
آباد ہو اور شہر کے ارد گرد افغانون کی آبادی اور درمیان مین دیگر دوکاندار اور
رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل تو مسلم بسلے جائین اور اسی طرح ہر بات پٹھانونکو
سمجھادی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے
ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہردویہ خانمو صوف وہ
جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرارداد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے
اپنے نام کا ایک محلہ اور ترکیطرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی
شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان
دونون صاحب تشریف لاے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور
حکم فرمایا کہ بہادر گنج اور دلیر گنج ہمارے نام کے آباد کیے
جائین۔ بعض روایت کرتے ہین۔ بارہ روز نواب بہادر خان
نے شاہجہانپور مین قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی مین

شاہجہانپور مین تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہین کرتے۔

حافظ اسمعیل صاحب مراد آبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر بتقریب کانفرنس محمڈن کالج علیگڈھ جب سرسید احمد خان ۱۸۹۵ء مین شاہجہانپور تشریف لاے ہین شاہجہانپور کی تاریخ پر لکھا تھا انمین تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود آکر باغی راجاون کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچکر بادشاہ کی خدمت مین باغیون کی گوشمالی اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عرضداشت شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عرصہ مین مہم بدخشان کی جانیکا حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے اسطرف روانہ کیا اور بدخشان کی واپسی مین نواح کابل وپشاور وغیرہ سے پٹھانون اور کھتریون کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہونچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے اپنے انتظام سے شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کلمات گستاخانہ شاہزادہ اورنگ زیب کو کہے تھے اسلیے شاہجہان نے انکی جاگیر ضبط کرلی اور انکے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب الحکم شاہی دلیر خان شاہجہانپور سے قنوج وکالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے کسیقدر اختلاف ہے

راقم کو نواب بہادر خان کا خود آکر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہین ہوا اسی لیے بنا بر رفعہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر مذکور حافظ اسمعیل صاحب کے پاس راقم لیکر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر مین جو نواب بہادر خان کا اکر شاہجہانپور کے باغی راجاون کو قتل کرکے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہونچی تھی جنکا نام یاد نہین رہا مگر جو کچھ اس کہنہ کتاب اخبار محبت مین تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کرکے اسبات کا یقین نہ کرلین کہ راقم نے غلطی سے نواب دلیر خان کا باغی راجاونکو تاراج و پسپا کرکے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہین ملی جو آسکتے صرف ایکبار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہین یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی کیطرف سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کردینا مناسب سمجھا گیا۔

اور مہم بدخشان مین انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخون سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہین ثابت نہین ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ ۱۰۵۵ھ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کانچ کی مسجد پر چسپان ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہین پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نغر ہے۔

شد مرتب بدور شاہجہان در وطن دلکشا بہادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند سال تاریخ نغز شد بجہان

مخزن اخبار مین بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتین تحریر ہین یہ کتاب راقم کی نظر سے ملیح آباد مین گذری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان مین ہے اسکو سعادت خان ولد فتح خان نے جو شمشیر خان ملیح آبادی کے پوتے تھے تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسوجہ سے مصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ مین کہ دلیر خان صوبۂ اودھ کے ناظم اور اونکی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان کے متعلقین ملیح آباد و بیسواڑہ مین مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین رہے اور بسے ہین چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے دیوان محمد خان سرمست خان امین زئی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہوکر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے۔

المختصر کتاب مذکور کے صفحۂ (۳۰) مین ہے کہ نواب دلیر خان جسوقت سوار ہوتے تھے تو پانچ اشرفیان اپنے دونون موزون مین ڈال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ مین واپس آتے تھے تو اونکی تمام سپاہ صف بستہ ہوکر کھڑی ہوجاتی تھی بعدہ انکے امراؤ مصاحب آداب بجالاکے انکے ہمراہ خیمہ مین آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجملہ دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونون افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریا خان کے ہمراہ موضع گل بیلا متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ مین ایک پٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھون نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھلائے ہین ایکبار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور انھین طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عذر پیش کیا اسپر ایک مخبر نے اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونیکا حال کہا اور خود انکے لیجانیکا بیڑہ اوٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہر چند انسے بادشاہ عالمگیر کے پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور مین نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پرگنہ ملیح آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم پٹھانون پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہین سمجھتے تھے اور انکے اشارون پر چلتے تھے صفحہ ۳۳ مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھین اونھون نے سرمست خان کو اپنی سرکار مین روزگار دینا چاہا مگر انھون نے دلیر خان کے انتقال کیوجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بختیار نگر واقع ملیح آباد

مین خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ مین پیدا کرلیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سرمست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب مین ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہوکر معہ چار سو جوانون کے شاہجہان پور چلے آئے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ مین انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا و خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودہ کی نظامت سے سربلند کیا مخزن اخبار مین یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد مین احمد خان ولد بہرہ مند خان نے اپنے آباو اجداد عبدالنبی خان و سنجر خان کے متعلق جو نواب دلیر خان کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوسمین دلیر خانی حالات بھی ہین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا جیساکہ واقعات مذکورۂ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد مین چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہی ابتک سندیلہ مین نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہین انکے پروانے پائے جاتے ہین اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے اسجگہ پر دو سندین جو ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو ایک ذی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس ہین عنایت کی ہین درج کرتے ہین جسکے متعلق راجہ صاحب موصوف راقم کو خط مین تحریر فرماتے ہین

تحریرات نواب دلیر خان در سندیله بسیار اند نقول دو پروانجات
روانه خدمت شریف میکنم از انجمله یک پروانه نواب
جعفر خان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است که دران ذکر
سند نواب دلیر خان بوده است موضع گندولی دلیر نگر
در علاقه راقم است که دران دلیر نگر آباد کرده نواب
دلیر خان ست پس نمونه از خروارے ارسال داشتم واز مثنوی
سنگاسن بتیسی نقل ضروری کرده تبلیغ خدمت میکنم ذکر یمینی وذکر
نواب دلیر خان هم دران موجود است۔

نقل پروانه نواب دلیر خان بمهر قاضی سندیله

از قرار بتاریخ چهار دهم شهر محرم الحرام سنه ۱۰۶۷ آنکه
متصدیان مهمات حال واستقبال پرگنه سندیله سرکار لکهنؤ صوبه آوده بدانند
که چون بموجب وقوع دولتخواهی موضع دلیر نگر عرف گوندولی در قریات کهاری من
اعمال پرگنه مذکور از ابتدائے فصل خریف سنه ۱۰۶۷ در وبست در وجه نانکار
پرتاب مل قانونگو پرگنه مذکور نموده باید که موضع مذکور از مجملات هر سال حشو منها
بقلم داشته به تعلق مشارالیه واگذارند وتکلیف بهیته وبگار وغیره فرمایش

معاف دارند کہ متصرف گشتہ در کفایت سرکار رفاہیت دعایا سرگرم بودہ باشند و ہرسال سند مجدد طلب نہ دارند دبتیاب تاکید تمام دانستہ از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند فقط

عالمگیر
جعفر خان بادشاہ

دیگر

گماشتہ ہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنو مضاف بصوبہ اودہ بدانند۔

کہ چون بموجب سند امارت پناہ شجاعت و شہامت و دستگاہ لائق العنایت والاحسان دلیر خان دبتجویز صدر موازی پنجاہ بیگہ زمین بگزالہی از پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش شیخ مصطفے وغیرہ مقرر است دینولا نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان خداوند مکین و مکان ذریعہ امن و امان وسیلہ آرمش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال نائب نیل دادار بیہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ربانی مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل اللہ مسطورہ تاریخ دوازدہم شہر جمادی الاول سلسلہ جلوس والاموازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فصل خریف سمی ئیل در وجہ مدد معاش مشارالیہ الیمی و قائم حسب المضمن مقرر گشتہ می باید کہ برطبق فرمان والاشان عمل نمودہ ارضی مذکور را بتصرف آنہا باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و تبدل بدان راہ ندہند و بوجہے بین الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصلات

آنرا فصل بہ فصل و سال بہ سال صرف معیشت خود یا نمودہ بوظائف دعاگوئی دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند در نیاب قدغن نمایند بتاریخ ۹ شہر شوال سنہ ۱۲ جلوس میمنت قلمی شد

نواب دلیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر اور جن شاہانہ عنایتون سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ تاریخی کتب مین تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہین گذرا جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے سے چھوٹ گئے ہین اسی طرح یہ امر بھی فروگذاشت ہوجانا کوئی تعجب خیز بات نہین بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب پنجہزاری و حضوررسی پر پہونچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے گویا یہ اعزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین کہ صرف باشندگان شاہ آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب کے خطاب سے انکا نام لیتے ہین اسکی صراحت کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے بلکہ تاریخ خافی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات بھی مین وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک مین

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا[1] چنانچہ ملا امیدی نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اوسمین انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب انکا نہوتا تو بادشاہ کے عہد حکومت مین وہ اس خطاب کے لکھنے کی جراءت نہین کرسکتا تھا حالانکہ اس عرصہ مین ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اوسنے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے اوسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہوگئی تھی اپنے جوانمرگ بیٹے کے ماتم مین سنی تو بہت رنج ہوا دلیر خان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملا خوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر مین پناہ گزین ہوا جب وہان بھی امن نہ دیکھی تو **خانخانان** کے ذریعہ سے معافی کا خواستگار ہوا اور **اپنے ہاتھ رومال سے باندھکر دلیر خان کے حضور مین حاضر ہوا** جب دلیر خان نے اوسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اوسکی خطا معاف کردی اور اوسکو نقدی وخلعت دیکر مالا مال کردیا اور اپنا مصاحب کرلیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور مین لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ فتوح مین بالاپور مین اسکے مقبرہ پر پتھر پر اسکے بھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد مین پتھر پر خطاب کندہ کراسکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات مدح کو مصنفین نے بھی اپنی تصنیفات مین لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۰۴۵ھ ہجری مین

[1] چنانچہ خان [illegible] نواب کی خطاب [illegible] ہے

تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیر خان کی مدح کے متعلق اشعار لکھے ہین. شائق موصوف خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمنی کے لائق شاگرد ونمین تھے ؎

بود شاہ آباد از مسکنم ازان دم باد صاف اومیزنم
بخوبی چو او شہر زیبا ترے نباشد بہندوستان دیگرے
نباشد چو نواب عالیجناب دلیر آمدش در جہان خوش خطاب
چو شد نام او در جہان شیر ہند زدستش شرف یافت شمشیر ہند
بدور جہاندار شاہ جہان زتیغش بلرزید ہندوستان
امیر دکن را بآن رنگ و زیب تبہ کرد در دور اورنگ زیب

دلیر خان کی شجاعت کے متعلق نواب عبد اللہ خان شاہ جہانپوری نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیر خان بڑے تنگ وتوش کے جوان تھے زور وقوت مین یکتاے روزگار تھے تاریخ انہار البحر کے حوالہ سے لکھتے ہین کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور تھے جب یورش کرکے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے تو اوسکا دروازہ بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہوگیا تھا دلیر خان بذات خاص پھاٹک کیطرف متوجہ ہوے اوسکے کواڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوے تھے مگر انھون نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے آیا اوسکی گردن پکڑ کر اوٹھاکے پھینکدیا جسکے گھونسہ مارا اوسکا کام تمام ہوگیا جسکا سر دیا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہوکر امان کے خواستگار ہوے

یہ حکایت بھی اوسی کتاب مین ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ مین رہتا تھا
اوسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اوسنے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے
اتفاقیہ ایک امیرزادہ اوس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے
باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا
گذر شکار کی تلاش مین اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح جھپٹا مگر خدا نے مجھے
بچا دیا مین بھاگ کر گھر آیا اوسکا باپ بادشاہ رس تھا اوسنے جاکر یہ قصہ
اورنگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علے الصباح چند نامور سردار لیکر اس آزار
خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پاکر پہاڑ کے غار سے
نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا
وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان
بھی ضائع ہوے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہے
مین بھی بے ہتیار جاؤن گا یہ کہکر آگے بڑھے اور اوسکے نزدیک پہونچے
وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونون ہاتھ اسکے پکڑ لیے
اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آے اور بادشاہ سے عرض کیا
کہ اوسمین حملہ کی طاقت باقی نہین رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی
چور چور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آے اوسکا روزانہ راتب
ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خانصاحب لکھتے ہین کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے
جنکا نام خداداد و قادرداد خان تھا وہ ایسے زوردار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا بڑا شریر و بدذات تھا اونھون نے قادر داد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھون نے ایسا دبایا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خانموصوف نے کنوین پر بیٹھکر اپنے اونھین دونون شاگردون سے کہا کہ زور کرو اونھون نے کہا کہ مبادا آپ کنوین مین نہ گر جائین مگر اُنھون نے اجازت دی شاگردون نے ایسا زور کیا کہ نتھنون سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کیطرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خداداد خان کی خداداد طاقت کا یہ حال تھا کہ نحیفی مین ایک روز تکیہ لگاے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اب کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجاے اور گھوڑیکے پیر میرے ہاتھ مین پڑجائین تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دونگا اور اسیطرح بیٹھا رہونگا ایک شخص انمین سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتین ہین گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خداداد خان نے اسکے پیر پکڑ لیے اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور اسیطرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتین مشہور ہین ایام غدر مین ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن مین ایک مکان تھا جسکی چھت پتھر کی تھی اوسمین تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس پتھر کی چھت مین پیوست ہو گئے تھے وہانکے لوگ اسکو اک یادگار سمجھکر بڑے شوق سے جاکر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیرونکا اپنی آنکھو نسے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔

یہ روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایکبار دلیرخان کے سر پر بال بڑھکر کاکلون کی حد تک پہونچگئے تھے اونکے بڑے بھائی عمدۃ الملک نواب بہادرخان نے دیکھکر کہا کہ فوج کے افسر کے لیئے اسقدر لمبے بال سر پر ہونا جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیرخان نے کہا کہ یہ بال مجکو مجبور نہین کرسکتے اسوقت وہان پر ایک سیڑھی کھڑی ہوئی تھی اوسپر تھوڑا چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالونکو کھینچ اوسنے پکڑکر کھینچنا شروع کیا دلیرخان اوپر چڑھتے چلے گئے اور وہ آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیری دس سالہ حکومت کے بعد سلطنت کی مفصّل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیرخان کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہین۔ مثلاً قصبۂ بلہور ضلع کانپور مین جب کایستھون کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر مین ملازم تھے وہانکے چودھریون نے ستایا تو بادشاہ نے اون مفسدون کی سرکوبی کے لیے دلیرخان کو بھیجا تھا اور دلیرخان نے بلہور آکران ایذا دہندگی واجبی گوشمالی کردی تھی اس واقعہ کی تصدیق ان کایستھونکی اولاد آجتک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصّہ بھی قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ مین ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسنے بادشاہ سے سرکشی کی تو دلیرخان اوسکی تنبیہ کو متوجہ ہوے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا اوسنے دلیرخان کو کہلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونون سردار مقابلہ کرکے ہار جیت کا فیصلہ کرلین دلیرخان نے اسبات کو بڑی خوشی سے منظور کیا آخرکار مقابلہ ہوا دونون سردارون نے انتہاے شجاعت سے سپہ گریکے

جوہر دکھلاے اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران مین راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ مین اس حالت مین تمپر حملہ کرون تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اوسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھکر اُنکا بندہ بنگیا اور اطاعت قبول کرلی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اوسکے اندر بچھو رکھوا دیے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا اور بچھو نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تیور مین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی بزم سے اٹھے اور مکان پر آکر وہ خلعت اوتار ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کیجاتی ہے اور غالبًا وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت مین شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی تاریخ مین شاہی وقائع نگار نے اونکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہین کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اُسکا مجرا ہو جاے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانون کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دلچسپی رکھتا ہو۔
دلیر خان کے مزاج مین مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب الغضبی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی
تحمل بھی نہایت تھا حتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹون کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے۔ چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے نرمست خان تھے۔ جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے انکے مزاج مین بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار اونکے باز کو جو قاز اور کلنگ کو بھی شکار کرلیتا تھا ہاتھ پر بٹھلائے ہوے جاتا تھا اتفاقاً وہ باز چھوٹکر نرمست خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے عذر کیا کہ بے حکم نوابصاحب کے مین یہ دے نہین سکتا نرمست خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوے کہ اوسکے حواس جاتے رہے حتے کہ اوسی غیظ مین اپنے چچا کی مجلس مین چلے گئے اور جاکر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار آکر نوابصاحب کی پشت کیجانب کھڑا ہو گیا نرمست خان نے اوس سے باز کو چھین کر چچا کے سینہ پر دے مارا وہ جانور مرگیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذرا مگر کچھ نہ کہا اور مجلس سے اٹھکر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس مین نرمست خان سے تلوار چلی اور کتنے شخصونکو زخمی کرکے نرمست خان مارے گئے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محل سے نکالکر اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

نواب دلیر خان کی وفات

ماثر الامرا مین لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسوان سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد اعظم کے ساتھ بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ مین بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین موجود تھا اس عرصہ مین دلیر خان سخت علیل تھے آغاز سنہ ۲۷ جلوس شاہی مطابق سنہ ۱۰۹۴ھ مین دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

سلہ در سال بست و ششم کہ بلدۂ اورنگ آباد مطرح الویہ عالمگیری بود اورا باسران دیگر بہ میاق بیجاپور تعین نمودہ تا رسید اعظم شاہ بحضور موقوف داشتہ بودند دران ایام بیماری شدید کشیدہ در مبادی سال بست و ہفتم سنہ ۱۰۹۴ھ بجاویدہ اشتافت اگرچہ مشہور آنست کہ خلد مکان بعضے آثار خود سری و سرکشی از دتفرس نمودہ منقوش فرمود اما انچہ تحقیق پیوست انحراف پرتوے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات برانند کہ برادر زادہ اش تبدیل بے کہ معتاد و شت کارش تمام کرد۔ اما عالمگیر بادشاہ بآن فرط غیرت و شجاعت کہ بسپاہ گری ہیچ یکے را بخاطر نمی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گویند ہنگامیکہ اورنگ زیب بادشاہ عالم در دکن بود شاہزادہ خواست کہ اورا خود ہمدستان ساختہ علم خود سری برافراز د دلیر خان سرازان پیچید سرگرانی طرفین بناخوشی انجامید دلیر خان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمود و احرام حضور بستم متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پرشور و سر مخواست غبار طغیان برانگیزد من بمالش او روانہ شدم بوصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب در گرفت و مکرر بتوضیح اشتافت ہمت خان چون از سن صبا تربیت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بادشاہ گفت کہ اینہمہ ندارد چرا حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تندشد فرمود کہ مرا فکر شاہ عالم نیست مشکل آنست کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردار ش

کچھ انکی طرف سے آثار خود سری کے پائے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوادیا تھا مگر صمصام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہانتک تحقیق سے ثابت ہوا اس خبر کی کچھ اصلیت نہین پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویون کی یہ رائے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجاے اسکے زہر کی گولی انھین کھلادی جسنے انکا کام تمام کردیا۔

مصنف ماثر الامرا لکھتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ عالمگیر بادشاہ فرط غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہگری کے مقابلہ مین کسیکو خیال مین نہین لاتا تھا مگر دلیر خان سے کھٹکتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہین تھا اسی سلسلہ مین مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن مین تھا اور شاہزادہ نے چاہا کہ انکو ہمدستان کرکے بادشاہ کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کرے دلیر خان نے اسکو نامنظور کیا آخر کار طرفین مین بدمزگی پیدا ہوکر نا اتفاقی پیش آئی دلیر خان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوے بادشاہ کیطرف روانہ ہوے شاہزادہ بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہزادہ خیال باطل رکھتا تھا اوسکی ترک رفاقت کرکے مین حضور مین آیا ہون۔ اسی حالت مین شاہزادہ بھی آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پرشور و شر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھاے مین بھی اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہون بادشاہ کو یہ حالات سنکر عجیب اضطراب ہوا

بقیہ صفحۂ ماقبل۔ دلیر خان باشد در مقابل او غیر از خود دیگرے را نمی بنیم پس ہرگاہ مرا با او سروکار افتد جنگ دو سردارد۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

ہمت خان جو لڑکپن مین بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہین رکھتی حضرت اسقدر اضطراب کیون فرماتے ہین بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجکو فکر شاہ عالم کی نہین ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونون باہم سازنہ کرلین جس فوج کا سردار دلیر خان ہوگا بجز اپنے مین کسیکو اسکے مقابلہ کا نہین دیکھتا اور جسوقت مجکو اس سے سروکار پڑیگا اسوقت کے لیے (جنگ دوسردارد) کا قول مشہور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ مین جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثر الامرا جیسی مستند کتاب مین لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلما اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ (۳۴۰) مین خافی خان کا یہ بیان لکھتے ہین کہ دلیر خان جو شجاعان کار طلب اور افغانان صاحب غیرت سے بانام ونشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کرگئے اور عوام مین یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ اعظم شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جسکا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اسلیے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔

ماثر عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ سنہ ۲۷ جلوس مین تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب الحکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اورنگ آباد سے ملک

لہ سیم شوال مطابق یرلیغ معلے پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال سمت کوکن وراجہ وہ دیگر ممالک غنیم بدمآل شادیانہ ظفرفال نواختہ برآوردہ۔

کو کن کیطرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ مین دلیر خان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے اس دار فانی سے ملک بقا کیطرف راہی ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہو گا۔

اگر دلیر خان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جاے تو ذی الحجہ و محرم مین رحلت کا زمانہ ہو سکتا ہے کیونکہ عالمگیر پیشتر دارا شکوہ پر فتحیابی حاصل کر کے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغر آباد مین تخت نشین ہوا ہے مگر باہمی جنگ و جدال کیوجہ سے جشن و سکہ وغیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ اجمیر مین بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر مورخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ مین بھی رحلت کا خیال ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال مین رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیون کے متعلق جو ماثر عالمگیری اور ماثر الامرا مین **دلیر خان کی تعریف** لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت بجنسہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہانپر تحریر کیجاتی ہے اُس سے انکی وقعت کا اندازہ

لہ دلیر خان افغان بیماری شدید کشیدہ بجاوید سراشفاف دور اکثر معارک بذات خود مصدر تردد ات نمایان شدہ قوی ہیکل زور مند بود غریب قوت واشتہا وضبط برالوس ویلوری طالع از ابتداے عمر تا انتہا داشت صفحہ ۲۳۰۔ ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلما نے اپنی تاریخ ہند و ستانیین لکھا ہو اور غالبًا یہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے۔ بعد انتقال کے دلیر خان کے نام شاہی دفتر مین لفظ مغفور کی لکھی گئی اکثر امرا کے نام بغیر خطاب مغفرت کے لکھے گئے ہین دلیر خان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھاجی کے بیانمین ماثر عالمگیری مین آیا ہے ۔ مرتبہ ثانی اونزدہ دلیر خان مغفور براہ غدر و احتیال گریخت ۱۲

ہوجائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زور مند بود و حکایتہائے عجیب از قوت و اشتہار دارد و بر الوس خود بسیار ضابط و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از ابتدائے عمر تا انتہا اوج پایہ دولت و شوکت ماند ہیچگاہ سیلی زمانہ نخورد و ذلت و خواری نہ کشید۔

یعنے دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور اشتہا کی حکایتین عجیب و غریب عالم مین مشہور ہین وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منتظم اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتدائے عمر سے انتہائے حیات تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کہائی اور ذلت و رسوائی نہ اوٹھائی دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کیجاتی ہے اور نگ آباد دکن مین انکا انتقال ہوا اور وہان سے انکا تابوت لاکر شاہ آباد مین جو اونکا مقبرہ نربدہ تالاب کے کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ مین ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھر و نیکے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج محل سے دی ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے نظم کیا یہ ہے۔

قطعۂ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خان والاشان — مکدر شد ہمہ عالم مخلل شد بساد وران
نظر کردم بتاریخش برآمد از سر مصرع — دلیری از جہان برد شجاعت ملک ہند وستان

لفظ غم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہین جانتے لہذا راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو حساب مین دقت نہو۔

قطعۂ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد

از خاکسار مظفر

اہل عالم مین جلیل القدر تھے خان جلال — ہو گئے دار فنا سے راہی مُلک بقا
زیب دیتا تھا انھین بیشک دلیری کا خطاب — انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
انکی فطرت سے دلیری کے تھے وہ جوہر عیان — آئے جس میدان جنگی مین تو وہ روشن ہوا
قوت و بازوے شاہ وقت و رکن سلطنت — تھے بہادر اور پھر اوسپر رحیم و باحیا
آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن — رشک رستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا
قدردان شاہجہان تھا اور عالمگیر بھی — دونون شاہونکے انھین دربار سے خلعت ملے
انکی شہ زوری کے قصے آجتک مشہور ہین — شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا بڑا

لشکر شاہی مین اونکا سا بہادر تھا کہان — غلبہ ہیبت سے تھرا تے تھے سب اہل وغا
رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر — فتح و نصرت سامنے آئے جہان ڈنکا بجا
جب اٹھائی باگ گھوڑی کی تو پھر رکتے نتھے — آگ پانی سامنے ہو سخت ہو کوئی بلا
جب کیا دشمن نے حملہ فیل بنکر جم گئے — خود بڑھے تلوار لیکر ہو گئے شیر وغا
صوبۂ بنگال و آسام و دکن ملک آودھ — دیوگڈھ چاندھ کو بیجاپور کو بھی سر کیا
تھے وہ ایسے بامروت فاتح میدان جنگ — فتح کر کے ملک پھر مفتوح کو واپس دیا
معتمد تھے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر — حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا
رد نہین ہوتی تھی جو کچھ بات کہدیتے تھے وہ — خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا
نام نامی تا قیامت انکا مٹنے کا نہین — بیسیون ہین یادگارین انکی باقی باصفا
پھر نہ ہوتی کسطرح تائید حق حاصل انھین — ظلم عاجز پر کبھی رکھتے نہ تھے ہرگز روا
وہ ولایت سے بہادر لوگ لائے قوم کے — اور بسائے شہر اونسے صرف کر کے روپیا
انکی نسلونمین ہین اب تک کچھ شجاعت کے نشان — دے رہی ہے انکی رنگت باپ دادا کا پتا
مقبرے مسمار ہین اب قصر ہین سب بیچراغ — کہ رہی ہے دیکھ لو انجام اپنا یہ ہوا
بر در و دیوار کہنہ نقش پارینہ نگر — بیگمان ہر نقش باشد حیرت و عبرت فزا
ان سلف کے کارنامونسے سبق لیکر خلف — اپنی حالت کو سنبھالین ہوشمین آئین ذرا
بس مظفر ختم کر یہ نظم بیجا طول ہے — حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

مصرعۂ تاریخ ہے یہ مخبر سال وفات

شیر میدان شجاعت نیک آنکھوں سے چھپا

۱۶ ۶ ۸۲

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمایش سے انکی زندگی مین لکھی تھی جسمین اُنکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام تک پہونچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخین اسمین علحدہ علحدہ شامل کی تھین اور وہ کتاب شاہ آباد مین غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور اونکو اپنے بزرگون سے پہونچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانموصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اوسکے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر تبلاے ہوے انکے خاندان کی شاخین اسکو کیونکر معلوم ہوسکتین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضایع ہوگئی اور اوسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت مین جو نسب نامہ درج ہے عجب نہین کہ اسی کتاب سے لیا ہو یا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد مین تھے انھون نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان ابن دریا خان ابن ابراہیم خان
ابن علی سعید خان ابن پایو ابن عمر ابن احمد جنگی بافرزی
ابن باقر ابن مامون داؤدی ابن داؤد ابن دولت عزی حنل نبیرہ سٹرنبی
ابن قیس عبدالرشید بن عیص بن سلول بن تعیم بن عبسن
بن مرہ بن حلدر بن اسکندر بن زمان بن بہلول
بن ہشام بن صلاح بن قارود بن عبسم بن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن مہتال بن عتیس
بن عمیم بن سموئیل بن ہارون بن تمرود بن ابی
بن طلل بن لولی بن عامیل بن تارخ بن ارمد
بن مندول بن سلیم بن افغنہ بن ارمیا بن سارول الملقب طالوت
بن قیس بن عقبہ بن عیص بن رویل بملک طالات اول
بن یہود بن مہتر یعقوب اسرائیل بن مہتر اسحاق بن مہتر ابراہیم خلیل اللہ
بن تارخ کہ اورا آذر میگویند بن ماحور بن سروع بن سارغ
بن مہتر ہود علیہ السلام بن عامر بن سالح بن ارفحد بن شام
بن نوح علیہ السلام بن ملک بن سلح بن مہتر ادریس بن برد
بن مہلائیل بن انوش بن مہتر شیث علیہ السلام ٭ بن حضرت آدم علیہ السلام

اکثر نام اسمین مختلف زبانون کے ہین اسلیے انکی تصحیح کی ذمہ داری راقم نہین کرسکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وقفیت کا دعوی ہوسکتا ہے جو نام کتاب مذکور مین درج تھے بجنسہ نقل کردیے گئے واللہ اعلم بالصواب

اسکے بعد دلیر خان کی اولاد کا شجرہ حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کرکے لکھا ہے اسمین کوئی شک نہین کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے مجہول النسب ہوگئی اور بعض ابتک شریف النسب موجود ہے۔

جہانتک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر مین لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیہات یا دوسرے شہرون مین منتقل ہوگئی ہے انکے نامون کی فراہمی مین زیادہ سرگرمی نہین کی گئی۔

نواب دلیر خان کے عزیز و اقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھین تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہین تو شیخ رکن الدین بازید خلی جو منصبدار شاہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت مین نہایت اعتقاد رکھتے تھے اونھون نے اپنی دختر دریا خان کے عقد مین دی تھی جنکے بطن سے یاولادین پیدا ہوئین مگر اس خاندان مین یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہو چکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوے تھے جب ان بیوی کا انتقال ہو گیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور اونکے بھائی یوسف خان پیدا ہوے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھین شاہ آباد مین اونکے یادگار مین بعض چیزین منسوب ہین مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے اونکے نام سے منسوب کر کے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودہرپور مین نصب کیا گیا تھا جسکا تذکرہ فتحمور خان کی سند مین بیان ہو چکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی مین ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و منتظم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن مین مکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دار رہے ہین کے فوجدار بھی رہے ہین انھون نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے مین نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ مین انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر ماثر الامرا مین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اوسوقت اونکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اور صفحہ ۶۸ مین بتقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد مین معزز و مشہور سردار تھے سنہ ۳۰ جلوس شاہجہانی مین انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا[1]۔

نیکنام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیکنام پٹھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھون نے شاہی مہمات مین خوب خوب بہادریان کی ہین جنگ بندیلکھنڈ و بدخشان مین داد مردانگی کی دی ہے اور بلخ و بدخشان مین نیکنام خان کے منصب مین شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ ضمناً بہادر خان کے حالات مین درج ہے اخبار محبت مین انکا منصب ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم بامسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

---

[1] یازدہم شوال عثمان خان روہیلہ اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار و مفخر مباہی گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۴۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے پنجصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبردست خان دلیر خان کے چچازاد بھائی اور حضور رس تھے اورنگ زیب نے انکو زبردست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھون نے داراشکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ اور دکن مین بھی انھون نے نہایت بہادری کو دخل دیا ہے اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر مہمات مین یہ شریک رہے ہین جابجا انکے تذکرونمین انکے حالات موجود ہین عالمگیر نے انکو گوالیار و ہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت مین گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنمین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد مین مولا گنج محلہ حیات خان اور شاہجہانپور مین حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ مین دیکھنا چاہیے

سکندر خان کا خطاب صلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیونکی طرح نامور اور جری تھے شاہی مہمات مین انسے بہادریان بھی کثرت سے ظہور مین آئین ہین جسکا تذکرہ ضمنا عالمگیر نامہ وغیرہ مین مندرج ہے محاربہ داراشکوہی مین انکو بھی عالمگیر نے پانچہزار نقد خلعتنا مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت مین ہزاری ذات وہشتصد سوار کا تحریر ہوا یہ دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے مگر ماثر الامرا اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جو دلیر خان کے چچازاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوسمین فتح خان کے والد کا نام ذکریا خان ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہی فتح مین فتح جنگ خان کا خطاب وعلم ونقارہ ومنصب دو ہزاری وپانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا تھا اور جنگ کیجو کے سرکرنیکے بعد سہ ہزار وپانصدی ذات اور سہ ہزاری سوار سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد بیس ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علحدہ راقم نے لکھا ہے۔

یہ بڑے منصبدار ونمین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان مین کوئی دوسرے عزیز ہون یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب وخطاب پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہون واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیون مین تھے یہ اپنے باپ دریا خان کے ہمراہ خانجہان لودی کے واقعہ مین کام آئے انکا منصب ہزاری ذات وسات سو سوار کا تھا یہ لاولد جوانمرگ جان بحق ہوے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہین انکا منصب ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبۂ بہادر گڈھ ضلع مراد آباد مین قریب قصبۂ حسن پور کے جو انکا ننہال تھا آباد کیا تھا جب نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہین تو قصبۂ بہادر گڈھ مین دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالبًا دیوان عنایت خان کی بود و باش وہین رہی جنگ بلخ و بدخشان مین عنایت خانصاحب اپنے بھائی بہادر خانصاحب کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم مین انھون نے خوب شجاعت کے جوھر دکھلاے ہین جسکے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب مین اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ مین انکے حالات درج ہین بہادر خان کے تذکرہ مین ہمنے حالات بھی ضمنًا درج کیے ہین۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد البطن چھوٹے بھائی تھے انکا منصب اخبار محبت مین پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت مین دلیر خان کے بعد انھین کا نمبر تھا انکے بارہ مین عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحۂ (۱۰۴) مین باین الفاظ وعبارت انکی تعریف لکھتا ہے **یوسف خان برادر دلیر خان کہ افغانان اورا از یکہ جوانان دلاور در مراتب سپاہگری ثانی اثنین مہین برادرش میشمرند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور شربت ہلاک چشید۔**

یعنے یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور تھے کہ تمام افغانان انکو یکتاے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری کے فن مین اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ محاربۂ داراشکوہی و عالمگیری مین یہ دارا شکوہ کیطرف شریک ہوکر جوانمرگ کام آئے ہین۔

اور تمام پٹھانونمین انکی قیامت ناک موت کا افسوس وصدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۵۳۰ مین مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر مین امیٹھی وکھاگھٹ مؤ پلیا مہر آباد مارہرہ اترولی پہرہ پنڈراول وبہاولپور تھے ایکبار نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکا ربط وضبط بہت تھا انھون نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ مین بھی بود وباش رکھتا اور شہر بسانا چاہتا ہون اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور مین عرضکرون پردل خان نے جواب دیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو ہین چنانچہ نواب محمد خان بنگش نے بادشاہ سے عرضکیا اور بارہ موضع انعام التمغا محمد خان کو بنابر وطن کے عطا ہوے نواب بنگش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد مین آباد کرکے فرخ آباد نام رکھا جس زمانہ مین کہ دلیر خان کے خاندان کا عروج تھا نواب بنگش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے

شاہباز خان کا منصب پانصدی ذات وپانسو سوار کا تھا دیا لپور وکوہستان جون وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا متبنیٰ وبعض راوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملنا بیان کرتے ہین ایک شہباز خان دلیر خان کے چچازاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ مین کام آئے

لہ دیوان یوسف خان برادر خرد دلیر خان ریاست امیٹھی داشت نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی از پسر دیوان ممدوح التجا آورد کہ میخواہم کہ در ظل حمایت آنجناب برائے بود وباش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم پردل خان درجواب فرمود کہ ازین بہتر چہ خوب شما قوت بازوے من ہستید ازین جہ بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرضکردہ دوازدہ موضع التمغا بنام محمد خان مرحمت شدہ واو شہرے فرخ آباد در عہد فرخ سیر آباد ساخت امیٹھی وکھاگھٹ مؤ پلیا ومہر آباد واترولی وپہرہ وپنڈراول وبہاولپور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بود ۵۳۰۔ اخبار محبت۔

پُردل خان کا منصب دو ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی ٹمن کے رہتے تھے اخبار محبت مین دیوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہین مگر مستند دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنے نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوتے ہین عہد فرخ سیر مین انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات دو ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان و زبردست خان وغیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ اسبارہ مین عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ مین یہ عبارت تحریر ہے وجمعے از دلیران عرصہ وغا و ثابت قدمان معرکہ تہیجا مثل فتح جنگ خان ولودیخان وزبردست خان وسکندر خان روہلہ وغیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانباز و پیشقدمی کرنیوالے بہادر وہی تھے۔

جمال خان لوہانی ہزار و پانصدی ذات و آٹھسو سوار کا منصب تھا اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے لشکر مین افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سوارون کا افسر تھا نواب بہادر خان و دلیر خان کے لشکر مین بہادر شخص تھا اور انھین کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و پہاڑ خان لوہانی یہ ہر دو افسر ہفتصدی ذات اور پانسو سوارونکے سردار تھے۔

سنجر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

تور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔

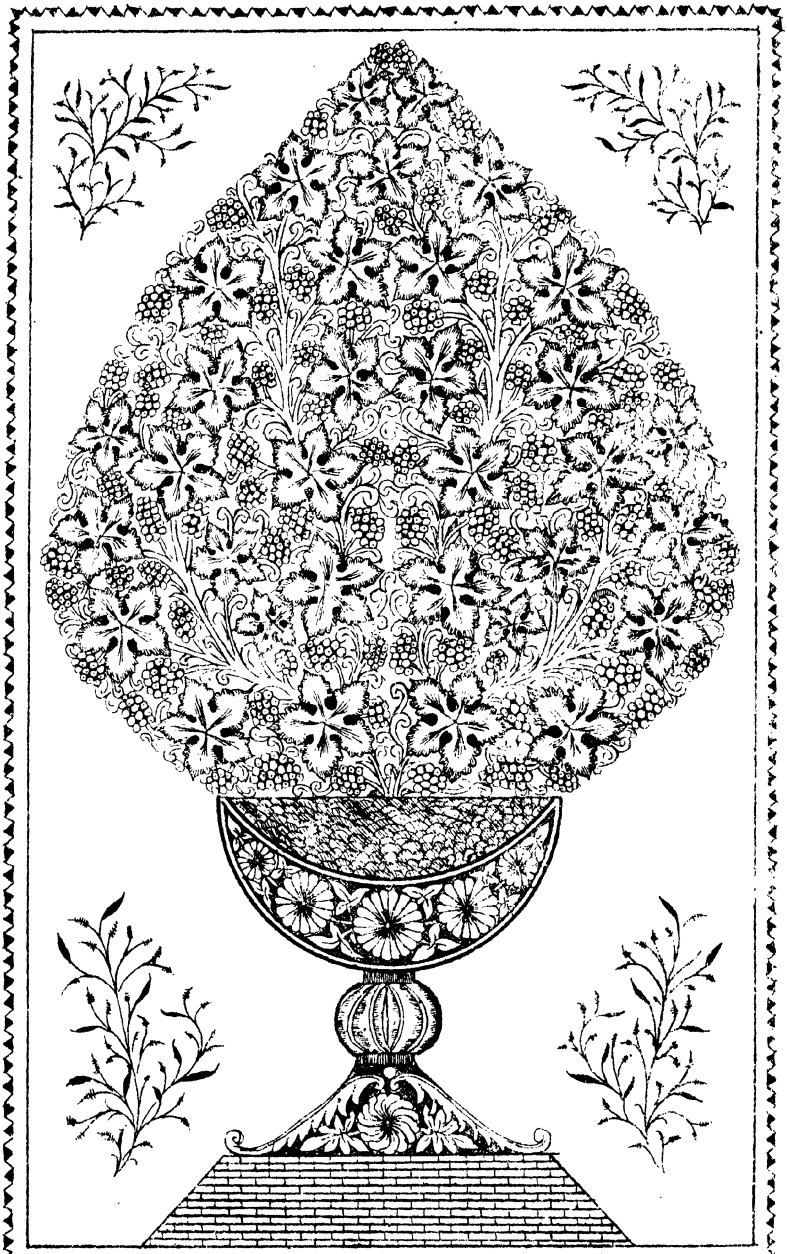

نواب کمال الدین خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب دلیر خان کے خلف اکبر اور اپنے پدر بزرگوار کے قایم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی تکمیل انھین کے ہاتھون ہوئی مہمات شاہی مین انھون نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے ایسے کارنمایان کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپکو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیات مین منصب عطا ہو چکا تھا اور اسیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہی دربار مین تقرب اور حضوررسی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالنجر متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرگنہ ہنڈون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا تھا تاریخ ماثر عالمگیری مین انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تحریر ہے اور جب ۱۰۸۵ھ مین دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہنڈون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھون نے

۱؎ کمال الدین خان ولد دلیر خان و باقر خان ہر کدام باضافہ دو صدی ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتند سال ہیجدہم جلوس ۱۰۸۵ھ صفحہ ۱۴۱ ماثر عالمگیری

۲؎ سال سی و ششم جلوس ۱۱۰۳ھ غرہ شہر ربیع الاول کمال الدین خان فوجدار ہنڈون بیانہ در جلدوے استیصال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنزلت دو ہزار سوار رسید۔

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
الحاصل آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے بیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجداری رہے ہین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سربلند ہوے چنانچہ صوبہ اودھ کی صوبہ داری پر مامور رہے تھے۔ تاریخ انہار البحر مین نواب حمد خان شاہجہانپوری انکے متعلق لکھتے ہین کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت یکتاے زمان بود گاہے چشم از اعدا نپوشید و ہر بلائیکہ آمد رو نمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے محصول طلب کیا اس زمانہ مین نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی مین اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کیگئی صرف عدم مزاحمت کا حکم صادر نہین ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے معاف ہوے اور اسکا فرمان ۹۶ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا۔ اسکے بعد جب سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی درخواست بھی انھون نے عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے سنی گئی اور اسکے بارہ مین بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن بدولت نے مرحمت فرمائی ہے اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ ابواب داخلی و خارجی سب انکو معاف کیے گئے ہین کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر مین انسے مواخذہ نہ کرے عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کیجانب سے تحریر ہوا ہے اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لایق المرحمت و الاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال مین لاے گئے ہین۔

اور دوسرے پروانہ مین کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر افتخارات سے عزت بخشی ہی کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہین ہوے مثلاً بیش منصب کا طلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر ہین تاریخ انہار البحرین مین ہی کہ ایکبار شاہجہان بادشاہ ہاتھیونکی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ اورنگ زیب پر حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہان کھڑے تھے انھون نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سونڈ دو ٹکڑے ہوگئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

۱۹ سنہ مین جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دارالخلافت دہلی کو معہ لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا ہی جبتک بادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہین ملتا تھا اسوقت تک کسی سرکاری کاغذ مین اسکے نام کیساتھ لفظ خانی کی نہین لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا اسیطرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بحالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کیطرف سے عنایت ہوا ہی چونکہ وہ خطاب یافتہ نتھے اسلیے اسمین صرف محمد سردار لکھا ہوا ہی اگرچہ لفظ خان قبیلۂ افغان کا قومی لقب ہی مگر بادشاہ کے یہانسے نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہین لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان باقرزی جو نواب دلیر خان کے افغانونمین بڑے شجاع اور جری شخص تھے اور جب انکو دلیر خان کی سند کے بموجب بادشاہی فرمان حاصل ہوا ہی اسمین بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ دستیاب

لہ نوزدہم ذی الحجہ از لاہور رایات عالیات جانب دارالخلافت ارتفاع یافت کمال الدین خانی لدہ دلیر خان خطاب خانی یافت صفحہ ۱۵۴ ماثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہوگئے ہین مگر جو شاہی مہمات ماثر عالمگیری مین انکے نام سے درج ہین وہ مختصر طور پر ذیل مین تحریر کیے جاتے ہین سنہ ۱۵ جلوس مین جب میوات کے سرکشون نے بغاوت اختیار کی اور انکی تعداد مورو ملخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچہزار باغیون نے قصبۂ نارنول کے نواح مین لوٹ مچائی اور وہانکے دیگر قصبات و پرگنات پر دست درازی شروع کی طاہر خان وہان کا فوجدار باغیون کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور مین آیا تو بادشاہ عالمگیر نے ان مفسدونکی سرکوبی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۸۲ھ کو کمال الدین خان کو معہ لشکر جرار کے بھیجا اور باغیونکے بابتہ بادشاہ نے انکو حکم دیا تھا کہ انکے قتل وقید مین کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موذیون کا نام و نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جاے جسوقت کمال الدین خان میوات مین

لہ مفسدان سرزمین میوات ناگہانی چون دیو چہ از زمین جستند و مانند ملخ از آسمان ریختند القصہ فتنہ باغیہ قریب پنجہزار کس در نواح نارنول رفت عصیان منشی پہن کردہ قدم جرات و جسارت پیش گذاشتہ و دست نہیب و غارت بر قصبات و پرگنات دراز کردند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت و مجادلت در خویش ندیدہ بحضور آمد عزم جزم بادشاہ عدو بند کافرکش بر استیصال کفار فجار مصمم شد بست و ششم ذیقعدہ کمال الدین خان ولد لیر خان با جمعیت سرکار ایشان تقبل و اسیر بیدینان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہرگاہ فوج منصور بدان مرز رسیدہ حربے صعب و رزمے شدید رو داد اکثرے از بہادران چہرۂ سعادت بگلگونہ شہادت رنگین و بسیارے مجروح شدند و باصطلاح اہل ہند مہابھارت کہ عبارت از کشتہ شدن افیال در رزمگاہ باشد درین معرکہ مردآزما بظہور آمد عاقبۃ الامر باطل ستیزان رو بگریز آوردند نصرت مندان بتعاقب گریختہا پرداختہ فراوان ابر خاک ہلاک انداختہ فتح و ظفر بیامن اقبال خدیو دین پرور نصیب و لیاے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان فیروزی زمین بوس شدند و بشنیدن تحسین و آفرین از زبان دربار سر افتخار بفلک دوار رسانیدند جمیع خرد و بزرگ تلاش ورزان لمضاف سترگ باضافہ ہاے نمایان و خلاع امتیاز یافتند۔ انتخاب از ماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات و میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھون نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہابھارت جو ایک ہندوستانیون عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور مین آئی بہت سے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آے اور بہت سے زخمی ہوے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت سے بھاگنے مین قتل ہوے اور بہت سے قید کیے گئے غرضکہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شریرون سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خان ورتوپخانہ اور شاہزادہ محمد اکبر والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح حاصل ہوگئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادرون کو بھی عنایت شاہانہ سے سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۹۰ھ مین مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد جو جھگڑا پیش آیا ہے اس معرکہ مین بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور جو اکثر صوبجات مین صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیون مین بادشاہ کیطرف سے شریک ہوے جب وہ کابل مین کمکی صوبہ دار تھے اور وہان فوت ہوگئے تو

کوئی امکا لڑکا نہ تھا انکے نوکر و نمین رکھنا تھا داس وغیرہ بڑے معتمد تھے انھون نے بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جسمین راجہ کے مرنے اور انکی رانیونکے حاملہ ہونیکا حال درج تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونون رانیون سے دو لڑکے لاہور مین اکر پیدا ہوے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازمون نے بادشاہ کی خدمت مین پہونچائی بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونون لڑکون کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ سن تمیز کو پہونچینگے اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم دہلی آے اور ان لڑکون کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کو لیکر اپنے قبضہ مین کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ مین راجہ کا ایک لڑکا مرگیا[1] بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجپوتونکا جودھپور اکر فساد برپا کرنے کا ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ راجہ کی دونون رانیان جو روپ سنگھ راٹھور کی حویلی مین ٹھہری ہین یہ نورگڈھ مین جاکر ٹھہرین وہان فولاد خان کوتوال اور سید حامد خان جاکر چوکی پہرہ بٹھاوین اور کمال الدین خان

[1] چون بسامع جاہ وجلال رسید کہ این طائفہ بد سگال بارادہ فاسد دارند شانزدہم جمادی الآخر پریغ گیتی نفاد یافت کہ ہر دو زوجہ مہاراجہ راکہ در حویلی روپ سنگھ راٹھور می باشند بایسر آوردہ در نورگڈھ دارند فولاد خان کوتوال و سید حامد خان با بندہاے چوکی خاص و کمال الدین خان پسر دلیر خان و حمید خان پسر داؤد خان و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت با ملازمان رسالہ بادشاہزادہ محمد سلطان مرحوم این فریق ضال را ازین عزم و بال باز داشتہ و اگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ بکیفر کفران نعمت رسانند تعین شدہا بموجب فرمان کار پابند گشتہ بلوازم اندرز و نصیحت پرداختہ کفار نگونسار چشم از بہبود کار خود پوشیدہ در تیرہ پیکار کوشیدہ جمع کثیر سر در جیب عدم کشیدہ و جمعے از بندہاے بادشاہی بکار آمدند۔ ۱۲ منتخاب مآثر عالمگیری

معہ چند سردارون کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیجا کر ان اجپوتون کو
اس فساد سے باز رکھین اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کرے تو اچھی
طرح انکی گوشمالی کیجاے چنانچہ حسب الحکم کوتوال مذکور نے وہان جاکر پہرہ بٹھادیا اور
نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتونکے پاس گئے اور انکو نہایت
نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس ارادہ اور جہالت سے باز نہ آے اور لڑائی پر
آمادہ ہوے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مارے گئے اور بادشاہی
لوگ بھی کام آے جب اجپوتون نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا
تو انھون نے دونون رانیون کو جو مردانہ لباس پہنے تھین قتل کرکے لڑکے کو ایک
شیر فروش کے گھر مین چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت
حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہونچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیان کہ
راجہ کی قید ہوکر آئی تھین اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھون نے پہچانکر
بتلا دیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیون کے ساتھ
پرورش کے لیے شاہزادی زیب النسا بیگم کے سپرد ہوا اور اوسکا نام

ملہ یہ شہزادی سلاطین مغلیہ مین باعتبار علم وقابلیت وشاعری کے فخر خاندان ہوئی ہے زیب النسا بیگم
۱۵ شوال ۱۰۴۸ھ کو دلرس بانو بیگم جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی
دستور کے موافق تربیت وتعلیم ہوئی حافظۂ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن مین قرآن مجید
ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کرلیا جسکے صلہ مین عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النسا کو تیس ہزار
اشرفیان مرحمت فرمائین ملا جیون نے بسم اللہ کرائی تھی چار برس کے عرصہ مین اسنے علم
عربی مین پوری دستگاہ حاصل کرلی ریاضی ہئیت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی
غرضکہ عربی وفارسی علوم مین بہرہ تمام رکھتی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام
خطوط جسمین نستعلیق نسخ شکستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

محمدی راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگون کے پاس تھا وہ چھینکر بیت المال کے

بقیہ صفحۂ ماقبل وفضل وکمال اطراف سے آکر جمع ہوگئے تھے علما شعرا منشی خوشنویس اسکی سرکار مین وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب ورسائل بہت سے تصنیف ہوے چنانچہ زیب التفاسیر ملا صفی الدین کشمیری اردبیلی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کرکے تصنیف کی ہے اسے کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشینگوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی شاعرہ ہوگی اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎ اگر دشمن دوتا گردد تظلیمش مشو غافل + کمان چندانکہ خم گردد خدنگش کارگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی ؎ دیوانہ بجوش بعاقل برابرست + دریاے آرمیدہ بساحل برابرست + ایک روز زیب النسا چمن مین ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بغل مین تھا ایک بلبل شاخ پر چہچہاتی تھی اوسنے یہ فوراً برجستہ کہا ؎ اے عندلیب نادان دم دزدہ گل کلیست نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار وقابلہ تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا ؎ اے امانی گل ضد گل چرا میخندد + امانی بیگم بولی ؎ بر بقاے خود و بر غفلت ما میخندد + ایکبار ایک آئینہ فغفور چین نے شاہجہان کو بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹگیا اسنے رو کر کہا ؎ از قضا آئینہ چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا ؎ خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایکبار طرح ہوئی ؎ در ابلق کسے کم دید موجود + اسنے مصرع لگایا ؎ مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا یہ بھی قطعہ مشہور ہے ؎ بشکند دستے کہ خم در گردن یار نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گر دیدار نشد صد بہار آخر شد و گلہا بفرقے جا گرفت + غنچۂ باغ دل ما زیب دستار نشد + اسکا یہ شعر اسکے دیوان مخفی مین اسکی حالت پر شاہد ہے ؎ دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام + زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرنیمین وہ خرچ کرتی تھی لاہور مین ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال بیدماغی اور عار ہمسری سے ازدواج کرنا پسند نہین کیا ایک گوسفند کو دروزہ کی حالت مین دیکھکر بولی ؎ اے صدف تشنہ بمیر دسوے نیسان منگر + بہر یک قطرہ آبے کہ شکم بشگافند

کوٹھے مین داخل کیا گیا دو تون رانیون اور تیس راجپوت سردارونکی لاشین شمار مین آئین جونامی راجپوت بھاگ کر ۱۴ جمادی الثانی کو جودہپور پہونچے وہان نھون نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگہ رکھا اور فساد برپا کیا۔ طاہر خان جو جودہپور کا فوجدار تھا وہ وہان نہ ٹھہر سکا اس جرم مین وہ عہدہ اور خطاب سے معزول کیا گیا اور سربلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جودہپور کے

بقیہ صفحۂ ماقبل ایکبار اجمیر شریف و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت مین اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال مین خلعت ماتمی اسکے ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت مین اسکے نوشتہ اسکے نام پائے گئے اسلیے جاگیر اوسکی ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڈھ مین مکان سکونت کو دیا گیا۔

۱۳۱۱ھ بمقام دہلی اسنے باپ کی زندگی مین قضا کی اورنگ زیب دکن مین تھا وقایع نویس کے ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ ۴۶ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا مین مدفون ہوئی کابلی دروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ھذا مرقد بنت الاکبر للعبد المذنب العاصی وھی المتوفی برحمۃ الرحیم الکریم الحافظ زیب النسا بیگم المرجو من عباد اللہ الصالحین یدعوا لھا بالغفرات الرضوان تاریخ فوتھا قولہ واخلی جنتی اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنا ؎ اغنیا سازند گنبد از طلا و نقرہ ٭ بر سر گور غریبان گنبد گردون بس است ؛ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقعہ اپنے پیر و مرشد کے نام لکھا ہے فقط پرکار تدویر وجود ہفتم خط محیط صفحہ فلک ہشتم حضرت پیر من ظلکم۔

مروان خدا و رسیدہ زیب النسا فرمانے کہ وارد پایلنے نہ وارد اگر از تجرید خود دم نغزید زنم رواست منکہ بصورت گرفتار نہ بمعنی خبردار یا لب مسازنے ہمچو گفتیہا گفتے ؎ آنکہ رواز ہمزبانی شد جدا۔ نے نوا شد گرچہ دارد صد نوا۔

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگھ جو راجہ متوفی کا ملازم تھا اسنے بیشمار فوج فراہم کرکے تہور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی طرفین سے اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ کشتونکے انبار لگ گئے آخر راجسنگھ مارا گیا اور تہور خان فتحمند ہوا اس عرصہ مین رانا والی اودیپور نے بھی سرکشی کرکے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد اعظم بنگالہ سے بعجلت طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی گوشمالی کے لیے بھیجا گیا والی اودیپور نے اودیپور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگھ کے آدمیونکو لیکر دشوار گذار پہاڑونمین چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب راجپوت مقابلہ سے عاجز ہوے تو انھون نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ سے معافی مانگین یا بغاوت پر اسکو آمادہ کرکے اپنا رفیق بنائین مگر شہزادہ موصوف نے انکی باتونپر کان نہین لگایا اور نواب بائی اسکی والدہ نے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجپوتونکی معاونت نہ کرنا جب وہ یہانسے مایوس ہوے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بیشمار موجود ہے آپ ہمارے بادشاہ بنین شاہزادہ ناتجربہ کاریسے راجپوتونکے دام مین آگیا اور باپسے بغاوت اختیار کی اس زمانہ مین کل شاہی فوج راجپوتونکے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسد خان اور قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت مین سات آٹھ سو سوار تحریر ہین لشکر مین اک زلزلہ پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر مین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیکر باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹوں کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہین کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی اسی کمزور حالت مین کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ کے پاس مدد کو آگئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی بادشاہ نے امرا کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی مین رانا کے اودیپور کا زیادہ نقصان ہوا چنانچہ اسکی بربادی کی تاریخ لسینے یہ نکالی ہے ؎ کہ رانا راندہ شد از ملک و مسکن۔ آخر کار رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے[۱۰۱] معافی چاہی اور دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے تذکرہ مین کچھ تحریر کر آئے ہین اسکے بعد ۲۵ سنہ مین اورنگ زیب اجمیر سے برہانپور کیطرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت بیش بہا دیکر موضع دیورای سے اجمیر کو رخصت کیا اور جملۃ الملک اسد خان کو خلعت عنایت کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے انکی کارنمائی اور وفاداری کے صلہ مین خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

---

[۱] کمال الدین خان و دیگران آمدہ بار دوے معلے پیوستند صفحہ ۲۰۰ سنہ ۲۴ جلوس ماثر عالمگیری۔

[۲] کمال الدین خان پسر ولیر خان و اعتقاد خان پسر اسد خان و راجہ بھیم و پسرش و دیندار پسر نامدار خان و مرحمت خان شدہ و دیگران خلاع جواہر و اسپ و فیل بہ تعیناتی این فوج کمر امتثال بستند ۲۱۳ ماثر عالمگیری

عنایت کرکے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ مین شاہزادی جہان[1] آرا جو حسن صورت و سیرت مین یکتاے روزگار تھی انتقال کرگئی عالمگیر نے یہ خبر سنکر نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بجنے کی ممانعت کی اور نواب جنت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

[1] حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف مین اپنی مان ممتاز محل اور پھوپھی نورجہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیان کہ عورات مین ہوتی ہین اس بیگم مین وہ کل موجود تھین ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ ہجری کو ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد مین سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی پتلی ہونے سے امورات سلطنت مین دخیل تھی ساٹھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہوگئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر مین آیا تو اس لاڈلی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز مین پچیس لاکھ روپیہ کا زر و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی مان ۱۰۴۰ھ ہجری مین انتقال کرگئی اور ایک کرور سے زیادہ زر و جواہر چھوڑا اسمین سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادون کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امورات محلسرا کے اسیکو سپرد تھے مہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی ستی خانم النسا کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جسمین تیس لاکھ روپے صرف ہوے اسیکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی مان کے انتقال کے بعد اسیکو دیا دوسرا اسکا باغ صفاپور مین اور تیسرا انبالہ مین تھا صاحب آباد عرف اچھول اسکی جاگیر مین تھی ایک سرا بھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان والی توران کے اہل و عیال کی خاطرداری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ناہر اکبرآبادی نے ایک مثنوی اسکی مدح مین و الدہ عنایت خان آشنا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر ؎ بذات او صفات کردگار است ؎ کہ خود پنہان و فیضش آشکار است ؎ پڑھا تو نہایت محظوظ ہوئی اور پانچسو روپیہ صلہ مین مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد سنہ ۲۷ جلوس مطابق سنہ ۹۴ ہجری ماہ شوال مین بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحۂ ماقبل جشن شفامین قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوے بادشاہنامہ مین اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان وعظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج مین کسقدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم سنہ ۱۰۵۴ ہجری کو اپنے باپ شاہجہان کے پاس سے اوٹھکر خوابگاہ کو جارہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دامن مین آگ لگ گئی چونکہ لباس ریشمی وعطر جہانگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس مین شعلہ بھڑک اوٹھا چار خواصین آگ بجھاتی تھین مگر آگ نہین بجھتی تھی دونون ہاتھ اور دونون پہلو اور پسلیان جل گئین چونکہ خوبی لیاقت سے تمام محلسرا کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان وفور غم سے ایک دن دولتخانہ مین باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمارداری مین مصروف رہا عبادت گذار شب بیدار ونسے دعائین کرائی گئین سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیون کی تحقیقات کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہوگئین۔ حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھکر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھون روپیہ خیرات کیا گیا وہ خواصین جلکر مرگئین۔ محمد داؤد خان وحکیم مومنا وحکیم مسیح الزمان کے علاج ومعارف جراح کے مرہم سے چار ماہ مین روبصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب وہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو پھر مرض نے عود کیا اور آخر مین ہمیون درویش کے معالجہ سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے جواہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوے جاگیر مین بندر سورت سات لاکھ سالانہ آمدنی کا اضافہ ہوا اس جشن مین بیس لاکھ انعامات مین اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبرآباد مین خود جاکر اوسکا ماتمی لباس اتروایا اور جملہ ارکان دولت وامرا کو حاضری ونذر گذرانے کا حکم دیا اور وہ حاضر ہوے اور آداب بجالاے عمر یاد الہی مین بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۷۹ برس کی عمر مین سنہ ۱۰۹۲ ہجری کو جہان آرا نے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ مین تین کرور کا سامان چھوڑا سلطان المشائخ نظام الدین ولیا محبوب الہی کے روضۂ اقدس کے صحن مین جین حیات جو اوسنے

محمد اعظم کو خلعت دیکر بیجاپور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمرکاب کیا اور انپر بادشاہ نے نہایت شاہانہ عنایتین فرمائین۔

انھین ایام مین انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوے محاصرہ بیجاپور مین کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریان کی ہین جب شرزہ بیجاپوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد اعظم کے لشکر کیطرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوے آخر کار وہ منھ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاعت سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کردیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجمر سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا اسمین مدفون ہوئی جسپر عبارت یہ کندہ ہے جو راقم کی چشم دید ہے ہواہی القیوم ۔ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا ۔ کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است ۔ الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۹۲ھ اسکی تصنیفات سے کتاب مونس الارواح سوانحعمری خواجہ اجمیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے۔ عبارت بطور نمونہ کے جو اسنے اورنگ زیب کو خط مین لکھی تھی درج کیجاتی ہے۔ مناسب آن ست کہ آن برادر نامدار ازین امور ردیہ و افعال شنیعہ کہ منتج سوے خاتمت و مثمر وخاتمت عاقبت ست اجتناب لازم شمردہ در ستر رضاے خاطر قدسی مناظر شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن و مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فراگرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت و والی سلطنت ایجاب و قبول امتثال نماید کہ فی الحقیقت بمقتضاے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن ست۔

لہ کمال الدین خان و دیگر متعینہ رکاب باشاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۳۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۶۶۲ مین یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان پسر دلیر خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم را پیرایہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتحمحمد خان شہید ہوے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت سے زخم آئے تھے کہ بدن مین جنبش کرنے کی قدرت نہین باقی رہی تھی چالیس زخمونکے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

سنہ ۳۰ جلوس مین کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوے اور یہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصلۓ سراکی مرحمت کیا

آخر کار ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۹۷ ہجری مطابق سنہ ۳۰ جلوس کو قلعہ بیجاپور فتح ہوگیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کیخدمت مین حاضر ہوا۔ سد سکندر گرفت تاریخ فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہوکر کمال الدین خان کو خلعت

۱؎ زخمہاے کمال الدین خان و لدو دلیر خان بہ شد ملازمت نمود و بموجب خلعت و شمشیر و عصاے سراکی بشیم زخم آزدو بیش التیام پذیرفت سال سیم ج سنہ ۱۰۹۷ھ صفحہ ۲۷۸ ماثر عالمگیری

۲؎ متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر پیش منصب کم منصب بانعام خلاع و جواہر و اسپ و فیل و اضافہ و خطاب و بذل اصناف اعطاف سرفراز و دار بر آوردند ۲۸۴ ماثر عالمگیری۔

وخطاب وجواہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شاہانہ عنایتون سے سربلند کیا اور دیگر امرا بھی جو اس مہم واس فوج مین متعین تھے سبکو انعام واکرام سے مالامال کیا اسی مہم کے بعد ابوالحسن تانا شاہ کی معزولی کی گئی اور قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا اور میر عبدالکریم نے تاریخ فتح قلعہ گولکنڈہ مبارکباد نکالی اور مورد تحسین ہوا یہ زمانہ ۳۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۸ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات مین کمال الدین خان نے خوب خوب کارگذاریان کی ہین۔ مگر افسوس کہ ماثر عالمگیری کے بجز چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کارنامے تحریر کیے جاتے۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۳۱ مین ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیرون سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرکے بادشاہی ملازمون سے مقابلہ کیا ہے تو اورنگ زیب نے کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلیے بھیجا اور انھون نے وہان پہونچکر انکی تنبیہ و گوشمالی کرکے ان باغیون پر فتح حاصل کی اس مہم مین انکے لشکر مین منجملہ دیگر پٹھانون کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد مین اس مہم کے متعلق ہندی زبان مین کبت بنایا گیا تھا جو کتاب مذکور مین مندرج ہے اور اسکی نقل یہانپر درج کیجاتی ہے ؎ اورنگ زیب پرتھاب بلے جن کوب کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو سبھی ہارو تھان بھٹانو بلے سرمست خانصاحب کرور گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امراو سبھی جہان پانو کٹو تھان پانو نہ ٹارو۔

سنہ ۳۵ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین جب جاٹون نے سر اوٹھایا اور ہنڈون بیانہ مین جو اکبر آباد کے متصل ہے وہان آکر لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے شہزادہ بیدار بخت کو معہ لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہان جاکر قلعہ سنسنی کو جو ان سرکشون کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگھ کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ مین اس گروہ کو قتل و قید کرکے انکی گڈھیان چھین لو اور انپر اپنا قبضہ کرلو تاکہ ان موذیون سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سرزمین پاک ہوجائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اسکام مین مصروف ہوا اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی تو بنا بر مصلحت التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلع وقمع کرنے کے لیے بہت کوشش کی بلکہ جاٹون کا قلعہ سوکر چھین لیا مگر جیسا کہ انصرام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ سے ظہور مین نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شورہ پشت تھی اسلیے اک سخت زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوسمین سرداری کے جملہ صفات موجود ہون مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگھ[1] نہ غالب آسکے تو وہ گروہ اور بھی بیباک ہوا اور دست درازی شروع کی پرگنہ ہنڈون بیانہ روپ بان بہساوہ

[1] بشن سنگھ کا منصب ہزاری چارسو سوار کا تھا انکے باپ کے مرنیکے بعد ۱۵ ربیع الاول ۲۵ جلوس مطابق سنہ ۹۱ ہجری کو انکو خطاب اجگی کا دیا گیا اور دیگر عنایتین شاہانہ بھی کیگئین کچھ دنون یہ راٹھور وکی کو شمالی پر بھی رہے ہین اور ایک مدت تک اسلام آباد عرف متھرا کے فوجدار رہے اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا انکا بیٹا جیسنگھ تھا جسکو خطاب راجہ جیسنگھ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری دیانسو سوار کا تھا بشن سنگھ کے باپ کا نام کشن سنگھ تھا جو رام سنگھ کے بیٹے تھے رام سنگھ راجہ جیسنگھ جے پوری کے فرزند تھے کشن سنگھ نے اپنے باپ کے عہد مین اچھا منصب پایا تھا اور کابل مین تعینات رہے تھے یہ اپنے یہانکی خانہ جنگی مین زخمی ہوکر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۹۳ ہجری مطابق ۲۸ جلوس مین کام آئے۔ یہ خاندان مہاراجہ مانسنگھ نورتن دربار اکبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے وہانکے عامل وجاگیردار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لائے اور دارالخلافت
اگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے
کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور انکے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا
کہ تم شجاعت شعار پیش منصب کارطلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہنڈون بیانہ اور اسکے
محالات کی جاگیر عنایت کیجاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان مین درج ہے اور تم فوجدار
وہانکے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہان جاکر مفسد ونکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ
عدول حکمی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھا نرکھنا تاکہ وہ ملک اون
شرکشون سے بالکل صاف ہوجاے اور عامل وگماشتے مطمئن ہوکر وہانکے محالات
مین قیام رکھین اور رعایا کی دلجمعی اور مانگذاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر
خواہ ہوتا رہے تمکو وہان جاکر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے
بوجہ عجلت کے یہ فرمان گرز بردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب الحکم
کمال الدین خان ہنڈون بیانہ تشریف لیگئے اور اپنی ذاتی لیاقت وشجاعت سے اس
گروہ باغی کا قلع وقمع کرڈالا اور باغیون کے استیصال مین کوئی کسر اوٹھا نرکھی سرزمین
ہنڈون سے فساد کا غبار بالکل مٹادیا ہر طرح کی امن پھیل گئی اور بدستور کاروبار جاری
ہوگیا بادشاہ نے انکی کارگذاری وخوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور اونکے
منصب مین جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ مین کمال الدین خان کے
لشکر کے بہت پٹھان کام آے چنانچہ بعض انکے نامور افغانونکے وارثونکو بادشاہ
نے جاگیرین دین اور انکے نام پروانے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیرونکے
فرمان جو عالمگیر کیطرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد مین باقی تھے اب نہین ہے خود فرمان کا یہ

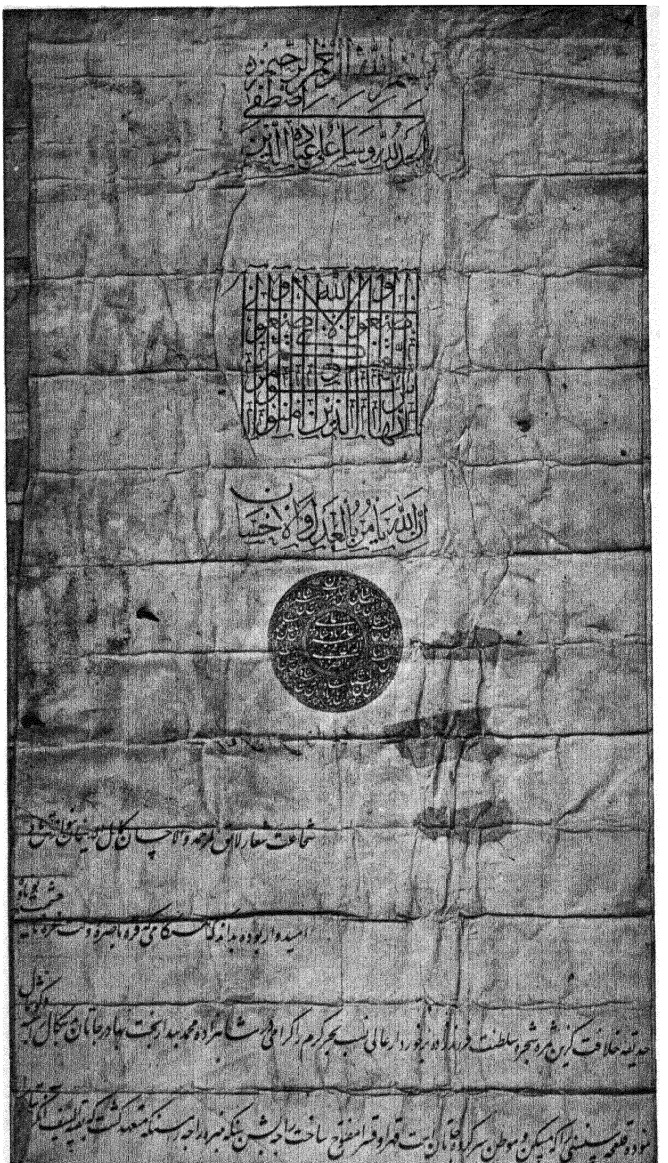

فرمان شاهي بنام نواب کمال‌الدین خان

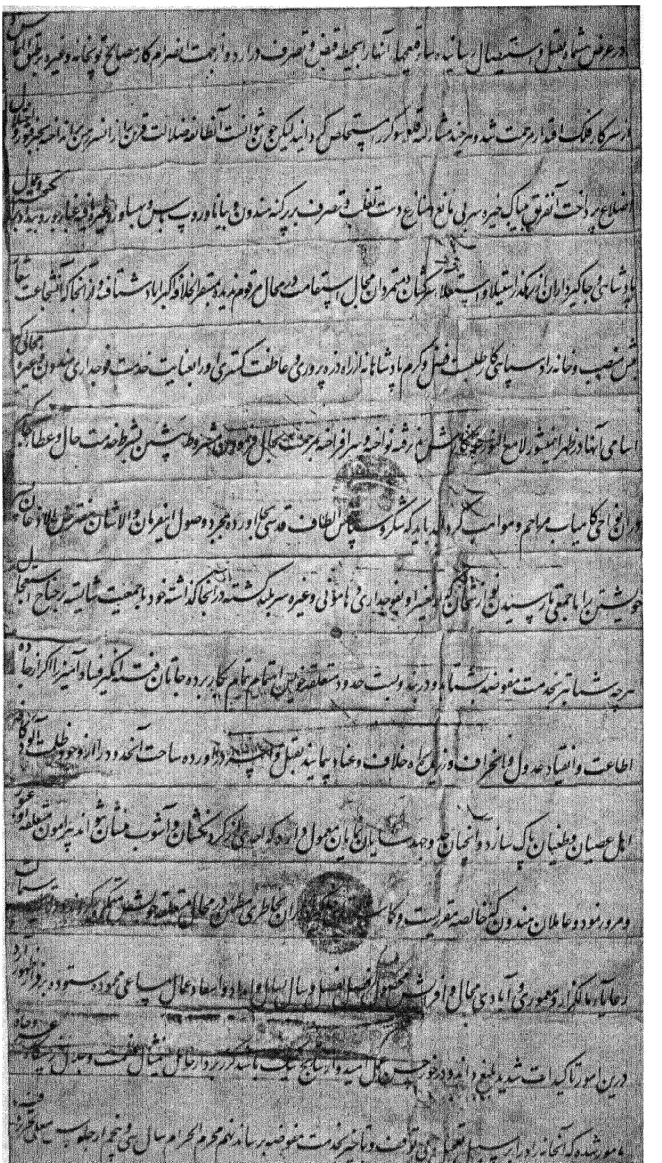

بقیهٔ فرمان شاهی بنام نواب کمال‌الدین خان

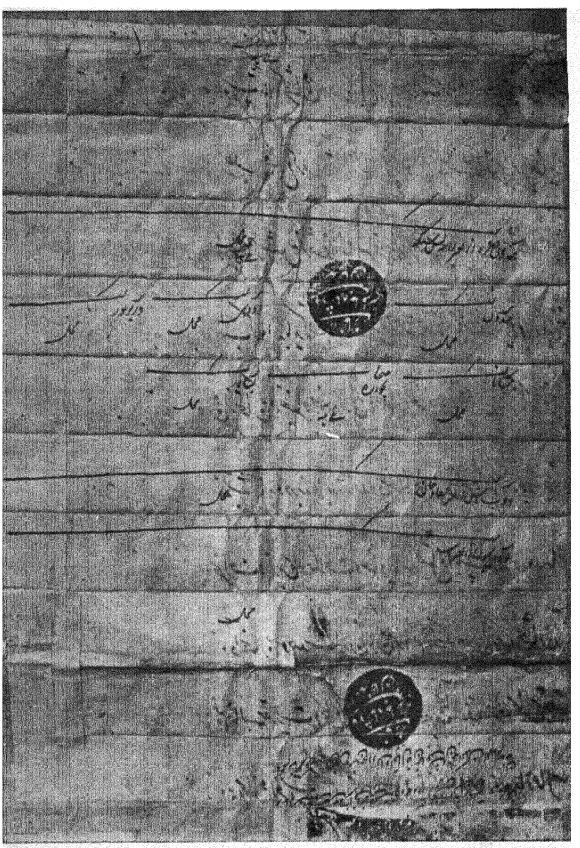

بعینه فرمان شاهي بنام نواب کمال‌الدین خان

سنہ ۴۰ جلوس مین جب صوبہ ملتان مین ایک فرقہ نے جو فقیری لباس مین تھا فساد اختیار کیا اور بلوچون نے علحدہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور مین اس مہم کے لیے مامور کیا اوسوقت کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ موصوف کی خدمت مین فوراً حاضر ہو تمھارے منصب کے لایق جو خدمت ہوگی وہ شہزادہ تجویز کرکے سپرد کریگا اور اس سے مابدولت کو مطلع کریگا شاہزادہ نے لاہور مین لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہان جابجا سے لشکر جمع ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب الحکم شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے متعلق جو شیر افگن[1] خان کو خدمت دیگئی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہوگئے اور لشکر کا انتظام پورا ہوگیا تو ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۸ ہجری کو شہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا اور ملتان مین اوسکا بیٹا شہزادہ معزالدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ نے وہان جاکر بلوچون سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالف کا غلبہ حد سے زیادہ ہوگیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی کمال الدین خان سرخرو ہوے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی نقل تحریر کیجاتی ہے۔

[1] شیر افگن خان شاہ وردی کے بیٹے اور نزور کے فوجدار تھے انکا منصب ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان سے علحدہ کیے گئے اور بجاے انکے کمال الدین خان نہایت تحسین و قدر افزا مخاطبت اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام کمال الدین خان

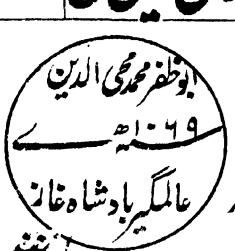

بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند

خانهٔ ادشجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان نبوازش بادشاهی امیدوار بوده بداند

از انجا که قبل ازین خدمت متعلقه او بشیر افگن خان مرحمت شده حکم گیتی

مقتدا لازم الانقیاد نفاذی یابد که بعد رسیدن ابطالی خانمذکور باید که آن خانه زاد بسبیل

استعجال بخدمت فرزندان بپیوندد برخوردار نامدار اعزار شد کامگار عالی نسب

والاتبار منظور نظر حضرت آفریدگار غره ناصیه دین و دولت قره باصره ملک وملت

مهبط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منیع الشان عظیم المنزلت رفیع

المکان المحفوظ به حفظ به الحافظ الکلام المتمسک بسنن محمد معظم بهادر شاه که برفتن

دارالسلطنت لاهور مامور شده به شتابد وجمعی که آن قابل الاحسان به آورد نشان

آستان فلک نشان ملک پاسبان براه بندگی درگاه آسمانجاه ماموربود آن فرزند اعزا

ارشد تجویز مناصب درخور حالت ورتبت آنها خواهد نمود برطبق آن معروض مقدس

اقدس خواهد گردید. نوزدهم ذی القعده سال چهلم از جلوس والا تحریر یافت.

برساله کمترین خدویان

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ جب اورنگ زیب نے ۵۱ برس فرمانروائی
۹۰ برس کی عمر مین ۱۱۱۸ھ کو احمد نگر مین عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ
بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا صوبہ
بیجاپور و گلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد اعظم کو صوبۂ مالوہ کی صوبہ داری
عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے وہ جائے اور ہر منزل مین دو روز قیام کرے تاکہ دور ہو جاوے
اور لشکر مین غدر نہ پڑ جاے اور پاس رہنے سے شاہجہان کا معاملہ پیش نہ آجاے اور مجھے گرفتار
نکرے القصہ شاہزادی زینت النسا بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد اعظم شاہ راستہ سے
واپس آگیا اور ۴۰ روز ماتم مین رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور ہر محمد معظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے
مرنیکی خبر سنکر تخت نشین ہوا۔ سلطان معظم کے کئی فرزند تھے جسمین دو شاہزادے نجستہ اختر مہانشاہ
اور رفیع القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اسکا محمد معزالدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا
اور منجھلا بیٹا عظیم الشان پٹنہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان معظم نے محمد اعظم کو لکھا کہ تم بموجب تقسیم
پدری کے مملکت دکن پر قبضہ کرو عالمگیر نے اعظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک معہ دکن
کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ آگرہ کو وہ دارالسلطنت بنالے اور سلطان معظم شمالی و مشرقی
صوبون پر قبضہ کرکے دلی کو دارالخلافت مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ در اقلیم نگنجند
مشہور ہے محمد اعظم احمد آباد سے گوالیار ہوتا ہوا آگرہ آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان معظم
معہ بیٹون کے آگرہ مین داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے لڑائی ہوئی
شاہزادہ اعظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ مین بھائی کی حقیقت نہین سمجھتا تھا کام آیا
اسکے بعد سلطان معظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیعلم تھی
جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد اعظم ۱۲ شعبان ۱۰۶۳ھ ہجری کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی
تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحبے بدل کہا کرتا تھا اسکا بابت
اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کرکے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹون مین تخت کے لیے خانہ جنگی ہوئی ایک

بقیہ صفحہ ماقبل کام بخش ۱۰ رمضان ۱۱۱۸ھ کو اودپوری بائی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ خوشنویس تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن مین مارا گیا۔

محمد معظم رجب ۱۱۵۳ھ مین نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث مین اسکو قدوۃ المحدثین کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد مین بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور مین بیمار ہوئے تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر مین ۱۲۲۴ھ کو انتقال کیا جوار قطب صاحب مین مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہزادہ محمد اکبر زیب النسا بیگم سے حیات مین انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے بعد اسکے چار بیٹون مین تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق نکلا۔ ۱۱ مہینے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیر بن عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس تین مہینے ۱۱ روز حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مار ڈالا اور مقبرہ ہمایون مین دفن کیا گیا اور اسکی جگہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھلایا مگر وہ تین ماہ حکومت کرکے بیس برس کی عمر مین دق کے مرض مین مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کرکے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد روشن اختر عرف محمد شاہ رنگیلے جو خجستہ اختر جہانشاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بڑے رنگیلے نکلے عیش و غفلت مین تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹ سے برباد کر ڈالا جس سے پھر دہلی نہ سنبھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کرکے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی راہی جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹون کا غلبہ ہوا احمد شاہ ابدالی کے محاربے ہوئے چھ سال تین ماہ حکومت کرکے احمد شاہ بھی سدھارے بعدہ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۵۴ سال سلطنت کی انکے بعد اکبر شاہ ثانی ۳۱ سال برائے نام قلعہ مین حکمران ہوئے کمپنی انگریزی مسلط تھی انکے بعد ۱۲۵۳ھ مین سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور ۱۲۷۴ھ مین بالزام بغاوت ۱۸۵۷ء کے رنگون بھیج دیے گئے اور اسطرح سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالیجاہ معہ اپنے لڑکونکے اور دوسری طرف سے
شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہ بہادر شاہ معہ اپنے بیٹونکے فوجین لیکر آیا
اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد معظم جو ولیعہد اور خلف اکبر تھا اوسکی
طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانموصوف کے ساتھ
اُنکے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے بیشتر میدان جنگ مین اعظم شاہ کے دونون شہزادے
والاجاہ اور بیدار بخت گولون سے کام آئے جسپر اعظم شاہ نے اک آہ پر درد دل
سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہین ہے یہ کہکر مرنے پر کمر باندھی اور ایسے
متواتر حملے کیے کہ برادر مخالف کی صفین لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پاکر فتح اُسکو
حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگامہ مین ایک آندھی سیاہ
ایسی اوٹھی جس سے تمام عالم مین تاریکی چھاگئی اور ہوا کا رخ اعظم شاہ کی فوج کیطرف
پیدا ہوگیا اسلیے اِدھر سے جو چھرہ پھینکا جاتا تھا وہ خود انھین کیطرف پھر آتا تھا
سلطان معظم کی فوج نے یہ غیبی امداد سمجھی اور اعظم شاہ کی فوج کو تیرون اور گولیون کی
باڑھ پر رکھ لیا مرتضے خان و مصطفے خان پسران فخم خان یعنے
دلیر خان کے پوتون نے اور کمال الدین خان کے دیگر پٹھانون نے گھوڑے
اُٹھائے اور اعظم شاہ کی فوج مین گھس گئے اور ایسے پیہم حملے کیے کہ قیامت برپا کردی
فتح خان جو دلیر خان کے عزیز تھے زخم کھاکر سرخرو ہوے محمد اعظم شاہ
کو دایرہ مین گھیر لیا اور تیرون کا مینھ برسانا شروع کیا اعظم شاہ نے بھی چار ترکش
تیرونکے خالی کردیے جسکے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گرجاتا تھا
اسحالت مین تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس ہاتھی پر عماری مین

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اُسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ تو رتظر سر جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ راضی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے کثرت زخمون سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہین اتنے مین شہزادہ کا فیلبان بھی گولی کھا کر گر گیا محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور ہمت نہ ہارا ناگاہ ایک بندوق کی گولی شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اُسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیانے بجائے گئے **سلطان محمد معظم نے تخت سلطنت پر جلوس کیا** اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا جن سرداروں نے اس معرکہ مین جانبازی کی تھی وہ سب خلعت و ترقی منصب سے سرفراز ہوے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا سرفراز کیے گئے اس معرکہ مین سات اشخاص دلیر خان و بہادر خان کی نسل سے شریک تھے **کمال الدین خان** اور اُنکے ساتھ عزیز خان و مرتضے خان و مصطفے خان و بہادر خان وحیات خان وغیرہ تھے اور انھون نے جانستان

لہ درعین گرمی ہنگامہ باد تند از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بود برخاست عرصہ عالم تاریک گردید تیر کیہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم آنہا میرسید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی را از امداد آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فروگرفتند خصوصاً مرتضے خان و مصطفے خان و دیگر افغانان برادران و بنایر دلیر خان ادائے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بظہور آوردہ اسپہا را جولان کردہ بقول عالیجاہ درسید حشر و نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادرزادہ دلیر خان زخم سرخروئی برداشت صفحہ ۴۰۱۹ تاریخ اخبار بہمت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملہ کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
مین جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم یہان پر نقل کیے
دیتے ہین بعد مقتول شدن اعظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر فدویان جانبازی
نمودہ خصوصًا سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان و مرتضے خان و عزیز خان و خان بہادر خان
و حیات خان بدرجۂ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمدند ہر یکے بخطاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
مین جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بادشاہ
سے عرضداشت یہ سب کام انھین نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی مین انکی بابت
سرکار سے دیے گئے ہین انکی نقل یہان پر بطور نمونہ کے تحریر کیجاتی ہے اور بعض
اسناد جو انکی طرف سے قابل اذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ مین بھی شامل کیے گئے ہین

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسمعیل خان مورخہ بست و چہارم شہر رمضان المبارک ۱۰۹۷ھ مطابق ۳۰ سنہ جلوس والا

متصدیان حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند۔
موازی بست و یک بیگہ پختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ مسطور من ابتدائے فصل خریف سال و سنہ مذکور برائے سکونت و آبادی رعایا بنام ملک اسمعیل خان قوم افغان امن زی از سابق تا حال بر فاقت ہمراہی اینجانب صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزندان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ اراضی مذکور پیمودہ و چک بستہ حد حدود جدا ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ واگذارند کہ سکونت و آبادی ورزیدہ در شعار تھورانہ سرگرم و ہوشیار باشند و بہیچ من الوجوہ معترض و مزاحم نشوند بہر امور مرجوعۂ لازمہ غور و حیمانہ لازم دارند در ینباب تاکید مزید دانستہ حسب السطور عمل آرند۔
اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کیطرف سے اہلکاران بڑی ڈیوڑھی کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مرد ہہ وسیو کرائے کارکن و کاشی رام و پھوپچند اراضی پیمایش کرکے اور چک باندھ کرکے اسمعیل خان اور انکے فرزندون کو زمین بنابر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکارون نے تعمیل کی حدودمین دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حدمین واقع ہے مہرین وغیرہ پڑی ہوئی ہین۔

نقل سند بنام تاج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بادشاہ عالمگیر خانہ زاد کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند قطب خان و بارخان و سلطان خان و تاج خان قوم افغان مہمند درسرکار آمدہ التماس نمودکہ مایان بموجب ایملے وارشاد نواب صاحب قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن در مکان معہودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر پروانہ مکان آبادی خود از سرکار میخواہیم الحال موافق اظہار نامبردہ موازی چہل بیگہ اراضی پختہ مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ فرزندان در مکان مذکورہ آباد بودہ باشند و گلہ ہے متصدیان سرکار از اراضی مذکور مزاحم و معترض نشوند درینباب تاکید مزید دانستہ حسب الرقوم عمل آرند۔ للعلگہ پختہ

شرقی غربی جنوبی شمالی

حدود ہورہ دیوان بارخان — حدود ہورہ محلہ مقرب خان — حد محلہ باقرزی شرقی — حدود ہورہ محلہ بازید خیلان

تحریر فی التاریخ بست و پنجم شہر صفر

اسیطرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل مین لایا گیا ہے پیشتر نواب دلیر خان نے میکو چودہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودھرایت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان نے بازار دلیر گنج اور رستونکی چودھرایت جمال خاصخیل کو عنایت کی ہے اسکے بعد دیوان مبارک کو دیگئی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی کرکے نواب سردار خان کے نائب ہوگئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھرایت اونکے فرزند اعظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کیطرف سے انکا گماشتہ
ترنجن داس کلوار کام کرتا تھا اور ایکسو پچاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا
جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے انکے فرزند نواب سردار خان
اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرایت محمد دلاور محمد نصیر محمد جعفر کو جو
اعظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اسوقت
پیش نظر ہین۔

نقل سند چودھرایت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔
چون خدمت چودھرای دلیر گنج و گذربا از تغیر جمال خاطبین بمعتمد الخدمت مبارک
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت ماموره را از حسن سلوک بدستی و درستی تبقدیم
رسانند تا جمہور انام و مہاجنان و بیوپاریان کاسبان آنجنان سلوک بکار بردہ کہ
روز بروز آبادانی شہر بوقوع آید و متنفسے را از خود متفرق تشلی نگرداند و مطابق معمول
از عمل دستور قابض و متصرف بودہ باشند دریں باب تاکید دانستہ حسب السطور عمل
آرند شہر ربیع الثانی سنہ ۳۲ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ ۱۱۱۸ھ
اسیطرح سنہ ۳۳ جلوس عالمگیری مین جب درگا ساہ دین اسلام سے مشرف
ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے
علاقہ مین اسکو چودھری و قانونگو مقرر کیا ہے پیشتر اسکے میس رائے و امرائے چودھری تھے

اور بیربل و دھرمداس قانونگو تھے مگر وہ کارگذار نہ ثابت ہوے لہذا بجاے انکے راجہ درگا سہاے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع انکے سپرد ہوے انیس موضع اور دو چکڈیوڑھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایگوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہاے منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد تابع سرکار خیر آباد منصاف صعود ہدایت چون مہیس رام و امراے چودھریان و بیربل و دھرمداس قانگویان پرگنہ مذکور بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سر براہی کار و امور متعلقہ رسیدن نتوانستند و رعایا و برایا محال مذکور از دست بدسلوکی آنہا ہمیشہ نالش و واویلا میکردند بنابران نظر بر سرآمد کار و رفاہیت رعایا داشتہ مشارالیہا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی در محال مسطور برطرف ساختہ راجہ درگا سہاے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ اور اچودھری و قانونگوئی پرگنہ مرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالیہ راچودھرائی و قانونگوئی مستقل دانستہ معاملہ تشخیص و تحصیل باستصواب او نمودہ باشند و طریق مومی الیہ اینکہ خدمات متعلقہ خود را براستی و درستی بتقدیم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال و افزونی مال رو منبصہ ظہور آید ساعی و مجتہد باشد و رعایا و برایا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود راضی و شاکر دارد و دستور عہدۂ خود موافق استمرار از سواے مال سرکار از رعایا متصرف بودہ

درلوازم سربراہ کاری ودولتخواہی کوشدودرینیاب تاکیدونستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریرفی التاریخ نہم ربیع الثانی سنہ ۳۳ جلوس والا۔

شرح ضمن۔ خدمت چودہرای وقانونگوئی پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد از تغیر مہیس رام ورامرائے چودہریان وبیربل ودہرمداس قانونگویان راجہ درگاسہائ نام کہ از سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از اہل دراآبادی قصبہ
اللہ موضع ۲ چک	لعہ موضع ۲ چک	لعہ	شاہ آباد
حویلی متعلقہ لعہ موضع ۲ چک اصلی سے داخلی		ایگوان لعہ اصلی سے داخلی	
تھوک داندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی للعہ داخلی
آغاپور	پڑھوان	پوروہ	سرائے
تھوک چاند	خان پور	رسولپور	کوئیان
کندھرپور	مگیاوان	نصیرپور	چٹھو
ہرولی	بندہا	ایگوان	سرائے رانا ک
فتح پور	ہری		

کھلیا اصلی سے داخلی للعہ

کرنامو بھگایوان روپاپور کھہ خواجہ کلان بیجہا نرسیامئو

بتاریخ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱ نقل بدفتر رسید

محمد مراد — جلال الدین — کارپردازان ڈیوڑھی نوابصاحب

مہر — مہر

شاہ آباد کی عمارت

جن عمارتون کی بنیاد نواب دلیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے تیار کرائین عمارتین عالیشان و مستحکم ہین کہین پر کوئی بات بیقاعدہ نظر نہین آتی یہ بات بھی لایق بانیونکی امارت و نفاست اور معارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے بڑی ڈیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصالحہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے کہ آج قریب ڈھائی تین سو برس کے زمانہ گذرا مگر جو حصے اسکے باقی ہین وہ آجتک بدستور بلا مرمت کھڑے ہوے ہین اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت بنلے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھودیگئی تو پانی کی سطح تک پائی گئی تمام محلات مین پانی چوبرجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ اور موتی محل بارہ دری وغیرہ نہایت نفیس قطعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان مین حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہرا بھرا منظر پیش نظر رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانونکے بالاخانہ کے سطح کے برابر تھی دو پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونہ سے بنلے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار سے بڑی ڈیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کیطرف جو پھاٹک تھا اسپر سیڑھیان بنائی گئی تھین بارہ دری جو باہر اور اندر دونون جانب کے منظر کی نشستگاہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد نے وہ سب عمارتین کھود ڈالین اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے بیل بوٹے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک اپنا رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہین صدہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے ابتک بدستور بنا ہوا ہے کہین ایک قطرہ نہین ٹپکتا یہ کل عمارات کڑے کی تھین اب تخمیناً لاکھ روپیہ سے کم مین صرف حمام جسمین تین درجے ہین تیار نہین ہو سکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چونے اور اینٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سُرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھرونکے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لاجواب ہے تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جسکے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دو حصے اوسکے ابتک باقی ہین جب پورا بلند تھا تو شام کیوقت اسپر بعض اشخاص چڑھکر شاہجہانپور کے چراغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کڑے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اسبات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ سے ہزار ہا من کا اسپر گرا ہی مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ مین جو سنگ سرخ پر بیل بوٹے بنائے ہین انکے جال و درخت ایسے دلکش ہین کہ جنکے دیکھنے سے نظر کو تازگی اور دل کو شگفتگی حاصل ہوتی ہی اس مقبرہ کے متعلق کرنیٹر مصنفہ ایچ ارنیول سی آئی سی۔ ایس مین لکھا ہے کہ مقبرہ کا گنبد اب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکر ونکے ٹکڑونسے بنایا گیا ہی اور بالاخانہ کی دیوار و نیز مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام ہے

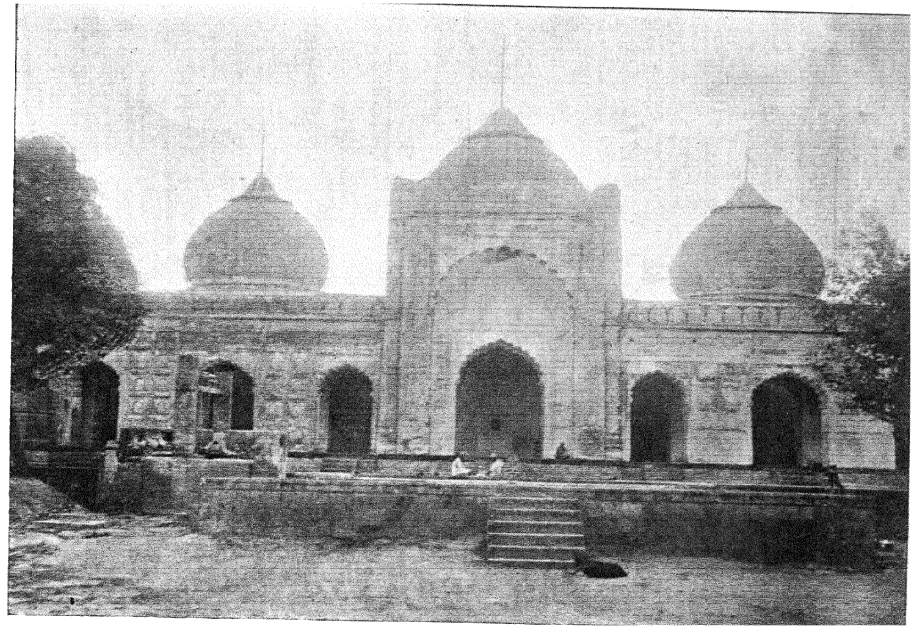

جامع مسجد شاہ آباد

اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ مین داخل ہوگیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے یہ رقم کیا کام دیسکتی ہے کم ازکم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی ہوسکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلیے شاہ عالم بن اورنگ زیب نے ایک موضع سرائے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا تھا مگر افسوس ہو کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہوگیا اسکا پروانہ محمد امین خانصاحب اختیار پوری نے صید شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علیخانصاحب والی رامپور کی خدمت مین پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نوابصاحب موصوف کی رئیسانہ فیاضی وقدردانی سے اس مقبرہ کی ازسرنو مرمت ہوجائیگی اور عمارت اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت سے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ آرزو پوری نہوئی اور نواب خلدآشیان خلدبرین کو روانہ ہوگئے اور اتفاق وقت سے اسکا پروانہ بھی وہین رہگیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی مگر ریاست کے دفتر مین وہ بے پتہ ہوگیا ہے اور نہ دستیاب ہوسکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاءاللہ بہت اچھی حالت مین ہو کسی امداد کی محتاج نہین نہایت وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہرون مین بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہین آتی جامع مسجدہای کا نقشہ شاہجہانی معلوم ہوتا ہے بنائی ہوئی ہو اسکے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھریان

ہین اور اوتر کیطرف حمام ہے پورب اور دکن کی کوٹھریان بازار حسین گنج مین شامل ہوگئی ہین اور انسے آٹھ نوسو روپیہ سالانہ کی آمدنی کرایہ مین حاصل ہوتی ہے اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خانصاحب اللہ پوری ہین جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد مین گذرے ہین یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا اجر حقتعالی انکو عالم آخرت مین عنایت کریگا۔

آجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادر حکیم خادم حسین خان رئیس اختیار پور ہوے ہین اور وہ اپنی خوش تدبیری و انتظامی لیاقت سے اس کام مین مستعد و سرگرم رہتے ہین انشاء اللہ یہ گنج اگر تیار ہوگیا تو انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ اور مسلمانان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام موذن مدرسین مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہون اور مرمت مسجد مین صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جمالپور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلیے وقف تھا مگر افسوس کہ وہ بھی ضبطی مین ہے اصلی فرمان ابتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے مینار ناتمام رہجانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہوگیا اور یہ عمارت پوری نہین ہوسکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھ لاکھ ان ہر سہ عمارات یعنے بڑی ڈیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان و جامع مسجد کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ مین بھی تیار نہین ہوسکتین کیونکہ پہلی سی اشیاء کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اسوقت مین کہان ہے۔

نقل فرمان معافی موضع جمالپور بنا بر جامع مسجد شاہ آباد پنجاب

شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی

شاہ عالم بادشاہ غازی
امجد خان صدر سید جہان
سنہ ۲

کماشتہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبۂ اودہ بدانند۔

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ زمین و زمان خلیفہ معدلت نشان ذریعہ امن و امان سبب آسایش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال سربلند و اداربیمال مظہر اتم پروردگار رحمت اتم آفریدگار ربانی مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرحوم بست و نہم جمادی الثانی سنہ جلوس و الا موضع جمالپور تہ شاہ آباد عملہ پرگنہ مذکور از ثلث خریف پارس دروجہ خرچ امام و موذن و خطیب و صادر و وارد و مرمت وغیرہ جامع مسجد بنا کردۂ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبۂ شاہ آباد عملہ پرگنہ مسطور حسب التضمن مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نمودہ موضع مسطور را بتصرف آنہا باز گذارند و از جمیع وجوہ و عوارض معاف مرفوع القلم شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نمودہ بوظائف دعاگوئی مواظبت مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند و دریں باب قلمے غدانستہ حسب السطور بعمل آرند نہم شعبان سنہ قلمی شد

کیفیت بر پشت

شرح ضمن در وجہ خرچ امام و موذن و صادر و وارد و مرمت وغیرہ لوازمہ جامع مسجد بنا کردۂ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبۂ شاہ آباد موضع جمالپور کونیہ شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ از ثلث خریف بتاریخ یازدہم شعبان ۴ سنہ نقل بدفتر رسید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیون سے بڑے اور لایق تھے نہایت مہذب نازکمزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہی منصبدار وصاحب اختیار ہوے ہین بادشاہی جاگیر بھی انھین کے نام بحال رہی بلکہ انھون نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کرکے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقاے نسل میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ مین نہ دیجاوے چنانچہ اس امر کا فرمان بھی بادشاہ نے منظور کرکے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے پرگنات انکے قبضہ مین تھے جنمین اکثر زرخرید تھے اور بعض از روے جاگیر و معافی کے آے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد مین ساڑھے چودہ سو تھے انکے قبضہ مین تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحۂ (۲۶۰) مین تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان وبہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضعات کے تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پرگنۂ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیح آباد۔ سرہ۔ باون برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبۂ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان نبیرہ کمال الدین اور مرتضے خان ابن فتحمور خان کے قبضہ مین تھے اور نواب بہادر خان کی اولاد کے قبضہ مین شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال تھے چنانچہ انکے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر روہیلون سے تنازع رہا ہے ہم اس بیان کے ثبوت مین اخبار محبت کی بجنسہ الفاظ وعبارت یہانپر درج کرتے ہین

چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار زر خرید بچندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان ونواب بہادر خان وپسران وبنابر آنہا در سرکار بدایون وپرگنۂ کانٹ و محال کتھار و دکنہ وسنبا وغیرہ از روے حصہ بظہور الدین خان رسیدہ وپرگنات سانڈی وپالی وسندیلہ وملیح آباد وسرہ وباون وبرور و دریاد و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ صوبہ آودھ شیر انداز خان ومرتضے خان المخاطب بہ فتح معمور خان در قبضہ میداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد مین بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیردار نہ تھا تو سوائے بڑی ڈیوڑھی کے یہانکے جملہ دیہات کسکے قبضہ مین جاتے۔

واجب الغرض سرکاری مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح معمور خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایگوان معہ دیگر بارہ مواضعات کے دیے تھے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری معہ بارہ مواضعات کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ

نواب الہ دیے خان کو موضع نوروز پور معہ بارہ مواضعات کے اور اندر قصبہ کے برد ابازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسط نگر معہ بارہ مواضعات کے اور بازار چہار شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔

بموجب اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اوسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض رہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کردی صدہا آدمی بڑی ڈیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبۂ انگئی سے تجاوز کرگئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت مین درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمغا عنایت ہوئی ہے اور وہان شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہ ہی شرفا ہین جنکے آباو اجداد ہمراہ دلیر خان کے

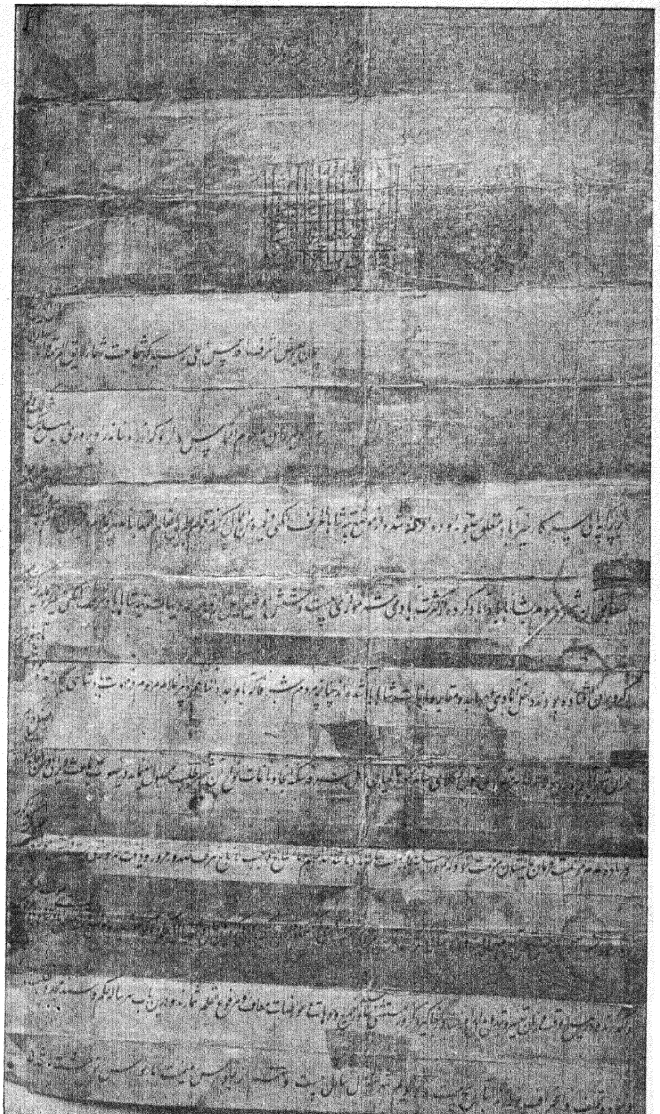

فرمان شاهي بنام نواب كمال‌الدين خان

مہمات شاہی مین کام آئے ہین کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور افتادہ تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود مین آگئے ہین شہزادہ کا عامل محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ ہمنے دیدہ و دانستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے لیے علاوہ قصبہ اور سینتیس مواضعات کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کیے ہین کوئی عامل کسی طرح انسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان ۹۶ سنہ ۱۰ھ کو نواب دلیر خان کے انتقال کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیرآباد نے سائر خرچ کا جھگڑا اٹھایا ہے اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین کمال الدین خان نے گذرانی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر اونھین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کردی تھی۔ اسکا فرمان بھی آجتک بدستور رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلکہ کتاب ہذا ہے۔

نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

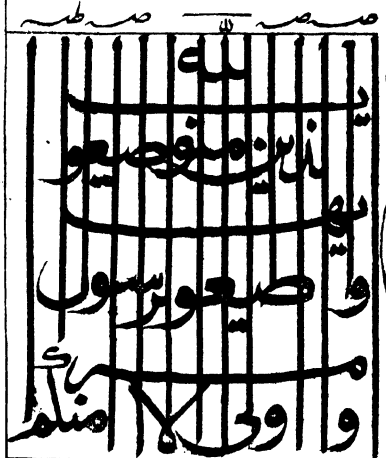

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که از راه خانه زاد پروری مبلغ شش لک دام بر پرگنه پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اودهه افزوده شده از موضع ته شاهاباد عرف انکئی وغیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پسر غلام دلیر خان مرحوم بجهت وطن مرحمت شده بود مطابق آن شهر موسوم بشاهاباد آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی بست وشش موضع قلیل الرقبه مرزعه دیهات ته شاهاباد عرف انکئی وغیره علمه پرگنه مرقوم که ویران افتاده بودند داخل آبادی ومساجد ومقابر وباغات شاهاباد شده اند

چنانچہ مردم شہر فاکہ آبا و اجداد آنہا ہمراہ پرغلام مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند تاہنوز دران شہر آباد اند درینولا محمد طاہر متصدی تیول وکلاے شاہزادہ عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات نواح آن شہر طلب محصول مینماید درینصورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است ازفضل وکرم درمادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند لہذا حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور عزورود یافت کہ موازی بست وشش موضع ملتمسہ عملہ پرگنہ مذکور دیدہ و دانستہ حسب الضمن در تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہاباد مرحمت فرمودیم احدی مزاحمت نرساندی باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال بانحکم والا کوشیدہ مواضع ملتمسہ را بتعلق آبادی شاہاباد مرقوم بموجب مذکور الصدر واگذارند و در ہیچ وقت وزمان تغیر وتبدیل بدان راہ ندہند واز جاگیر وکرور مستثنی شناسند واز جمیع وجوہات و عوارضات معاف ومرفوع القلم شمارند و درین باب ہرسالہ حکم وسند مجدد نطلبند واز فرمودہ تخلف وانحراف نورزند۔ بتاریخ بست و دویم شہر شوال بست ونہم از جلوس میمنت مانوس نوشتہ شد۔

بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز پنجشنبہ ہفتدہم شہر جمادی سنہ ۲۸ جلوس معلے موافق سنہ ۱۰۹۶ ہجری

برسالہ مومن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج ومناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار

اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویس کمترین بندگان
درگاہ خلایق پناہ محمد شفیع قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت
والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلے رسید کہ مبلغ
شش لک دام بر پرگنہ پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ افزودہ شد از مواضع تہ
شاہ آباد عرف انکئی وغیرہ من اعمال پرگنۂ مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پرغلام
دلیر خان مرحوم بجہت وطن مرحمت شدہ بودند مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد
آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست وشش موضع قلیل الرقبہ مزرعہ دیہات تہ
مذکور وغیرہ عملہ پرگنہ مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات
شاہ آباد شدہ اند چنانچہ مردم شہر فاکہ آباؤ اجداد آنہا ہمراہ پرغلام مرحوم در ہمات بادشاہی
بکار آمدہ بودند تا ہنوز دران شہر آباد اند درینولا محمد طاہر متصدی تیول وکلاے شاہزادہ
عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محصول طلب مینمایند درینصورت
باعث ویرانی وطن خانہ زاد است افضل وکرم درماده عدم مزاحمت فرمان عالیشان
مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند حکم جہانمطاع واجب الاتباع
صادر شد کہ موازی بست وشش موضع ملتمسہ مزرعہ تہ شاہ آباد عرف انکئی وغیرہ عملہ پرگنہ
مرقوم دیدہ و دانستہ وتعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم
بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط مؤتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین
بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار
اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط

واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مؤتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت والاحسان شریف خان انکہ بتاریخ بست وہفتم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۹ مکرر بعرض مقدس ومعلے باین شرح بخط مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

ے موضع از اصل بتصدیق منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عرف انکئی				ے موضع از اصل
تھوک اندو	کھانڈی	تودھک پور	شہباز پور	مومن پور نظام پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع موضع
بہادر پور	محی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور	چودھری پور کمال الدین پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع موضع
تھوک دھرمکدہ	جالب پور کھوکھل	جوگی پور	کنھر پور	دلیر پور شرفنامہ پور مہوری
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع موضع
جالب پور رہالس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور اودیکر	کلکر گھٹہ	ملک پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
از تہ ایگوان				ے موضع از اصل
سور اپور	جنک پور	کرم اللہ پور		

بر رسالہ مؤتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدۂ امرائے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال جمدۃ الملک ارالمہام اسد خان دونبت واقعہ نویسی محمد شفیع۔

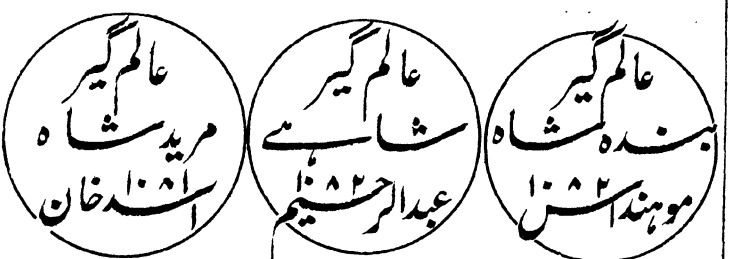

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

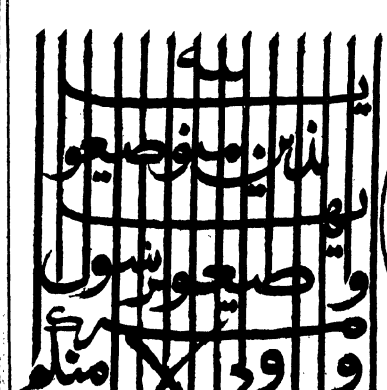

چون بغرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال
الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک دام از پرگنه شاه آباد
دربست سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اودهه که ازراه خانه زادپروری بطریق محال وطن
بجاگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
سرکار خیر آباد بعلت پیشکش واخذ سرکار وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والاست
مزاحمت نرسانده درینولا نائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند درینصورت
باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است ازفضل وکرم درماده عدم مزاحمت پیشکش
وسایر وغیره وتنخواه پرگنه مذکور تابحیات بجاگیر خانه زاد وبعد آن تابقائے نسل فرزندان
خانه زاد بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود لهذا حکم جهانمطاع
واجب الاتباع شرف صدور وعزور ودیافت که پرگنه شاه آباد مذکور دربست تابحیات
بجاگیر خان مشارالیه وبعد آن تابقائے نسل فرزندان او بجاگیر دیگرے تنخواه نشود
واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والا است
بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید که فرزندان کامگار ووزرائے صائب رائے
کفایت شعار وناظمان وفوجداران حال واستقبال در استمرار واستقرار انحکم والا کوشیده پرگنه
مذکور تابحیات بجاگیر خان مشارالیه وبعد آن بجاگیر فرزندان او ظهراً بعد ظهر ونسلاً بعد
نسل وبطناً بعد بطن مقرر شناسند ودر هیچ وقت وزمان تابقائے نسل او بجاگیر دیگرے
تنخواه ندهند واز جمیع وجوهات وعوارضات معاف ومرفوع القلم شمرند واز فرموده تخلف
وانحراف نورزند - بتاریخ هفتم شهر ربیع الثانی سال سی ویک از جلوس میمنت مانوس
نوشته شد -

جانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز جمعہ بست وہفتم شہر رمضان المبارک سنہ ۳۱ جلوس مقدس موافق سنہ ۹۵ھ مطابق ۱۲- اُردوی ماہ الٰہی- برسالہ مومن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ الیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدۃ الملک مدار المہام اسد خان ونوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ غلام علی قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمۃ والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلے رسیدہ کہ مبلغ شش لک دام پرگنہ شاہ آباد دربست سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ کہ از راہ خانہ زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر خانہ زاد مرحمت شدہ از وقت آبادی پرگنہ غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران سرکار خیر آباد بعلت پیشکش واخذ سائر وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ معفوہ بارگاہ والاست مزاحمت نرسانندہ درینولا نائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند درینصورت باعث ویرانی محال وطن خانہ زاد است از فضل وکرم درمادہ عدم مزاحمت پیشکش وسائر وغیرہ ابواب ممنوعہ وتنخواہ پرگنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خانہ زاد وبعد آن تا بقلے نسل فرزندان خانہ زاد بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ پرگنہ شاہ آباد مذکور دربست تا بحیات بجاگیر خان مشار الیہ وبعد آن تا بقلے نسل فرزندان وبجاگیر دیگرے تنخواہ نشود واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیرہ کہ ابواب ممنوعہ معفوہ بارگاہ والاست بوجہ من الوجوہ مزاحمت نرساند- بست وہفتم شہر رمضان المبارک سنہ ۳۱ جلوس والا بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد

شرح بخط مومن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مومن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیۃ والاحسان شریف خان آنکہ بتاریخ بست وہفتم شہر محرم الحرام ۳۱ سنہ جلوس مبارک مکرر بعرض مقدس ومعلی باین شرح بخط مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

لک دام پرگنہ شاہ آباد محال وطن دربست

برسالہ مومن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان ونوبت واقعہ نویسی غلام علی۔

سرکار کالنجر مین کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

غازی
بادشاہ عالمگیر
اسد خان

چودھریان قانونگویان و مقدمان و رعایا و مزارعان پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبۂ الہ آباد بدانند کہ

چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دام از پرگنہ مذکور از تغیر چاند من ابتدائے خریف تحاوی ئیل مطابق ضمن بجاگیر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید کہ مالواجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع دراین موافق جہان و معمول نجان مشارالیہ جواب میگفتہ باشند و از ہیچ حسابے و صلاح و صوابدید خان مومی الیہ بیرون نروند بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۳ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد از تغیر چاند کہ از ثلث ربیع بجاوی سل تا باقی ابتدائے فصل خریف بجاقوی سل مرمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیگم صاحبہ سندر خان کی صاحبزادی تھیں نہایت لایق و منتظم بیوی تھیں انھین کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھین انکے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویان جو دردمند ہوتی تھین جاکر استغاثہ کرتی تھین اور یہ انکی دلجوئی کرکے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھین چنانچہ شیخ محمد مہدی صاحب کی بہو بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئین تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آگئین تھین اس عرصہ مین نواب سردار خان انکے صاحبزادہ بھی انتقال کرچکے تھے مگر یہ زندہ تھین کاغذات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست مین انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہین ۱۲۷۰ھ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیعنامہ سے جو انکا زرخرید ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیعنامہ انکے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلیے ہم درج کرتے ہین

نقل بیعنامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم ونسب خود ہاہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام ممی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ ظفر الدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النسا و مسماۃ جان بی بی ابنان و ابنات دانشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسمعیل و مسماۃ بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماۃ بی بی راجی بنت شیخ محمد زمان ولد شیخ محمد داؤد زوجہ ہائے دانشور خان مذکور فی حال بصحیح اقرار ہم شرعا بدینوجہ کہ منعقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیہ محمد شاہی جید تمام وزن کہ نصف آن دو صد پنجاہ روپیہ موصوفہ میشوند ازوجہ قیمت یک قطعہ باغ پختہ کہ موازی آن دو نیم پختہ زمین پختہ معہ یک دھنہ چاہ معہ اشجار ہا مثمرہ وغیرہ مثمرہ و محدود است بدینحدود اربعہ متعینۂ ذیل

شرقے غربے جنوبے شمالے

آن متصل ست بباغچہ مرزا فاضل بیگ آن ملحق ست بباغ بھوپ خان آنملحق ست بباغ میرزا امان اللہ آن پیوستہ است بشارع عام

و بعض بزمین باغ مذکور

بر ذمہ مسماۃ پیاربی بی ولد سندر خان بن جلال خان والدہ امارت پناہ محمد سردار خان زوجہ رستم خان طلب داشتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفتہ در تحت و تصرف خود آوردم من بعد آن ہیچ حقے و دعوے و خصومتے بوجہے من الوجوہ و بسببے من الاسباب نیست و نماندہ بنابر آن اینچند کلمہ بطریق قبض الوصول وجہ بنائے محدودہ مذکورہ را نویسانیدہ دادیم کہ ثانیا حال سند باشد کہ عند الحاجت بکار آید و کان ذلک بمحضر المسلمین تحریرا فی التاریخ بست و ششم شہر محرم سنہ ۱۶ جلوس والا مطابق سنہ ۱۲۴۷ھ

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام محی الدین ولد دانشور خان	قطب الدین ولد دانشور خان	قمر الدین بندہ درگاہ	ظفر الدین بندہ درگاہ	بی بی جیونی بندہ درگاہ
گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
عصمت اللہ رضوی جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیر اللہ	شیخ محمد طاہر

نواب کمال الدین خان کی زرخرید اراضیان دہلی مین اکثر تھین منجملہ ان حقیتونکے موضع نہرولہ جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جسکا بعینامہ تذکرۂ دلیر خان مین منقول ہوچکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل صورتحال ہولعلی۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان زہریک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علماے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و احالی و موالی **موضع نہرولہ معمولہ حویلی دارالخلافت شاہجہان آباد** کہ بر ہریک پیشمایان روشن و مبرہن است کہ یکقطعہ معلومۃ الحدود کہ واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود اربعہ مسطورہ و مشتمل بر حویلی پختہ و خام و چاہ و خانہاء مخترفہ

شرق ـــــ غرب ـــــ جنوب ـــــ شمال ـــــ

آن پیوستہ است بدیوار قلعہ کہنہ آن ملزق ست بباغ سرکار خاصہ شریفہ آن متصل است بہ بعضے بہ بندقبر شاہی آن ملصق ہست بعضے بحویلی سید عمر

باقی اگر سین صراف وبعضے بقبرستان عام بن سید مرتضے بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان معزالیہ بموجب خط شرائی کہ از املاک آنہا خریدہ بندہ بحضور جماعہ شہود و عدول و بمحضر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بمحضر اقضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان بہ نمودند و بثبت

درمجلس نقد ہبہ قبول کرد وبموجب آن برقطعہ مذبور متصرف گشت بر ہر کس ظاہر وباہر است وبرایں معنے اطلاع وآگاہی داشتہ باشد اشتہادے خود ذیل مختصر بنویسد یا بنویسانند کہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور خواہد شد وکان ذلک فی التاریخ احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف وسبع ثمانین من الہجرۃ النبوت وصلعم۔

گواہ شد	گواہ شد
انچہ درمتن مسطور ست بیان واقعہ است بندہ درگاہ ریداس ولد مکنداس چودہری وقانونگو دارالخلافہ	مکنداس ابن موہنداس چودھری وقانونگو شاہجہان آباد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہین نظر سے نہین گذرا لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ ۴۰ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۰۸ ہجری مین وہ اورنگ زیب کیطرف سے شاہزادہ محمد معظم کی خدمت مین کسی مہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہین جسکا فرمان آجتک موجود ہے اور وہ اوپر درج ہوچکا ہے اور سنہ ۱۱۱۹ ہجری تک اونکی زندگی تاریخ اخبار محبت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سنہ مین وہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزادونمین تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک وموجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری تک بڑی ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین انکی جانب سے محمد دلاور کو خدمت امانت وفوجداری کی دیگئی ہے اور اسیطرح سنہ ۱۱۲۱ھ مین بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خانصغیل کو دیگئی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی کپر محمد کو سرائے رانک مین عنایت ہوئی ہے
اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمنامہ راقم کی نظر
سے گذرا ہے غرضکہ ان کاغذات سے ۱۱۷۲ھ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے
لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہین گذرا بلکہ ۱۱۷۵ھ ہجری
مین انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہین اسلیے ثابت
ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے ۱۱۷۴ھ ہجری کے آخر زمانہ مین یا ۱۱۷۵ھ
کے شروع زمانہ مین انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حین
حیات اپنی مہر مین بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہین تحریر کرتا ہے ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۷۹ھ
کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرارنامہ اونکے
صاحبزادہ سید محمد صالح صاحب نے اپنی والدہ یعنے گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے
اوسمین گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح
تحقیق ہوگیا کہ وہ ۱۱۷۴ھ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد مین محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ تو بالاتفاق
ثابت ہین لیکن بعضونکو فرزندون اور انکے نامونمین اختلاف ہے نہال الدین و جمال الدین
خان کے متعلق بعض کہتے ہین کہ یہ لاولد فوت ہوگئے اسیوجہ سے انکا نام بعد
کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ مین نہین لکھا گیا مگر موضع اترچی پرگنہ پالی کے
بیعنامہ مین جو ۱۱۷۵ھ ہجری کو اُنکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے اسمین

جمال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے انکا نواب صاحب موصوف کی اولاد مین
ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خاصخیل و خانہ زاد کیطرف
سے بازار بسانا اور پھر چوھرایت کا دیا جانا عمل مین نہ آتا اسیطرح نہال الدین خان کے
نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
ظاہر ہوتا ہے جسطرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوے اسیطرح بازار جمال خان جمال الدین خان
کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسلے گئے ہون اور یہ بھی
ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی مین کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
ہون واللہ اعلم ایک جمال نام خاصخیل بھی جسکے متعلق چوھرایت گنج و بازار کی ہے
کاغذات مین پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ مین جمال الدین ولد حسین خاصخیل کا نام
بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام عمدہ اراضی
کا معافی نامہ بھی محمد سردار خان کیطرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات مین محمد یار خان
بھی کمال الدین خان کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین نواب صاحب کی دوسری دختر کا نام خیر النسا بیگم تھا

نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسجگہ پر کہ سرائے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
اب یہ مقبرہ شفاخانہ سرکاری کے محاذین پچھم کیطرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجاے تعویذ کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے
اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت
خوشنما ہے چار دیواری کے وسط مین ایک کرسی دار چبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد
قایم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد برآمدے ہین اور درمیان والے حصہ مین خاص مزار
ہے جسکی دیوار و نمین جالیان اور دروازے لگے ہوے ہین پچھم کیطرف اوسکے
مسجد ہے مقبرہ کے اطراف مین باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت
بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خانصاحب حاجی محمد حسین خانصاحب اختیار پوری نے
بڑی ڈیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے
ازسرنو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ مین ہر سال ربیع الاول
مین مجالس میلاد شریف کی منعقد ہوا کرتی تہین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر
اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہوگئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت
کے گوشہ ٹوٹ چکے ہین ایک بے تمیز کاشتکار نے اوسکے ستونون سے جانور باندھکر
کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور
صاحب ارادت کے لیے کل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب
خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہوا ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جاے نہایت
بے ادبی و بدنصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آنیکا شاہ آباد مین یہ قصہ ہے
کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مہم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہوکر کہا تھا
کہ جو مانگوگے وہ پاؤگے اسموقع پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا
کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین مین سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہون قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے
آیا ہے اسکے پانیکی آرزو رکھتا ہون چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی تمنا پوری کیگئی
اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمے اور دولت کبرے حاصل
کرکے باوضو اپنے سر پر رکھ کر ہاتھی پر سوار ہوے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لاے
یہان اکر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن اور میری نعش قبر مین دفن ہو
تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جاے تاکہ خدا کے روبرو میرے
لیے ذریعہ نجات ہو۔

اسموقع پر دو باتین قابل الذکر ہین اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب
صحیحہ مین اسناد بھی مرقوم ہین یا نہین دوسرے یہ کہ کتب مستندین روایات صحیحہ
ثقہ راویون سے اگر منقول ہین تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد مین موجود ہے اصل ہے
یا نہین اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیون نہ برکت حاصل کیجاے
امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تواتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے
اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاے مبارک
کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہوجاتا تھا اسبارہ مین مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی
نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور
نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ الحرمین عربی و اردو مین تصنیف کیا ہے اور اسپر علماے
حرمین یعنے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہین اسکے علاوہ راقم نے اور مستند
کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفا قاضی مین ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا وعندنا مثلھا او ما ھو ابلغ منھا الخ

یعنے کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہین عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف مین خود خداوند کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر بنگیا تھا ارشاد فرماتا ہے تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنجانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات آپ کی ذات کے لیے کوی بڑی فضیلت کی نہین آپ تو سید المرسلین اور افضل المخلوقات ہین جملہ خلایق پر تمام صفات مین خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا ہوا آسمان پر شق القمر کا معجزہ آپ سے ظہور مین آیا ہے تو پھر پتھر کا نرم ہوجانا آپ کے پاے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انموذج اللبیب فی خصایص الحبیب مین اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے لکھا ہے کہ جب جناب رسالتمآب پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے اوسپر بنجاتے تھے اور نظم الدرر مین مرزا جان برکی نے اسبارہ مین یہ تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اسپر اثر ہوجاتا تھا اور حافظ عبداللہ دمشقی نے مولد انوار مین اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجکو نہایت شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہین دیکھا۔ اور محمد عبدالعزیز خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات مین ثقہ راویون سے نقل کیا ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہین وہ جاہل ہین اور یہ امر انکی جہالت و ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد مین تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوے ہین کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپکے روبرو رویا ہے
اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپکا سایہ پر
نہین پڑتا تھا اور ریت مین آپکے پاے مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور سخت پتھر
آپکے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور انھین مصنف ابن جوزی نے دوسری جگہ
کتاب الوفا مین حافظ ابونعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسولخدا صلعم غار حرا مین
داخل ہوے اور آپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کیطرف مائل کیا تاکہ آپکی صورت اس
مین چھپ جاے پس نرم کر دیا حقتعالے نے پہاڑ کو یہانتک کہ داخل کیا آنحضرت
نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ
کے پتھر مین آپ کی کلائی اور کہنی مبارک کا۔ چنانچہ حاجی لوگ آجتک اسکی زیارت
کرتے ہین اور اسیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آنے کیطرح ملائم ہو گیا تھا اور اوسیجگہ پر
شب معراج مین آپکے براق کو باندھا گیا تھا اور آجتک اس متبرک مقام کو تلاش
کر کے زیارت کرتے ہین۔ انسان العیون مین علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ
شب معراج کو صخرۂ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا مین معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم شریف
کا اثر بنگیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج مین حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو تشریف
لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر مین سلطان ابی نصر محمود
مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے جسمین آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے
جسکی لوگ زیارت کرتے ہین اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار
نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپکے پاے مبارک
کی نرمی کو تکلیف نہو اسلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابوشجاع مالکی بلخی نے تفسیر درمکنون مین

آیت۔ وتخذ ومن مقام ابراھیم مصلی کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدمونکے نیچے بھی پتھر خمیر آٹیکے مثل نرم ہوگیا ہے اور اوسپر اونکے قدم مبارک بنگئے ہین ایکبار جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے کھڑے ہوے تھے اور دوسری بار جسوقت حضرت اسمعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے یعنے آپ کی بہونے آپ کا سر دھلایا ہے اور اسیطرح جسوقت آپنے لوگون کو حج کے لیے آواز دی تھی تو آپکے پاے اقدس کے نیچے پتھر نرم ہوگیا تھا اور انپر نشان منقوش ہوگئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قدم مبارک کے نقش بارہا پتھر پر بنگئے ہین بعض اوقات دونون قدمون کے نقش معہ نعلین شریف کے منقوش ہوے ہین اور بعض وقت آپکے برہنہ پائی کے نشان بھی بنگئے ہین بلکہ آپکے خچر کے سم کا نشان بھی پتھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جسطرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مٹا سکے اسطرح وہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مٹا سکے جسوقت کہ شب معراج مین آپ براق پر سوار ہوے ہین اوسوقت بھی آپکا قدم پتھر پر بنگیا ہے۔ علماء کاملین نے اپنی اپنی تصنیفات مین برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علما سے بعض کے نام نامی ہم اسجگہ پر تحریر کرتے ہین۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطائی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراھیم معاویہ بن صالح۔ ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ مین اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابوعبداللہ فاضل نے قصیدہ ہمزیہ مین یہ معجزہ لکھا ہے اور عبدالرحمن صفوری نے کتاب نزہت مین قصیدہ جسکا ایک شعر یہ ہے ھذا الذی اعشی فی الرمل الاثر + یری لہ ویری فی الصخر والجبل

یعنے یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت مین تو اسکے پاے اقدس کا اثر نہین نظر آتا تھا اور اسکے پائے مبارک کا نقش پتھر اور پہاڑ پر دیکھا جاتا تھا۔ اسیکو حافظ حسن دیار بکری صاحب الخمس نے احوال نفس نفیس مین تحریر کیا ہے

یعنے ریت پر آپکے قدم مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور پتھر آپ کے قدمون کے نیچے نرم ہوجاتا تھا۔

اس زمانہ کے علمانے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے منجملہ اونکے مولانا فریدالدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علے انکر اثر قدم الرسول مین جو تردید مین مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل المحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیانکیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزمانصاحب نے قول المستحسن مین اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہین جو قدم شریف کہ دہلی مین خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر پر ۱۰۷۰ھ مین بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے نعلین کے نقشے بناکر تعظیم دی ہے اور اونسے فوائد و برکات حاصل کیے ہین۔ خوشا نصیب ان اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اوسکو واجب التعظیم سمجھین اور اس سے سعادت حاصل کرین اور جس مقام پر کہ آپکے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہون

اس سے برکت حاصل کرین اور وہ مقام کہ جسجگہ پر آپ کا قدم مبارک ہوگا ہمیشہ مہبط انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُسجگہ پر جبہہ سائی کرتے رہین گے جسکے متعلق حافظ شیرازی فرماتے ہین ؎

بر زمینیکہ نشان کف پائے تو بود ❊ سالہا سجدہ صاحب نظر آن خواہد بود

راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب مہاجر کیخدمت مین لکھا تھا اوسکے جواب مین مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ ہجری کو یہ تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے وقاق لبنی صلعم کی ایک مکان کی دیوار مین ایک پتھر بشکل زبان گاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے تھے اسکی روایت یون مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم شریف تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص ملا اوسنے عرض کیا کہ نماز ہوگئی آپ افسوس کی حالت مین کہنی ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور اس حجر مین نشان ہوگیا فقیر نے بھی اسکو دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف مین حضور کے منتظر ہین مگر وہ پتھر شاہ ایران نے شریف مکہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزار ہا اشرفیان دیکر منگوالیا۔

اسیطرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مہاجر کیخدمت مین اسکے متعلق عریضہ بھیجا تھا جسکے جواب مین مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند حضرات سے حالات تحقیق کرکے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ یہان ایک مسجد ہے وہان آپ کی سواری کا جو خچر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے قدم مبارک یہان تو اب کوئی نرہا سلف مین موجود ہونا ممکن ہے کہ جنکو صاحب اقدام

لوگ تبرکاً جا بجا لے گئے۔ مکہ معظمہ مین مقام ابراہیم ہے وہان حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ مین وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے ہین اور اب زمزم اوسمین بھر کر پیتے ہین اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کو لیجاتے ہین امام فخرالدین رازی نثرالجواہر مین تحریر فرماتے ہین (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرفت سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین (کہ از انجملہ است کہ چون بر سنگ میرفت فرو میرفت ہر دو پائے او در ان) کتاب المعجزات مین ہے کہ حضرت رسالت پناہ پتھر پر جب چلتے تھے تو آپ کے قدمون کے تحت مین نشان بنجاتے تھے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا مین جانے کے وقت آپ کے قدم کے نشانات پتھر پر بنگئے جسطرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بنجاتے ہین پس نبی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدمونکے نشان پہچانکر ہم لوگون کو دیکھ لین گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے اونھین محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے فتح الباری مین اور حافظ الزبیری نے خصایصہ مین لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کر دیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شیے سے نرم ہوتا ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہین کہ مینے اس قبہ مین جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم مبارک کا نقش ہے غرضکہ علماے متقدمین و متاخرین سبکی زبانون سے یہ مشہور معجزہ

بیان مین آچکا ہے۔ نواب سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال نے فخر اقبال مین قدم شریف صلعم کی سلطان المعظم کے خزانہ سلطنت مین بھیجدی اور اپنی زیارت تحریری ہے جسکا یہ قدم پاک ہے اوسکے مراتب بھی تمام عالم مین روشن ہین جسکے متعلق حدیث قدسی ہے کہ لولا محمد لما اظہرت ربوبیتی یعنے ارشاد باری ہے کہ اگر نہوتا تو اے محمد صلعم تو نہ ظاہر کرتا مین اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث قدسی یہ ہے ماخلقت خلقا اکرم علی منک خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا یعنے فرمایا حقتعالے نے نہین پیدا کیا مینے کسیکو مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسمین ہے تاکہ پہچانین اور معلوم کراون اونکو بزرگی اور مرتبہ تیرا۔ کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہوتا تو بیشک مین نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا اسکو ابن عساکر نے اور اسبارہ مین ایک یہ حدیث ہے ان اللہ قد رفع الدنیا فانا انظر الیھا وما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا مین دیکھتا ہون دنیا کو اور جو کچھ اوسمین ہونیوالا ہے قیامت تک اور مین اسطرح دیکھتا ہون جیسے کہ ہتیلی دیکھتا ہون اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب مین بھی اسکا ذکر آیا ہے اور مشکوۃ شریف مین وہ حدیث کہ جسمین فعلمت واقع ہوا یعنے جو کچھ آسمانون وزمینون مین ہے وہ سب جانا مینے اور یہ حدیث ابوذر سے مواہب مین منقول ہے قال ابوذر لقد ما ترکنا رسول اللہ صلعم ما یحرک الطایر جناحیہ فی السماء الا ذکر منہ علما یعنے کہا ابوذر صحابی نے کہ عالم مین پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اوسکے ذکر کو بھی آنحضرت صلعم نے نہین چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہو از روے علم کے اور خداوند کریم نے آپکو خبردار کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبداللہ بن عمر سے ترمذی مین
کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دولتخانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر
تھے آپ کے دست مبارک مین دو کتابین تھین آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ
یہ کون کتابین ہین ہمنے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمکو نہین معلوم آپ خبر دین پس ارشاد
کیا انحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ مین ہے یہ کتاب منجانب رب العالمین
کے ہے اسمین نام جنتیونکے ہین اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان
کو مجمل رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب مین دوزخیونکے نام ہین اور انکے باپ دادا کے
اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہین فرمائی اور دوسرونکا کچھ حال نہین
ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے
مواہب لدنیہ مین لکھا ہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اسطرح
دیکھتے ہین کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہین اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا
ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اور سر مو فرق نہین اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر مین
لکھا ہے کہ انحضرت زندہ ہین بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہین عالم
ملکوت اور زمین کے کنارونمین اور اوسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہین جیسے کہ زندگی
مین تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے
اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالے کیطرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و
سفلی مین تصرف کرنے کا اور اسبارہ مین خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء
احیاء فی قبورھم یصلون یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء
زندہ ہین اپنی قبرون مین اور نمازین پڑھتے ہین اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یعنے فرمایا رسول اللہ صلعم نے حرام کیا اللہ نے زمین پر انبیا کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیا مین بیہقی نے اور اصبہانی نے ترغیب مین انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات مین درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات کے بھی اوسیطرح ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اخبار مدینہ اور دلائل النبوۃ مین ابونعیم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید مین جب بے حرمتی اہل مدینہ کی کیگئی ہے اور کوئی شخص وہان اسوقت مین نہین رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح ہمزیہ مین لکھا ہے کہ عدم سے ملک ہستی کیطرف آتا ہے وہ حقتعالے آنحضرت کے واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلے سے پہونچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف ہون یا رزق کی تقسیم ہو جواہر المنظم مین ہے کہ آنحضرت خلیفہ ہین اللہ کیطرف سے روے زمین کے اور آخرت مین شفیع کیے گئے ہین چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپکو شفاعت کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالے کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما ہونگے آنحضرت نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اسبارہ مین ارشاد فرمایا تھا اور فضیلت آپکی قیامت کے دن مسلم ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ یعنے مین سردار ہون اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالے قرآن مجید مین آپکی شان مین فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی یعنے قیامت کے دن خدا اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جاوے گا وعسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا یعنے قریب ہے کہ اٹھاے تجکو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود مین ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنے آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہین حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام مین لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیا مینے اپنی جان پر اب آپ کے حضور مین آیا ہون کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز آئی کہ مقرر بخشد یا تجکو اللہ تعالے نے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

غرضکہ بیان مذکورۂ بالا سے واضح ہوگیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہین جس نبی کے یہ فضائل ہون اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہون اور اسکے پاے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہوجانا کون بڑی بات ہے۔

رہی دوسری بات کہ شاہ آباد مین قدم مبارک اصلی ہے یا نہین یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو شخص پہلے کے قدم مبارک کی زیارت کریگا اوسکو صاف روشن ہوجائیگا کہ اسمین ذرہ بھر بھی قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہین ہے اگر یہ اصل ہوتا تو عالمگیر سا متشرع دیندار بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیون رکھتا اور کمال الدین خان سے واقعکار بلا اسنا و اپنے سر پر رکھکر دہلی سے کیون لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کرنیکی وصیت کیون کرجاتے راقم سے ایک استاد زبا اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الہی کے انوار برستے ہین اور عالم آخرت مین انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا ہے جب دلائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہوگیا تو اوسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرومی ہے۔ صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی عالی ہمتی سے میری مرمت کرا کے دربار رسول اللہ مین سرخروئی حاصل کرے اگر وہ دنیا مین میری درستی کرائیگا تو اسکے صلہ مین خداوند کریم اجر عظیم اسکو عنایت کریگا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنات کا حصہ ضرور حاصل کرین اور اس خدائی خزانہ سے ابدالآباد کے لیے دولت دارین پانیکی ضرور کوشش کرین۔

نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشا۔ صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جدا گانہ تھا اونکے اہلکارونکے نام بعض کاغذات مین پائے جاتے ہین جو تحریر کیے جاتے ہین۔ خواجہ سرا نہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑین ہین چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدین شاہ آباد مین باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہون نے بنوائی ہین ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنھون نے ایک مسجد لب سڑک بازار چہار شنبہ مین معہ پختہ کنوین اور حجرہ کے تعمیر کرائی ہے جسپر سال تعمیر یہ کندہ ہے ؎

از میرا ے خدا مسافر گاہ ✣ خواجہ اقبال ساخت مسجد و چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھون نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

	بہ الف و نون نہ خود کرد اساس	براہ خیر مسجد خواجہ الماس	

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اونسے ایک مسجد و کنوان و حجرہ لب سڑک بازار سردار گنج مین بنوائی ہے جواب تعلقدار باسط نگر کے قبضہ مین ہے اور اسی علاقہ کے رئیسونکی قبرین بھی اسمین موجود ہین اسپر یہ تاریخ کندہ ہے

	در چہل ہفت سن جلوس پسند	مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند	

ایک مسجد حکیم سید فرزند علیصاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرائے مین ہے ایک مسجد قریب محلہ اللہ پور کے ہے جو لب سڑک باغمین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خانصاحب اللہ پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خانصاحب کے مقابر ہین۔ ایک مسجد ناتمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھین اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جسکے بنیے سلیم خان اور پوتے جاندخان تھے نواب صاحب موصوف کی ڈیوڑھی مین ایک نیاز نام کے خادم تھے جنھون نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اسمین مسجد و مکان و کنوان وغیرہ بنا کر ایک پرفضا چمن سجایا تھا مگر اب وہ مقام امتداد زمانہ سے خراب و خستہ ہو گیا ہے ایک پتھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

	از غوث چو یافت این بشارت رضوان	کز فضل گذر کند شفیع دو جہان	
	از بہر بنائے باغ پائین رسول	آورد نیاز از باغ جنان	

انھین مین ایک **خواجہ معقول** اور **خواجہ اسد اللہ** وغیرہ تھے جنمین بعض وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبدالحکیم بن شیخ فتح اللہ۔ محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر مین ترقی کرکے نیابت کے درجہ کو پہونچگئے تھے عالم چند چودھری قانونگو تھے۔ سیوکرائے۔ پھولچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیبی داس عظیم خان ڈیوڑھی مین صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان۔ اسلام محمد توشکخانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگھ پسر جے سنگھ اور محمد معروف میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جو اونکی طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے **قاضی سید زمان** تھے جنکی مہرین سید زمان اور کمال الدین خان دونونکے نام بطور سجع کے کندہ ہین۔

نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھین ایک مین **رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ** دوسری مین **کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ** تیسری مین **کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی** کندہ ہے۔

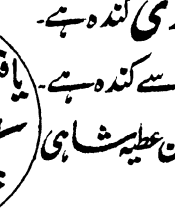

قاضی صاحب کی مہر مین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔ غالبًا چوتھی مہر بھی تھی جسمین خطابی نام رستم خان عطیہ شاہی کندہ تھا۔

بڑی ڈیوڑہی کے کارپردازون مین **دیوان محمد مبارک** بڑے منتظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد مین یہ متصدی تھے اور چودھرایت وغیرہ بھی انکے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ مین نیابت کے

درجہ کو پہونچگئے تھے اونکی مقدرت کے ثبوت مین اونکا تقسیم نامہ جو اونھون نے سنہ ۱۱۴۱ھ مین اپنے ہر سہ فرزندان کو اشیا تقسیم کرکے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اوپر قاضی صاحب کی مہر بھی ہے آپکے فرزند محمد دلاور۔ محمد اعظم۔ محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر محمد قایم پوتے تھے۔ اشیا منقسمہ مین تین ہزار دو اشرفی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی و نقرئی ظروف۔ مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید بیس عدد سرپیچ مقیشی پندرہ عدد۔ ٹپکہ گجراتی سترہ عدد۔ دوشالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم و تفصیل تقسیم نامہ مین درج ہے۔ زیور و خیمہ و فرش معہ دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے توشہ خانہ مین اپنی ذات کے لیے تا بہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات و باغات اپنے اختیار مین رکھے تھے لیکن انکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا لونڈیان اور خدمتگار بھی اونھین کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد مبارک کی زمینداریکے متعلق تھی یہ ہے۔

بیعنامہ موضع سرائے رانک | بیعنامہ موضع جمراجو نواب دلیر خان کے نام تھا مگر بیگم نے اسکا بخشش آپکے نام لکھدیا تھا | بیعنامہ موضع سارباہن پور موضع موہن پور

۲۰ بسوہ | ۲۰ بسوہ | ۲۰ بسوہ | ۲۰ بسوہ

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان نے بصلہ کارگذاری اسکا بخشش نامہ بھی انکے نام لکھدیا تھا۔

بیعنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سرومنگر | بیعنامہ موضع کندرہ پرگنہ سرومن نگر

۲۰ بسوہ | ۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع تریر پورن پور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

یہ موضع پیر[۵۱] محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور وہانسے انکے خاندان مین آیا تھا

بعینامہ پٹی سرام پور	بعینامہ موضع بھوڑا	بخشش نامہ موضع بہداسی و قطعے ایک بمہر نواب سردار خان	
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	ودیگر بمہر نواب شیر انداز خان	
بعینامہ موضع نگلا ویران تجھوپا	بعینامہ موضع روپا پور	بعینامہ موضع جسئی وامریا	بعینامہ موضع بسولی وامریا
۲۰ بسوہ	۲ بسوہ	۲ بسوہ	لگہ
پروانہ اراضی موضع خانپور	پروانہ چک موضع نگلا لوتھو	پروانہ چک موضع میر پور بمہر	بخشش نامہ موضع محمود پور گربا
بمہر سردار خان و شیر انداز خان	بمہر نواب کمال الدین خان	سردار خان و شیر انداز خان	بمہر نواب سردار خان و شیر انداز خان
لگہ	لگہ	لگہ	لگہ
پروانہ چک موضع بھداسی بمہر	بعینامہ موضع دلیر پور گربہ	چک دین محمد مرد پہ دلیر خانی و موضع میر پور بمہر نواب شیر انداز خان محررہ ۱۱۶۹ھ	بعینامہ چک بلال
مذکورہ بالا لگہ	۱۵	لگہ	لگہ

ایک رہنامہ موضع گٹکا مُو دوسرا سے شیخ صلاح کا منجانب چودھری ہرسہائے جو چین سنگہ کالڑکا اور چودھری ہمناتھ ساکن پالی کا پوتا تھا موجودہے یہ ہردو موضع دیوان مبارک کے قبضہ مین تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد اونکے پوتے نامدار خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونون مواضع ۱۵ رجب سنہ ۱۱۶۱ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بعینامہ تصدیق کرایا

[۵۱] پیر محمد بڑی ڈیوڑھی کے خدام مین تھا اور وہ محمد حسین خاصخیل کا لڑکا تھا تیس بیگہ اراضی سرائے رانگ مین اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان سنہ ۱۱۲۱ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پیایش کا حکمنامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب الحکم فتح خان پتھر داس گماشتہ نے انکی قیمس کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔

اسکے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجری کو چودھری ہرسہائے نے گنگا بشن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور رہن کیے۔ اسکے بعد سنہ ۱۲۱۴ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بشن وشیو کشن وغیرہ جو اس خاندان مین حقدار تھے اور پالی مین رہتے تھے اونھون نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونون موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کر وہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے یہان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان سنہ ۱۲۱۴ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اسوقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہبہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اسمین ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور مین واقع تھا ہبہ کیا تھا پیشتر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی ہادی پور پرگنہ پالی جو دیوان مذکور کو فخمعور خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پرگنہ پالی کے جو ذاتی زرخرید تھے اور ایک بسوہ سرائے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرضکہ اسقدر حقیت ۷۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۱۱ھ مین اس ہبہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر مین لائی گئی ہے اور اوسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونون قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر مین محمد مبارک بندہ درگاہ سنہ ۱۱۹۰ھ کندہ ہین۔

اور ایک سند محمد مبارک کیطرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیت کی تحریر ہوئی ہے جسمین محمد پور پرگنہ پالی مین بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درج ہے اسپر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائداد انھون نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھین اور خود زر خرید جائداد بھی بہت کچھ پیدا کی تھی مرد دانشمند کارگذار تھے اکثر موقعون پر اپنی سرکار کو خوش کرکے خلعت وجائداد حاصل کین۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ مین عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضعات باقی ہین نہ مکانات ہین بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہین انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد وحقیت کا کچھ نام ونشان باقی نہین۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کرین کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہین ایک کاغذ جسمین انکو نواب دلدار خان نے ایک معافی نامہ مین مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہین اس سے ناظرین کو اندازہ ہوجائیگا کہ انکے خاندان مین یہ جائداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہین تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات مین محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت بااختیار ہونیکے نواب صاحب کیطرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۱۱۲۷ھ کی صورتحال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مساۃ اتمان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اوسنے پیرا قوم حایک سے نکاح کرلیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی پھوپھی مساۃ جیونی نے اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسمے ٹیکا رام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سرومن نے

مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس مین دیگئی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گذری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہان موجود نہ تھے پالی مین تھے لہذا اُنکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً محافظونکو سپرد کیا گیا اونھین ایام مین مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام مین مصروف ہوے وہ لڑکا کوئی چورا لیگیا جب یہ خبر معلوم ہوئی تو صورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا پتہ چلتا ہے

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان حسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

۱۱۲۵ محمد فرخ سیر بادشاہ غازی خانہ زاد سردار سنہ جد

شجاعت و عقیدت نشان محمد مبارک بعنایت امیدوار بودہ بدانند بظہور پیوست کہ چند بیگہ اراضی دروجہ مدد معاش اہلیہ جمال الدین ولد حسین خاتحیل در سواد موضع خانپور عملہ پرگنہ شاہ آباد بموجب پروانہ خانصاحب مرحوم مقرر است بنابران قلمی میگردد کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سنہ بمہر خانصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول بتصرف اہلیہ مرقوم واگذارند و مزاحمت نرسانند کہ بفراغ خاطر شتکار نمودہ بدعاے ترقی دولت اینجانب مواظبت دارد درینباب تاکید دانستہ حسب السطور بعمل آرند۔ بتاریخ دہم رجب المرجب سنہ ۲ جلوس والا مطابق ۱۱۲۵ ہجری قلمی رفت۔

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۵ صفر سنہ ۱۱۲۶ھ کو تحریر کیا ہے

کہ پچیس بیگہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے
اسی طرح پیر محمد ولد حسین خاصیخیل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی
طرف سے ۲۵ رمضان سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اوسکے حکمنامہ کا حکم بھی
محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پیمایش
کرکے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب الحکم محمد مبارک نے موضع سرلے رلک
مین وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانونگو اور نور محمد وامیر خان جریب کش سے پیمایش
کراکے دی ہے اور اس حکمنامہ مین اسکے نام کو رفعت پناہ امانت دستگاہ
باوقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار
ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ مین آجانا
کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ موضع بھداسی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نبیرۂ دیوان محمد مبارک

محمد فرخ سیر بادشاہ غازی ۱۱۲۵ سنہ احد سردار

متصدیان مہمات حال واستقبال سرکار اینجانب بدانند
چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد
پرگنہ پالی سرکار خیرآباد صوبہ اخترنگر اودہ زرخرید وموروثی سرکار
اینجانب بطوع ورغبت خود بجمیع حدود وحقوق ومرافق ومنافع آن اشجار واثمار واباروانہار وحیاض وآبکاب وخاکدان جداول از قلیل وکثیر وما یضاف وینیب الیھا

خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ واوقاف بہ محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم و تملیک بلا عیوض نمودم باید کہ بست بسوہ زمینداری موضع مذکور بقبض و تصرف مشارالیہا واگذارند کہ حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود نمودہ بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشد درینباب تاکید مزید دانستہ حسب السطور عمل آرند

شرقی غربی جنوبی شمالی

دھورہ موضع برہائی حد دھورہ موضع بیجا حد دھورہ موضع رامان پور زہائی حد دھورہ منکاپور بیاری

بتاریخ ہفتدہم شہر جمادی الاول سنہ ۱۱۴۵ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ سنہ ۱۱۲۵ھ ہجری سے بذریعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھین بھی حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیے گئے ہین انسے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش مین اور اخلاقی خوبیون مین اپنے اسلاف کے ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھون نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہین بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔ انکی رحلت کا زمانہ سنہ ۱۱۲۵ھ ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھین کے نام بحال ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا ہے

وہ آجتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان

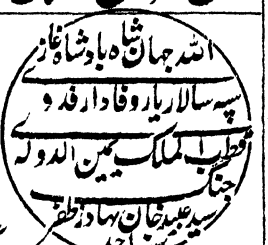

رفعت پناہ وزارت و کفایت دستگاہ ہاشم خان محفوظ باشند

چون پرگنہ شاہ وربست من اعمال سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودھ بجمع مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذبور در بست بجمعدام مذکور حسب الضمن بجاگیر مومی الیہ بحال دانستہ بزمینداران آنجا قدغن نمایند کہ مالواجب را بعامل مشار الیہ جواب میگفتہ باشند بتاریخ ۲ شعبان سنہ احد قلمی شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد صوبہ اودہ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است سہ لک دام در بست

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی ڈیوڑھی کے مالک ہوے اور خوب ریاست کا انتظام کیا وضعداری اور لیاقت مین اپنے بزرگوار کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیون کی سندین جو انھون نے مستحق اشخاص

کودی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سنہ ۱۱۵۰ھ مطابق سنہ ۲۰ جلوس محمد شاہی مین یہ رئیس ہوے اور سنہ ۱۱۶۵ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے سنہ ۱۱۶۲ھ مین انھون نے چودھرایت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۱۷۲ھ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲ برس انکا بڑی ڈیوڑھی پر باختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض رئیس گذرے ہین۔ خوبصورت انسان تھے بیسیون معافیون کی سندین انکی طرف سے دی ہوئین دیکھنے مین آئی ہین جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روھیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد مین قیام کیا کرتے تھے اور انسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کیوجہ سے نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن انکی کوئی نہین تھی اسلیے انکی چچازاد بہن یعنے بنت محمد یار خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو مامون کہا کرتے تھے ایکہزار دو سو روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنو سے مقرر تھے۔ بعض کاغذات مین بجہر اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان بیوی کا نام عصمت جہان بیگم محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین مہر دو لاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہوئی اور چند سال کے بعد کچھ ناموافقت پیش آئی تو انھون نے اپنا دوسرا نکاح مسماۃ عمدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان رئیس کھیڑہ کی پروتی تھین کرنا چاہا فریق ثانی نے یکبدی ہونیسے رضامندی ظاہر کی جب بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھون نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی انکے بھائی مرتضے خان ڈیڑھ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور بڑی ڈیوڑھی کے پھاٹک اور دیوانخانہ مین اپنا بندوبست کرکے محمد اعزاز خان کو دیوانخانہ مین زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خان صاحب نے چارناچار اپنی جان بچاکر اسوقت تملیک نامہ لکھدیا اسکے بعد نواب اعزاز خان نے نواب بندہ علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کہلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی اگر مجکو مجبور کرین اور زبردستی مجھسے کاغذ پر مہر کروالین آپکو برادرانہ غیرت بھی نہین آتی اسپر بندہ علیخان نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیجدیا اون آدمیون نے مرتضے خان کے آدمیون کو بڑی ڈیوڑھی سے نکالدیا اور کہا کہ اہل اسلام کے مذہب مین چار عقد تک جائز ہین تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضے خان مجبور ہوے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضاء اللہ خان نے سرمست خان لیرخانی کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفے صاحب کی شہادت سے نواب اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور تیس ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کرکے مرتضے خان سے اپنی تملیک واپس لیکر

آمادہ ہوے مرتضے خان یہ سنکر جلدی سے روانہ ہوے اور راجہ ہلاس راے
کے بھائی راے منسا رام کے مکانمین جاکر پناہ گزین ہوے مرتضے خان کی والدہ
جو محل مین تھین اونسے اعزاز خان نے جاکر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ
شاہجہانپور نہین جاسکتین اسپر راے منسا رام درمیان مین آئے کہ اپکی واپسی دستاویز
کا مین ذمہ دار ہوتا ہون آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کردین چنانچہ
راے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضے خان کی ماں
کو رخصت کردیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت سے
لوگونکو باغ نصب کرادیے مکانات بنوادیے چک معاف کردیے انکی عالی ہمتی
وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع راے موہن لال کو معافی مین دیدیے تھے انکے
دم تک آبائی شان وشوکت بھی باقی تھی انکی سرکارمین ہزار بارہ سو آدمی بھی ملازم
تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی
غریب شرفا کی لڑکیون سے کیے جنمین ایک منکوحہ بیوی سے اعزاز خانصاحب کی
لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونون بیویان اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھین اور محمدی بیگم
عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہانپور سے لاکر
متبنہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگذاری پانسو روپیہ سرکار اودھ کو دیا
کرتے تھے دیہات جو اُنکے زرخرید اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگذاری
سے اسکو کچھ بحث نہین۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ ۱۱۷۴ھ ہجری تک
کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہوگیا اور انکی زوجہ
اولے یعنے بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کرکے اپنے بھتیجے کو سب بیاست دینا چاہی

تو اوسپر زوجۂ اولے اور زوجۂ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس
مین مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونون کو نصف نصف ترکہ
تقسیم کر دیا اور اپنے عاملون کے ذریعہ سے دونونمین تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
کرادیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڑھی مین تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ وحشم
باقی نہین رہا اور اونکی دونون بیگمون سے کوئی اولاد نرینہ بھی نہین پیدا ہوئی صرف
ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمدہ بیگم کی
رضامندی سے کہ اونکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضے خان
کو بیاہ دی تھی جنسے غلام غوث خان عرف نواب رعد انداز خان پیدا ہوے تھے
محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علیخان کی دختر بتلائی جاتی ہین انسے نواب
امیر حسین خان پیدا ہوے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات
پر کی ہوئین راقم کے پاس موجود ہین محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۵ھ کو درد گردہ
کے مرض مین شاہ آباد مین انتقال کیا نواب محمد خان کی مہرین ۱۲۱۱ھ کندہ ہین
اور ایک مہر مین انھون نے اپنی ولدیت نواب اعزاز خان کیطرف بوجہ متبنہ ہونیکے
منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۱۱ھ سے کاغذات پر
مہر کرنا شروع کیا تھا محمد اعزاز خان بہادر نواب اعزاز خان کی ایک مہر مین کندہ تھا
اور ۱۲۷۲ھ ہجری بھی اوسمین مرقوم ہین ۱۲۹۰ھ مین نواب اعزاز خان نے گھورنشاہ
تکیہ دار کو موضع لکرہالی مین ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب رعد انداز خان
۱۸۵۷ء کے غدر مین بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لاولد فوت ہوگئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی مین نہ مواضعات ہین نہ مکانات ہین صرف چند نشانات باقی رہگئے ہین۔ نواب اعزاز خان کی حکومت اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہر مین نواب اعزاز خان کی فرزندی کندہ ہے

نواب فتح معمور خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک کی ڈیوڑھی انھین کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہی مورث اعلے ہین فتح معمور خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکون مین رہے ہین اور بعد اپنے والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالائے ہین انھون نے اپنی ذاتی شجاعت اور موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنمائیان کی ہین یہ اسم بامسمے فتحمند تھے پیشتر انکا منصب ششصدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار سوار کا ہوا دکن کی مہمات مین انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب سنہ ۲۵ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۳ ہجری مین بیجاپور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے بخشی الملک روح اللہ خان اور فتح معمور خان اور شہاب الدین خان اور خاص اپنے جلو کے امرا کو تعینات کیا ہے اور انھون نے وہان جاکر ایسی جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کردیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

سلہ روح اللہ خان بتاخت بیجاپور مرخص گردید شہاب الدین خان و بندہاے جلو فتح معمور خان و دلیر خان باد تعین گردیدند۔ ماثر عالمگیری

مہمات مین مصروف رہے جب آخری محاصرہ بیجاپور کا شروع ہوا اور اوسکے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہوکر شاہی ممالک مین شامل ہوگیا ہے تو یہ معرکہ ماہ رمضان ۱۰۹۶ھ مین ایسا سخت واقع ہوا کہ فتح معمور خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوے چنانچہ یہ واقعہ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) مین ان عبارت درج ہے **در جنگ مورچال بیجاپور فتحمعمور خان پسر دلیر خان و امان اللہ خان پسر الہ وردی خان مردانہ شربت شہادت نوشیدند** ماثر الامرا مین بھی دلیر خان کے تذکرہ مین جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوسمین بھی فتحمعمور خان کا مورچال بیجاپور مین کام آنا تحریر ہے۔

فتحمعمور خان کی ڈیوڑھی مین بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھرنپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات مین انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم مین بارہ موضع انکے قبضہ مین جداگانہ آے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا تھی۔ زر خرید جائداد بھی بہت تھی۔

فتح معمور خان کے دو صاحبزادے تھے مرتضی خان و مصطفے خان **مرتضے خان** انکا پیشتر منصب پانصدی تھا اوسکے بعد **سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار** کو پہونچے اور اپنے باپ کے نام کا خطاب **فتح معمور خان** حاصل ہوا ان دونون بھائیون نے عالمگیر کے بعد اوسکے دونون شہزادون محمد معظم اور محمد اعظم مین جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اوسمین بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ مین اپنی مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول مین گھس گئے اور قلب لشکر مین پہونچکر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بڑے بیٹے معزالدین کو جاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چہارم کو جہان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اسوقت[1] مرتضے خان کو فتح معمور خان اونکے آبائی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کسیقدر یہانسے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آئے ہین۔

اسکے بعد جب سلطان معزالدین جاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر سے سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعزالدین کو ایک فوج جرار دیکر روانہ کیا اوسوقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضے خان و مصطفے کو بھی جنکی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جسوقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعزالدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی چقلش پیش آئی تھی اس دارو گیر مین مصطفے خان نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خایف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضے خان

---

[1] سلطان محمد معظم بہادر شاہ بعد فتح پسر کلان خود معزالدین را بخطاب جاندار شاہ و پسر دوم را بشاہ عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چہارم را بجہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضے خان بیرہ دلیر خان را بخطاب فتح معمور خان امتیاز بخشید۔ اخبار محبت (۳۲۲)

[2] معزالدین خبر قریب رسیدن فرخ سیر شنیدہ پسر مہین خود اعزالدین را با فوج جرار بمقابلہ فرستادہ در حوالی کورہ تلاقی افواج رو نمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شہزادہ اعزالدین و محمد مرتضے خان عرف فتح معمور خان و برادر شش محمد مصطفے خان ہر دو پسران نواب فتح معمور خان کلان ابن دلیر خان مذکور الصدر تعین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوانمردی و شجاعت مشہور بودند بمیدان ستیز و زد و خورد بمیان آمدہ و مصطفی خان زخم سہل تیر برداشت بیع ملاحظہ نکردہ و شہزادہ اعزالدین بدون تحریک آلات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضے خان عرف فتح معمور خان فتح و ظفر مراجعت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۳۵۱)

کمال دلاوری واطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضے خان کی وفات احمد شاہ کے عہد مین ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت مین مرتضے خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد مین لکھا ہے غالبًا کاتب کی غلطی ہے وہ بجاے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ ۱۱۶۱ھ ہجری مین بعد اپنے باپ محمد شاہ کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتضے خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو قدیمی معافی کی بحالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ ۱۱۶۲ھ ہجری مین لکھا گیا ہے اوسمین مرتضے خان کے خطابی نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے اگر وہ عہد احمد شاہ مین انتقال کرتے تو قبل ۱۱۶۱ھ ہجری کے وہ ۱۱۶۲ھ ہجری مین مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتضے خان کے انتقال کی صورت حال فارسی مین موجود ہے جسپر عمادین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہین اور اونکے دفن ہونیکے وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال مین لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان ۱۱۴۳ھ کو مرتضے خان نے قصبہ بسولی مین جو سرکار لکھنو کے متعلق تھا قضاے الہی سے انتقال کیا چند روز کے بعد اونکی لاش کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان وطن جمع ہوے اوسوقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رقم کہ واجب الادا ہے اور عند اطلب وسکی ادائی لازمی قرار دیگئی ہے لہذا پہلے اسکے

ورثا میرادین مہراد اکردین اوسکے بعد اونکی لاشِ قبر مین دفن کرین جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سُنا تو ابراہیم خان جو مرتضے خان کے چچازاد بھائی تھے اوٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان گگیانی اور سمندر خان مہمند ہر دو منصبدار شاہ آباد کے تھے محلسرا کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ ازروے شرع شریف دین تمھارا مرتضے خان عرف فتحمور خان مرحوم کے ترکہ سے چلیے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہین حاضر ہین یہ بھی تمھارے لڑکے ہین ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمہ دار ہین اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو اونھین کچھ اطمینان ہوا غرضکہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضے خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہین اور جائداد کا انتظام بھی انھین کی راے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکون کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہین اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو ۱۱۳۱ھ ہجری مین تخت نشین ہوا ہے اور اونیس سال آٹھ ماہ سلطنت کرکے ۱۱۶۱ھ ہجری مین رحلت فرما ہوا ہے اوسکے عہد حکومت مین مرتضے خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

فتح معمور خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین خان

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پانسو آدمی اونکے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر ٹھہرے مسماۃ[1] بادشاہ بیگم کو کسی بہانہ سے بلاکر کٹار اونکے پیٹ پر رکھدی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دوگی تمھاری رہائی نہوگی بعد بڑی قیل وقال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرفیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین خان یہ رقم لیکر چلتے ہوے۔

مرتضے خان نے اپنی حیات مین ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۴ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کا بیٹون کے نام لکھا ہے اور اوسپر مہرین اور دستخط قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زیر دست خان و نواب اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر نواب بندعلیخان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہین اور اسکا مضمون یہ ہے کہ مینے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان معہ مزرعجات و موضع انکپور و موضع کرسیلی و یسین پور و کچورا و ہیبت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و جنس و اثاث البیت

[1] نواب زین الدین خان با پانصد سوار پیادہ برفاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسید در انجا بخدمت بادشاہ بیگم زوجہ مصلح خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در رشتہ چچی زین الدین خان شد بنابر ملاقات رفتہ و بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود وقتیکہ بیگم صاحبہ موصوفہ تنہا شدند زین الدین خان کٹار را کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد بکشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد بعد قیل وقال بسیار پنج لک روپیہ و اشرفی ہاے نقد از و گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد نگاہداشت سپاہ جاری نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت .

محمد روشن خان کے حصہ مین دیا ہے اور باقی کل علاقہ بحصۂ مساوی بہرہ مند خان وہدایت خان و خرد مند خان و صالح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصہ پر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصیخیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۵ محرم ۱۱۴۱ ہجری کو مرتضے خان عرف مختمور خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جسپر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک و دیبی داس وغیرہ کی مہرین برّی ہوئی ہین اسمین مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرق رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دو سہ دری معہ پانچ کوٹھریون کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیرونی مشرقی جسکی مغربی حد محلسرا سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے مابقی مکانات دیگر بیٹون کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضے خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوے ہین جنکے منصب اور نامون کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات **ہدایت خان**۔ **بہرہ مند خان** **خرد مند خان**۔ **صالح محمد خان** ہر چہار فرزند ہزاری ذات اور چار سوار کا منصب رکھتے تھے **تربیت علیخان** ولد محمد روشن خان پانصدی تھے **محمد روشن خان** کا اپنے بھائیون مین سربرآوردہ ہونا اس پروانہ سے بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر اعظم دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضے خان کے اونکی معافی کا دیا ہے اوس مین **رفعت پناہ شجاعت دستگاہ** بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر اونمین اپنے بزرگون کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے انکی مہر کا یہ سجع تھا۔

از محمد مرتضے روشن خدا یار

اسمین بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدا یار خان تھا غرضکہ داد بیٹے پوتے تین کا نام شامل ہے۔

نقل پروانہ

۱۱۴۳ محمد شاہ بادشاہ غازی جنگ صفدر فدوسی ۱۴ ابوالمنصور خان بہادر

رفعت و شجاعت دستگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند رفعت پناہ محمد روشن خان ولد فخمعمور خان المتاس مرحوم نمود کہ ورباب معافی باغات و بازار و کثرہ مشار الیہ واقع شاہ آباد شجاعت دستگاہ نوشتہ شود لہذا انگارش میرود کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بست و چہارم شہر شعبان سنہ ۲۲ جلوس والا مطابق سنہ ۱۱۵۲ھ

مصطفے خان یہ فخمعمور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے یہ بھی اپنے بھائی مرتضے خان کے ہمراہ شاہی مہمات مین شریک رہے ہین چنانچہ فرزندان اورنگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری مین موجود تھے جنکا تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضے خان کے حالات مین انکے نام کے ساتھ اوپر ہم بیان کر چکے ہین یہ شجاعت و وضعداری مین اپنے باپ بھائی کے قدم بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتون تک باقی رہی اوسکے بعد یہ شاخ لاولد ہو کر

منقطع ہوگئی مصطفے خانصاحب کا انتقال سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین کاغذات سے ثابت ہے۔

بعد انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادون کے ترتیب علیخان وسعد اللہ خان وخدایار خان زندہ تھے۔ تربیت علیخان وسعد اللہ خان سے اور بہرہ مند خان وہدایت خان وصالح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا رہا ہے اور ان چچا بھتیجون کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد مین قاضی تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کرکے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہان آنیکے بعد پھر جھگڑا اوٹھا اور ماہ صفر سنہ ۱۱۶۰ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد مین وہ متقدمہ پہونچا اور وہان قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور بہرہ مند خان ومحمد ہدایت خان وخرد مند خان وصالح محمد خان ہر چہار بھائیون کا قبضہ مثل تصرف مصطفے خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عملدرآمد بموجب فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور تربیت علیخان اور سعد اللہ خان کا عملدرآمد مرتضے خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہین تحقیقات کرکے حسب عمل درآمد مصطفے خان ومرتضے خان کے دخل دلادین۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مہر شدہ راقم کی نظر سے گذرا ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نااتفاقی رہی

چنانچہ سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمور خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد مین شامل ہونیسے شیر انداز خان
کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی مین بڑی ڈیوڑھی والون کے نام تھے
اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جھگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دار القضا تک
پہونچا اور وہان ۹ رمضان ۱۱۵۳ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے
خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پرول خان تمندارون
کی راے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استمراری لکھدین اور مبلغ
ایکہزار دو روپیہ بڑی ڈیوڑھی والونکو جنکی جاگیر مین پرگنہ شاہ آباد ہے ادا کرتے
رہین اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھین اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی
ڈیوڑھی والون سے پٹہ لکھالین چنانچہ ابتداے فصل خریف ۱۱۵۳ھ سے یہ کاغذات
فریقین کیطرف سے لکھکر مرتب ہوگئے بہرہ مند خان ہدایت خان خرد مند خان
صلح محمد خان جو فرزندان مرتضے خان رئیس چوک کیطرف سے انکے گماشتہ
محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کیطرف سے انکے
گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھدی کہ ہم چچا بھتیجون کے گماشتے جو ستاجر
موضع ایگوان وغیرہ کے ہین اور یہ دیہات خانصاحب شیر انداز خان و محمد یار خان
پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق
رکھتے ہین لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیر انداز خان
رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی پڑی ہوئی ہین موضعات یہ تھے

ایگوان	محمد پور	بسولی	نگلہ سہاگ
بنسی پور	مصری پور	نعمت پور	اولنا پور

اور باغات وغیرہ بھی ہین جو مشترکہ علاقہ مین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونون ڈیوڑھیونمین
برابر قایم رہا اور یہ پرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد ہدایت خان
سے سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین از سر نو اوکھڑا ہے اور لکھنو تک پہونچا نواب اعزاز خان
اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اسلیے اعزاز خان
نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ
دائر کیا وہان سے دو شتر سوار رسالہ جھاؤلال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان
کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنو گئے اور انکے
بعد اعزاز خان بھی لکھنو روانہ ہوے جناب عالی یعنے نواب آصف الدولہ سے
عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر ہین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاؤلال کے
سپرد کیا کہ وہ فیصل کرین اور مہاراجہ مذکور نے راے بالکرشن راے بالکرام
کے ذمہ کیا کہ یہ دونون صاحبان یہ جھگڑا فیصل کرین چند روز تک اے صاحبان
کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کیطرف سے
وکیل حاضر ہوتا تھا اور روبکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچہری نہین جاتے
تھے۔ راے بالکرام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہین آتے ہین لہذا ہمسے
یہ فیصلہ نہین ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے
پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے
لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوے اور تین چار روز تک مقدمہ
پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف
سے غلام محمد صاحب وکیل سوال وجواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزازخان کے پاس تھے اون کاغذات کی رو سے دعوے اپنے جد امجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اسلیے مفتی صاحب نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزازخان کے وکیلون سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق مین وہ کاغذات کچھ نقصان رسان نہ ہوے اس عرصہ مین نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنو سے کوچ کر کے جنگل کی طرف رُخ کیا اور مہاراجہ جھاؤلال اور دیگر اُمرا بھی اونکے ہمرکاب روانہ ہوے اور یہ معاملہ مذبذب یون ہی پڑا رہا اور اسکے بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین جب کہ شاہزادۂ عالی گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پہلے مراد آباد و بریلی آئے اور وہان سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ نے اپنے علاقہ مین نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ موصوف شاہجہان پور آئے اور یہان نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہانسے شاہزادہ بہادر

سلہ شاہزادۂ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان براہ مراد آباد و بریلی عازم گردید در عرض راہ سعد اللہ خان خلف علی محمد خان روہلہ ضیافت درخور استعداد بعمل آورد و ازانجا شاہجہانپور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان خانساماں آمد شرف ملازمت حاصل نمودہ بہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی سرفرازی یافت و بمقام سانڈی نواب صلابت محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب دلیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۳۷۷۔

سانڈی تشریف لے گئے وہان صالح محمد خان ابن مرتضے خان حاضر ہوے
اوسوقت شاہزادہ نے محمد صالح خان کو خلعت وخطاب
دلیر خان مرحمت کیا۔
نواب دلیر خان کی اولاد مین چوک والون کو دوخطاب خاندان شاہی سے دستیاب
ہوی اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنو مین نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوے
الہ آباد گئے اور وہان سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوے اور اثناے راہ مین اپنے
باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنکر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی
آکر مستقل طور پر دار السلطنت مین شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کرکے
حکمرانی مین مصروف ہوے۔
خاندان فتح معمور خان مین شجاعت اور تیغزنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند
کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور
صالح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گذرے ہین انکی والدہ زینب بیگم
نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بیٹی تھین
جنسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علیخان پیدا ہوے تھے نواب محبت خان
کا عقد نواب مہتاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب
محبت خان اپنے ننہالی وسسرالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جاکر اکثر
شاہجہانپور کے قلعہ مین رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھین کی تصنیفات
سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور
صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابون مین ایسے ذی علم ولایق شخص

کم ہوے ہین بہت سے مستند خاندانی واقعات انھون نے لکھے ہین اور
تاریخی کتابین بھی بہت سی فراہم کی تھین اکثر اپنے بزرگون اور خاندان کے
قابل الذکر لوگون کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ مین ترتیب وار لکھے
ہین اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھون نے
اخبار محبت مین تحریر کیے ہین وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہین نواب صاحب
نے جن کتابون کے نام اپنی کتاب مین لکھے ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
ذخیرہ انکے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
قلمی نایاب روزگار انکے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کہین نام و نشان نہین ملتا
مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات مین معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
دلیر خان کا لکھایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے اسمین مندرج
ہونا معلوم ہوتے ہین جو انھون نے خود لکھاے ہونگے۔ مابقی کتب مندرجہ
جنسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہین۔ اکبرنامہ ابوالفضل۔ تاریخ سلطان ناصرالدین
سبکتگین و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعزالدین۔ تاریخ افغانیہ بہلول لودہی
و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ ظفرنامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی
تیمورنامہ منظوم مصنفہ مولاناے حاجی برادرزادہ مولاناے جامی و واقعات
بابری مترجمہ خانخانان عبدالرحیم بزبان فارسی۔ تاریخ اکبری

مُصنّفہ عطا بیگ قزوینی اکبر شاہی مُصنّفہ شیخ المداد منشی مرتضے خانی طبقات اکبری مُصنّفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اکبری۔ اقبال نامہ جہانگیری مصنفہ معتمد خان عرف محمد شریف خان تزک جہانگیری مُصنّفہ جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مصنفہ محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیر نامہ تاریخ بہادر شاہی مُصنّفہ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہابھارت ورامائن برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت جوگ بشست گل افشان عرف سنگھاسن بتیسی حال راجہ بکرماجیت پدماوت وغیرہ کا حوالہ ہے۔

نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہین محلہ چوک کے مورث اعلی تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوے۔ چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال بجز دس سال کے مسلسل نہین ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہین ملسکی انکے فرزند پردل خان عرف داؤد خان دوہزاری ذات اور دوہزار سوار کے منصبدار تھے پردل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سمج بھی اونھون نے اپنی مہر مین کندہ کرایا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرتِ فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ داؤدی یافت پردل خان

انکی ڈیوڑھی مین بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمعیل شاہ تھا ۱۱۲۹ھ ہجری مین ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آجتک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کیجاتی ہے۔

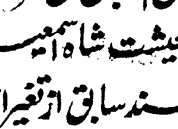

متصدیان مہمات حال و استقبال تعلق سرکار رفیعۃ الاتفاق امیدوار بودہ بدانند چون رسوم وجہ معیشت شاہ اسمعیل ولد شاہ باقی فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

ساکن موضع پریرا از روش و رسم چراغ وغیرہ عرس درگاہ مقدس متبرکہ
حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار اینجانب من ابتدائے تاریخ
بست ویکم شہر رمضان ۱۲۹۰ھ ہجری مقرر نمودہ شدی باید کہ وجہ مسطورہ
سال بسال در تصرف مومی الیہ واگذارند کہ بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض
بودہ بدعاء ذکر خیر وعبادت وریاضت مشغول شدہ باید کہ بوجہے من الوجوہ
مزاحمت بحال فقرا مرقوم نرسانند درینباب حسب المرقوم متن قدغن دانستہ
بعمل آرند۔ فی التاریخ بست ودویم شہر رمضان ۶ سنہ از جلوس والا تحریر یافت
پردل خان کے بیٹے قایم علیخان وبہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ دادا کے
نامور اور شجاعت ورئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد مین رجب علیخا نصاحب بھی معزز وذی مقدرت
شخص گذرے حکام اور برادری مین اونکا لحاظ کیا جاتا تھا عہد نوابی مین شاہ اودھ
کیطرف سے جو چکلیدار شاہ آباد آتا تھا اور اوسکے پاس زر مالگذاری کسی کے
پاس سے پہونچنے مین تامل ہوتا اور اوسکی جانب سے مالگذار شخص پر تشدد کیا جاتا
تو جسکی ضمانت زبانی بھی یہ کردیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہین کیا جاتا تھا
رئیسانہ فیاضی سے انھون نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہین جنکی
سندین راقم کی نظر سے گذری ہین اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ
طوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ مین
تھے تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ انکا شاندار مکان وپھاٹک کھڑا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز اونکے خاندان کے کاغذات نہین

دستیاب ہوے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شاخین انکی اولاد کی صحیح النسب ہین اولاد کے نام شجرۂ دلیرخانی مین دیکھنا چاہیے۔

نواب الہداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیر خان کے تھے محلہ نالہ مین انکی ڈیوڑھی تھی امیرانہ اوصاف مین اپنے باپ و بھائیون کے ہمدوش تھے نوروزپور کا علاقہ انکے قبضہ مین تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقرزئی کی دختر انکو منسوب تھین یہ لاولد رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئین اور انھون نے اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علیخان کے نام تحریر کردی اور اوسپر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروزپور روشن باغ ویڑا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے محلسرا کیطرف بڑی ڈیوڑھی مین تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوسمین شامل کردین اور یہ تملیک نامہ ۲۶-جمادی الاول ۱۲۳۷ھ ہجری مین تحریر ہوا ہے۔ محمد علیخان جو قطب خانکے فرزند تھے انکے ورثا مین آخری شخص افضل خان تارین ہین جو لاولد تھے جسپر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

نقل تملیک نامہ الہٰخانہ اللہ دیے خان بنام محمد علیخان

بمہر قاضی فیض اللہ و قاضی نادرالزمان و قاضی ناصرالزمان و مواہیر خانزادہ

سعادت خان ولد دلدار خان و محمد روشن خان و فتحمحمد خان و خرد مند خان بن فتحمحمد خان
مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
و عالم خان و قاسم خان و ہادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
و بمہر خواجہ جواہر و بمہر سید اُمید و بمہر سید فتح محمد و دیگر تمندارا ن شاہ آباد
از قرار بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۱۳۷ھ
آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان
ولد یوسف خان قوم افغان باقرزئی زوجۂ خانزادہ اللہ دیے خان ولد نواب
دلیر خان مرحوم ساکن قصبۂ شاہ آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبۂ اختر نگر اودھ
فی الحال بصیحت اقرار ہا شرعًا بر این جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ
زمینداری در وبست موضع جٹ پورہ ساحت عملہ پرگنہ پالی سرکار و صوبہ مسطورہ
و دو قطعہ باغ نو دہا و باغ متصل مھینڈہ تالاب سوا د قصبہ شاہ آباد مذکور
کہ موسوم بہ باغ چوبے پران ناتھ است و یک منزل حویلی تعمیر پختہ
واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھ بران چوبے است بمسمے محمد علیخان ولد
قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلا عیوض کردہ دادم عالاموی
چہل بسوہ در وبست موضع نوروز پور و موضع سُھاگ پور عملہ پرگنہ پالی مذکورہ و
یک محلہ روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر پختہ داخل اندرون
قلعہ واقع شاہ آباد و یک قطعہ باغ کلان معہ تالاب واقعہ سوا د قصبہ شاہ آباد
مرقوم کہ منجملہ عیوض زر مہر خود از ترکہ خانزادہ اللہ دیے خان مرحوم کہ زوج
من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدا شتم

بدین حدود اربعہ معروفہ مذکور کا فصلت۔

بسوہ ہا موضع نوروز پور ۴۰ بسوہ

نوروز پور مسطور الملتن بست بسوہ دریست۔ سوہاگ پور مسطور الملتن بست بسوہ دریست محلہ روشن بازار عرف بروا بازار مع اربعہ حدود معروضہ و مطابق مقبوضہ قدیم معہ اراضی آن و یک محلہ باغ کلان معہ تالاب وزمین واشجار واقع شاہ آباد مذکور۔

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پٹی محمد حیات حویلی تعمیر داخل اندرون قلعہ واقع شاہ آباد حد جنوبی کوٹھا خاص اندرون دروازہ	حد باغچہ علاول خاصیل و محاذی یکقطعہ مذکور بدین حدود اربعہ یک منزل حویلی محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم حد شمالی شارع عام	محلہ خضر خان و لازاک وسماۃ زینخہ زیل حد شرقی محلسرائے دروازہ کمال الدین خان مرحوم	تالاب وغیرہ وباغ نواب کمال الدین خان مرحوم حد جنوبی صحن محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم

بجمیع حدود وحقوق ومرافق ومنافع ان اشجار واثمار وآبار وخاص وازکان وخاکدان وعلہ حویلی مذکور معہ عمارہ داخل وکل قلیل وکثیر وبہا وفیہا ومایضاف وبسبب الیہا خارج از مساجد ومقابر وطرق عامہ واوقاف مسمی محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدر از تملیک بلاعیوض کردہ دادیم کہ کہ قابض ومتصرف باشد چنانچہ عقد تملیک بلاعیوض درمیان مملکہ و مملک لہ مرقومین واقع شد وتملیک لہ مذکورہ مملک را در قبض وتصرف

مملکہ برآوردہ در قبض و تصرف خود آورد تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً ناقذاً لازماً نماند
بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکہ مذکورہ را و من مقدم مقامہا در ملک مرقوم حقے
و دعوے و دستخط تملیک بلا عیوض باقرار مسماۃ مذکور بتصدیق گواہی اشرف خان
و قطب خان برادران علاتی مسماۃ مذکورہ و مستحسن عالم خان و قائم خان
و ہادی داد خان و خانزادان برادران علاتی مسماۃ مرقوم نوشتہ شد
و کان ذلک تحریر مرقوم الصدر شد

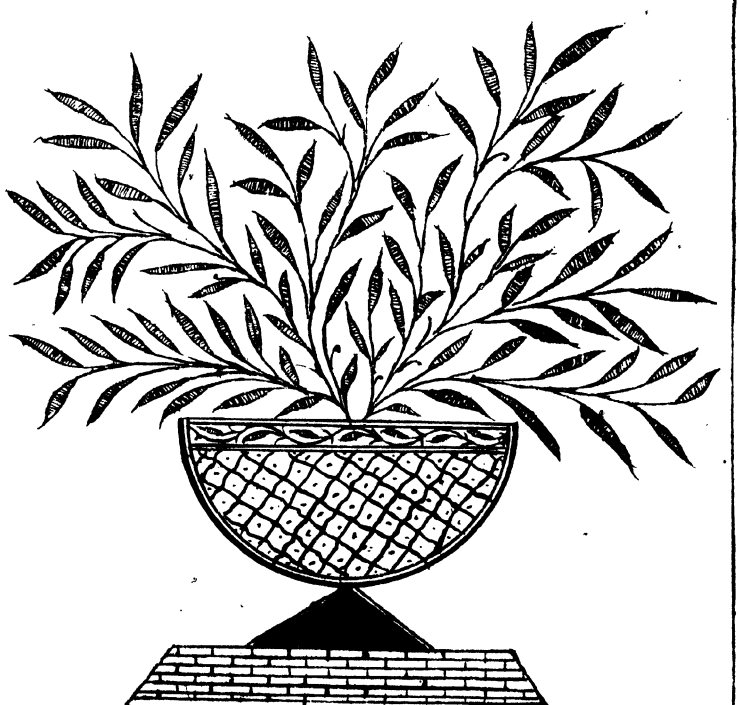

نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے یہی مورث اعلے تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہین جب دس برس کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آجتک موجود ہے اس سے امارت کے آثار پائے جاتے ہین۔

انہار البحر مین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان تھے اور انکے پسر بند علیخان تھے یہ دونون باپ بیٹے نہایت زوردار اور عیار گذرے ہین شاہ آباد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون وچرا کرسکتا بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوے کہ شیر کے پنجے پھیر دیے اور اوسکی کلائیان بیکار کردی تھین اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ نواب احمد علیخان کو راجہ مظفر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھین یہ نانپارہ گئے ہوے تھے وہان خیمہ مین ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہوگیا اوسنے حملہ کیا اونھون نے اسکی دونون کلائیان تھام لین آخر کار دونون شیرون کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوے مگر وہ جنگلی شیر انپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکے اور انکے بیچ مین ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر انپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے دوسری طرف تھے اوسنے کلائیان بڑھاکر انکو دبوچنا چاہا مگر انھون نے اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اُسکا جھگڑا ختم کرچکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔

جلد مین جو خراش اوسکے پنجون سے آگیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اونکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگون کے دلون مین بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ بلاس رائے کے یہان لکھنو مین نواب احمد علیخان بیٹھے ہوے تھے اس اثنا مین شاہ اود کے کوئی عزیز آئے انھون نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھون نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم اونکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال بڑھا احمد علیخان نے اوٹھ کر سر مجلس تپانچہ مارا حاضرین جلسہ نے رفعہ شر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانون تک پہونچا مگر راجہ بلاس رائے نے رفعہ فساد کرادیا۔

اپنے بھائی بندون مین بجز دو تین صاحبون کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہین لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل مین جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہین مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زیردست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہین کر سکتا تھا ہمیشہ زیردست کے شریک ہو کر اوس موذی کی مزاج پرسی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان اور شجاعت و بہادری مین نہایت مشہور شخص تھے جب اونکے لڑکپن مین

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت مین پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک قادر داد خان نے حقیت کے جھگڑے پر اونکو دبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور انسے سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سُنکر ہاتھی پر سوار ہوے اور محلہ سلیمانی کو آے یہان ملک لوگون کو بُلوایا اور کہا کہ اگر تمنے اس لڑکے کو جو ہمارے دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمھارے حق مین بہتر نہوگا ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوے کسکی جراءت ہوسکتی ہے کہ اسے مجبور کرسکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگون کو لڑائی کی ہمت نہ پڑی نواب احمد علیخان نے اپنی حیات مین اپنے پس ماندگان کے نام ہبہ نامہ لکھکر ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ ہبہ نامہ ماہ ذیقعدہ ۱۲۳۲ھ ہجری مین تحریر کیا ہے اوسپر مہرین رجب علیخان و امانی خان سید غلام مصطفے وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور ۱۲۶۶ گھ اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ۱۴۷۰ گھ اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ٹمر کی وغیرہ سے اور حقوق زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ۲۲۵۰۰ نقد اور خرد محل یعنے مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۶۹ گھ اراضی پختہ اور اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھاوج زوجہ لطف علیخان کو ۱۳۶ گھ اراضی سیر کی دیہات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔
نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لاولد تھین اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آئے اور اونکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگاکر فرد بنائی کہ جب تک سرکار اودھ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل ومحفوظ رکھا رہے۔
اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۴۶ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ مین تحریر کی گئی ہے اور ملازمان سرکاری سے مرزا محمد مہدی صاحب تحصیلدار اور ہرپرشاد صاحب پیشکار دیبی سہاے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیبی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک دالان مین ۶۵ عدد اور دوسرے کوٹھ مین ایکسو دس عدد عدد سامان کے نکلے جس مین پارچہ جات اور ظروف وکتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست پر قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب وحکیم عیوض راے بیجناتھ دستہ دار پلٹن دگلہ پوش کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔
اسکے بعد نواب دوست علیخان نے تعلقہ داری باسط نگر کی حاصل کرنیکی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جوانکی سوتیلی بہن تھین انھون نے اور اُنکے لڑکون نے دعوے کیا بڑا جھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو درخواست سرکار اودہ مین گذرانی تھی اسکے پیروکار وسفارشی فقیر محمد خانصاحب سالہ دار

ملیح آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلیے دوسرے حقدارونکے مقابلہ
مین انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پاے انکی درخواست
پر جو حکم شاہ اودہ کی روبکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل
حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کرکے ترجمہ اسکا یہان پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت
۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلے کو نظر اقدس سے گذری اوسمین تمنے خاندانی
قدامت اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیرداری
کا جس مین ۴۵ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ مین ہونا اور
پانچہزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور اب بسبب

نقل فرمان والاشان وبہرشاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلے۔ صادر خاص حضور والا
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نوزدہم
ماہ ذیقعدہ متضمن حال قدامت وسرفرازی بخدمات سترگ آباد واجداد در حضرات سلاطین پیشین
انار اللہ برہانہم وجاگیرداری وتقرر جاگیر پرگنہ شاہ آباد ومتعلق بودن پرگنہ باسط نگر چہل وپنج
ویہات بقبضہ احمد علیخان متوفی معہ قصبہ شاہ آباد وزر واجب الادای سرکاری او انمودہ ماندن بعد
مجرائی پنجہزار روپیہ نانکار وسقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشخصہ
واجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار وپیادہ وچہار ضرب توپ واجازت عطاے تنخواہ
ملازمان از خزانہ عامرہ وخواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس واعلے گذشت
وانشاء اللہ العزیز عنقریب بعد فتح یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی امواج ظفر
امواج روانہ آن طرف خواہد گشت وبندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجایش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سوار و پیادون
کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہین امور مندرجہ معلوم
ہوے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسطرف جائیگی
وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کردیگی تمکو بالفعل اتنے سوار کہ رعایا
کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کرسکین ملازم رکھنا کچھ
مضائقہ نہین تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ
جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ مین ادائے مالگذاری وتنخواہ ملازمین
کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور مین بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان رکھو
اس خیرخواہی کیصورت مین منصب موروثی وخدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی
سے عنایت کیے جائینگے اور ہر طرحسے مورد الطاف خسروانہ رہوگے۔
زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار
باسطنگر کے ہوے اور اپنی لیاقت وکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا برحفاظت نفوس وخلق اللہ واجرائے کشتکار وافزونی زراعت وآبادی رعیت
بقدر ضرورت ملازم داشتن سوار وبرات تنخواہ آنہا از آمدنی ہمان محال مضائقہ ندارد وتا در اعانت
آنہا چشمہ تحصیل جاری گردد ووقت وصول محاصل بعد ادائے تنخواہ ملازمان وعین السال
سرکار دولتمدار معہ حساب جمع خرچ ابلاغ حضور پرنور باید ساخت واطمینان کلی باید داشت کہ در
صورت ظہور اینگونہ خبراندیشی باسرفرازی خاص بخدمت ومنصب موروثی از پیشگاہ دولت
خواہد شد وہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہد گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم وصلوۃ اور خوش آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی حمیت بھی مزاج مین تھی عشرہ محرم مین امام عالیمقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت خلوص وشان وشوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے اسلیے فقرا اور علما کی خاطر وعزت بھی تہ دلسے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین میانصاحب جنکا تلہر مین مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے انکی ہر سال اپنے مکان پر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد انکے خلیفہ سید تشمیر علی صاحب سے بھی وہ ہی برتاؤ رکھا اسیطرح پیرزادگان بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن وسلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورتحال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گدھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنو مین اس امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ سے انکے نام سمن اول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہان اس مضمون کی صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علیخان خانزادہ ورئیس شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور وہ پینتیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھپر اتہام لگاکر درد ولت پر استغاثہ کیا ہے مینے اس باغ کو ذاتی سمجھکر کٹوایا ہے کاغذ اس باغ کا بھی تھا لیکن جسطرح کہ دیگر کاغذات رہنامے بیعنامے فرامین شاہی جو رانی صاحبہ کے قبضہ مین تھے اور انکا انتقال ہوگیا مین اس زمانہ مین لکھنؤ مین تھا

جیون خان و حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکی سے اور لیے اور وہ کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق کرکے دستخط کردین تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ روبکاری حضور مین ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا بیچ مہر مین کندہ کرایا تھا جسمین ۱۲۴۲ھ ہجری کندہ تھے بطفیل احمد است دوست علی نواب دوست علیخانکے فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسط نگر تھے انکی اولاد نرینہ کوئی نتھی ایک دختر مسماۃ لطیف النسا بیگم تھین جو ولیعہد ریاست قرار پائی تھین پہلے انکا عقد نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن انسے تا اتفاقی پیش آئی اسلیے اونھون نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ[1] ثریا جاہ دہلی سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

[1] شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت متین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا ۱۸۵۳ء مین پیدا ہوے اور سنہ ۱۸۹۰ء مین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنے کیا تھا شہر دہلی کے آپ آنریری مجسٹریٹ اور مینوسپل کمشنر اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدارس عربیہ کی منتظم کمیٹیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار نے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی ورثہ مین پہونچی تھی سنہ ۱۸۹۹ء مین جناب موصوف نے شاہزادون کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کرایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار

مگر نواب امانت فاطمہ بیگم ماور لطیف النسا بیگم اور شاہزادہ صاحب سے

بقیہ صفحہ ماقبل | جو نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کمیٹی منتظمہ کے صدر نشین ہونیکی وجہ سے آپ ہی کے زیر اہتمام صرف ہوا گورنمنٹ عالیہ نے سنہ ۱۸۹۱ء مین آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس عورتون اور پانچ مردون اور پھر سنہ ۱۸۹۶ء مین باسٹھ عورات اور چالیس اشخاص کی پنشن پرورش کے لیے مقرر کردی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نواب عمدۃ الزمانی بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھین شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی قمر الملک مرزا فخرو ولیعہد کو بیاہی تھین شاہی محل مین آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل یعنے سراج الدین ابوظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھین ایام غدر مین مرزا الہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور مین آئی جسکے صلہ مین یکم مئی سنہ ۱۸۵۹ء کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ نسلاً بعد نسل پنشن عطا فرمائی اور سنہ ۱۸۶۰ء کو گورنمنٹ نے پانچہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ مین جو ضلع رہتک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت کی اور سنہ ۱۸۶۱ء کو اضلاع دہلی و میرٹھ مین دو ہزار دو سو چھبیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر مین جو اسباب تلف ہوگیا تھا اسکی تلافی مین ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو چھتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سنہ ۱۸۶۲ء مین پینتیس ہزار روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمین سے نصف رقم معاف کردی اور جب سنہ ۱۸۷۷ء مین ملکہ معظمہ نے قیصرہ ہند خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی مین کیا تو اوقت

موافقت نہین ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی ڈیوڑھی مین جاکر مقیم ہوے کچھ

بقیہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا سلیمان شاہ ۱۸۰۸ء مین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ انکے قائم مقام ہوے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر ۱۸۲۰ء کو انتقال کر گئے جسکے بعد آپ باختیار و اکبر خاندان ہوے۔ شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیان کین پہلا عقد ہزہائنس نواب محمد علیخان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا عقد اپنے حقیقی مامون مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النسا بیگم ولیعہد تعلقہ باسط نگر بنت نواب امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دار و رئیسہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لاے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد مین موقع ملا بعد عقد جس زمانہ مین کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لاے ہین آپکی شان و شوکت اور خوشروئی و لیاقت کی بڑی دھوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے۔ آپکی اولاد مین ایک فرزند مرزا محمد تھے جو ۱۸ برس کی عمر مین ۶ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جارج پنجم رحلت کر گئے اب دو شاہزادیان یعنے نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد مین موجود اور کل املاک کی وارث ہین اور یہ تین اولاد ین آپکی ان بیگمصاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی دختر ہین پیدا ہوئین اور یہی بیگمصاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئین بیگمصاحبہ ٹونک بھی زندہ اور گذارا پاتی ہین مگر لاولد ہین افسوس کہ کئی سال ہوے شاہزادہ صاحب نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تا اداے قرضہ انتظام کورٹ کا فرمادیا ہے۔

عرصہ تک اونکا یہان قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک اونکے ملازم اور سامان جو مکثرت ہر قسم کا تھا یہین رہا اور پھر دہلی واپس گیا اوسکے بعد نواب لطیف النسا بیگم کا جو انمرگ انتقال ہوگیا اونکے انتقال کے بعد نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسط نگر کی سربراہ کار اور لطیف النسا بیگم کی ولیہ قرار پائی تھین تعلقہ کی مالک و منتظم رہین بیگم صاحبہ موضع مگرنیہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھین انھون نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھین کو علاقہ بھی دیا ۱۹۰۳ء مین بیگم صاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب اونکے بعد نواب محمد عبدالکریم خانصاحب تعلقہ دار باسط نگر مالک علاقہ ہوے ہین نواب صاحب موصوف فی نفسہ بامروت مستقل مزاج رئیس ہین راقم کے کہنے سے کئی تصویرین اس تاریخ کے متعلق آپنے فراہم کردین۔

صوبۂ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی حتے کہ اوسکے حدود نہایت وسیع ہوگئے۔ اس پرانے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھپیین موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اوسکی آبادی مین شامل ہوگئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے ساتھ شاہ آباد مین بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیٹر ضلع ہردوئی مین مسٹر ایچ ارنیول صاحب لکھتے ہین کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہگئی تھی۔ سنہ ۱۸۷۰ء مین ٹی فن ٹھلر صاحب یہان آئے تھے اونھون نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اوسکی ویرانی کا زمانہ شروع ۱۷۹۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹیٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رسس اور یہان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ اودہ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات مین شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اوسکا انتقال ہوگیا اور اس صوبہ کی حکومت اور افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے خاندان مین چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودہ بھی اونکے ملکیت مین آگیا اسکے بعد شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آگیا جب برہان الملک کا انتقال ہوگیا تو انکے بعد انکے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علیخان صفدر جنگ صوبہ اودہ کے صوبہ دار ہوے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد مین دہلی کے وزیر اعظم بھی ہوگئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار اونکو ملکی ومالی حاصل تھے اور اونکی حکومت زیادہ مضبوط ہوگئی وزیر الممالک کا غلبہ اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب کے پیدا ہوجانیسے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی انکی اولاد کے قبضہ سے نکلکر صوبہ اودہ مین شامل ہوگئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنے جنکا تعلق اودھ سے تھا اور وہ انسے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ مین لیے تھے مگر اسکے ساتھ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی انکے علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک کی کوئی بدمعالگی سننے مین نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر اعظم دہلی کے ہوے اور مرتضے خان عرف نواب فخمعمور خان جو زوردار اور اولعزم شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ مین لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے اور زر اجارہ نہ دیا اور ملک اودھ مین شامل کرے مگر جاگیر محال وطن و معافی انعام التمغا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔

یہ سب شرح کتاب اخبار محبت مین درج ہے چند سطرین اس حال کے متعلق اسکی درج کیجاتی ہین۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میر سانید در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضے خان کہ عالی حوصلہ بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان زر تعہد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

سنہ ۱۲۳۳ فصلی سے سنہ ۱۲۴۵ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار مین داخل ہوگیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران فتحمعمور خان کے باہمی اقرارنامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والون کیطرف سے محمد معقول کریم بخش فوجدار وامین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہوجانے سے حسب الحکم نواب سردار خان فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھکر سرکار اودھ مین داخل کی ہے مگر منظوری کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ اظہار کیا تھا کہ ان تعلقون مین فتح معمور خان کا بھی تعلقہ ہے اسلیے خانصاحب مرحوم کے فرزندون سے بھی دستخط و مہرین کرالینا چاہیے۔

بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیون نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمور خان بھی اپنے دستخط کردین اور جب اسکے متعلق محمد روشن خان وبہرہ مند خان وہدایت خان وخرد مند خان سے کہا گیا تو اونھون نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے یہ کچھ انتظام نہین ہوسکتا اسبات سے بڑی ڈیوڑھی والون کو اندیشہ یہ پیدا ہوا کہ ہمسے سرکار برہان الملک سے بے لطفی وبرہمی نہ ہوجائے اسوجہ سے بڑی ڈیوڑھی کے اہلکارون نے چوک والون کے کارندون سے اقرار لیکر اس امر کی دستاویز کرالی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والون کے تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک مین پہونچاتے رہینگے اور ہم زر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہینگے یہ تحریر ماہ صفر سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق

سنہ جلوس مین تحریر ہوئی ہے۔
بڑی ڈیوڑھی اور چوک والون سے اکثر معاملات رہے ہین چنانچہ سنہ ۱۲۳۳ ہجری مین مصطفےٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی خواہش کی تھی کہ موضع جمالپور آپ کا زرخرید ہے اوسکے چہار طرف ہمارے دیہات ہین لہذا اوسکی قیمت لیکر وہ موضع ہمکو دیدیجیے چنانچہ اونھون نے حسب خواہش نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیعنامہ لکھدیا اور انکار نہین کیا اس بیعنامہ پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہر ثبت ہوئی ہے
واجب العرض سرکاری مین ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اوسکے بعد جائداد مین روز بروز زوال ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب آصف الدولہ جب شاہ آباد ہوکر صوبہ کٹھر کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علیخان صوبۂ اودھ پر حکمران ہوے تو اونھون نے جزرسی سے تمام معافیان ضبط کین اور اپنی عادت کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علیخان کو لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی ڈیوڑھی اور چوک اور کیھڑہ کی جائداد کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہوگیا جب نوابی کا عہد جاتا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جز جائداد ہر ایک خاندان مین باقی تھی وہ بھی برباد ہوگئی۔
اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائداد نہیں رہی ہو انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چڑیا اور موضع پیریا مین پسران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ افضل النسا بیگم اور امیر حسین خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ بنام نواب امیر حسین خان وغیرہ

بھار کمشنر مھر چیف ملک اودھ

ازانجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا کہ افضل النسا بیگم اور امیر حسین خان عہد شاہی سے اکتیس ۳۱ ایکڑ اراضی موضع چڑیا اور اکتیس ایکڑ موضع پیریا اور تین سو چالیس ایکڑ چکات شاہ آباد ضلع ہردوئی پر قابض رہے ہین۔

جناب چیف کمشنر بہادر حسب منظوری بندگان نواب عطاب معلے القاب نائب سلطنت ویسرائے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل کے اوس نصف آراضی کو نسلاً بعد نسل پسران رعد انداز خان کے تئین باین شرائط مرحمت فرماتے ہین۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہون وہ سرکار مین داخل کر چکے ہون۔
دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہوا کرتی ہین اسکو بخوبی بجا لائین اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی وملکی مین جو اعانت سرکار کو مطلوب ہو اوسکی بخوبی تعمیل کیا کرین۔
تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا شبہہ انکے ذمہ نہ عائد ہو۔
درصورت انحراف ہونے کسی شرط مندرجۂ بالا کے افضل النسا بیگم و امیر حسینخان سے اراضی مذکور فوراً ضبط کر لیجائیگی۔
جواہر سنگھ محافظ دفتر محکمۂ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء
نولکشور پریس مین چھپا۔
عہد شاہی مین قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور امانی خان ممسند وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲۷۶ فصلی سے بندوبست انگریزی مین باستثنائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات وچکلات پر مالگذاری تشخیص کر لی گئی۔
اب اولاد نواب دلیر خان مین باعتبار مقدرت اور لیاقت کے شاہ آباد مین کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جسکے حالات مین خامہ فرسائی کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹر سرکاری نے خوب کھینچا ہے۔

نقل ترجمۂ گزیٹر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعۂ گورنمنٹ پریس نینی تال مورخہ ۱۹۰۴ء مرتبۂ و مصنفۂ

مسٹر ایچ ارنیول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمدگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۷۸۰ء مین ٹی فن ٹھلر صاحب ایک انگریز یہان آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط مین ایک محل اینٹون سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجون کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہان ایک پرانا مشہور قصبہ انگدپور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو **نواب دلیر خان شاہجہان کے مشہور افسر افغانی** نے آباد کیا تھا جو شاہجہانپور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگئی کھیڑہ کے پانڈہ پروار کو شکست دی تھی

اور غالباً ٹیفن ٹھلر نے اسی مقام سے انگد پور کی مراد لی۔
نواب دلیر خان کو شاہ آباد اور پرگنہ سرامین جاگیر دیگئی تھی جہان کہ اونھون نے ۱۶۷۷ء مین شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان نے اپنے افغانی رشتہ دارون اور فوج سے محلون کو بھر دیا اور ایک محل موسومہ بڑی ڈیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک اب تک موجود ہین اوسنے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے مسطح کنکر کے ٹکڑون سے بنایا گیا ہے اور بالاخانہ کی دیوارون پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سُرخ کا نفیس کام کیا ہے۔ اس قصبہ مین باون محلے ہین جسمین اکثر کے نام اسکے بانی کے نام پر رکھے گئے ہین اس مقام کی بربادی ۱۷۹۹ء مین بہت سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا اور بشپ ہیر نے ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ قصبہ قریب ایک شہر کے آباد تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی ہین۔
نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان دلدار خان۔ فتح معمور خان۔ سب سے بڑی اولاد ڈیوڑھی والی مشہور ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی دیوڑھی والے بالکل آوارہ ہوگئے ہین

اور اب اونکی حالت بہت ابتر ہے پہلے اونکو شاہی فوج مین ملازمت ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو ۱۹۰۱ء مین ہوئی تھی اوس مین بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس مین دس ہزار مرد اور نو ہزار نو سے اوناسی عورتین تھین۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آریہ تھے۔

اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات مین چوتھے نمبر کا قصبہ ہے لیکن اب ترقی بالکل بند ہے یہان کوئی مشہور تجارت نہین ہوتی سردار گنج ولیم گنج۔ سعادت گنج۔ یاکٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک مولا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج مین بازار لگتے ہین۔ سب سے حال کا بازار محمود گنج ہے جسمین روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہین آم انار ترکاری اور آلو ہر دوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ مین یہ قصبہ ایک قسم کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہین لیکن اب اوسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکر کی ہوتی ہے شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے سر ولیم سلیمن نے ایک جھگڑا جو کہ ۱۸۵۰ء مین محرم کے موقع پر ہوا تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ ۱۸۶۸ء مین ہوا تھا۔

پبلک عمارتون مین تحصیل منصفی ٹاون ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ۔ کانجی ہوس

ایک سرائے ہے۔
نربدہ کا میلہ ولیر خان کے بنوائے ہوئے تالاب پر ہوا کرتا ہے۔
شاہ آباد کا اسکول مینوسپلٹی کے زیر اختیار ہے۔ اسکی آمدنی خاصکر ٹکس وغیرہ سے ہوتی ہے۔

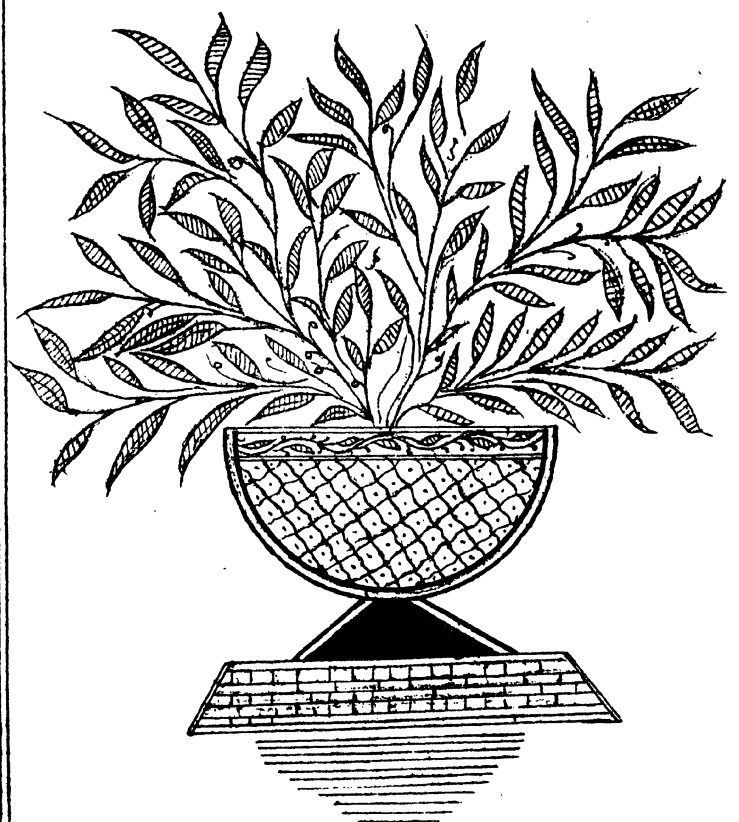

نواب بهادر خان بانئي شاهجهانپور

عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سرابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتا سے ملقب تھے دریا خان کے فرزند اور نواب ۔ دلیر خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈنکا بجا دیا تھا انکے کارنامونسے سیکڑون صفحے تاریخ کے مملو ہین۔ فتح بندیلکھنڈ و قلعہ ستارا گڈھ و بلخ و بدخشان وغیرہ انسے ظہور مین آئین صوبہ داری و سپہ سالاری دونون جلیل القدر خدمتین انھون نے انجام دین اسلام آباد۔ صوبۂ ملتان۔ بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر مین تھی اور پنجہزاری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے یا اپنے والد کے حیات ہی مین شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر[1] خان پندرہ برسکی عمر سے شاہجہان کی مصاحبت مین آئے باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجہان کے جھگڑے مین شاہزادہ سے جدا ہوگئے مگر بہادر خان شاہجہان کیخدمت سے علیحدہ نہوے اور برابر حضر و سفر مین موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی رنج و خوشی مین شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ مین انکا نام قدیمی جان نثارونکی فہرست مین لکھا یا ہے اسبارہ مین کتاب عمل صالح مصنفہ محمد صالح کے صفحہ ۳۸۶ مین یہ عبارت مرقوم ہے

[1] چون دریا خان متعین بسرکار شاہجہان شدہ پیش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت و سلک مراسے نمد اشاہزادہ والا تبار بافتخار یافت اتحاد بحبت

بہادر خان ولد دریا خان کہ برعکس پدر خلاف منش ہرگز در آئینہ عقیدت و مرات ارادتش جز صورت صفائی اخلاص و نقش وفا و وفاق مصور نشدہ۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی ہی مرتبہ بہادر[۵۱] خان کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار و علم و اسپ خاصہ معہ زین طلائی و ہاتھی اور پچاس ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر[۵۲] خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے مبذول ہو گئی ورنہ دیگر امراء دو سدی و پانصدی کے درجہ سے بتدریج ترقی پاکر چار ہزاری و پنجہزاری منصب کو پہونچے ہیں

جب بہادر خان کو فوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہانکے سرکشوں کی گوشمالی بھی انکے سپرد کی گئی سنہ[۵۳] جلوس شاہجہانی میں جھجھار سنگھ نے بندیلکھنڈ میں بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوندچھ میں وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر ہر طرف سے اسکی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

---

۵۱ بہادر خان کو بالجملہ خلعت و خنجر مرصع و منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار و علم و اسپ خاصہ طویلہ خاصہ زین مطلا فیل و انعام پنجاہ ہزار روپیہ سرفراز گشت (بادشاہنامہ)

۵۲ بہادر خان پسر دریا خان اوذوی ست در زندگی پدر بوسیلہ نیکو پرستاری بدولت و شناسی شاہزادہ شاہجہان بہرہ ہا تیاز افروختہ و چون پدرش ساحت بیوفائی پیمودہ از شاہزادہ جدا گشت بہادر خان ست توسل بفتراک عنایت بادشاہی مستحکم تر ساختہ از رکاب اقبال انفکاک ننمودہ پس از جلوس بمنصب چار ہزاری دو ہزار سوار سرافراز گشتہ بتولداری سرکار کالپی مالش سرکشان آن مرزبوم دستوری یافت

۵۳ چون دخستین سال جلوس جھجار تیرہ روز کار بغی در زیدہ باوندچھ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانبے بملاک او آوردہ عبداللہ خان فیروز جنگ با اتفاق بہادر خان از جانب کالپی کہ مشرق رویہ آن سرزمین است برآمدہ بر حصار ایرج کہ ہر چہ از کمال ارتفاع سر بفلک میشود سر سواری یورش نمود مخالفت بر بہادر ان ہجوم تمام آوردہ ہنگامہ نبرد گرم گردانید خافذ کور باتا نیان خود پا پیادہ فیلے صف شکن بر دروازہ بادبکور دروازہ دیدہ بیادری آمالی ہر سہ من نہادہ رہ بہم شکستہ قطرہ زنان بقلعہ در آمد ہندو آن سیفام را تیغ سوسن رنگ نگون رنگ داغ لالہ خون نشاندہ گلگونہ فتح بر چہرہ دلاوری کشیدہ در جائزہ این تردد نمایان فتح شایان نوازش نقارہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا

۵۴ قلعہ اوندچھ قصبہ جاوہ سے ۱۶ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوندچھ پندرہ سولہ کوس تھا۔

کے لیے کالپی مین دخل ہوے اور قلعہ ایرج پر جسکا ہمسر بلندی مین آسمان سے باتین کرتا تھا یورش شروع کی مخالف گروہ نے بھی بادشاہ بہادرون پر خوب ہجوم کیا سخت مقابلہ ہوا بہادر خان نے صف شکن ہاتھی کو آگے کیا اور اپنے پٹھانون کے ساتھ پاپیادہ ہوکر نہایت جلد قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے اور کمال چستی و بہادری سے دو ہزار باغیونکو قتل کیا اور حصار کی دیوار توڑکر قلعہ مین گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان سیہ فامونکو خونمین نہلادیا اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے انکو نقارہ[1] مرحمت کیا اسکے بعد خانجہان خان لودی کے استیصال کے لیے بادشاہ نے بہادر خان اور اعظم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کرکے کوہ راجوری مین اسکے سر پر جا پہونچا تو وہ اسوقت تین سو پچاس سوارونکو لیکر نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلا جب یہ لشکر اسکے قریب ہوگیا تو اسنے گھوم کر تیراندازی سے روکا اور کوہ راجوری پر چڑھگیا بہادر خان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا ایک بھتیجا بہادر خان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوانمردی اور بہادری مین مشہور تھا اُسنے بڑھکر اُنسے مقابلہ کیا دونون بہادرون نے اپنی مردانگی اور بہادری کے جوہر ختم کردیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی ہنر سپہ گریکا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم و اسفندیار کا معرکہ تھا جب بہادر خان باقرزئی کی مدد کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہونچا تو آخر مین یہ پیادہ ہوگئے اور پروانے کی طرح تلوار کے شعلہ پر پہونچنے لگے۔ اسکے ثبوت مین کتاب عمل صالح جسکا مصنف

---

[1] خاقان قدردان در جایزہ این خدمت بہادر خان عنایت نقارہ سربلند گردانید (صفحہ ۲۴ بادشاہنامہ) بہادر خان بقدر استعمال خود را سیندہ بابہادر زادہ او بہادر خان کہ منصب ہزاری داشت و پردلی و مردانگی مستظہار و سے بود در آیختہ در کشش و کوشش کارنامہ دلیری و دلاوری بر روے کار آورد کہ رکشہ داستان رستم و اسفندیار گشت (مآثر الامرا)

محمد صالح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا فمنظر از ہی۔ خصوص بہادر خان کہ بہ نیروے دلیری ذاتی و بہادری جبلی چون کوہ پا بر جا قدم ثبات و قرار استوار ساختہ بزد و خورد در آمد چندانکہ چندین تن را بسیر ساختہ جمع کثیر را زخمدار از پاے در انداخت و خود نیز دو زخم تیر بکے بر رو و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پر توزخم رو ہمانا روے تازہ یافت۔

جب ایک زخم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہنامہ مین صرف اسقدر ہی مگر ماثر الامرا مین یہ بھی لکھا ہوا ہی کہ مخالفون نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھون نے کہا کہ مین یادگار و پسر دریا خان کا ہون خانجہان نے یہ سنکر آدمیونکو منع کیا اسعرصہ مین بادشاہی لشکر کے جوان بھی آگئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی سے بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کرکے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

سنہ ۴ جلوس شاہجہانی مین قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن مین جب کنہ بھالکی وجہت کوبہ کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریاے مانجرہ کے کنارہ جاکر پڑا ہے تو اسوقت رندولہ خان عادلشاہی سردار نے شاہجہانی لشکر مین یہ مکرر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

۱؎ شہنشاہ حق آگاہ از قدر دانی و جوہر شناسی بجلدوے۔ این فتح نمایان بہادر خان را خلعت و خنجر مرصع مرحمت فرمودہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری سہ ہزار سوار و عطاے اسپ با زین مطلا و فیل عز افتخار بخشید صفحہ ۳۲ بادشاہنامہ

۲؎ بادشاہنامہ مین بہادر خان کا دو تیرون سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہین تحریر ہے مگر ماثر الامرا مین زمین پر گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

۳؎ یہ قلعہ قندھار ملک دکن تلنگانہ مین واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسنام کا دکن مین ہے اس قندھار کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجاپور کی خطا معاف کردے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر اعظم خان نے
شاہجہان لشکر کے جملہ افسروں سے مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ برسات سر پر آگئی ہے
بالفعل پرگنہ چت کوہ مین جو صوبۂ بدر کے متعلق ہے توقف کرنا چاہیے اگر رندولہ خان کا قول سچا
ہے تو شاہجہان سے عرضکر کے عادلشاہ کی خطا معاف کرادینگے ورنہ یہ محال تاراج و برباد
کرڈالینگے اور اسکو عہد شکنی کا بدل ملجائیگا چنانچہ یہ خیال کرکے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے
کنارہ ٹھہرنیکیوقت یہ بات طے پائی کہ جبتک لشکر کے خیمہ نصب ہون تب تک فوج کا اگلا اور
دایان و ربایان حصہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے اسکے بعد ہر روز ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کوس
کے فاصلہ پر جاکر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جاکر گھاس و چارہ وغیرہ اطمینان
سے لائین چنانچہ اسیطرح عملدرآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسیجگہ نشان نہ تھا دوسرے
روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خانموصوف معہ شہباز خان و رشید خان انصاری
یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھون نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور
تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہان جاکر اطمینان سے ہٹگئے لشکر کے آدمی گھاس
وغیرہ کیلیے چارونطرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھکر ایک گاؤن مین
لوٹ مار مچانے لگے گاؤن والے ایک دیوار کی آڑ مین آکر اپنے مال و آدمیونکی حفاظت
اور راجپوتونکے ہٹانیمین مستعد ہوے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوے تو
راجپوتونکی مدد کو پہونچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گانو سے غلہ و گھاس لیکر
پڑاؤ چلے آئے اب انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نرہے اسعرصہ مین کچھ اہل دکن
جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادہر آنکلے تھے جب
وہ اس موضع کے قریب پہونچے اورانکو بہادر خان کے فوجکی کمی پر اطلاع ہوئی تو

اونھون نے اپنا ایک سوار اپنے سردارونکے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملگیا ہے اسکے
بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور انکے ہمراہیونکو اپنی طرف مشغول کیا
بادشاہی بہادرون نے اپنی قلت اور دشمنونکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوڑکر انپر حملہ
کردیا انھون نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوے چلے گئے یہانتک کہ دو کوس
تک اپنے پیچھے آدمیونکو بھگا لیگیے اتنے مین رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان اور دیگر
فسران عادلشاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگئے بہادر خان اور
انکے ہمراہیونکو دشمنون نے حلقہ مین لیلیا اسوقت بہادر خان اور انکے ہمراہی گھوڑونسے
اوترکر پیادہ ہوے اور انتہاے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور دلاوریکو
دخل دیا کہ بڑی جماعت دکنیون کی قتل کرڈالی اس حالتمین شہباز خان جو سہ ہزاری
منصب کے امیر تھے معہ اپنے فرزند کے شہید ہوے اور بہادر خان و یوسف محمد خان کثرت
زخمون سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوے مگر انکے بھائی بند کل شہید ہوگئے
اس قیامت ناک معرکہ مین بہادر خان کے اعزہ اور پٹھان ماتحت سے آدمی کام آے دشمنون
نے بہادر خان و یوسف محمد خان کو زخمون سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھاکر
اپنے ہمراہ لیگئے اور قلعہ بیجاپور مین پہونچا دیا رشید خان زخمی ہوکر لشکرگاہ کو واپس آئے
جب اعظم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیزی سے میدان جنگ کو روانہ
ہوے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف دریاے مانجرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہوچکی تھی
تعاقب بیکار سمجھا ناچار بادل بریان و دیدہ چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخمونسے بیہوش ہوکر زمین پر
گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجاپور لیگئے تو اسنے یمین الدولہ آصف خان کو ایک جراء

لشکر دیگر روانہ کیا کہ عادلشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی ممالک تسخیر ہو چکے ہین وہ سپرد کردے ورنہ قلعہ بیجاپور جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدیا جاہیے چنانچہ یمین الدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر کسی مصلحت سے وہانسے کوچ کرکے دریاے بھیرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہانسے بیجاپور جاکر تالاب نو رسپور اور شاہ پور کے قریب خیمہ زن ہوا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا چند روز صف آرائی رہی آخر بیجاپوریون نے مجبور ہوکر پناہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ جیسمین جواہرات مرصع آلات و دیگر نفیس اشیا تھین پیشکش داخل کرنے پر فیصلہ کرلیا اور عہدنامہ تحریر ہوگیا بہادر خان و یوسف محمد خان کو خیریت خان حبشی اور مصطفے خان یمین الدولہ آصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبدالرحیم خیرآبادی جو یمین الدولہ کے معتمد تھے وہ عہدنامہ پر عادلشاہ سے مہر کرالاے اس زمانہ مین شاہجہان بادشاہ برہانپور سے اکبرآباد آرہا تھا اثناے راہ مین بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی سے ہر دو کو خلعت و تلوار و سپر اور گھوڑے ہاتھی سے معہ ساز طلائی کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کرکے چہار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

۱؎ چون یمین الدولہ بتعریب مملکت عادلشاہی مامور گشتہ بحوالی بیجاپور رسید عادلشاہ ہر دو را بانمودہ بہادر خان باستلام سدہ سلطنت مجد افزود گشتہ باضافہ منصب و فرونی اعتبار و مورد عواطف شاہانہ گردیدہ بتازگی جاگیرداری کالپی قنوج و مضافات آن حال سربلندی یافت۔ مآثر الامرا ترجمہ شاہنواز خان

۲؎ روز دیگر بہادر خان و یوسف محمد خان تاشکندی کیفیت مردانگی و گرفتاری ایشان نگارش یافتہ از لشکر نصرت آمدہ بدولت زمین بوس رسیدند بادشاہ مہربان قدردان بمراحم بادشاہانہ کہ ہموارہ در بارہ بندگان فاگزین عقیدت آئین مبذول است تدارک گذشتہ فرمودہ ہر کدام را بمرحمت خلعت و شمشیر و سپر با یراق طلائی مینا کار و سپ و فیل سربرافراختہ شصتین باضافہ پانصد سوار بمنصب چہار ہزاری ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و بانعام بست و پنجہزار روپیہ نقد مباہی گردانید ۱۲ بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج وکالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکھر حافظ اسمعیل صاحب مین لکھا ہے کہ جسوقت بہادر خان دشمنون سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ انسے بغلگیر ہوا اور خلعت وانعام سے سرفراز ہوے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اسلیے انھون نے یہ شعر تصنیف کرکے اپنی مہر مین کندہ کرایا ؎

شدہ بجنگ دکن جانفشان بہادر خان
حیات یافت دوبارہ زلطف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشونکی گوشمالی کو بھیجے گئے وہانکی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتیار نرہتا تھا کہ ہل والا بھی جب ہل جوتنے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کرکے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام مین مشغول ہوتا اس عہد مین تمام ہندوستان کے مردون سے وہانکے باشندے سرکشی مین زیادہ مشہور تھے انھین وجوہات سے وہ مثل دوسری رعایا کے اطاعت نہین کرتے تھے ان ایام مین جملہ باغی بیرگاؤنمین جو وہانکے مقامات مین محفوظ مقام تھا اکر جمع ہوے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔ بہادر خان انکے پیر پہونچگئے اور انھون نے تائید الہی پر بھروسہ کرکے ان موذیونپر یکبارگی حملہ کردیا طرفین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنون نے

ؔ بہمنائی تائید ایزدی بہت گماشتہ دفتہ برسر آن بدعاقبتان ترکتاز نمودہ غریب کارزاییے فیابین در پیوست بہادر خان بتمامت الہی بر سرکشیدہ بدیو پشت رسیدہ مقاہر پاے کمی نیاوردہ بدست از جلادت وتہور برنداشتہ انجام کار دست وگریبان شدہ بہیم دام آویختند وجمعے غفیر بدستبرد پردلان سرباختہ بقید اسیری دو بفرار گذاشتند بہادر خان تخریب آن مکان پرداختند بمقر خود باز گشت واز ین گونہ فتح کہ دران سرزمین مفسد خیز نصیب کس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین بروفق دلخواہ درست نشین گردید۔ ماثر الامرا تذکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھا نہین رکھی نوبت دست و گریبان کی پہونچگئی اور دونون طرف کی فوجین ملگئین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو ٹھیر نکی تاب نہ لاسے آخر کار بھاگے خانجہان صوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود کردیا اور اپنے قیامگاہ کو واپس آئے ایسی فتح اس سرزمین مین بجز بہادر خان کے کسی شخص کو نصیب نہین ہوئی تھی انکی فتحمندی کا سکہ وہان بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن مین ۳ شوال سنہ ۴۴ جلوس روز جمعہ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان اپنی جاگیر سے حاضر ہوے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو خلعت اور پانصدی اضافہ کرکے چار ہزاری ذات و چار ہزار سوار کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جانیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ ججہار[۲] سنگھ نے بعد معاف ہوجانے خطا کے پیم نرائن والی گڈھ کو دھوکا دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چورا گڈھ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر فریادی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان ہراول و مقدمتہ الجیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکہ اور ملانچی سے نکلکر ملک چاندین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ سوقت خانمدوح کا مزاج علیل تھا اسلیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصبدار

---

[۱] بہادر خان زاقطاع خود آمدہ تبدیل استان سلاطین مقام نمودہ باخلعت خلعت باضافہ پانصد سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار مباہی ساختہ باقطاعش رخصت فرمودند صفحہ ۱۰ بادشاہنامہ [۲] ججہار سنگہ پسر نرسنگہ دیو کا ہوا اسکا باپ شیخ ابوالفضل کا قاتل تھا جہانگیر نے صلہ مین نرسنگہ دیو کو بہت کچھ ملک و جاگیر سے مالا مال کیا تھا جب ججہار سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور ہوکر باغی ہوگیا تھا جہار سنگہ کا بیٹا بکرماجیت مخاطب بہ جگراج تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی طرف مشغول رکھین جمبار سنگھ نے تھوڑی جماعت دیکھکر جرات کرکے نیکنام خان کو حلقہ مین لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہوکر معہ سات آدمیونکے گر گئے اس اثنا مین بہادر خان اور خاندوران بھی پیچھے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا گروہ پریشان کردیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل مین گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکر ماجیت کے مارا گیا اور اُنکے سر بادشاہ کے پاس سیہور مین بھیجے گئے اور قریب ایک کرور کے روپیہ نقد جو جنگل مین کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ مین آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور سبز نہ رہنے دیا یہ جھانسی اور دتیہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان کے حضور مین آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تیچاق سے معہ زین مطلا کے سرفراز ہوے۔

بعد ازان جب ساہوجی کی کوشمالی اور عادلشاہ والی بیجاپور اور قطب الملک والی گولکنڈہ کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کیگئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر چنداولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور والی بیجاپور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور اسیطرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت سے پانچ کوس چلکر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرضکہ یہان بادشاہی لشکر سے جنگ

---

۱۷ از ورود افواج قاہرہ سرزمین فتنہ آگین جاون مال آن بہ آمال در معرض تلف افتاد و از جملہ خانین نقدے کہ باخود گرفتہ بود بمرات قریب یک کرور روپیہ بخزانہ عامرہ رسید و ولایتے کہ تردیک پنجاہ لک روپیہ حاصل دارد بتصرف درآمد ۱۲ بادشاہنامہ

۱۸ بہادر خان و بہیلہ در ملازمت اند و خنجر مرصع خلعت بمرحمت خلعت و خنجر مرصع و اسپ تیچاق و زین مطلا سرفراز گردید ۱۳۴ بادشاہنامہ

۱۹ ۷ رمضان کو بہادر خان کو خلعت و جمدہر خاصہ و اسپ خاصہ و فیل خاصہ معہ ساز طلائی کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہیں آئی اور مصالحت ہوگئی مگر ساہوجی سے مقابلہ ہوا اور اسکے اکثر قلعجات بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوجی بھاگ کر اور پارگانو نسے ہٹکر جو راستہ کہ پونہ وچاکنہ کے پہاڑ و جنگل کے درمیان ہے گیا تو ان اقطاع کی محافظت بھی بہادر خان کے ذمہ مقرر تھی اور جسوقت خانزمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر میں زیادہ تھا وہ بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کو لاپور نے مجمع کر کے بادشاہی لشکر کو مغلوب کرنا چاہا اسوقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھوں نے پہاڑ پر چڑھکر اپنی تلوار کے جوہر دکھلاے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مویشی انکے ہاتھ آئے ساہوجی مقابلہ میں آیا تیر و تفنگ بان اندازی اور معرکہ آرائی رہی آخر کار مغلوب ہوکر بھاگا جسوقت بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اسوقت غنیم نے موقع پاکر بہادر خان کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ سبکو بھگا دیا اس اثنا میں عادلشاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اسوقت قلعہ جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان معہ کارطلب خان کے متعین ہوے مگر آخر کار ساہوجی نے عاجز ہوکر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادلشاہی ملازمت کی درخواست کی اور مہم ختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر و منصور ہوکر بہت سے قلعجات لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضوری سے مشرف ہوے

۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و اسپ عربی خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انکی جاگیر فتوح پر رخصت کیا۔

بست و ہفتم شعبان بہادر خان بمرحمت خلعت و اسپ عربی از طویلہ خاصہ با زین طلا بلند پائگی یافتہ بصوب فتوح مرخص شد بادشاہنامہ ۲۴۳

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے آکر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب الحکم کمر بستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو معہ چند امرا کے بھیجا بعدہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے معہ چند امرا و برق انداز و سلحداران و پانچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کیطرف روانہ کیا جب قندہار مین صف آرائی ہوئی تو وہان ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان بادشاہ کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دار الخلافت کو واپس آرہا تھا جسنے باغ حسن ابدال مین رونق افروز ہوا تو شہزادہ داراشکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر ہوا بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمرکاب تھے یہ بھی بادشاہی حضوری سے مشرف ہوے۔

بعد ازان سنہ ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۳ سنہ جلوس شاہجہانی مین جب عبد اللہ[1] فیروز جنگ سے چنپت[2] سنگھ بندیلہ کی گوشمالی نہوسکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

[1] واز انجاکہ عبد اللہ خان بہادر فیروز جنگ بہ تیصال چنپت و سائر فتنہ گران بندیلہ چنانچہ باید نتوانست نمود و بہادر خان مع سرخوش و دیگر تعین این خدمت بہ بندہ مفوض گردد سہ ہزار سوار از منصب او کہ چار ہزاری چار ہزار سوار بود و دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ قلع قمع بندیلہ بعدہ او باز گذاشتند بادشاہنامہ صفحہ ۱۹۰ ج ۲

[2] چنپت سنگھ بھار سنگھ کے زیلیومین تھا سنے ایک لڑکا جھار سنگھ کا سمی پرتیہراج کو اسکا وارث قرار دیکر قلعہ اوندچھ و جھانسی مین فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردازین پرتیہراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار مین مقید ہوا اور چنپت سنگھ معہ ہمراہیونکے مفرور ہوا ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ یہ تعاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

[3] سلخ ماہ رمضان از عرضداشت بہادر خان کہ از پیشگاہ خلافت بہ تنبیہ چنپت و دیگر مفسدان بندیلہ معین گشتہ بود و قلع و قمع کاری کرہا او بود بسامع حقائق مجامع رسید کہ خان مذبور جنگل بیری نمودہ گروہ ابنوہ ازان مقاہیر بقتل رسانید و چنپت و سبحانی با کثیر ہراہان او بارہ سپر فرار گشتند بادشاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت مین پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجاے چنانچہ حسب
خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ
چار ہزار سوار ونکے تین ہزار سوار دو پیسہ سہ پیسہ کیے خانموصوف بندیلکھنڈ
پہونچے انھون نے وہان جنگل کٹوایا اور ہزارون دشمنونکو قتل کیا اس امر کی اطلاع
شاہجہان کے دربار مین بھیجی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان مین پہونچی اور وقائع نگار
نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی تتیع بیدریغ ہوے اور چنپت سنگہ اور سجانی سنگہ معہ ہمراہیونکے مفرور ہوگئے
۱۴ شعبان ۱۰۵۱ھ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد
سے جلد روانہ ہوکر شہزادہ مراد بخش کیخدمتمین جاؤ اور جگت سنگہ کی گوشمالی مین شریک ہو
بادشاہنامہ مین صرف اسقدر مضمون ہے مگر ماثر الامرا مین اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ
لکھا ہوا ہے کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یہ بات شاہجہان
بادشاہ کے ذہن مین جمائی کہ بندیلکھنڈ کو روندیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت
کے خلاف ہے اسلیے یہ وہانسے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم مین
بہادر خان حسب الحکم اسلام آباد عرف بندیلکھنڈ سے روانہ ہوے اور بمقام پٹھان
شاہزادہ کیخدمتمین پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے
قلعہ مئوا اور نورپور جو کوہستانمین نہایت مستحکم بنے تھے اور وہان کا راجہ جگت سنگھ جسنے
پرتھی چند والی چنبہ کے باپ کو قتل کرکے مضافات چنبہ پر قبضہ کیا تھا بہادر خان
اسکے قلع وقمع کو بڑھے وہانکے مفسدون نے تمام راستے بند کردیے تھے بہادر خان

لہ درسال سیزدہم بہادر خان تیولداری اسلام آباد وقلعہ وقتلان شقاوت گزینی یافتہ تا بالجملہ نگاشتہ
وبا بادشاہ خاطرنشان کردند کہ بندیلکھنڈ را روندیلکھنڈ کردن صلاح ملکی نیست ماثر الامرا

دیوارین گراتے جنگل کٹاتے ہوے قلعہ مئو کے قریب پہونچگئے جگت سنگہ اپنی
پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر لڑا بہادر خان نے اس مہم مین
انتہاے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھلائے
اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کردی پانچ روز تک
قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے پٹھانون نے
فرط دلاوری سے لاشون کے پشتے لگا دیے اور انکی سیڑہیان
بناکر مورچون پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ مین
سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آئے آخرکار بہادر خان
نے قلعہ فتح کرلیا اور اسکے اندر گھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین
قلعہ تارا گڈھ مین جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیجدیے تھے جب اسنے یہ حال دیکھا
تو خود بھی وہ وہین بھاگ گیا اسکے بعد نورپور کا قلعہ بھی خالی ہوگیا جب
شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال
سُنا تو چار ہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادر خان کو سربلند کیا

۱؎ درہم جگتا و تسخیر مئو و اد شجاعت و جلادت دادہ ترد دنمایان خود بر عالم ظاہر ساخت ہمراہان خانمذکور بکار فرمائی سزاوار کوشتہا
تردہا باختہ بہ مورچال مقابر میدویدند و ازین وزہ مقتصد افغان زتانبیان و بکار آمد ند ماثر الامراء نوزدہم محرم بہادر خان بقلع
وقمع کوہستان معین شدہ بودند باستلام سدہ سدرہ رفعہ بمستعد گشتند بادشاہنامہ ۲۹۱۔

۲؎ چون این ماجرا بسامع رسید خاقان ممالک ستان بر منصب بہادر خان ہزاری ذات افزودہ دو ہزار سوار
از سواران او دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ اور ا بمنصب پنجہزاری چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ نوازش فرمود ہر کارین مہم
و ستش بکارے رسیدہ بود او را بانواز شے خاص و عنایتے مخصوص سربلند گردانید ۲۷۳ بادشاہنامہ

اور ایک ہزار سوار اُنکے دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے
غرضکہ اب پنجہزاری ذات اور چہار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے ممتاز کیے گئے
اس فتح کے بعد شہزادہ مرادبخش اور بہادر خان حسب الحکم بادشاہ کیخد متمین روانہ
ہوے اور وہان سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ
اصالت خان خانجہان کے تارہ گڈھ کی فتح کو آے یہ قلعہ پہاڑ پر جنیبہ کے قریب واقع
تھا اسکے قلع وقمع کرنیمین مصروف ہوے نہایت سخت لڑائی ہوئی جلت سنگھ عاجز ہوا
اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مرادبخش کیخدمتمین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے
سفارش کرکے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعۂ تارہ گڈھ کے مسمار کردینے کا حکم
صادر کیا چنانچہ حسب الحکم قلعہ مو اور نورپور کا حصار گرادیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان
تھا وہ کاٹکر صاف کردیا گیا ۸ محرم ۱۰۵۲ھ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعجات
کوہستان کی فتح سے فرصت کرکے درد ولت پر حاضر ہوے۔

۱۰۵۲ھ مین جبکہ شاہ ایران نے صوبۂ قندہار پر لشکرکشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار
رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجکونیشاپور مین
ٹھہرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت مظفر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو
بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ
پچاس ہزار سوار اور بیشمار سامان دیکر ۲۰ محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان
کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت[1] خاص اور ایک
گھوڑا جو خاصہ کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

[1] بہادر خان را بہ خلعت خاصہ و اسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا سرافرازی بخشید بادشاہنامہ ۲۹۴

بادشاہی لشکر ابھی دریاے نیلاب سے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی نبیرہ شاہ عباس نے
کثرت شراب سے اٹھارہ روز بیمار پڑکر ۱۲ صفر ۱۰۵۲ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان
کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلا لیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو
خرد سال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال مین تخت نشین کیا ہے اوسکے
مقابلہ مین سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہے۔ غرضکہ یہ مہم اسطرح پر ختم ہوگئی
۲۱ رجب[1] کو بہادر خان قندہار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے
۲۲ رجب مین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوے چونکہ
اسوقت فصل ربیع کی تیار تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متصدیونکو
حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہو اسکا حساب کرکے انکی تنخواہ مین محسوب کردیا جاوے
۱۰۵۵ھ مین امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے
تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلاے جائین اور کمک کے لیے مقرر
کیے جائین نذر محمد خان والی توران سے مقابلہ اور بلخ و
بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین
ہوا اوس زمانہ مین نذر محمد خان نے موقع پاکر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی
سے واپس گئے تھے شاہجہان کو اونسے اسکا عیوض بھی لینا مناسب تھا
اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا
سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ
ایسا ناقص تھا کہ ملک مین بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

[1] بہادر خان و اصالت خان وغیرایشان از قندہار آمدہ دولت ملازمت اندوختند (۳۱۰) بادشاہنامہ

پر مظلوم مسلمانون کی اعانت و حمایت لازم آئی توران مین فتنہ اور فساد کے یہ اسباب پیش آے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے بیزار ہوکر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجاے اپنے بھائی کے توران مین تخت نشین ہوے انھون نے بخارا کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور حکمرانی مین مصروف ہوے اس زمانہ مین اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹون نے نذر محمد خان کی اطاعت کا خطبہ پڑھا مگر انھون نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست درازی شروع کی اسی قسم کی حرکتین انسے سرزد ہوئین اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہرچند کہ نذر محمد خان نے اپنے بڑے بیٹے عبدالعزیز خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکند اور اسکے محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظر بے جا امام قلیخان کا اتالیق اور باثر سردار تھا اسکو بلخ کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے رعبی ظہور مین آئی کہ رعایا انکے قابو مین نہ آئی اندجان مین فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیان شروع کین تو نذر محمد خان نے وہانکی رعایا سے کہلا بھیجا کہ تم خود اپنی راے سے کوئی حاکم انتخاب کرلو انھین ایام مین جہانگیر قزاق نے لکھا کہ مجھپر لشکر قلماق نے چڑھائی کی غرضکہ ہر طرف سے یورش کا بادل امڈا اور کوئی تدبیر کارگر تقدیر کے موافق نہ بیٹھا اسلیے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے نکلگئی اور ملک مین ظالمون نے بدنظمی برپا کردی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے ہاتھون سے تنگ ہوکر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کیخدمت مین بھیجا تھا اسلیے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر اس مہم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اچھا انتظام لشکر کا سابق مین بھی شاید نہوا ہوگا چار سو اشخاص صرف امرا و منصبدار تھے
تمام[ل] مسلمان سرداروں کی فوج جنمین بڑے بڑے نامی جوانمرد امیر
تھے بہادر خان کو عطا کیگئی اور ہندو سرداروں کی سرگروہی ہمقوم ہونیکیوجہ سے
راجہ تہلداس کے متعلق کیگئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۹ مارچ مین شہزادہ روانہ
ہوگیا بہادر خان پشاور پہونچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت[ل]
خاصہ اور جمدھر مرصع معہ پھولکٹارہ اور ایک گھوڑا و ہاتھی خاصہ کا
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دلجوی سے
مطمئن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہونچگیا اسی درمیان مین بہادر خان
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام نگش سے کوچ کرتے ہوے
کابل مین شہزادہ سے ملگئے جب شہزادہ پائے کتل کو پہونچا اور وہان سے
بدخشان تک ایک تنگ و ناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کرکے اصالت خانکو بھیجے
تھے کہ سرازیر سے سرابالا تک جو برف کہ راستہ مین پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر
اودھر ڈالدین اور راستہ اتنا بنا دین کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جاے اور باقی
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کردین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے مین دقت نہو مگر یہ کام

ل دسرداری مسلمان بہادر خان و پیشوائی راجہ تہلداس مقرر گردید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵۔ و فوج ہراول بہ چارصد و پنجاہ کس
از امرا و منصبداران کہ از انجملہ ست بہادر خانست و راجہ تہلداس بادشاہنامہ ۴۸۴ ل بہادر خان کہ در پشاور بود خلعت خاصہ و جمدہر
مرصع با پھولکٹارہ و اسپ با زطویلہ خاصہ با یراق طلا و فیل از حلقہ خاصہ صحوب اصالت خان فرستادہ سربلند گردانید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنائے نکلنا مشکل تھا
دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام
اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے
لگا دیے اور کل لشکر انکا جسجگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے
اٹھا کر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس
تک دو گز چوڑا راستہ جہان کہ بیحد برف پڑا ہوا تھا بن سکا
۷ جمادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچگیا اور ۹ جمادی الاول کو خسرو پسر نذر محمد خان معہ
فرزندان و متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب مین ملگیا حسب الحکم بادشاہ کے خسرو
خلعت فاخرہ جسمین ہاتھی و گھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہانسے
خسرو کابل پہونچکر شاہجہان بادشاہ کیخدمتمین حاضر ہوا اور شاہجہان نے شاہانہ خلعت
والطاف سے شاد کام کرکے شش ہزاری منصب و پچاس ہزار روپیہ اور مرحمت کیا
اور خانوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی مین اسکو ٹھہرایا اور نہایت پر تکلف سامان سے
مہمانی کی اسی اثنا مین شاہجہان نے نذر محمد خان والی توران کے نام یہ مضمون کا نامہ لکھا
کہ آپ کے ملک مین باغیون نے جو بدامنی پھیلائی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ
شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپکی اعانت کرے اور ناہنجار باغیونکو بدکردار یکی سزا پہونچاے
شاہجہان کا یہی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلخ و وبارہ دیدیا جاے اور ایک جرار لشکر
بدخشان مین رکھا جاے کہ ظالم باغیونکی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

ف۱ چون کار از اینا تمشی نشد و بدون مدد و متعذر بود بہادر خان باتفاق اصالت خان تمامی سوار و پیادہ ہا خود بہر برداشتن برف و کشودن
راہ و ہشت لشکر یان ہر دست فرازے کہ یافتند برف را کندہ بدامن دوست بر کنار از راہ میریختند بہمد کار بے بہادر خان تمام کردہ کہ
برف بسیار بود بعرض دو گز راہ پیدا شد ماثر الامرا مخلص بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کھرد حصار غوری قندز فتح کرلیے اور بلخ کے قریب پہونچا
نذر محمد خان والی توران نے چند ارکان دولت و سبحان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزندونکو
شہزادہ مرادبخش کیخدمت مین بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سبکو
خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مرادبخش نے لشکر آراستہ کیا
اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
کرنیکا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہوکر حصار کے دروازہ کے قریب جاکر ٹھہر گیا
اور نذر محمد خان کو کہلا بھیجا کہ آپکی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
لائین اسکے بعد مین حاضر ہون نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
اسبات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکان مین آئے اسوجہ سے وہ آزردہ خاطر فرار
کیطرف متوجہ ہوے۔ ظہر کیوقت ایک ٹپکہ جسمین چند لعل ٹکے ہوے تھے کمر سے باندھا اور اوپر
زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان و جواہرات وغیرہ اٹھلے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان محمد و قتلق محمد
اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کرکے باغ مراد کو چلے گئے اور وہانسے مفرور
ہوگئے انکے جانیکی کسیکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہے بلخ کی چار دیواری پانچ کوس کے گرد
مین ہے لوگ ادہر اُدہر مصروف تھے بیشتر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے امیرالامرا
کو مطلع کیا اور امیرالامرا نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خانکو نذر محمد خان

---

[1] شاہزادہ بہادر خان و اصالت خان وغیرہ اتباعان نذر محمد خان رخصت نمودند و دران شب تا میر قتلغ بخت و بیجوده کرده زمین سر
بیکسطے کرده راه گم کردند و نزدیک آفتاب راه بچارم اخرآبادی یافتند خبر رسید که ده هزار ازبک با نذر محمد خان فراهم آمده بودند مستعد
کارزار گشتطے مسافت نماند بهادر خان از شنیدن این خبر با حالے که دشت سخت جائی نمود اسپ تاخته بتعاقب آن خصم پرداختند
از یکجهت یازند تا آنکه نذر محمد خان ده غلامان و قریب هزار پاره ایران بغرض امداد سنان مطوف دشت فوج بادشاهی در اسپان
قوت ندیده نزدیک بآخر روز در سواد آبادی رسیده و اسپ و شتر و گوسفند و غیره از کاران تاراج نمودند روز دیگر عرضداشت به بهادر شاه
فرستادند مشهور مورخ آفرین گشته اند و بر اجمت نمیتوان گردید۔ خافی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان ورائے لشکر
کے شدت گرمی مین پہر دن رہے سوار ہوے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک
جہانتک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تارمین سترہ اٹھارہ کوس زمین
ریگ وغیرہ کی طے کی اثنائے راہ مین راستہ بھول گئے جب دن نکلا تو راستہ ملا شیرغان
کے قریب جب پہونچے بہادرخان نے سنا کہ نذرمحمدخان جنگ کا ارادہ رکھتے ہین
بہادرخان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی
ترتیب دی قلب لشکر مین اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیکنام خان ورحیات خان تارین
علادل خان جمال خان لوہانی پہاڑخان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتون سیدونکو
دائین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو معہ اپنے ساتھیونکے بائین جانب
قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادرخان مقابلہ کو بڑھے اوزبک والمان
جو قریب دس ہزار کے شبرغان مین جمع ہوے تھے اکثر بہادرخان کے آنیکی خبر سنکر اندخود
کیطرف بھاگ گئے نذرمحمدخان شبرغان سے نکلکر اپنی فوج کو تین حصونپر تقسیم کرکے لڑائی پر
امادہ ہوے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑے
نذرمحمدخان کے پاس جو ناتجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور بھی نہین سنا تھا
بے اختیار بھاگی ناچار نذرمحمدخان نے پیٹھ پھیری اور اندخود بھاگ گئے اور اُنکے
بہت سے لوگ قتل و قید ہوے سبحان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کیطرف بھاگ گیا تھا اسکا
بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادرخان رعایا کے
بندوبست اور نذرمحمدخان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر
قناعت نکرتے اور نذرمحمدخان کا تعاقب کرتے تو نذرمحمدخان یقینی گرفتار ہوجاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب مین قصداً اغماض کیا یا ہمراہیون کی سستی وصلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر متوجہ نہوے اور اس فتح کی عرضداشت[1] بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو خلعت خاصہ اور ایک ہزار سوار و نکا اضافہ کرکے پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد خزانۂ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان و عنایت خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوے حیات خان و لدعلی تارین خان کو خلعت و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاول خان تارین کو خلعت منصب ہزار و پانصدی ذات وچھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہان دلخواہ مدد نہ ملی شاہجہان نے انکو دلجوی کا نامہ لکھا مگر وہ کچھ ایسے وہم مین مبتلا ہوگئے تھے کہ شاہجہانی عنایت و تاج بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دو لڑکے عبدالرحمن و بہرام اور تین لڑکیان اور تین بیویان تھین یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ عادل رحیم مزاج ان سبکے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق یہ شعر مشہور ہے ؎ شدہ زبلخ و بدخشان نذر محمد خان ۔ بزر و قبیلہ و املاک آگذشت دران

[1] دہم جمادی الثانیہ حقیقت جدکاری و جانسپاری دکیفیت فیروزی اولیا این دولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان بکرامت اضعاء و اتفان پیشگاہ سریر جہانبانی رسید بہادر خان بخلعت خاصہ و باضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ و بانعام دو لک روپیہ از خزانۂ بلخ سرفراز گشتند صفحہ ۵۵۴ بادشاہ نامہ

کتاب مجمع الصنایع مین نظام الدین احمد صاحب جو اپنے والد محمد صالح صاحب کیساتھ
جنگ بدخشان مین شاہزادہ مرادبخش کی ہمرکابی مین تھے رقمطراز ہین کہ مرزا عبدالرزاق
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے ؎
شدہ زبلخ و بدخشان نذر محمد خان ۔ زر و قبیلہ و املاک اگذشت وران ۔ چو جب اعداد
بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان معہ عدد ہر دو دال مہملہ کے نکالے جائین اور
اعداد زر اور قبیلہ اور املاک کے بڑھائے جائین تو ۱۰۵۶ھ نکل آئینگے۔
سنہ ۲۰ جلوس مین شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ مین پڑھا گیا۔
اس فتح کے بعد بلخ مین شہزادہ مرادبخش کی دلچسپی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار
کیخدمتمین وہانسے واپس آنیکی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ بیوقت رخصت کیسی اور
بیموقع واپسی کیسی نہ ابھی وہان پورے طور سے تسلط ہوا ہے نہ اچھی طرح باغیونکا استیصال
ہوسکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مرادبخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہان
کوئی بڑا کام باقی نہین رہا بہادر خان بندوبست کے لیے موجود ہین ملک فتح ہوچکا ہے
مین بغیر حاضری کے یہان نہین ٹھہر سکتا شہزادہ کیحالت کو دیکھکر فوج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مرادبخش کی دوسری
عرضداشت پر یہ فرمان[1] تحریر کرکے صادر کیا کہ تمسے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

[1] در جواب فرمان صادر شد کہ قبل از فتح ولایت بر زبان گذشتہ بود کہ ہرگاہ افضل و اہتمام خفت ملک بلخ و بدخشان بتسخیر درآید بان توقع کہ کار عمدہ خواہد نمود
حال کہ بحمدہ تعالیٰ ایزد متعال در سوے دیرینہ خذلان نسبی آنرا بالابصار برآمدہ ہنوز کہ نسق قلعجات و آبادی ملک پیران و تسلی رعایا و شکستہ و تعین احکام و اتمام تعانیہ بدی
آنہا بصورت نگرفت این رادہ بجا باعث زیادہ فسردہ ساختن دلہاے تباہ رعایا و سپاہ و ہمہ سکنہ آنجا خواہد گردید خصوص چغتای اخلاص آثار کہ از دست قدرتما
بدعا این زمان آرزو تمنا دشتمند و حق سبحانہ تعالیٰ مراد دیرینہ دل آنہا برآورده نہایت دلول خاطر خواہند گشت صلاح دولت و دین این است کہ چند گاہ بعیش و
کامرانی در آنجا فرمانروائی نمودہ در تسلی رعایاے ستم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ کوشند۔ و با وجود رسیدن این جواب عنایت آمیز عتاب آلود دل
مرادبخش از تخت رشید و پیشخانہ برآمد۔ ۔۔۔ غانی خانقلی

نے کیا کہ بلخ و بدخشان کی ولایت فتح ہوگئی تو یہ ملک تم برخوردار کو دیا جائیگا اب کہ خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایائے مظلوم و لشکستہ کی قسلی ظہور مین آئی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہین نہ جا بجا تھانہ بٹھلائی گئی ہین ایسی حالتمین اس ارادہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دلشکنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے ہماری قوم چغتای جسکی عرصہ دراز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم مین آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمھارے چلے آنیسے نہایت رنجیدہ ہو جائینگے مناسب ہے کہ کچھ دنون وہان عیش و کامیابی کیساتھ قیام کرکے ملک کی آبادی اور رعایائے ستم دیدہ کی دلجوئی کیطرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز فرمایش کے کچھ مراد بخش کے دلپر اثر نہوا اور وہ یکبارگی سب انتظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑکر وہانسے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روبرو آنیسے منع کردیا اور منصب و جاگیر شہزادہ کی ضبط کرلی اور صوبہ بلخ کی حکومت و حفاظت بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے روزنامچہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۶ مین یہ فقرہ لکھا یا ہے بہادر خان کہ بجاست و حمیت اتصاف دارد و سردار جمعیت دار است۔

خزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کیگئی گویا دیوانی کی خدمت انکے زیر انتظام مقرر کیگئی اور ان جملہ احکام کے جاری کرنیکے لیے

لہ مراد بخش پسر چلا میرونکو جانیکی ممانعت کیگئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاور مین بیٹکی اجازت دی گئی ایک مدت تک یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آیا تو اسنے بھائی کی خطا باپ سے معاف کرادی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پشاور سے مراد بخش آیا اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار مہر گذرانی اور ۱۹ ذیقعدہ پھر بجائے دو آذوہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا

علامہ سعداللہ خان وزیراعظم کو بلخ بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ
ایک تلوار مرصع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعداللہ خان
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لایق بادشاہ کی زبان
سے جس امر کے حق مین نکلے سا ٹیفکٹ و مایۂ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور
خافی خان وغیرہ سے یہانپر نقل کیا جاتا ہے وخدیو دو بین بہ مدار المہام
علامی سعداللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ بلخ را بہ بہادر خان
و استیصال اہل شر و فساد بہ بہادر خان کہ بحماست و حمیت
اتصاف دارد و سردار جمعیت دار است مقرر سازد صفحہ (۵۶۰) بادشاہنامہ
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان
سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دو سردار صاحب ارمثل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایاے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔
غرضکہ حسب الحکم سعداللہ خان گیارہ روز مین بلخ پہونچے اور وہان جاکر کل انتظامات
حسب ہدایت بادشاہ کے عمل مین لاے اور صوبہ داری بلخ کی بہادر خان
کے سپرد کی اور بائیس روز بلخ مین رہکر ۱۵ شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۱؎ وبہادر خان را بار سال شمشیر مرصع محبوب علامی عز افتخار بخشید صفحہ ۵۶۴ بادشاہنامہ

۲؎ وبہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری بلخ فرمودہ و باتفاق ایشان شروع در آنجاح مہمات و حارسان قلاع و تھانہ داران و انجاز مقاصد آنہا نمود۔ بادشاہنامہ صفحہ مذکورۂ بالا۔

۳؎ وبسعداللہ خان شاہجہان بیانمود کہ بہادر خان او وزی را بر فاقت ہر کہ مناسب بداند تادیب سرکشان نخواست مالگذاری اصالت خان
را پرداخت پس قلمرو بلخ مستقل ساختہ ببالغان زبان مالا رشاد نماید کہ نظر بر فراہم آوردن مال و جمعیت و فراغ خاطر خود ہر دو سردار صاحب ارادہ
باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمودہ در آباد ساختن ملک ویران و گرد آوری رعایاے سوختہ مالگذار دہ پرداخت حال تجار و
دیگر اہل حرفہ و تمام سکنۂ آنجا کوشیدہ از آزار کان غارت پردازند او باشان مردم آزار مادر و پدر نیز اندیار آفت جانی و مالی غربا نرسد۔

پچاس لاکھ روپیہ بہادر خان کو ملکی ضرورتوں کے لیے شاہجہان بادشاہ نے باین تفصیل بھیجا کہ سید فیروزہ خانجہان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ بخشیر کی راہ سے بلخ پہونچا آیا اور بعد ازاں پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیاں جنکی تعداد پچیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۵ رجب کو خاص صبیل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سبز کے ہاتھ بادشاہ نے بہادر خان کو بھیجا اسکے بعد ۶ شعبان کو ایک اور گھوڑا طویلہ خاصہ سے محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادر خان کو بلخ بھجوایا ۱۸ شعبان کو مبلغ دس لاکھ روپیہ بہادر خان کو اور بادشاہ نے بھجوائے اور وہ اس انتظام سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور ہوشدار یہ روپیہ کابل لیجا کر امیر الامرا کے سپرد کریں اور امیر الامرا اپنے آدمیونکے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعدار غوری کو پہونچاے اور وہ بہادر خان کو روانہ کرے اور بہادر خان جسطرح مناسب ہو خرچ کریں۔

۱ دعا گو خان را بعنایت اسپ سربراز فرخته حکم فرمودند که مبلغ پانزده لک روپیه هفتاد هزار اشرفی که مجموعه بست و پنج لک روپیه باشد بشاه بیگ خان قلعدار غوری رسانیده برگردد به بهادر خان و اصالت خان فرمان شد که آنرا مصحوب جمعے بلخ طلبیده بابست و پنج لک روپیه که سابقا سید فیروز برده بود و همه پنجاه لک روپیه میشود در وجه علوفه لشکر و دیگر ضروریات صرف نمایند صفحه ۵۰۸ بادشاهنامه

۲ بست و پنجم رجب سه اسپ از طویله خاصه یاراق طلا بهادر خان و رستم خان و اصالت خان مصحوب شیر مرد خواجه سبز نائی مبلغ معین شده بود ارسال داشتند ۵۰۹ بادشاهنامه ۳ و مصحوب محمد محسن بهادر خان و اصالت خان و اسپ از طویله خاصه با ساز طلا ارسال داشتند

۴ درین تاریخ خزانه که از دار السلطنت لاهور طلب اشته بودند و از انجمله آن مبلغ ده لک روپیه مصحوب میر خلیل ارسال یافت و انفوجی ساز تا بهادر خان و اصالت خان جمعے را فرستاده از غوری بر بلخ طلب نمایند بادشاهنامه ۶۰۳۔

حالات محاربات بلخ بزمانہ صوبہ داری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم الیمان کے دریاے جیحون سے اتر کر کلیف کے راستہ مین جمع ہوے ہین اور فساد پر آمادہ ہین تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہونچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر لائے تھے وہ بھی چھین لیے اور انکے دریافت حال و استیصال کی فکر مین تین روز مومن آباد مین قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا مین دوسری خبر یہ آئی کہ دس ہزار باغی قبادیان کی راہ سے آکر نواح بلخ مین لوٹ مار کر رہے ہین بہادر خان یہ سنکر یکبارگی انکے سر و سر پر پہونچے مگر وہ باغی انکے آنیکی دہشت سے بھاگ گئے اسکے بعد ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی تھوڑی فوج لیکر چار و نطرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی بہادر خان کے پاس آرہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اسبات سے آگاہ ہوکر چند اپنے رفقا مثل راجہ جیرام و گوپال سنگھ و رائے تلوکچند و جگرام و خوشحال بیگ و قاضی نظاما بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریاے جیحون تک گئے باغی کوہ شمر سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فوج تھے وہ معہ اپنے بھتیجے عنایت خان کے نہایت تیزی سے بڑھکر مقابل ہوے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی ہوئی بہت سے باغی قتل و قید ہوے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ مین کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آرہے تھے اثناے راہ

مین معلوم ہوا کہ المان کچھ مال لوٹے ہوے موضع خلم مین گئے ہین اور وہان خزانہ کے لوٹنے کے انتظار مین بیٹھے ہین لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بخیریت پہونچا مگر چند روز ان ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس نواح مین ٹھہر گئے اور پھر ۱۱ رمضان کو بلخ مین داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ اور آتش قلماق کچھ روسا نواح چمکتو اور ہمینہ کے لائے اور بلخ مین انھون نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفداری ظاہر کی بہادر خان نے ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کیطرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساٹھ ہزار شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلماق کو تیس ہزار شاہی انعام مین دیے اور امان بیگ جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتا کا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصدی سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلماق جو استقلال و وضعداری مین معمولی شخص تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ کو حسب التماس محالات ہمینہ اور قلعہ چمکتو و غرجستان و فاریاب و خیراب جاگیر مین دیے آتش قلماق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے قبیلون کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ ہمینہ و شیرغان اسکے متعلقین کے رہنے کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیرخواہی دیکھکر بہادر خان نے اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر امان بیگ کو خطاب قبچاقخانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانون کا پچھلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے یہ سنکر دو ہزار سوار اپنے چچا نیکنام خانکو دیکر معہ چند سردارون کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہان پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔
۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیر خان کے قریب ہوتی ہوئی پرل کیطرف گئی بہادر خان کو جب یہ خبر پہونچی تو انھون نے اپنے چچا نیکنام خان کو دو ہزار سوار دیے اور معہ چند سردارونکے روانہ کیا ڈاکو نواح شبرم و سرپل کو غارت کرکے اونٹ گھوڑے گائے بکریان بہت سی لیے ہوے دریاے جیحون کیطرف جا رہے تھے آدھی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جوانمرد دوڑکر انکے سر پر پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھاگے انکا پیچھا آخر دن تک کیا گیا اور جو انکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہوگئی تھی اسوجہ سے وہین قیام کیا پہر رات گئے پانچ چھ ہزار سوار ناگہانی طور پر آگئے اور انھون نے حملہ کیا ادہر سے بھی مقابلہ کیا گیا مار دھاڑ کی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ مین بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت سے جان بچاکر بھاگ سکے مگر اس لڑائی مین بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنون کے مقتولونمین کچھ سر بعضے اوزبک سردارون کے مثل نظر مینگ وغیرہ کے بھی نکلے آخر کار بادشاہی لشکر فتحمند پھرا۔
ایکبار جب ازبکون نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ سوار گھوڑونکی زین سے نہ اتر سکے اور دونون طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوے

لہ تا سہ روز ثانیہ کارزار گرم بود کہ از پشت زین و زمین از اسپ جدا نکردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدند و قریب بود کہ ابو الوگر سین کہ ہوا خواہ بدست سواران اکافی عبد العزیز خان دستگیر گردد و زین ضمن فوج بہادر خان بر کمک سید المانان و بفرار آوردند تا خبر یافتن بہادر خان خود بجوالی لنج رسانیدہ دشتر و گوسفند بیشمار بدست آورد کارزار صعب رو نمود ارالمانان رو بفرار آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنایم بسیار بدست آورد۔ خافی خان

قریب تھا کہ راجہ اوگرسین کچواہہ عبدالعزیز خان کے الیان سوارونکے ہاتھ گرفتار ہوجاتا مگر اسعرصہ مین بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچگئی اور الیان بھاگ گئے بلخ کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ ربیع الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک وحق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبدالعزیز خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کیطرف گئے ہین اور انکا قصد ہے کہ درہ کز اور شادیان کے چراگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لین بہادر خان یہ خبر سنکر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ ابکی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایکبار مجکو ان موذیون کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ بہار سنگھ وراجہ جیرام ومعتمد خان وجمال خان لوہانی اور محمد حسن ولد حاجی منصور اور دیگر جوانمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدونکے سر پر پہونچے ڈاکو اُن حدود کے مویشی لوٹے ہوے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھاگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب رات ہوگئی تو درہ کز سے اترے تمام دن زرہ چلتہ بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہوگیا تھا اسوقت انھون نے نماز مغرب وعشا کے وضو کیلیے اپنا چلتہ اتارا اور برہنہ ہوگئے سرد ہوا بدن مین لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے واپسی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار وں کے خیمہ المان و فولاد سرائے و مراد قرغز وغیرہ عبد العزیز خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے بیشتر ایک ہزار سوار ظاہر ہوئے باقی چھپکر ادھر اودھر بیٹھ رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے ان ایلغار کا مقابلہ کیا وہ ہٹتے گئے اور یہ پیچھے بڑھتے گئے ناگاہ گھاٹی سے وہ مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سید سادات پسر سید صدر خان بخاری و بہلول خان برادر شمشیر خان اور چند منصبدار دیگر معہ اپنی جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوے جب دن آخر ہو گیا اور تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اسلیے باقی جوانمردوں نے لڑتے اور ہٹتے ہوے تھانہ تک اپنے آپکو پہونچایا اور تھانہ کے آس پاس بندوقچیونکو بٹھلایا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ مین لیلیا دو روز تک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والون نے بسر کیے۔

۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہونچی انھون نے اسی لیے اصالت[1] خانکو درہ کز سے

---

[1] اصالت خان کا اصلی نام میر عبد الہادی ہے سنہ جلوس شاہجہانی نے انکو اصالت خانی کا خطاب عنایت کیا تھا یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جب شاہ عباس صفوی فرمانروے ایران کا مزاج منحرف ہوا تو وہ اپنی جان لیکر ہندوستان بھاگے یا ورانکے بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق مین رہ گئے جب میر میران بادشاہ جہانگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو سنہ جلوس مین جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکے بیٹونکو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے کمال مروت سے ان ہردو کو ہندوستان روانہ کر دیا سنہ مین جب یمین الدولہ کے ساتھ اصالت خان عادلشاہ کی گوشمالی کو گئے ہین تو وہان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ جھلسا گیا اور ایک ہاتھ جلگیا تھا اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جنگ کے خلقی مین مشہور تھا اسنے اپنا نائب انھین کیا ایسے بدمزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشخوئی سے نباہ کرنا انھین کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صوبہ پر مقرر ہوے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بہادر خان کا ساتھ بارہا ہی چنانچہ

تاکید کرکے بلا لیا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کرکے خود معہ بہادرونکے اُدھر کا رخ کیا غنیم نے بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بدحواسی سے فرار کیا خانموصوف نے خان آباد کے تھانہ مین ان مفرورون کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ کلیف کیطرف چلے گئے اور کچھ رگیستان چول کیجانب اور ایک جماعت علی مغل کے چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اسطرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک اور حق نظر مینگ کے دوبارہ جاکر درہ کرکے حدود کوٹمین بہادر خان نے بارود وبان و دیگر سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیگر خان آباد کے تھانہ سے کوچ کیا اور قریب درہ کر اور کوہ مال ومول کے جاکر خیمہ زن ہوے دشمن بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بھاگ گئے اسکے بعد بہادر خان نے سرپل اور امام بکری مین قیام کیا اور ہر طرف مخبرونکو دوڑایا اس اثنا مین خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے انتقال کیا اس حادثہ کو سنکر بہادر خان نے رام سنگہ راٹھور اور عجب سنگہ کچھواہہ کو بھیجا کہ وہ جاکر معہ محکم سنگہ کے قلعہ بلخ کی حفاظت کرین اور شہر بلخ کی نگرانی

بقیہ صفحۂ ماقبل والی مواد قلعہ تارا گڈہ کی بربادی انھوں نے ساتھ ساتھ کی ہے ۱۰۵۶ھ مین چلتہ اتارنیسے انکو بخار آیا اور اسی مرض مین دو ہفتہ بیمار پڑکر عین جوانمین چالیس برس کی عمر مین ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جب شاہجہان بادشاہ نے انکے مرنیکی خبر سنی تو افسوس کرکے کہا کہ اگر یہ جوانمرد زندہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عہدہ مین ترقی پاتا نہایت ذی مروت صاحب حیا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ فحش کسیکو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہونچے تھے اس مہم بلخ مین ہزاری منصب کا شاہجہان نے اضافہ کرکے پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار سرفراز کیا تھا، بادشاہ شجاعت و تدبیر دونون جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میربخشی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جوانمرگی کی خبر سنی تو انھین ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگ زیب خود انکے گھر پر سہم تعزیت گیا اور بہت کچھ فہمایش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہوے۔ اصالت خان کے بیٹون مین سلطان حسین افتخار خان۔ ملتفت خان بہاء الدین محمد ابراہیم نہایت لایق اشخاص ہوے تھے۔

شیخ فرید الدولہ ولد قطب الدین خان کو کہ کے متعلق کی۔ اس دوران مین مخبرون نے
خبر پہونچائی کہ باغی المان دریاے جیحون سے اتر آئے ہین اور عبد العزیز خان ولی
توران قرشی سے روانہ ہوکر اسطرف معہ فوج کے آرہے ہین اور بیگ اوغلی کو بہت سے
اوزبک و المان دیکر اد ہر بھیجدیا ہے بہادر خان نے یہ سنکر اسطرف سے باگ پھیری اور بلخ
سے ایک کوس کے فاصلہ پر جاکر گذر کلیف کیطرف قیام کیا اور جنگ پر امادہ
ہوکر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی معہ اپنے بڑے ہنگامہ
کے دریاے جیحون سے اوتر کر اس طرف آئے تو اُسکے
ساتھ مین ایک ایسا معرکہ کرون جسکا کہ آیندہ زمانہ مین بھی
ذکر باقی رہے اور قدیم وقتون کی لڑائیان بھول جائین

بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ
بادشاہنامہ کے صفحہ (۶۵۷) مین تحریر کیے گئے ہین اسکی نقل یہان برخالی از دلچسپی
نہین (و بہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی
باگران حشرے کہ با او نشان میدہند از آب گذشتہ باین
صوب بیاید نبردے کہ در قرون آیندہ باز گویند و حروب گذشتہ
را فراموش کنند بروے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبد العزیز خان ابن نذر محمد خان کے
لشکر کشی کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجہان نے یہ کیفیت سُنی تو
اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا ۱۵ محرم کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۲۹ صفر کو پشاور آیا اور یہان تین روز قیام کر کے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۱۸ ربیع الاول کو کابل مین داخل ہوا اور یہان بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کیطرف رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک کوس کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار مین پڑے ہوے تھے کہ شہزادہ اورنگ زیب سلخ جمادی الثانی کو نواح بلخ مین پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھکر نذر محمد خان کے پل کے کنارہ شہزادہ اورنگ زیب سے ملازمت حاصل کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قتلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان کی اسی زمانہ مین نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے حدود مین آچکے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر مین تھے مگر جب انسے قلعہ کشائی نہوسکی تو بیلچراغ مین جاکر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ مین بہادر خان نہین ہین دار السلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہین تو انکے مشیرون نے مشورہ دیا کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ مین رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سنکر غرہ جمادی الاول کو بلخ مین پہونچا مگر شہر مین نہ آیا شہزادہ اورنگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے روز شہر مین گیا خواجہ عبد الغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارسا کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبد العزیز خان انھین خواجہ عبد الغفار کا

مرید تھا انکو انعام واکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ مین مشغول رہا اسکے بعد لشکر آراستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کرکے اونکو تمام لشکر کا مقدمۃ الجیش کیا اور امیر الامرا کو اپنے داہنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائین طرف مقرر کرکے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۷ جمادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے ہجوم کیا مگر وہ آگے نہین بڑھتی تھی جو اس کیطرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان معہ اپنے رفقا کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوے اور بدخشان کیطرف سے امیر الامرا نے ہجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سُنا کہ امیر الامرا کیطرف دشمنون کا بہت لشکر جھک پڑا تو اُسنے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشامہ وغیرہ مین ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنونکے مقابلہ مین سرگرم ہے کہ اوزبکون نے اطراف لشکر کو حلقہ مین لیا پندرہ ہزار سوارون نے قلب لشکر کیطرف جاکر بیحد شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہرچند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

---

۹۱ و بصوابدید خیر اندیشان چنین مقرر شد کہ فوج تول بوجہ نصرت آمود باد شاہزادہ کامگار رہنما رہ باشد و بہادر خان با تمام سپاہی کہ ہمراہ او در بلخ بود ہراول باشد بادشاہنامہ ۷۰۸

۹۲ امیر الامرا و بہادر خان براہ اقتا نماز ہر طرف فوج از یکہ نمودار و تا خبردار شدن بہادر خان امیر الامرا بوق جوق اطراف لشکر تا ختہ حلقہ وار میان گرفتند القصہ دہ پانزدہ ہزار سوار ازبک خونخوار با رود خاص ساندہ شوخی از حد گذرانیدند و بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستمانہ بہادری کی کہ تمام لشکر مین شہرت ہوگئی جسوقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے اسوقت بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھون نے انتہائے شجاعت سے اپنے روبرو جو غنیم کا لشکر تھا اُسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک کو پہونچے اور پھر اوسکو مدد دیکر ازبکونکو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتون نے بہادر خان کی لاجواب بہادری پر تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ مین ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ مین بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہائے جوانمردی سے پڑے رہنے پر راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آے تھے انکی طرف سے بھی توپخانہ لگایا گیا تھا ہر بار دو تین ہزار سوار اوزبکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے ادھر سے

بقیہ صفحہ ۳۵۔ گرم کارزار گشت از بکان از پیش از خود بدشت سه شدان بخط شور قیامت عیار بگردون در آمد نفیر خان بہ سپاہی و خیمن و جوشان بجنگ بہمہ سر گرو پائے بیدا و جنگ بہمہ جنگ تنگ بستہ میان بگردون در آورد گرد گران بہ ہر چند علی مردان خان دران روز داد مردانگی داد لاکن بہادر خان با وصف فرو رفتن دران شبخون خود را بحد علی مردان خان رسانیدہ ازان حین خاصی داد کہ ہمہ سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند۔ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۲۴۹

بہادر خان ہراول امیر الامرا را بر انغار و سعید خان راجر انغار نمودہ متوجہ مقابلہ عبد العزیز خان گردید بہادر خان آبنگ رہ نبرد عظیم و پیکار غریب داد و ہر چند کہ علی مردان خان ازان روز داد مردانگی داد با وجود فرو رفتن آنطرف بہادر خان خود را برق کردار رسانیدہ بران گروہ زدہ باعث امید امان بہادر خان گردید و افغان پہاڑ دل شیر نبرد تیر دو ستمار نمودہ پیش صف برلے فوج از بکان ستقامت ورزید صفحہ ۲۲۷ خافی خان۔

بادشاہی لشکر کے جوانمرد بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیم مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکی سے آکر مقابلہ کرتے جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنون کو آگے رکھ لیا اور توپ و بندوق کی باڑھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور بہت سے زخمی کیئے امیرالامرا نے بھی کمک والون کی مدد سے دشمنون کو متفرق کیا ہر ایک حملہ مین دشمن ناکامی سے منھ پھیرتے تھے بادشاہی لشکر قتلق محمد کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہونچگیا اور اسکا سامان وچوپلے چھینکر اطمینان وسلامتی کے ساتھ اپنے پڑاو مین آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف کے مابین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہوے تھے انہون نے اپنے بخشی صادق بیگ اور جہان خان ملازم کو چارسو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمھارے پاس آجائین تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چندازبک ان جوانونکے پاس آے اور یہ اس فہائش کو فراموش کرکے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ مکر سے انکو ہٹا لیگیے اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہوگئے تو ازبک گھاٹی سے نکلکر اپنر حملہ آور ہوے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہون نے لطف اللہ خان وخانہ زاد خان اپنے بیٹون کو کچھ فوج دیکران احمقونکی مدد کو بھیجا ان ہر دو بھائیون نے پہونچکر خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفونکی جماعت کو متفرق کردیا مگر وہ ظالم ایک دیوار کی پناہ مین آکر تیروں کا مینھ برسانے لگے اور یہانپر بجز بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر کا موجود تھا اور توپخانہ بھی اُنکے پاس تھا

مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہوا کہ بہادر خان نے اُنکی خبر نہ لی جب دشمنون نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منھ پھیر کر سعید خان کیطرف رخ کیا جب اُنکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جوانمردون نے بھی خوب جان توڑ حملے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتے کہ بہت سے اشخاص کام آے سعید خان نے جب یہ حال دیکھا تو باوجود علالت وناتوانی کے خود سوار ہوے اور اپنی جماعت لیکر شیر کیطرح اُن روباہ خصالون پر جھپٹے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بذات خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنون کا کام تمام کیا آخر کار نو زخم کھا کر گرے اور اُنکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھے مین جا نا رہا اور سعید[1] خان بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان اُنکے فرزند

---

[1] سعید خان از شنیدن ین خبر گریہ دن پسران جہان چشم او تاریک نمود با کمال ضعف چون شیر غران خود را بہ مدد پسران کہ بکمک پدر آمدہ بودند رسانید ستمداز پدر رنمودند رسیدہ مقابلہ از بکان پرداخت وجمعیکہ اطراف پسران آن داشتند چند نفر بدست خود از ضرب شمشیر جانستان از پا در آورد و دو در خیال پلے اسپ سعید خان سکندری خورد و از زین جدا گشت دران حال زخمہاے پیاپے بدو رسیدند و با وصف رسیدن زخمہاے کاری وضعف عارضہ جسمانی باز برخاستہ کار چار نفر حریف کہ زخمہاے کاری وضعف بدو رسانیدہ بودند یا تمام رسانیدند شاہنشاہ نامہ ۲۵۱۔

[2] سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمد بیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور کے عہد سے امرا رہے تھے جنکی دس پشتین گذری تھین یہ شجاعت اور حسن تدبیر دونون باتون مین یکتاے روزگار تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے خانجہان لودی کے اغوا سے جب کمال خان روہیلہ نے افغانستان مین شورش برپا کی تو اونہون اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور تہ تیغ کرکے پانچ کوس بھگاتے لیگیے۔ اور جسوقت مین کابل کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلۂ فساد کا ہی ٹھنڈا کیا اور سرگروہ افغانون کو لیکر بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے پنجہزاری منصب اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوے سنہ مین صوبہ دار لاہور اور سنہ مین صوبہ دار قندہار کیے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منتظم کیا گیا سنہ مین انھون نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کرکے ملتان مین شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اور یہی منصب ہفت ہزاری پر پہونچے۔ جنگ ہفت روزہ از بک مین اورنگ زیب کے ہمراہ جسکا قصہ اوپر تحریر کیا گیا ہے زخمی ہوے اور اچھے ہوکر حسب الحکم بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے بہت کچھ تسلی اور احسانات حضرت سے

نہایت جوانمردی سے لڑے اور زخمون سے چور ہوکر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہوکر گھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سُنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچگئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اُٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کیطرف بڑھے اس عرصہ مین بہادر خان اپنے دشمنونکو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آرہے تھے اونہون نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھر لیا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال وقتال کا گرم رہا اور اب شام ہوگئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحمندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کیطرف بڑھا موضع پشالی جو آچہ کے متصل ہے وہان ازبکون نے جمع ہوکر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادرون نے اودھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائین بائین حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھی تاخت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شادکام فرما لے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو انکے بیٹونکے ذمہ تھا وہ معاف کیا گیا ۱۰۴۵ھ مین جبکہ صوبہ دار کابل تھے ۱۰۶۲ھ مین انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر سنکر تاسف کیا اور دعاے مغفرت جناب الہی مین مانگی انکے بائیس بیٹے تھے بڑا گنبہ تھا باوضع تھے تازیست دولتمند رہے انکے فرزندون مین عبد اللہ خان و فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنمین بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیون کے نہایت بہادری سے
اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوے آخر کار مخالف
میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا مین بیگ اوغلی بادشاہی لشکر کے
برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوے لوگون کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے
مقابلہ مین روبرو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا
اور اسکے ہمراہیون نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی کمک کو آگیا جب
اسمرتبہ بھی ازبکون نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ مین لیکر چارونطرف
سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمن مین یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتلق محمد اور بیگ اوغلی
معہ دیگر اوزبکون کے علی آباد کیطرف گئے اور سبحان قلی معروف بہ قلغمان معایک لشکر کے
آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ مین فساد برپا کرے اسلیے شاہزادہ نے اسطرف سے
بلخ کیجانب رخ کیا علی آباد مین پہلے اوزبکون نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے
جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنون نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر
بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤن کے سر پر
پہونچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال
وقتال کا بازار گرم رہا شام کیوقت لشکر نے پڑاؤ کیطرف رخ کیا اُسیدن سبحان قلی بڑے
ہجوم سے آکر اپنی فوج مین شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبد العزیز خان والی توران جو اپنے والد
نذر محمد خان کیطرف سے پیشتر حکومت پا چکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے
ساتھ آیا اور پلنگنوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چند اول کیا یعنے فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت و سرداری انکے متعلق کی اور نہایت زور شور کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ کیا۔

۱۴- جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے جنبش کی اسروز تین فوجین غنیم کی مقابلہ مین آئین۔ عبد العزیز خان و سبحان قلی بیگ اوغلی نے اپنی اپنی فوجون سے حملہ کیا امیر الامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیر الامرا نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبد العزیز خان کی فوج کے پیر اوکھڑ گئے۔

۱۵- جمادی الاول روز چہار شنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اسروز نیکنام خان اور اُنکے دیگر ساتھیون نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶- جمادی الاول روز پنجشنبہ کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبد العزیز خان والی توران کیطرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اورنگ زیب سے عرض کرنا ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کیجانب سے میرک شاہ جو امام قلیخان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبد العزیز خان کہتے ہین کہ ہمنے سُنا ہے کہ اعلیحضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کرنیکا ہے اگر یہ خیال صحیح ہے تو اُنکا فرزند سبحان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اسکے جواب مین کہلا بھیجا کہ مین یہ امر لکھکر دریافت کرونگا جو کچھ اعلیحضرت حکم دینگے اوسپر عمل کیا جائیگا اب اسکے بعد پلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۸- جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ مین آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی نہین ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ چھ ہزار غنیم کے لوگ اسمین مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر کے بھی کام آئے اس جنگ مین قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا اس جنگ مین کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھین اوّل یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا بلا بندوبست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خانکو تعاقب کرکے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جاکر ٹھہرنا اگر شہر کے قریب رہکر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آنیکی ضرورت نہ پڑتی اور سامان غیر ضروری شہر مین چھوڑ کر عبد العزیز خان کے مفرور ہونے کے بعد چہریدہ طور پر تعاقب کرنے مین آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی مین دریا اترتے کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماوراالنہر کا فتح ہو جاتا چار کرور روپے اس مہم مین صرف ہوے اور کچھ حاصل نہین ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ مین وہان کا خرچ زیادہ تھا اسلیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے کیا۔ جب نذر محمد خان بلخ کیطرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کیطرف سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اُسوقت نذر محمد خان نے بجاے اپنے بھتیجے قایم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلّہ جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خانکو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان بادشاہ کے حکم سے انکو بخشدیا اور وہان سے ہندوستان کیطرف کوچ کیا دوران حکومت مین شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ نہایت عدالت و فیاضی سے برتاو کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے مہمان رکھا اور خلعت و عنایت کے ساتھ واپس بھیجدیا۔ اوزبک و قزلباش لوگون کی مذہبی مخالفت سے امیر الامرا کو وہانکی صوبہ داری نہ دی اور بجاے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا اور امیر الامرا کو علحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکر کی

سلہ امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گنج علیخان کرد کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبداروں مین تھے جہانگیر کے زمانہ مین قلعہ قندھار ۴۵ روز مین جب عبد العزیز خان سے لیلیا گیا تو وہانکے حاکم کیے گئے تھے مگر یہ وہانکے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوے جب یہ شاہ ایران سے خائف ہو کر ہندوستان آئے اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب الحکم سعید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور مین یہ شاہجہان بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوے۔ پنج ہزاری ذات و پنج ہزار سوار و علم و نقارہ اور حویلی اعتماد الدولہ کی انھین عنایت ہوئی اور دس شخص انکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور نا موافقت ابوالخیر سے علی مردان خان کو صوبہ کشمیر کی حکومت دیگئی ۱۰۴۹ھ مین جب یہ دار الخلافت مین حاضر ہوے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب و خلعت سے سرفراز ہوے اور بعد تبدیلی سعید خان کے کابل کی صوبہ داری پر مقرر کیے گئے ۱۰۵۱ھ مین انکو بمقام اکبر آباد امیر الامرا کا خطاب و ایک کرور دام اور اعتقاد خان کی حویلی کہ اس سے عالیشان کوئی عمارت امرا کی نہ تھی مرحمت کیگئی بعد ازان کابل کو رخصت کیے گئے ۱۰۵۴ھ مین بلخ و بدخشان کی مہم مین جسمین نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین بڑی بڑی کارنمائیان کین بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان مین آچکی ہے ۱۰۵۳ھ مین کابل سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوے ۱۰۵۴ھ جلوس مطابق ۱۰۵۶ھ کو بہال کے مرض مین علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور مین انکے والد کے مقبرہ مین دفن کیگئی ایک کرور روپیہ کا تر کہ چھوڑا جنمین نقد و جنس دونون چیزین تھین شاہجہان کے مزاج مین کل امرا سے زیادہ انھون نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطب مین انکو یار وفادار کہا کرتا تھا لاہور مین شاہ نہر انھون نے دوستکی انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنھون نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبد اللہ بیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج علی کا خطاب دیا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے طلب شاہجہان کو بھیجدیا تھا علی مردان خان شاہجہان بادشاہ کی دعوت مین تشریف لائے اور تین ستہ لنگری طلائی اور تین ستہ لنگری نقرئی مرصع پوش کے مجلس مین رکھی تھین۔

چند اولی و نگھبانی بہادر خان کے سپرد کیگئی بہادر خان اُن دشوار راہون سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہونچے اول تو وہان نشیب و فراز ایسا دشوار گذار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طرہ یہ ہوکہ وہان برفباری شروع ہوگئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف برستا رہا نہایت مصیبت سے اونھون نے لشکر کو نکالا اُنکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ اوس شدت برفباری مین ایک شبانہ روز بہادر خان کھڑے رہے۔

تاریخ خافی خان و شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اثنائے راہ مین شمشیر خان رسد لانیکے لیے گئے تھے چند اوزبک آکر اُنپر ٹوٹ پڑے اور مار ڈھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگونکو زخمی کیا جب بہادر خان نے یہ خبر سنی تو جاکر اُنکو اِس بلا سے نجات دلائی اور وہان یہ انتظام کیا کہ جب تک غوربند تک لشکر نہ پہونچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر بادشاہی تھانے قائم رہین جسوقت درہ غورین لشکر پہونچا اور وہان خزانہ شاہی لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان والمان ہر طرف سے جمع ہوگئے اور لشکر کے آگے آکر سدّ راہ ہوگئے ؎ برانگیزد ہر جا کہ لشکر نگیر دگر روے راہ صرصر اونکے حائل ہوئی ایسا وقت بالکل بند ہوگئی اور اونھون نے جان توڑ حملہ کرکے بہت سا مال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر ٹوٹ پڑے ذوالفقار خان و نورالحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہوگئے جب بہادر خان

نے سُنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غور بند تک تین بار نہایت
سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندوکش پر پہونچا اسقدر خونین برف گرا اور زمہریر
ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کہرا اسقدر چھایا کہ آدمی نہین
دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھکر لشکر کو
چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب وخزانہ وبھیڑ وغیرہ سپرد کی
اور لشکر کی خبرداری اونکے ذمہ کرکے خود کابل پہونچا ایک روز
شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ
بھول گئے اوسروز بہت سی بھیڑ اور باربرداری کے جانور تباہ ہو گئے بہادر خان
چند کوس چلکر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آنیکا انتظار کرنے لگے کہ اتنے مین
پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام
سردار پیادہ ہوکر خزانہ کے پاس آگئے اور رستمانہ تواتر حملے کیئے آخر ایک
بڑی لڑائی کے بعد لوٹیرے پسپا ہوے اور جان بچاکر بھاگے اور خزانہ بچگیا مگر
چار پانچہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑا لے گئے بہادر خان
کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان پیچھے آتے
ہین اسباب چھوڑکر بھاگ گئے بعد ازان بہادر خان کے سپاہیون نے ہزارہ کے
بھاگ جانیکی خبر سنی تو وہ اسباب اُٹھالاے جب بہادر خان لشکر سے ملگئے
تو انکی فوج نہایت تباہ حالی وپریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے
تھے ڈاکو رات ودن آتے تھے اور جو کچھ پلتے تھے لیجاتے تھے باربرداری کے
جانور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے اونمین خزانہ لیجانیکی بالکل طاقت

نہین رہی تھی اسلیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوقونکو توڑا اور اونمین سے تھیلیان نکالین اور روپیہ شمار کرکے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہونچاؤ اور باقی اسباب کو وہین چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آتے مگر خزانہ نہین پاتے تھے ان ڈاکوون سے اگرچہ تین چار بار جدال وقتال ہوا مگر ہر بار وہ پسپا ہوے۔

ماثر الامرا مین ہے۔ کہ ذوالفقار خان جنکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ باربرداری کے ساقط ہوجانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جسقدر کہ باقی رہ گئے تھے اپر سے اسباب اتروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل مین داخل ہوے اور شرف حضوری سے مشرف ہوکر مورد تحسین و آفرین کے ہوے شدت برف وشوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جسمین قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہوگئے بہت سا اسباب برف کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ مین کہ وہ مورو ملخ سے تعداد مین زیادہ تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کارنمایان کیے کہ جنکی چار سمت عالم مین شہرت ہوگئی لیکن بعض مخالفین و حاسدین نے شاہجہان بادشاہ کے دل مین خلاف واقعہ باتین جمائین۔ نذر محمد خان کے تعاقب مین انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہونچنا قصداً انکی بے پرواہی پر محمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ مین انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کیگئی باوجود اس مشقت شاقہ کے انکو آزردہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ وجاگیر سب بحال کر دیگئی اور جو روپیہ کہ متصدیون نے انکے ذمّہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندانمین تواتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بلخ وبدخشان کی مہم مین بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہدیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آیندہ کسی امیر کو شہزادہ کی شانمین گستاخی کی جرات نرہے۔

سنہ ۲۳ جلوس شاہجہانی مین جب پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہان پہونچکر انہون نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کرکے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹ رجب سنہ ۵۳ ہجری کو ضیق النفس کے مرض مین بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت مین آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پیشہ اور پیشقدمان کارطلب سے تھے قضاے طبعی سے راہی آخرت ہوے یہ فقرہ بجنسہ تاریخ خافی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کرکے یہانپر تحریر کیا جاتا ہے۔

واز واقعہ فوج قندھار بعرض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پیشہ وپیشقدمان کارطلب بود باجل طبعی رحلت پیماے سفر آخرت گردید۔

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر اعظم نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کارگذار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب اُنکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی ماتحت پٹھانون کو دیگر امرا نے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے فرزند دلاور خان کو جو اسوقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب و پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندون کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سوائے ہاتھیونکے جملہ مال و سامان اونکے بیٹونکو مرحمت کیا ماثر الامرا مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کا موئین اسقدر جانفشانی و خیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے دلمین اسکے باپ دریا خان کیطرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا افسوس رہا کہ مینے اپنا انتقام بیجاپور یون سے نہ لیا کیونکہ بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل مین بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اور انکی مُہر بھی دریا خان کے منہ سے نکلی تو اسوقت شاہجہان نے کمال مکر سے فرمایا کہ بہادر خان تمھارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو رباطن کے فریب مین آکر مارا گیا لیکن اب مین تیرا باپ ہون بہادر خان آنکھونمین آنسو بھر لاے اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت مین لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بیقصور ہے ان سبکی

پرورش کامین کفیل ہوا ہون میری خاطر سے حضرت ان سبکی جان بخشی فرمائین چنانچہ حسب التماس سبکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتائی سے جو خاص خاندان تیموریہ کا لقب تھا اور اسوقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز کیا اور علاوہ خلعت وانعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی بھی بہادر خان کے نکاح مین دیگئی۔

بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی اور اس کے متعلق انکو قنوج وکالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔

ہر ایک پنجہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد مین یہی تنخواہ ہوتی تھی چنانچہ اسبارہ مین بادشاہنامہ کے صفحہ (۵۴۳) مین یہ عبارت درج ہے۔

وللہ الحمد کہ درین دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد بندہاے کہ بمنصب پنجہزاری ذات وپنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفرازند ہر کدام بست وپنج لک روپیہ می یابد۔

اور مواضعات محال وطن جو انعام التمغا مین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان مواضعات سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت وانعام بادشاہی سے وقتاً فوقتاً علحدہ مالامال ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی مین رحلت کی ہے صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج مین دفن کی گئی راقم بھی

لہ اقربائے نعش اور ابو نشر رساندند۔ شاہنشاہنامہ صفحہ ۲۸۵

مقبرہ مین فاتحہ خوانی کی غرض سے گیا ہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے غدر مین توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹون کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہی گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدایش کا زمانہ ۱۰۱۷ھ بتلایا جاتا ہے ۱۰۳۷ھ مین جب کہ بیس برس کے تھے منصب و ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے بائیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت افسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایۂ فخر خان سرابدال	ہمدم و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بابی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات
گفت عالی ہمم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف سے درج ذیل کیجاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم مین قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ مین خوب چمکایا ہے۔

ترک سر کردن بمیدان شیوۂ رندان بود	مشکل ست این کار لیکن پیش مرد آسان بود
بر نہ گردانم ز دشمن روے در میدان جنگ	میکنم جنگ و جدل گر رستم دستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہر نماز	ہر کہ از کفار روز جنگ رو گردان بود
قوت بازو شود اندر مصاف از زخم تیر	پر بر آمد بر تنم صد تیر اگر پران بود

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوہ
میوہ در باغ بہادر خنجر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان مین اخلاقی خوبیان بھی مثل شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلی درجہ کی تھین جو صفتین کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہین وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود نہ ہوتین شاہجہان جیسے لایق بادشاہ کی تمام عمر مجالست و مصاحبت مین رہے تھے اسلیے شاہانہ آداب و تہذیب کے رنگ مین ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار مین اکثر عمارتین جابجا موجود ہین جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی مین آچکا ہی قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر جلی حرفونسے سنگین کتبہ این گنبد عالی در زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان ابن دریا خان افغان غوریہ خیل داود زی عمارت پذیرفت تحریر ہی۔ اگرنا موری مین باپ دریا تھا تو لیاقت و شہرت مین بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو اصلی ہی اور وہ مصور کے ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آجتک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ نہایت متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی مہذب وضع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد مین صاحب ماثر الامرا نے سات فرزند لکھے ہین غالبًا انکو تین چھوٹے بچون کا نام نہ معلوم ہوسکا اور خافی خان و شاہنشاہنامہ مین انکے

چار ٹھروسال بچون کا یومیہ بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت مین جو اس خاندان کے محقق رئیس و مصنف تھے ذاتی واقفیت سے دس فرزند لکھے ہین اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام تحریر کیے ہین جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندونکے اسماء یہ ہین۔

دلاور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر ہمت خان زبردست خان۔ حسین خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ امین دلاور خان نے جوانمرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی انکا تذکرہ علحدہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ مین شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ مین لکھا ہے کہ فتحعلیخان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ مین موجود تھے دلیر ہمت خان زبردست خان غیرت خان وغیرہ اپنے عم نامدار دلیر خان کے ہمراہ مہمات بنگالہ و دکن وغیرہ مین موجود رہے اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ مین موجود ہے راقم نے ضمناً جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان کے ان ہر دو پسران کو نواب دلیر خان کی لڑکیان منسوب تھین۔ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرنیکے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجونپر بحصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنمین بعض خاندان شاہی کے اعزہ اور بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امرا تھے دو شخص پنجہزاری منصب کے انکی حیات مین انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی مین کوئی میر منصبدار نہین ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولوالعزمی و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھون نے اپنے عہد حکومت مین جا بجا عمارات بنوائین قنوج وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور مین جو نوابصاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور مین بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے دالان نہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت پتھر کی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوئی ہے نواب بہادر خاں شاہجہانپوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدون سے تھے بنوائی ہے کتبہ مین یہ قطعہ کندہ ہے ؎ بر آستانہ مہر سپہر عین یقین ۔ مدار عالم و علم و عمل ربیع الدین بعہد شاہجہان بادشاہ دین پرور ۔ کہ شد ز لطف عمیمش جہان بر آئین ۔ باعتقاد دل نیت بہادر خان ۔ کشید سر بفلک این عمارت سنگین ۔ بچشم اہل یقین این مقام محمود است کہ گفت حضرت عیسی فلک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ کی چاردیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہین کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر سنہ ہوجانیسے حروف پڑھے نہین جاتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرۃ المتقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور مین مضمون درج ہے کہ وہ ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے اور نوابصاحب ممدوح کی اولاد بھی اسبات پر زور دیتی ہے کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذرین انمین انکا منصب پنجہزاری تحریر ہے ممکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری منصب پر پہونچے ہون اور جسطرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ مین درج ہونیسے چھوٹ گیا اسیطرح ماثر الامرا وغیرہ مین ہفت ہزاری منصب تک پہونچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل شاہجہانی سلطنت کا روزنامچہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہین ہوئی اور اسوجہ سے علم نہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خانصاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خانصاحب کی

اولاد مین ہین وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت مین یہ عبارت تاریخ ملکن پوری کی پیش کرتے ہین۔ نواب احمد خان شاہجہانپوری اپنی تاریخ اظہار البحر مین انکا منصب شش ہزاری لکھتے ہین۔ نواب بہادر خان کہ بعہد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ دار کالپی و قنوج و بہادر گڈھ و شاہجہانپور و قندھار و ملتان و صوبۂ اودھ وغیرہ وغیرہ بود منصب ایشان ہفت ہزاری و خطاب عمدۃ الملک چغتا خان بہادر بود نام اصلی وے سرابدال خان لدد دریا خان سکونت بنوح پشاور میداشت روساء شاہجہانپور افغانان از نواح کابل و پشاور اند در بعہد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان در شاہجہانپور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت سید بدیع الدین صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیزی کانپور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم بنوری کے مرید اور نہایت خدا پرست دیندار و خوش اعتقاد تھے۔

لہ خواجہ شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی کے خلیفہ اعظم ہین آپکی پیدائش حضور سرور عالم صلعم کی عنایت سے ہوئی والد آپکے سید اور والدہ قوم کی پٹھانی تہین مادر زاد ولی تھے غیبی فیض سے آپکو قرآن شریف حفظ ہو گیا تہا اور جامع کمالات شریعت و طریقت کے تھے ہزارون طالبان حق آپکی توجہ سے صاحب ولایت ہو گئے ایکہزار سے زیادہ طلباء روزمرہ آپکے لشکر سے کہانا پاتے تھے ۱۰۵۲ھ مین جب آپ لاہور تشریف لائے اور تو ہزارون افغان و سادات آپکے ہمراہ تھے مخالفین نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور آپکو وطن واپس جانیکا پیام دیا آپ فوراً قصبہ بنور کہ جو سرہند کے متعلق ہے واپس گئے اور پھر جہان چلے گئے بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور مین آئین ایک لاکھ مرید دون مین سو خلیفہ آپکے کامل و مکمل ارشاد تھے مدینہ منورہ مین جب روضہ نبوی کے روبرو کہڑے ہوکر درود پڑہتے تو روضہ مقدس سے کہلا گیا تہا اور ہر دوشنبہ سنت مبارک بجا لاتے سالت آپ صاحب کے روضہ منورہ سے مراد آباد ہوئے اور مصافحہ کا شرف آپکو حاصل ہوا اکثر حضرت آپکے ہمراہ رہا کیا تہا ۱۳۔ شوال ۱۰۸۲ھ مین بمقام مدینہ منورہ آپنے وفات فرمائی اور جنت البقیع مین زیر سایۂ روضہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ دفن ہین۔ ہادی حق فیض آلوم مادہ رحلت ہے

فتح جنگ خان

یہ ذکریا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچازاد بھائی تھے ذکریا خان صاحب عجائب اور دیگر اوصاف مین نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوے فتح جنگ خان نے اپنی کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہزاری ذات اور ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونون سے بڑھ گئے سنہ ۲۶ شاہجہانی مین یہ تونڈاپور مین جو خاندیس کے متعلق اور بالاگھاٹ کے قریب ہے فوجدار مقرر ہوے اسکے بعد چوپڑہ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے متعلق ہے سرفراز ہوے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و دہش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہوشمند تھے مگر نرمی و تواضع مزاج مین اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنی شخص سے بھی انکا کوئی کام پڑتا تو اسکے گھر جاکر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان کنبہ پروری کی صفت مین تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمندار ی و فہمیری کی قابلیت مین شہرۂ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھون نے انکی ہر ایک امر کی خبرگیری کا بار اپنے بازوے ہمت پر اٹھا لیا تھا۔

اورنگ زیب ایام شاہزادگی مین جبکہ ملک دکن کا ناظم تھا انھون نے اسکی خدمت مین بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیرخواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس زمانہ مین کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس مہم کے لیے تکو اور میر ملک حسین کو کہ تعینات کیا جب یہ دونون قلعے فتح ہوگئے تو یہ قلعۂ نلینکہ پر متعین ہوے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جاکر کھڑے کھڑے لیلیا اسکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلیے دکن سے دارالسلطنت کیطرف روانہ ہوا تو اسوقت فتح جنگ خان بھی معہ اپنے بھائی بندونکے شاہزادہ کے ہمرکاب تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خطاب سے سربلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس پہلے معرکۂ داراشکوہی مین انھون نے نہایت کارنمائیان کین تو عالمگیر نے بجاے فتح خانکے فتح جنگ[1] خان کا خطاب دیا اور علم و نقارہ اور دو ہزار و پانصدی ذات اور دو ہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اسکے بعد جب اورنگ زیب اور داراشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ مین انھون نے نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے صلہ[2] مین پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کرکے سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ مین یہ عالمگیر کے شریک رہے چنانچہ جب جنگ

---

[1] فتح روپلہ بخطاب فتح جنگ خان و کرامت نقارہ و علم و اضافہ پانصدی بمنصب چہار ہزار و پانصد سوار سر بلند گشتہ صفحہ ۷۶ عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف داراشکوہ۔

[2] و فتح جنگ خان باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنصب سہ ہزار سوار مباہی گشتند عالمگیر نامہ صفحہ ۱۱ جنگ داراشکوہی و فتح جنگ خان مبلغ بست ہزار روپیہ و زیر دست خان و سکندر خان مبلغ پنج پنج ہزار روپیہ عطا شد صفحہ ۱۲۸ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ داراشکوہی

الجہو مین سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانخانان کو بھیجا گیا
تو اسکی فوج کے مقدمۃ الجیش فتح جنگ خان مقرر ہوے اس لشکر کی
ہراولی مین خانموصوف نے بڑی کارگذاری وجوانمردی دکھلائی ۱۰ سنہ جلوس
عالمگیری مین خانخانان اکبرنگر سے سونی کیطرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادرونکو انتخاب کرکے کشتیونمین بٹھلاکر دریا
کے دوسرے کنارہ کیطرف جدہر مخالفونکا مورچہ تھا بھجوایا ہنوز چند اشخاص کشتی
سے اترنے پاے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو اکر
گھیر لیا اکثر ناتجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب بہ
زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقا کے ساتھ
ایک کشتی مین سوار تھے اکر مخالف سے مقابل ہوے اور سخت حملہ کیا فریق مخالف کے
بہت سے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم گولی اور دو زخم تیر کے کھاے مگر
لڑتے اور بھڑتے ہوے دشمنونمین گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنونکو
پسپا کردیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لایق بھائی تھے
اور رستم خان ورسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ
وتابعین جو دوسری کشتی مین سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہین پاے تھے کہ دشمن کی فوج
نے انپر حملہ کردیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جوانمردون نے شیر کیطرح
ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
پہونچا کہ وہ ہلاک ہوگئے اور رستم خان ورسول خان بھی دشمنون کی
جماعت سے لڑکر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہوکر بیکار ہوگئے تھے دشمنون نے انکو گرفتار کرلیا۔
بعد ازان جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کرکے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کیگئی اسوقت پٹھانونکے دو ہزار سوار تھے جنمین فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان دلاور خان نیکنام خان۔ لودیخان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانون نے دریا سے اوترکر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنونکو بھگا دیا اور جب وہ ناپور لشکر پہونچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سراسیمگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان معہ فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلا تحقیق روانہ ہوگئے اور اسلام خان بھی معہ اپنی فوج کے دفعتہً پہونچگئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے نہ ملے جب نالہ دوکا جی تک پہونچے تو وہان مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی فتح جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑونکی باگین کھینچکر کھڑے ہوگئے تھے کسیکو مجال آگے جانیکی نہ تھی اس عرصہ مین خانخانان معہ ذوالفقار خان اور فدائی خان کے آگیا اور بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیان ہوئین۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبر نگر کے مقرر کیے گئے ہین اسوقت فتح جنگ خان اور زبردست خان بھی معہ ہزار سوارونکے انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہوگئی اور فتح جنگ خان بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو پیشگاہ شاہی سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ مین جو امرا کہ مہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے تفصیل نہین کی ہے اسلیے مجمل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ یہ کن کی تعیناتی

پر مرحمت ارادہ تھے اسلیے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو از راہ دلجوئی لشکر فوج مین مقرر کرکے دکن بھیجا اسکے بعد جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگھ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یہ تعینات کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرۂ دلیر خان مین تحریر کرآئے ہین اور مختصر طور پر بعض محاربے یہانپر لکھے دیتے ہین جسوقت بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان حصہ فتح جنگ خان کی ماتحتی مین دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب حوالی بیجاپور مین یہ خبر آئی کہ پانچ کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت فتح جنگ خان معہ چند سردارونکے انکی گوشمالی کو روانہ ہوگئے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف وہانسے مفرور ہوچکے تھے ناگاہ معرصہ مین دہوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت بہادریسے مقابلہ کیا اور جدال وقتال کرکے دشمنونکو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔ جب بادشاہی لشکر اطراف بیجاپور مین پہونچا تو ایک بڑا قیامت ناک واقعہ پیش آگیا کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب بہ صلابت خان راجہ جیسنگھ کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پرندہ کیطرف سے آرہے تھے چار کوس قلعہ سے آگے بڑھے ہونگے کہ شرزہ خان مہدوی کو انکے آنیکی خبر مخبرونسے معلوم ہوگئی تو اسنے کہلا بھیجا کہ یہان آکر ہمسے ملاقات کرین سکندر خان نے بمقتضاے راستبازی یہ جوابدیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ مین ہے شرزہ خان یہ جواب سنکر معہ چھ ہزار سوارونکے انکے سر پر آگیا سکندر خان بیچارہ کے ساتھ کل ایکسو سوار تھے جنمین چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت مین

پرنیدہ سے آئے تھے جب دشمن انکے نزدیک آگئے تو وہ ساٹھ سوار جو انکے ساتھ آئے
تھے جدا ہوگئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگری کی غیرت دامنگیر ہوئی اور انھون
نے دشمن کے گروہ سے منہ پھیرنا گوارا نکیا اور کمال دلاوری و مردانگی سے معہ اپنے
چالیس سوارونکے جو سب یکدل تھے گھوڑونسے اتر پڑے اور نہایت جانبازی سے
مقابلہ کیا اور بہت سے ان نامردونکو تلوار کے گھاٹ سے اوتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی
نثار کردیا اور سب شہید ہوگئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصونکے زخمی ہوکر
میدان جنگ مین گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھالیگئے اور شولاپور کے قلعہ مین بھیجدیا۔
جنگ بیجاپور مین یکروز شام کیوقت نواب لیر خان و راجہ جیسنگھ دشمنونکو پسپا کرکے پڑاو
کیطرف آرہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمۂ بان سے زخمی ہوکر پیچھے پھیا تھا
اور پریشان پھر رہا تھا شرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پاکر اس ہاتھی کو
پہاڑیسے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اسبات سے آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی
تھوڑی جماعت سے پہاڑی پر پہونچگئے جب مخالفون نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے
ہین تو ہاتھی چھوڑکر وہ انکی طرف مخاطب ہوے اور راجہ صاحب سے لڑنا چاہا اسعرصہ مین
فتح خان اور کیرت سنگھ بھی پہونچگئے اور اس گروہ پر بجلی کیطرح گرے اور بہت سے
نامردونکو مارکر خاک پر ڈالدیا اور انکی جمعیت کو منتشر کردیا جب غنیم بھاگے تو ایک
کوس انکا تعاقب کیا اس جنگ مین راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے
چارونطرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہونچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھلاتے رہے
ماثرالامرا مین لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت اور بہادری
مین بےنظیر اور ذی عزت تھا۔ پرگنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی

نواب عزیز خان چغتا

جاگیر مین تھا اور اسطرف کے اکثر مواضعات انکی زمینداری مین تھے **موضع پیری** کو جو فرواپور سے آٹھ کوس پر بریانپور کے اثنائے راہ مین واقع ہے خانموصوف نے **اپنا وطن** قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اُسی جگہ آباد تھی **تاج خان** انکے فرزند جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت مین بے انتظامی پیدا ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندان کے اعزا مین کمی کے آثار شروع ہو گئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے **الہ داد خان** جو فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدرالدین مین سکونت گزین تھے اور اپنی حویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جنمین انکی اولاد آباد تھی۔

نواب عزیز خان بہادر چغتا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے داماد و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت مین بیمثیل ہوے نواب بہادر خان کی اولاد مین جسقدر انکو عروج ہوا کسیکو نصیب نہوا[1] یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب کو پہونچے اور صوبہ داری اکبرآباد پر سربلند ہوے انھون نے بڑے بڑے کام سر کیے عالیشان عمارتین بنوائین چنانچہ **جامع مسجد شاہجہانپور** انھین کی تعمیر کرائی ہوئی ہے مقدرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی باتونپر لاکھون روپیہ خرچ کر ڈالے

[1] نواب عزیز خان داماد دلیر خان امیر عہد عالمگیری بعہد محمد شاہ بمراتب ہفت ہزاری و بہ صوبہ داری اکبرآباد سرفراز بوده و بعد ازان عمدۃ خان رکن رکین سلطنت و رفیق سلطان معزالدین بود۔

چنانچہ انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو حقیقتاً یا بخوف انکے آوارہ اور دیوانہ بنگئے تھے اور جابجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے[1] جب انسے یہ ناخوش ہوگئے تو اسوقت دو لاکھ روپیہ صرف کرکے اور بادشاہی وقایع نگارونکو ہموار کرکے تاریخ فرخ سیری سے انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان و شوکت و امارت کے آثار پائے جاتے ہین قسمت سے دنیاوی جاہ وحشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازیست زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اور نگ زیب عالمگیر محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہ بہادر شاہ۔ معزالدین جہاندار شاہ۔ سلطان فرخ سیر۔ محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو منصب و ماہوار سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب موصوف شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین بمقام دہلی پیدا ہوے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خاندان شاہی کی لڑکی تھین۔ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چغتا مرحمت فرمانیکے وقت نکاح مین دی تھی۔ کتاب انہار البحر مین انکا نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہے۔ اس خاندانکے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہین مگر بعض لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انکی مان قوم کی پٹھانی تھین بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہین واللہ اعلم بہرکیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری مین اپنے شباب کو

[1] عزیز خان ازبس عداوت از زین الدین خان داشت دو لک روپیہ خرچ نمودہ وسعی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہموار ساختہ از ابتداے تا اختتام وشان وخیر خواہی وجانفشانی زین الدین خان و دیگر پسران او خارج کنانیدہ لہذا نام آنہا در تواریخ فرخ سیری مندرج نیست ۔ اخبار محبت ۔

نواب عزیز خان

پہونچے اور شجاعت کے جوہر دکھلائے جب قلعۂ واکنکرہ انھون نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ جاکر فتح کیا ہی تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی مرحمت کیا تھا چنانچہ صمصام الدولہ شاہنواز خان اپنی کتاب ماثر الامرا مین لکھتے ہین۔ کہ

یکے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر است کہ بسال چہل و ہشم عالمگیری در محاصرہ واکنکرہ مصدر تردد شدہ و بمرحمت افزایش لفظ چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوختہ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ جبتک خانی یا بہادری کا خطاب نہین ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مورخ یا لفاظ نہین لکھ سکتا تھا۔ اس خطاب کے متعلق ماثر عالمگیری کے صفحہ ۵۱۸ مین محمد ساقی المخاطب بہ مستعد خان شاہی منشی قمطراز ہے کہ عزیز خان بہادر روہلہ بمکرمت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر مایہ سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب و اذین بخت و دولت افزود۔

اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحۂ مذکورۂ بالا مین تحریر ہی کہ اسوقت عزیز خان کا منصب دو ہزار و پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کرکے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد بتدریج یہ ترقی پاتے رہے اور محمد شاہ کے عہد مین ہفت ہزاری منصب کو پہونچگئے قلعہ واکنکرہ جسکی فتح مین انکو اپنے ہمچشمون مین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی اسکا مختصر حال یہ ہی کہ یہ قلعہ بمقام سُکر ایک کوہ کے دامن مین واقع تھا اسکے زمیندار پیم ناٹک نے جب عالمگیر کے خلاف تاتا شاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کرکے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے مسمے پریاگو دیدیا سنے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ پندرہ ہزار تیر انداز
اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کرکے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کرلیا اور بادشاہ سے باغی ہوگیا
اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعون کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے اُسطرف قیام
رہا تو اس باغی کے فساد اور تمردی کی روز خبرین آتی تھین اسلیے اورنگ زیب نے قلعہ
واکنکرہ کی تسخیر کا ارادہ کردیا اور وہان معہ لشکر کے پہونچکر ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ
لگایا امرا فوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوے ایکروز[1] صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان
فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطریق طلایہ کے سیر کرتے ہوے ایک پشتہ پر جو
لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہان کچھ قلعہ جھکا بھی ہوا تھا پہونچے اور اسجگہ جتنی
مخالف کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچال قائم کرنیمین مصروف ہوے
اس عرصہ مین دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کیطرح پستی و بلندی پر پھوٹ پڑے
اور ہجوم کرکے بادشاہی بہادرون پر نرغہ کیا ان جوانمردون نے بہادری کی شرط کو خوب

[1] صحہ کا ہے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر روبہ فرصت جویان پشتہ را کہ لال ٹیکری گویند واگذر نقش
کوہ نشینان پس ستوہ متصرف شدند یوم نشر اوان خبر یافتہ ہجوم آوردند و پشتہ گیر انرا ز سنگ باران آفت محال اقامت ندادند بہادران
با نہاز قابو پیادہ بندی کردہ یورند مآثر عالمگیری صفحہ ۹۹۔ محاربات عظیم بمیان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی
میگردید تا آنکہ روزے وقت طلوع نیر اعظم محمد امین خان و چین قلیچ خان بہادر و عزیز خان روہلہ و اخلاص خان میانہ کہ وصیت
وقابو یافتہ بطریق طلایہ اطراف پیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری بشہرت داشت و پارہ سرکوب حصار آن معمورہ بود جلوریز
رسیدہ جمع از بر قندازان را کہ نگاہبان آن مکان بودند بضرب شمشیر و تیز بجنم فرستادہ از پیش برداشتہ بقدم مورچال قائم نمودن
تردد رستمانہ بظہور آوردند تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۴۳۰۔ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان روہلہ و مقرب
خان وغیرہ حملہ آوردند جنگ صعب واقع شد زمانہ شور محشر گردید۔ جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران
جملہ بلاے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالاے آن بازار پودہ بدست آوردند و مورچال قایم نمودند و آن بدکیشان روبفرار آوردند
و کوہ نوردان زیادہ از یک کروہ تعاقب نمودند و بسیاے کفار علف تیغ گشتند و زخمی گشتند و لاوران برفراز کوہ برآمد
نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند۔ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۴۳۲۔

ادا کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانستان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت ناک لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا مین محمد امین خان کے گھوڑے کے دونون پانون اور قلیچ خان کے گھوڑے کا اگلا پیر اوڑ گیا دونون امیر پیادہ ہوکر خدا کا شکر بجالاے کہ ہماری جان تو بچگئی۔ اس مہم مین بڑی بڑی مصیبتین پیش آئی تھین بادشاہ دشمن کی بدعہدی سے دہوکا کھاکر گھر گیا تھا ایکروز گولہ رس مقام پر قصداً جاکر اسنے قیام کیا تھا کیونکہ اونگ زیب کے دلمین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد مین شریک ہوکر شہید ہون مگر امرانے اپنے سینون کو سپر بناکر دشمنونکا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کردی تھی اس جنگ مین بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھکر بخشی الملک ذوالفقار خان نصرت جنگ کے پاس اس مضمون کا کہ اے یاری دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجاے واکنکر کے قلعہ کا نام رحمن بخش رکھا گیا اس معرکہ مین نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے صلہ مین خطاب و ترقی منصب و رعزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور دریدہ دہن

سلہ درو قتیکہ صورتحال بزعزولی فرخ سیر نوشتہ وہمہ سرداران پاے تخت چہ از صغیر وچہ از کبیر مہر و رضامندی خود ہا ثبت نمودہ مگر دوکس یکے ازان نواب نظام الملک دیگرے نواب عزیز خان ہر خود ہا نکردہ عزیز خان جواب صاف دادہ روبرو سید عبد اللہ خان وسید حسین علیخان برملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوید کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک مدت مدید بزرگانم عہد و پدرمن مراتب عمارت یافتہ و ماخود از عہد شاہجہان بادشاہ تا سلطان فرخ سیر پنج پادشاہ اند حضرت تیمور و بابر و ہمایون و اکبر و جہانگیر و شاہجہان نمک خوردم و از روزیکہ انقلاب خان جہان لودی و دریا خان افغان عزیا خیل معہ ہزار کس یکجا ی در محاربات تقبل رسید و نمک ازانہا و پسر خانجہان خان سہ پسر جد نامدار دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا امروز ازین مرتع قصورے در کار بادشاہی از نمک حرامی و یا وجانسپاری و یا گاہے پشت در محاربات نداده کہ امید است کہ در حضرت پوچیات ازمن کند یکے خود ہمراہیان خود سرداران موجودہ پاے تخت را در سلک نمک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت ست این سپاہے تابع امر اوست ہر چہ او حکم نماید بجا آرم و دیگر کلام بر ان گفت و بر خاست در دل عبد اللہ خان اندیشہ گذشت بر یکے خیر خواہان بہ بہانہ باطراف خلق برانگیزد ساخت ۱۲ منہ اخبار محبت

اور صاف گو تھے سر دربار بھی حقگوئی سے نہین رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات سلطنت پر حاوی ہوگئے تھے اور بادشاہ گر مشہور تھے جب انھون نے فرخ سیر بادشاہ کی معزولی کی صورتحال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محضر پر تمام ارکین دولت سے دستخط کرلے مگر صرف دو شخصون نے اس صورتحال پر اپنی مہرین نہ کین ایک امین نواب نظام الملک آصفجاہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جنھون نے صاحب موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سر دربار حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ مین ملازم سلطانی تابع تخت و تاج کا ہون مدت دراز سے میرے بزرگون نے امارت پائی زمانہ نورالدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار مین حاضر ہوے اور خود مینے شاہجہان بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے اور انکا نمک کھایا انقلاب زمانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک ہزار یکجدی افغان کیساتھ قتل ہوے اور صرف پانچ شخص انمین سے بچے تھے جنمین دو پسر خانجہان خان کے اور تین پسر میرے جد نامدار دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان بادشاہ نے کی تھی اور جسروز سے انھون نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اسروز سے آجتک کوئی قصور انسے بارگاہ شاہی مین سرزد نہین ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ مین پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھسے کوئی بیجا درخواست پیش کرکے ناجائز مطلب حاصل کرسکتا ہو خود اور نیز پلے تخت کے دوسرے سردارونکو نمک حرامونکے زمرہ مین منسلک کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذاللہ جبتک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر سلامت

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجالائیگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نوابصاحب ممدوح زبانپر لاے اور طول طویل تقریر کرکے دربار سے اٹھ آئے۔
عزیز خان بہادر جبتک سلطان معزالدین تخت نشین رہا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور اسکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اوسکے خلاف کارروائی وسازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلمین اسی دن سے انکے خاندان کیطرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا اسیوجہ سے انھون نے جتنے خیرخواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سبکو پاے تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیدیا کسیکو کسی صوبہ میں تبدیل کردیا اور وہ شطرنج کی سی چالین چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ دار جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد مین تھے وہ درد دولت پر رہگئے تھے جسپر وزفرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہوکر معہ اپنے سوار و نکے جو انکے ماتحت تھے لڑتے ہوے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوے نقارخانہ بادشاہی تک پہونچگئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزارون آدمی تھے وہ ٹوٹ پڑے اور یہ آخر مین لڑکر قتل ہوگئے مگر جبتک تن مین دم رہا انکی مفسدہ پردازی مین شریک نہوے محاربہ عظم شاہ اور شاہ عالم مین بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب عظم شاہ قتل ہوگیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امراکے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کرآے ہین۔
یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ مین منہ نہین پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایکمرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑی رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہوگئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کرکے انتقال کیا تو اُسکا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کیخدمتمین انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا تھا کہ یہ محسود امرا ہوے انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ انسے نہایت عداوت رکھتے اگرچہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معزالدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے اسلیے انکی کچھ نہین چلتی تھی لیکن نواب زین الدین خان تحاسد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معزالدین کو بادشاہ نہین جانتے ہین ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھون نے شاہجہانپور مین عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادونکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اس زمانہ مین فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب نواب زین الدین خان بنگالہ مین فرخ سیر کے حضور مین پہونچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جبتک پیش خیمہ حضور کا سلطان معزالدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولیگا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اسبارہ مین چندے توقف تھا مگر ان فغانونکو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خداداد سمجھکر سجدہ شکر بجا لایا اور اسیوقت نواب زین الدین خان کی خاطر سے اپنی راوٹی باہر نکلوائی اور نواب زین الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند لکھنڈی کی جاگیر مقرر کی اور اسی سند بھی انکے نام لکھدی چنانچہ انھون نے اسی سند کی بنا پر سلطان معزالدین کے

عامل کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصہ فرخ سیر سلطان معزالدین کے ساتھ
جنگ کرنیکے قصد سے بنگالہ سے دارالخلافت کیطرف روانہ ہوا اور نواب نین الدین خان
ہمراہ ہوے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے
مخاطب ہوے ہین یہ دونون بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ وہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد
کا ناظم تھا مگر ان دونون انکو سلطان معزالدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ
بھی حاضر ہو کر نواب نین الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوے
اس دوران مین جو خزانہ کہ بنگالہ سے دارالخلافت کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد مین فرخ سیر کے
قبضہ مین آگیا محمد خان بنگش فرخ آبادی معہ چند سوارونکے حاضر ہو کر ملازم ہوے غرضکہ سلطان
فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دارالخلافت آگرہ کے قریب پہونچگیا اور سلطان معزالدین
کو اسکے آنیکی خبر ہو گئی پیشتر اسنے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو فوج جرار کے ساتھ مقابلہ
کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضے خان عرف فتحمو خان اور انکے بڑے بھائی
نواب مصطفے خان شاہ آبادی کو بھیجا جب دونون لشکر مقابل ہوے تھوڑی چقلش کے
بعد شاہزادہ اعزالدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضے خان مین تحریر کر چکے
ہین جب اس فرار کی خبر سلطان معزالدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے
مقابلہ کو آیا سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان بہادر کوکلتاش فوج کا ہراول تھا اور
نواب عزیز خان بہادر فوجکے چنداول تھے اور فرخ سیر کیطرف سے نواب نین الدین خان
مقدمۃ الجیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلبان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے جاتے تھے کہ
کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھاے جا اور قریب خانجہان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری روایت
مین ہے کہ بار بار فیلبان سے کہتے تھے کہ ہودہ ہمارا چچا عزیز خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرضکہ یہ آگے بہت بڑھگئے پیشتر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی نوبت پہونچی خوب جدال و قتال برپا رہا نواب نین الدین خان چودہ زخم کھاکر جان بحق ہوے اور سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان کو کلتاس بھی امیر الامراذوالفقار خان کے تساہل سے مارا گیا لڑائی دونو طرف سے برابر تھی ہزارہا آدمی مجروح و قتل ہوے سلطان معزالدین کیجانب اسکی معشوقہ[1] لعل کنور تماشہ جنگ کیغرض سے معہ اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیونپر سوار تھین ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراذوالفقار خان ایک لاکھ سوار جرار لیے ہوے علحدہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول مین کچھ فاصلہ پر بے حرب و حرکت یورش کیلیے سلطانی حکم منتظر کھڑے ہوے تھے اور نیرنگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے اتفاقاً نواب نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسران نواب نین الدین خان مقتول اور نواب محمد خان بنگش اور سادات بارہہ نے ادہر اُدہر گھوڑے دوڑاے دیکھا کہ لعل کنور معہ خواصونکے ہاتھیونپر سوار ہے اور نشیب مین کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہے اور تھوڑے سوار اسکے ہمراہ ہین ان بہادرونمین باہم صلاح ہوئی کہ اپنر حملہ کرنا چاہیے فیلبانون نے یہ حال دیکھکر ہاتھی بھگاے جب یہ ہاتھی سلطان معزالدین کیطرف سے نکلے تو بادشاہ نے اپنے ہمراہ جو ہاتھی جنگی تھے انکے فیلبانونکو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑاکر بھاگتے ہوے ہاتھیونکو روکو اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب الحکم ہزارہا ہاتھی فیلبانون نے سدراہ ہونیکے لیے دوڑاے ناگاہ ان ہاتھیونکے ہمراہ خاص بادشاہ معزالدین کی سواری کا ہاتھی بھی بیقابو ہوکر بھاگا

[1] لعل کنور معشوقہ سلطان معزالدین برائے دیدن تماشہ جنگ با حلقہ پا قصد زنجیر فیل در زمین نشیب ایستادہ بود و امیر الامراذوالفقار خان مع سی ہزار لک سوار جرار ایستادہ و نواب عزیز خان ز فاصلہ دور بے حرب حرکت ایستادہ منتظر حکم یورش سلطان بتماشاے نیرنگی میکردند غول خاص سلطان معزالدین بود و مقابل آنہا عبداللہ خان و حسین علیخان بہادران سادات بارہہ در تردد و مشغول پیکار بودند ناگاہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان سپہ آراستہ طرفہ ماجرا دیدند لعل کنور با قصد سوار فیلان کہ بران اکثر نساے بود مصاحبہ خود با پنجہزار سواران در زمین نشیب ایستادہ تماشاے جنگ میکرد و این بہادران باخود صلاح کردہ حملہ آوردند۔ اخبار محبت

ہر چند کوشش کی مگر وہ نر کا جب فوج نے بادشاہی ہاتھی کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو کل لشکر بھی بھاگ گیا مگر امیر الامرا ذوالفقار خان اور نواب عزیز خان بہادر بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھا کر گرے اور فتح کی مبارکباد ی ادا کر کے اپنے والد نواب یمین الدین خان کی رفاقت مین ملک عدم کو روانہ ہوے اسصور تمین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معزالدین کی شکست ہوئی اور یہ فتحیابی نواب نظام الدین اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور مین فتح کی مبارکباد بجالاے اور سلطان فرخ سیر نے انکے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے پالکی مرحمت فرمای بعض مورخ اس شکست کیوجہ سلطان معزالدین کے بعض امرا کی سازش اور بعض راوی خانخمان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معزالدین کا خوف کھا کر بھاگنا بیان کرتے ہین حاصل کلام یہ ہی کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی مین فرق نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست و فتح تقدیر الہی سے ہوا کرتی ہی ہمین کسیکا اختیار نہین مگر کسی امر مین کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل داد ہوتا ہی جیساکہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال یہ شعر کہا ہی ؎ شکست و فتح نصیبون سے ہے ولے اے میر مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ؛ ابھی چند سال فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھکر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکر اسے سلطنت سے معزول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہونچی اس بادشاہ کے عہد مین نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ انجمن مست مین ہے کہ نواب[۵۲] عزیز خان داماد دلیر خان جو امراے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

[۵۱] امیر الامرا ذوالفقار خان عزیز خان بمقامیکہ استادہ بود مچنان استادہ ماند ۱۲ ۴۴ ۔ اخبار مجمت [۵۲] نواب عزیز خان چون داماد دلیر خان

کے عہد مین منصب ہفت ہزاری کو پہونچے نواب عزیز خان کے فرزند
خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن مین محمد شاہ بادشاہ کے استاد
تھے اکثر خلوت مین انکو روبرو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت
ہزاری تھے باپ بیٹے دونون صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوے
اور منصبداری مین ہمعصر تھے نواب عزیز خان اکبر آباد کی صوبہ داری پر مامور تھے
اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانونگوی اور چودھرایت پرگنہ
کانٹ کی بھی انکے متعلق تھی اور سرکار قنوج و کالپی کی جاگیر بعد انتقال نواب
دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوی تھی اور تا زندگی وہ
انکے متعلق رہی انکے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خودسری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر
قایم کرکے اشارونپر چلانا اور خود در پردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے سپہ عام
طور پر تمام ارکان دولت مین انسے ناراضگی پیدا ہوگئی اور سبنے انکے استیصال پر اتفاق
کیا اور بادشاہ کی مدد کی سمین بھی نواب عزیز خان شریک ہوے ہین چنانچہ تاریخ
ہندوستان کے صفحہ ۱۹۲ مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ جب سید حسین علیخان
امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا بوجہ اپنی خودستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبداللہ
خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اسوقت بعض والیان ملک اور امرا شرکت

بقیہ صفحہ ماقبل امراء عالمگیری بمراتب ہفت ہزاری و پسرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری برود پدر و پسر ہمعصر بودند
یکے صوبہ داری اکبر آباد و دیگرے صوبہ دار اودہ معہ چودہرایت و قانونگوی داشت و خان بہادر خان مسطور در علم تیر اندازی استاد
بادشاہ محمد شاہ بود اکثر در خلوت روبرو بادشاہ حکم نشستن بود و جاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی و قنوج بود بعد
دلیر خان تا حیات عزیز خان بحال ماندہ بعدش آنہم رفت۔ اخبار محبت

جنگ کیلیے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی یکہ تازونکے ساتھ مین بادشاہ کے حضور مین آئے
اور تاریخ خافیخان قلمی کے صفحہ ۵۰۵ مین ہے کہ ۹ محرم سنہ ۱۱ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی
لشکر موضع شاہپور مین خیمہ زن تھا کہ امرائے لشکر ترتیب مین مصروف تھے اور محمد شاہی
لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبدالصمد خان
بہادر دلیر جنگ اور راجہ دھیراج جیسنگھ کے آنیکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان
بہادر اور بازید خان بھی اپنی اپنی جانباز جماعتون سے محمد شاہ کی ہمرکابی مین حاضر ہوے
اور علم فدویت کا اٹھایا بجز چند امرا کے اکثر اس مہم مین شریک نہو سکے۔ محمد خان بنگش
البتہ دو تین ہزار سوارونسے آکر شرف پابوسی سے مشرف ہوے نقل ہے کہ محمد خان بنگش
فرخ آبادی کہ اس زمانہ مین وہ منصب ہزاری کو پہونچے تھے ایکروز نواب عزیز خان
کی ملاقات کو آے نوابصاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی
جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کیطرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان
کا تبنہ نوابصاحب کے سر پر مورچھل ہلا رہا ہے محمد خان بنگش نے اسے پہچانا اور فوراً کھڑے
ہوکر عبدالحمید کے سامنے مجرا بجالاے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پوچھا کہ تو انسے
کہانتک واقفیت رکھتا ہے اسنے عرض کیا کہ جس زمانہ مین فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی
نیابت پر مامور تھا یہ خانصاحب فدوی کے یہان بعہدہ جمعداری ملازم تھے اسوقت سے

۱۱ تم دوم محرم الحرام کا روز موضع شاہپور مقر خیام لشکر ظفر انجام شاہ والا مقام گردید امراے عظام باہتمام ترتیب فوج ظفر موج پرداختند
تا آنکہ فوج بادشاہ غازی از نصف لشکر خصم کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ و راجہ دھیراج جیسنگھ
داشتند عزیز خان و ہلو بازید خان سواتی جمیع از ہمراہیان جانباز در رکاب ظفر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت برداشت ۵۰۵ تاریخ
خافیخان محمد ہاشم۔ بسبب بعد مسافت بعض و تخواہان و بعضے موانع بروقت کار نرسیدند و سواے محمد خان بنگش کہ با دو ہزار
سوار بحضور رسیدہ۔ عادت ملازمت حاصل کردہ بود۔ خافی خان۔

کبھی عزیز خان چغتائے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان بنگش نے اس امر کی اسسے شکایت کی فیمابین نواب بنگش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم رہے ہین نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنابی بی جو نواب دلیر خان کی بیٹی تھین انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تہور خان اور تین صاحبزادیان مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھین تہور خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف رستم خان نے اپنی بہن کو ایک باغ موضع مریدا پور مین دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر درج کر دیگئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۳۵ھ مین قضائے طبعی سے ہوئی اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے جسکو راقم نے یون موزون کیا ہے ؎

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حمید	ازین دیار چو رخت حیات را بربست
بسال مرگ مظفر نمود فکر بلیغ	ندا رسید ز ہاتف بگو بجنت رفت
۱۱	۱۱۳۵ھ

نواب عزیز خان اپنے بنوائے ہوے مقبرہ واقع بہادر گنج منحلات شاہجہانپور مین مدفون ہوے نوے برسکی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے مزاج مین

لہ نقل سند نواب کمال الدین خان عرف رستم خان بنام مشیرہ خود (عالمگیر بادشاہ ثانی محمد غازی شاہ) ہوالغنی مقتدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند

چون باغ موضع مریدا پور عملہ پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل خریف ۱۱۳۱ھ یکہزار و یکصد و سی و یک فصلی بنام ہمشیرہ مقررہ دادہ باید کہ باغ مذکور بتصرف مشارالیہا دانستہ از ندکہ محصول آنرا سال بسال دریافتہ و تصرف خود بیانید بوجے من لوجوہ مانع و مزاحم نشوند و دریں باب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور العمل آرند تحریرا فی التاریخ چہاردہم شہر ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ نقل بدفتر رسید۔

انانیت وغصہ بہت تھا ذرا ذرا سی بات پر معتمد الخدمت لوگونکو ذلیل کروا دیتے تھے
بعض اشخاص انکا نام عبد العزیز خان بتلاتے ہین۔
نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغضب اور سخت مزاج بیان
کیے جاتے ہین یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد[1] اپنے ماموں کے ہاتھ سے
قتل ہوے انکو دوست محمد خان بازیدخیل کی بیٹی جو افضل خان کی ہمشیرہ تھین بیاہی تھین
خان بہادر خان لاولد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ اور بی بی میان بنت
عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا اور نند بھاوج
کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کرایا تھا بی بی میان جو نواب دلیر خان
کی نواسی تھین بڑی منتظم اور بہادر تھین انکی مہر جو کاغذات پر ہے اسمین (ہمشیرہ خان بہادر
خان بنت عزیز خان بہادر چغتا ۱۱۳۹ھ اور ۸ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

[1] نواب عزیز خان بہادر چغتا در عہد محمد شاہ غازی وفات یافت وخان بہادر خان پسرش بعد چندی نزدیکی ہمان ایام از دست
ماموان گشتہ شد و میان بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قابض و متصرف شد مسماۃ ستان بی بی عرف بہو صاحبہ بخطوط متعاقبی
شد دران زمان خدمت الضلع راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ ہنگام رخصت بادشاہ مسماۃ ستان بی بی زوجہ
خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبرام سپرد و حکم فرمود کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہند و اگر میان بی بی برین راضی نشود
روانہ درگاہ سازند چون راجہ صاحبرام در قلعہ پرگنہ کانٹ کولہ معدستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میان مستعد
پیکار شدہ با فوج جرار پیش آمدہ با صاحبرام جنگ صعب رو نمود بعد ستیز بسیار صاحبرام در رزم گاہ کشتہ ستان بی بی را مقید ساختہ
بردہ این خبر از زوے وقایع بحضور بادشاہ رسید فرمان عتاب آمیز بنام میان بی صاحبہ نظام نام اصبے ورود فرمود و بی بی میان
بورود فرمان ہمراہ اصبے مذکور بدرگاہ بادشاہ رسید چند گاہ از مجرا المحروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر
محمد امین خان تورانی میان صاحبہ ہمیشہ خواندہ بود بوساطت ان بحضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظ قدامت و جانفشانی
بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت گرانمایہ عطا فرمودہ و فرمایش و قسم سرمبارک خود داد و فرمود کہ میان بی بی زوجہ
خان بہادر خان را مقید ندارید و بار دیگر قصد قتل یکدیگر ہرگز نسازند بموجب شرع شریف قسمت باخود باکردم بگیرید
از انجا کہ اولاد بغیر از دلیر خان و نواب بہادر خان در حضور بماندہ ۔ صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت قلمی ۔

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کامگار خان کو اور دوسری صاحبزادی اللہ بخشی صاحبہ نامدار خان کو اور تیسری منای بی بی نیکنام خان کو منسوب تھین یہ ہر سہ فرزندان نواب عنایت خان برادر دلیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیان تھین ایک اللہ بندیصاحبہ جو لال صاحب پیرزادہ ککرہ کو بیاہی تھین انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو فخر الدین خان ابن نواب محمد خان بنگش کے عقد مین تھین دوسری صاحبزادی میان بی بی کی بگھابی بی تھین جو نواب جہان خان ابن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھین انکے بطن سے ایک دختر کی پیدایش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان ابن نواب حسین خان ابن نواب محمد خان غضنفر جنگ بنگش کو منسوب تھین بگھابی بی کی بیٹی کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مرتضے خان شاہجہانپوری سے منسوب تھین جنسے نواب محمد خان عرف جمعہ میان جانشین نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی پیدا ہوے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرلیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین کیا اس زمانہ مین اس ضلع کی حکومت راجہ صاحبرام کو بادشاہ کیطرف سے مرحمت ہوئی تھی رخصت کیوقت بادشاہ نے اس قضیہ کو راجہ صاحبرام کے سپرد کردیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے بموجب انکا فیصلہ کرادینا۔ اگر بی بی میان اسپر راضی نہون تو انکو یہان روانہ کردینا صاحبرام پرگنہ کانٹ کے قلعہ مین آئے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہجہانپور مین آگئین تو بی بی میان جنگ پر مستعد ہوئین اور بڑی جرار فوج سے انھون نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحبرام کو میدان جنگ مین قتل کرڈالا اور اپنی بھاوج زوجہ خان بہادر خانکو قید کرکے ہمراہ لیگئین

جب خبر وقایع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہانسے ایک فرمان عتاب آمیز بی میانکے نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میاں فرمان کے صادر ہونیسے دہلی کو گئین اور چند روز دربار کی حاضری سے محروم رہین لیکن اسکے بعد نواب قمرالدین خان جو محمد امین خان تورانی کے فرزند تھے وہ میان بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطہ سے محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئین بادشاہ نے بلحاظ قدامت وجانفشانی کے جوانکے بزرگون سے ظہور مین آئی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعدازان خلعت گرانمایہ عطا فرماکر نہایت اعزاز واحترام سے رخصت کیا اور جولنکے اور بھاوج کے باہم رنجش تھی اسکے بارہ مین فرمایا کہ تمھین ضرور مصالحت کرلینا چاہیے اور اپنے سر مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم بیوہ خان بہادر خان کو مقید نرکھو اور ایک دوسرے کی قتل کی درپے نہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کرلو۔ میان بی بی کی ہیبت ایسی تھی کہ انکے مکان کیطرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکہ نہین نکلتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ انکی ایک لڑکی تھی ایکبار اسکی دایہ نے کچھ بیدردی سے اسکے سر کے بال صاف کیے جس سے وہ بیچین ہوگئی میانصاحبہ نے اس دایہ کی لڑکی کو آگ کی انگیٹھی مین ڈالدیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے بچہ کا قلق آئیگا۔ یا اپنے باپ کیطرح بہادری مین بینظیر تھین گو عورت ذات تھین مگر دلاوری وجوانمردی مین مردونسے بڑھی ہوئی تھین انمین شجاعت کا جوہر موروثی طور پر اپنے دادا نانا سے پہونچا تھا میانصاحبہ قلعہ کے باہر محلہ لوہانی مین رہتی تھین اور وہین انکی ڈیوڑہی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

سنہ ۲۶ جلوس[1] مین جب محمد شاہ بادشاہ نے امرائے پائے تخت کے نام فرامین صادر کیے

[1] در سال بست وششم جلوس محمد شاہ فرامین شاہی بنابر طلبی امرایان صادر شدند منجملہ دیگر فرامین طلبی نواب یاسمصور خان

توسنجملہ دیگر امرا کے ابوالمنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کے نام بھی فرمان ارسال کیا

بقیہ صفحۂ ماقبل صفدر جنگ صوبۂ اودھ اصدار یافت درین یام مسماۃ میان بی بی مخاطب بہ بہو صاحبہ زوجہ نواب خانی بہادر خان ابن عزیز خان داماد غفران پناہ نواب لیر خان بنام زین الدین خان بہادر چغتای برادر زادہ خان بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ ہم عبداللہ خان مشہور بود بحضور بادشاہ مستغاثی آمدہ و انواع قعدی و انواع ظلم او اظہار کرد احوال قرابت یکجہتی او و شوہر خود ظاہر کرد چون ملحوظ خاطر و پاس عزت میان بی بی بر رائے انور حضور بسیار بود لہذا در فرمانی بو المنصور خان اصدار یافتہ دران بین اشارہ مرقوم کرد کہ عبداللہ خان نام زمیندار شاہجہانپور کہ متمرد و با متوسلان درگاہ خصومت و عداوت بسیار میدارد و آن ناحق شناس بیوہ عزیز القدر خان بہادر خان کثر اوقات ایذا میرساند چون مسکن و اثاثلے راہ ایشان است بوقت ورود شاہجہانپور نامبردہ را مقید ساختہ آید و اگر بمتروی پیش آید سرش بریدہ بدرگاہ آید چونکہ ابو المنصور خان قریب ہشت کروہ از شاہجہانپور در شاہ آباد نزول اجلال فرمودہ بود شب دو کس سالہ اران لشکر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود بابو لت ایشان در شاہجہانپور رسیدہ عبداللہ نامی زمیندار ازانجا ہست او را مقید ساختہ بحضور آرید و اگر مقابلہ نماید سزایش کردار او در کنار او دہند رسالہ داران از احوال او واقف بودند و معروض نمودند کہ نواب عبداللہ خان سردار است و نبیرہ نواب بہادر خان ہراول بادشاہی ہست و جداو ہزارہا افغان زولایت آوردہ در شاہجہانپور آباد ساختہ و ہمہ با یک یک خود راستم زمان میشمارند و ہفتاد ہزار کس افغانان شریف تابع فرمان اوست اگر حضور بادشاہ بذات خود بتوجہ شوند امید کہ سالہا کارش بانجام خواہد رسید و اولاد او دران شہر ہمان افغان ہست کہ ہمراہ خانجہان خان لودی مقابلہ شاہجہان بادشاہ نمود و مقابلہ نذر محمد خان والی توران کردہ ہمراہ نواب لیر خان ملک آسام تہ تیغ نمودہ و تمام دفتر از بہادری آنہا سیاہ ہست سر بریدن او صعبی نیست و علاوہ این زعبداللہ خان بلکہ از تمام اولاد و لیر خان بہادر خان گلہے نافرمانی سلطانی از آنہا بعمل نیامدہ و ازان کسی کہ نکحرامی از امرایان با سلطان نمودہ و اولاد و لیر خان براوطعنہ زن ہست امید کہ اگر حضور عبداللہ خان را طلب فرمایند از حکم حضور سرتابی نخواہد کرد و انیدہ ہر چہ حکم صادر گردد بجا آرد مرتبط اظہار آنہا حکم شد کہ از ایشان یک کس رفتہ باحترام او اکرام او را بیارند چنانچہ پرسالہ دار مذکور پیشتر روانہ شدہ نزدیک آب عبداللہ خان رسیدہ با عبداللہ خان ملاقات کردہ از احوال حکم بیان اظہار خود مفصل بیان نمود ہم در نہر صہ جنابعالی قریب شاہجہانپور بموضع لودی پور نزول اجلال فرمود ہما نوقت نواب عبداللہ خان زمسکن خود بتجمل و شکوہ شصت ہزار افغان جرار کہ دہن جامہ با کمر بستہ و تیغ بادست گرد اگرد مثل دور انگشتری پالکی سوار خود ساختہ دف و دوتارہ سرانیدہ و آہنگ پستول بفلک میرسانید و مردملنے از رعیت او کہ ہمراہ سواری او بودند داخل حساب نیست و قتیکہ سواری او قریب اردو رسیدہ رسالہ دار مذکور از آنکہ پیش بحضور آمدہ اطلاع نمود آن وقت نواب صفدر جنگ از مسند برخاست قریب سراپردہ خود سراچہ را قدرے چاک کردہ شکوہ سواری و جمعیت او ملاحظہ کرد و از رسالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ و قتیکہ عبداللہ خان لب فرش رسیدند نواب صفدر جنگ از مسند برخاستہ قدرے پیش آمدہ معانقہ کردہ استفسار حال نمود او احوال مفصل کہ باہم زوجہ خان بہادر خان مناقشہ و قضیۂ رمیان و پیش بود عرضکرد و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگوی من این حوال زبانی معتمدان شنیدہ ام لیکن مفصل حال معلوم نبود کہ این بزرگان شما ہست ۲ اخبار بجہت۔

اس عرصہ مین زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان عرف زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کی اور انکے ظلم کا استغاثہ کیا اونکے طرح طرح کے مظالم بیان کیے اور یکجدی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہین کیا چونکہ پاس عزت بہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے نام صادر ہوا تھا مین یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت متمرد اور سرکش ہی وہ ناحق شناس مابدولت کے متوسلونسے عداوت رکھتا ہی زوجہ عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہی چونکہ مسکن اسکا تمھارے اشتلے راہ مین ہی لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبردہ کو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا چاہیے اگر وہ متمردیسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹکر ہماری درگاہ مین حاضر کرنا چاہیے جب صفدر جنگ اودھ سے روانہ ہوکر شاہ آباد مین پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دو رسالہ داروںکو حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہان عبداللہ نام ایک زمیندار ہے اسکو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا وہ رسالہ دار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھون نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان وہانکا سردار ہی اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہی اسکے دادا نے ہزارہا افغان ولایت سے لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک پٹھان انمین کا اپنے آپکو رستم زمانہ سمجھتا ہی ستر ہزار پٹھان شریف القوم اسکے فرمان کے تابع ہین اگر حضور بادشاہ بذات خاص بھی متوجہ ہون تو امید ہی کہ سالہا سال مین اسکا کام تمام ہو اور اس شہر مین اولاد انھین افغانونکی ہی جنھون نے خانجہان لودی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ کیا ہی اور نذر محمد خان والی توران کو بلخ و بدخشان سے بیدخل کرکے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب دلیر خان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے
ہوے ہین عبداللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہین ہی اسکے علاوہ عبداللہ خان
بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان ور دلیر خان کی ہی اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہین کی
بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ نمکحرامی کی اسپر نواب دلیر خان کی اولاد طعنہ زن
ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہین کرینگے
آیندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائین جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم
ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم مین سے جاکر انکو باکرام تمام لاے چنانچہ رسالہ ار پیشتر روانہ ہوا اور
عبداللہ خان کے پاس جاکر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر
ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ مین جنابعالی یعنے نواب صفدر جنگ قریب شاہجہانپور
کے موضع لودیپور مین جاکر خیمہ زن ہوے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے
نہایت شان وتجمل سے برآمد ہوے اور ساٹھ ہزار پٹھان جرار جو اپنے جامہ کے دامن
کمر سے باندھے ہوے اور تلوارین ہاتھ مین لیے ہوے دف اور دوتارا بجاتے اور پستولون
کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لاے ان پٹھانونکے علاوہ دوسری جماعت عایا کی بھی
سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر
پیشتر آکر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور
قریب سراپردہ کے جاکر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان وشوکت
اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ مین داخل ہوے
اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے
بڑھکر معانقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھون نے مفصل طور پر خاندان کی

مورد وثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا ماوراذاتی رسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات مین تحریر ہوچکا ہے اور کچھ اپنے بزرگون کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگوی مین کوئی شک نہین ہے ہمنے بھی یہ واقعات زبانی معتمدونکے سنے ہین لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ تمھارے ہین اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کہان ہین اب حال معلوم ہوا خاطر جمع رکھیے مین دہلی جاتا ہون انشاءاللہ آنمہربان کے ہاتھ سے عمدہ کام لیے جائین گے بعدہ عبداللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار شاہی کو روانہ ہوے۔

عبداللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف الرشید تھے نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضبی اور تند مزاجی مین ضرب المثل گذرے ہین۔ انکا مجملاً ذکر اوپر معرض تحریر مین آچکا ہے نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان مین ہمیشہ نااتفاقی رہی اور چچا بھتیجون کے باہم کبھی صفائی نہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست مین مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضر باش وشاہی خدمتون پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے دیوانے بنے ہوے تھے مگر انکے حرکات وسکنات تو دیوانہ بکار خویش ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہوجاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اسطرف کے کوچہ و بازار سے ایسے بدحواس ہوکر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پانون ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر رات مین فقیری لباس پہنکر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بدمزاجی کے حالات بادشاہ کے حضور مین پہونچاے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیرخواہی نواب بہادر خان کے کہ جوانکے دادا تھے انکے بے باکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سردربار فرمایا کہ آپ اپنے دیوانہ بھتیجے کا علاج نہین کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب مین یہ عرض کیا کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہین ہے اور خود انکے قتل پر کمر باندھی مگر بادشاہ نے بسبب رحم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فردواقعہ پر دستخط خاص کرکے یہ تحریر فرمایا کہ **بر دیوانہ حکم سیاست ناجائز** اس عرصہ مین سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر مین غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق شاہجہانپور مین وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار ہا روپے کی شکر لیکر خورد برد کرلی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور مین استغاثہ کیا وہان سے تادیبًا نور احمد نام ایک شخص مقرر کرکے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستغیث سے لیکر داخل کرین یا خود حضور مین حاضر ہون حسب الحکم بادشاہی فرستادہ شاہجہانپور آیا اور وہ یہانسے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ اسنے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جوکی روٹیان لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجکو کھلائین ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر علحدہ مکانمین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت سماجت کے ساتھ عذر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔

انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھین جو اپنے چچازاد برادر غیرت خان کو منسوب تھین یہ باپ بیٹے دونون خوشرو جوان تھے راقم نے ان ہر دو کی تصویرین دیکھی ہین۔ شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ؎ چو بافرخ سیر سلطانی آمد ۔ بزین الدین بہادر خانی آمد ۔ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر انکے ورد زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ؎ ہمچو سیماب تا نگشتہ شوم ۔ نگنم ترک بیقرار یہا ۔ انکی شہادت کا واقعہ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ نے بھی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۱۰۵) جلد نہم مین تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر اور جہاندار شاہ کے معرکہ مین کام آئے ہین۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ مین ۱۶ برس کی عمر مین جان بحق ہوے۔ دوسرے نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمرکاب رہا کرتے تھے فرخ سیر کی معزولی مین سادات بارہہ کے ہمخیال نہونے سے قتل ہوے انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونون لاولد رہے۔ انکی حویلی کوٹلہ فیروز شاہ معروف ہے

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چمیلی باغ گوہر آرا بیگم مین متصل درگاہ خواجہ باقی باللہ کے پرانی دہلی مین ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موروثی عداوت کے بادشاہ کے روبرو باغی ظاہر کرکے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یون لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے انھون نے بادشاہ سے انکی بغاوت بیان کرکے اجازت قتل کی حاصل کرلی تھی تاج الدین خان کسی تقریب مین شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہان سے شاہجہانپور واپس جارہے تھے موضع گنواری مین خان بہادر خان سے مقابلہ ہوگیا اسوقت تاج الدین خان نے اپنے دونون چھوٹے بھائی یعنے نواب عبداللہ خان وظہور الدین خان کو مصلحتًا ہاتھی پر سوار کرکے اپنے مصاحبونکے ہمراہ نواب بنگش کے یہان جنسے دوستانہ مراسم تھے فرخ آباد بھیجدیا اور آپ تن تنہا گھوڑے پر سوار ہوکر خوب لڑے اور بہت سے لوگونکو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزونکے زخم کھاکر شہید ہوئے اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے ہاتھی پر سوار کرلیا اور مصری پور مین لیجاکر خیمہ مین اتارکر نظر بند کرلیا اور افضل خان بازید خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور مین بھیجا جو دہلی مین متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے مدفون کیا گیا اور نعش مصری پور مین دریاے کھنو پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ سنہ ۱۱۳۸ھ کا تھا۔ بعد انتقال خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے اپنے باپ کے قصاص مین قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جنکا نام عبداللہ خان وظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبداللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سہ رقم جواہرات اور خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے نواب عبداللہ خان کو بلایا تھا اور جسدم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو انسے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مہم پیش آئیگی تو آنمہربان کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری مین چراپی کو گئے اور روہلہ کے آدمیون نے نواب صفدر جنگ کے شتربانون کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیرین کین اور بادشاہ کو اونسے برہم کر کے فوجکشی کا ارادہ کیا عمدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازون نے بطور فہمایش کے انسے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلونکی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ مین نہ شریک ہون ورنہ روہلونکے عمل قائم رہیگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہوجائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ مین بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر اعظم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہین کر سکتا چنانچہ نواب عبداللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیکر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آئے تھے شاہجہانپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اور ہر دہلی سے محمد شاہ بادشاہ ۲۷ جلوس مین معہ امرا اور لشکر کے روہلونکی تاراجی کے لیے بریلی و آنولہ کیطرف آئے سعداللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے اور حصار رن گڈھ کیطرف مفرور ہوگئے اسوقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت وخطاب مذکورۂ بالا سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ مین نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے ہراول مقرر ہوئے تھے۔

بعدازان علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہوکر امرا مین منسلک ہوئے۔

روہیلونکے اس انقلاب مین اعظم خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیکر شاہجہانپور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔

اس عہد مین دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابون کے پاس تھے جسمین دیہات بدایون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ مین آئے تھے جب انکے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھون نے روہیلون کے اغوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو انکے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت مین تھے انپر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ مین نظربند کرلیا۔ شاہباز خان متبنہ بھی ساتھ مین تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی سے باہر نکلکر اسمٰعیل خان کانکڑ کے یہان پہونچے اور ملک زمان خان کے

نام بابت بلانیکے رقعہ لکھا اور خود عظم خان خلیل کے یہان چلے گئے اور وہان شیخ جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور یسین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے ساتھ ایک بڑی جماعت خونخوار پٹھانون کی لیکر لڑائی کو گئے اودہر ظہور الدین معہ عظم خان روہلہ کے قلعہ مین جنگ کے لیے مستعد ہوے عبداللہ خان نے دو ہزار پٹھانون سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بندوقونکی باڑھ پر رکھ لیا مگر شیخ محمد افضل و نواب عبداللہ خان نے رستمانہ حملہ کرکے قلعہ کا دروازہ کھول لیا اور اندر گھس گئے اور دونون جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچگئی گویا عظم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبداللہ خان کا اقبال برسراوج تھا روہلونکے سردار عظم خان مارے گئے اور انکی جمعیت مین تزلزل ہوگیا اور ادہر سے بھی بہت پٹھان کام آے ابتک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہین آے تھے شیخ محمد افضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی اور نواب عبداللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اسوقت ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اُٹھے اور جیسا کہ شیر بکریون کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً مصاحبون کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوے۔ اب نواب ظہور الدین خان اور نواب عبداللہ خان دونون بھائیون کا مقابلہ ہوا چونکہ دونون گل ایک ہی شاخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے ایک دوسرے پر حملہ کرکے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان زخمون سے چور ہوکر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اسعرصہ مین ظہورالدین خان نے تدبیر کرکے راجپوتونکو جنگل مین فراہم کیا اور قلعہ چھین لینے کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی نگہداشت مین رکھا۔

کہتے ہین کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے اُنکے زخم اچھے ہوچلے تھے مگر انھون نے طیش مین آکر سب ٹانکے زخمونکے توڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی مین انکا انتقال ہوگیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ کی ملاقات کو گئے تو انھون نے اعظم خان مقتول کے بھائیون سے میل کرادیا اور اُنکے قیامی مکان پر روہلون کو لاکر دوسو روپے کی شیرینی منگاکر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے یہان لیجاکر انکی طرف سے دوسو روپے کی شیرینی منگاکر تقسیم کروادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ مصفوج اور سرداران روہلہ کے بڑی دھوم سے بارات لیکر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان

کے یہان بھی لکھنو اور دہلی کے امرا آکر شریک ہوے تھے جہیز کا سامان اور کھانون کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیہات بھی داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہوئی ہوگی۔

اسکے بعد جب شاہزادۂ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے ولیعہدی کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیکے قصد سے شاہجہانپور ہوکر نکلے تو نواب عبداللہ خان نے حاضر ہوکر نذر و پیشکش گذرانی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اوسوقت زین الدین خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے **صولت جنگ** کا خطاب بھی مرحمت کیا تھا۔

جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آے ہین تو نواب عبداللہ خان اسوقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے ہوے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان ضروری انکے پاس بھجوادیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آے تو بہت خوش ہوے اور مہینون نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد اٹھا نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کینجد متین بھی بہت بے تکلفی تھی اور معرکہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہوکر جانیکی راہ دیدی تھی اور انھین امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان پسر حافظ رحمت خان کو امن دی تھی غرضکہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسایش و ناموری و حشمت ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ آثار تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور باوضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے داودزی ایک بڑی قوم ٹپھانون کی ہے اوسکی شاخ باقرزئی بھی ہے۔

دریاخان کا اصلی وطن قصبۂ بربر تھا جو پشاور کے نواح مین چند کوس سمت مشرق و شمال واقع ہے وہان کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہان دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہانکے سردار کو خان بولتے ہین چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریاخان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریاخان کاشتکاری اور گھوڑون کی تجارت کیا کرتے تھے تاریخ اخبار ہمت مین ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریاخان ہندوستان آئے تھے ان ایام مین شیخ رکن الدین بازیدخیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریاخان کو صاحب اقبال دیکھکر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی اُنکے نکاح مین دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مرادآباد مین واقع ہے عمل مین آیا تھا اسکے بعد پھر ہوائے وطن نے کشش کی اور دریاخان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے آنیکا سبب غیب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میرالامرا پیرخان جو خانجہان خان لودی

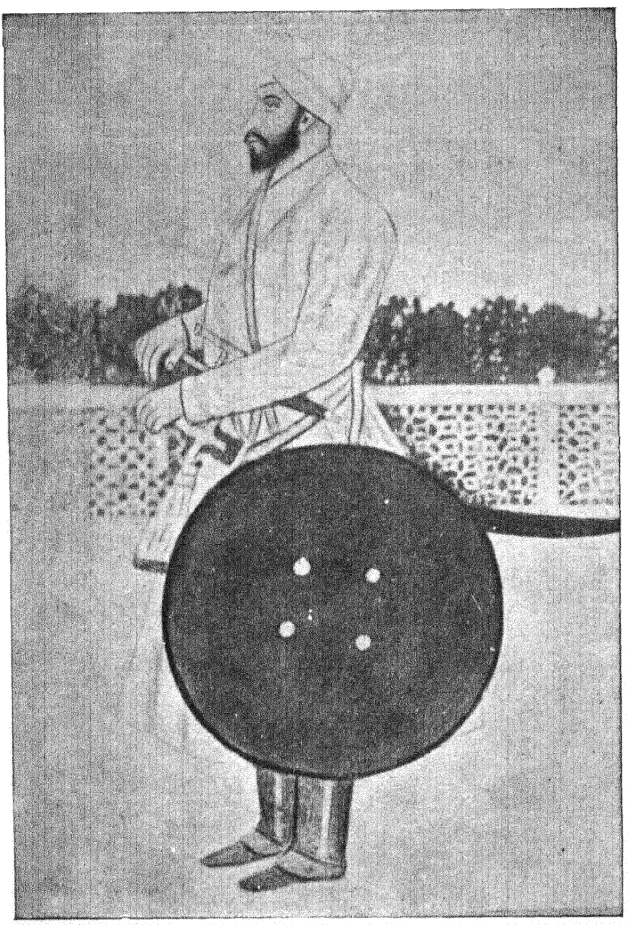

دریا خان

نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر مین ترقی کرکے
صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اوسے
سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے
کئی صوبونکا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبۂ بربرین
پہونچگیا اوسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اوسنے دریاخانکے
خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہین چھپی رہتی دریاخان کی
نظر جب خانجہان پر پڑی اوسکو سردار سمجھکر گھوڑے سے اوتار لاے پانی اور پرتکلف
کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
بدلکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرار تمام اپنے ہمراہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
مین لایا دربار شاہی مین اسنے دریاخانکو پیش کرکے انسے نذر دلوائی اور انکی شرافت
خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
وہ بھی بیان کیا جسپر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریاخان سے مخاطب ہوکر
مختلف حالات دریافت فرملے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر تو
دریاخان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صیغۂ
اخوت پڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول **دریاخان کو منصب سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار سوار کا مرحمت کیا** اور اسکے بعد
انکا اسقدر رسوخ بڑھا کہ شاہزادۂ خورم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
دریاخان کو سپہ گری کے فن مین اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سرابدال خان ملقب بہ

بہادر خان کو جنکی عمر اوسوقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبت
مین منسلک ہوے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا
کیا اور اکثر معرکونمین افواج شاہی کے ساتھ شریک ہوکر فتوحات حاصل کیے
یہ بیان مُصنّف اخبار محبت کا ہے اور مُصنّف ماثر الامرا نے کسیقدر تفاوت سے
ماثر الامرا کے صفحۂ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصۂ اول مین تحریر کیا ہے کہ دریا خان
داودزی ابتدا مین مرتضے خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت مین منسلک
ہوے اور پھر ایام شاہزادگی مین شاہجہان کے پاس آکر سربلندی حاصل کی
اور یہی مضمون بادشاہنامہ مین شاہجہان بادشاہ نے لکھایا ہے اس تھوڑے سے
اختلاف کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد مین چونکہ مرتضے خان
بخشی فوج تھے اسلیے دریا خان شاہی ملازمت کیحالت مین مرتضے خان کی ماتحتی
مین رہے ہون اور پھر شاہجہان نے انکو کارگذار و خوشرو جوان پاکر اپنی سرکار مین
لے لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان نے افغانستان سے آکر چندے مرتضے
خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضے[1] خان شیخ فرید کے جود و سخا اور

[1] شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہونچتا ہے اور سات
واسطون سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چہارم عبد الغفار دہلوی نے اپنے فرزندونکو وصیت
کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کسب سے کرنا اور سپاہگری کی نوکری کرکے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ
فرید نے لڑکپن مین اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حُسن اطاعت اور کارگذاری سے نہایت قرب امتیاز
پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی مین مشہور ہوکر زمرۂ امرا مین یکتاے روزگار ہوے جہانگیر نے تخت نشینی
کے بعد انھین مرتضے خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی
دونون سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان مین بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت

بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی انکے پاس پہونچا محروم نہ رہا حبتک دربار کو نہین جاتے تھے کمل چادر کفش درویشونکو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے بجز یزگاری اشرفی وروپیے کے اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار اکر رقم لیگیا آٹھوین بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہو کہ لوگ جانین اور مجھ سے لے لین اہل خانقاہ اور ارباب توکل و محتاجین و بیوہ مستورات کے لیے جو یومیہ وسالانہ مقرر تھا حاضر و غائب اونکو برابر پہونچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی مین صرف ہوتی تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اونکے کل مصارف اوا کردیتے تھے ایکسال مین تین بار خلعت لوگونکو عنایت کرتے بعض دوستونکو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار منتخب تیار رکھے تھے کبھی حویلی مین نرہے ایکبار شیر خان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے بعد آیا دوارکا داس بخشی تنخواہ سے کہا کہ اسے خرچ دیدو اسنے فرد حاضری وغیرہ حاضری کی تیار کردی شیخ برہم ہوے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکانپر جاکر عرصہ ہوگیا تو ہمارا کون کام حرج ہوگیا تاریخ روانگی سے سات ہزار روپے نکلے کل دلوادیے۔

دو کام انسے ایسے ہوے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکا رتبہ بلند ہوگیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت آخر ہوا مرزا عزیز کوکہ اور راجہ مانسنگہ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ مین لاکر تخت سلطنت پر بٹھلادیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی ہوکر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اوسے شکست دیکر بھگا دیا جسپر جہانگیر بادشاہ فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ مین رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو گنبد بھیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پرگنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے شیخ کو صاحب السیف والقلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشتری لعل بدخشان کی جسکا نگینہ وحلقہ ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوشرنگ و پچیس ہزار کی قیمتی تھی بادشاہ کو پیشکش دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت نفسانیت رکھتے تھے جب یہ تخت کے صوبہ دار تھے ۱۰۲۵ھ ہجری کو قصبہ پٹھان مین انتقال کیا اور دہلی مین اپنے آبائی مقبرہ مین مدفون ہوے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ مین کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد مین محلہ بخار

تھے جنکی نظیر عالم مین ملنا مشکل ہے۔

غرضکہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی مین ایسی ایسی خدمتین نمایان کین کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر مین شاہجہان اور نورجہان کے باہمی نزاع مین انکی ساری خیرخواہی وجان نثاری خاک مین مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان مین حصول تخت کے لیے دو مدعیون مین جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہین وہ سب زد وار اور بدنام ہوجاتے ہین یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نورجہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اوسکا مدمقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نورجہان کی نفسانیت بیجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانجہان خانجہ دی بھی اوسیکے جانب تھا اور دریا خان نے خانجہان خان کو اپنا ہمقوم ومحسن سمجھکر اوسکا ساتھ نہ چھوڑا حتے کہ جان ومال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی مین انکا نام ہمیشہ کے لیے خانجہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کورنمکی کے متعلق تحریر ہوکر مشہور ہوگیا۔

جبتک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی مین رہے نہایت دلسوزی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کرکے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر جسمین پرگنہ دھولپور بھی تھا نورجہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بقیہ صفحہ ماقبل انھین کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد ومقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھون نے بنایا۔ دہلی مین فرید آباد وتالاب ودیگر عمارات یادگار چھوڑی اولاد مین ایک لڑکی تھی وہ بھی لاولد فوت ہوگئی تھی۔

شہریار کو دلوائی اوس زمانہ مین دریا خان شاہجہانپور کیطرف سے اس جاگیر کے ناظم تھے شہریار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کرکے بھیجا اور شریف الملک نے وہان پہونچکر اوسپر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہجہان کیطرف سے مقابلہ کو آئے طرفین[1] مین نہایت جدال وقتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف الملک مارا گیا ایک تیر اوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور دریا خان بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب مین ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقاتلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔ کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ مین ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہو اسلیے فیما بین تلوار چلی ہو بہرکیف دریا خان نے فتح پائی شاہجہان نے دریا خان کی اس وفاداری اور اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ یہ وقعہ ۱۰۳۲ھ کا ہے اس محاربہ سے نورجہان بیگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اوٹھی اسنے جہانگیر کو شاہجہان کیطرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشتونکو نامناسب وقتونمین پیش کرایا اور تمام امورات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجہان کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افگن خان سے پیدا تھی اور وہ شہزادہ شہریار کے عقد مین آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہریار بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہریار کے

[1] دو رجنگ دھولپور با شریف الملک نوکر سلطان شہریار نامی شجاعت برآورد و پایہ اعتبار برافروخت۔ ماثر الامرا جلد دوم تذکرہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔
مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزادونمین لایق تھا بیسیون بڑی بڑی فتوحات حاصل کرچکا تھا بلا رنجش بادشاہ کے اوسپر غلبہ نہین پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود اسی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کرایا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہوگئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار مین بند کرادی اور قندہار کی مہم پر شہریار کو نامزد کرکے اوسکی اثالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امرا کو طلب کرلیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکدر ہوا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کیخدمت مین بھیجا اور اوسنے آکر شہزادہ کیطرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان[1] جہانگیر پر پوری حاوی

[1] نورجہان کا نام مہرالنسا تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے اسکی ماں عصمت النسا بیگم مرزا علاء الدولہ آقا ملا کی دختر تھی اوسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہماسپ صفوی فرمانروائے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران مین ناموافق ہوا تو وہ دو پسر اور ایک دختر لیکر ہندوستان کو روانہ ہوا اثنائے راہ مین کل اسباب غارت ہوگیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نرہا جب قندہار مین پہونچا یہ مہرالنسا پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسائی رکھتا تھا اوسکے احوال سے مطلع ہوا اوسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتحپور مین پہونچا تو تاجر مذکور نے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کابل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہوگیا جہانگیر نے آغاز سلطنت مین اسے مرزا اعتماد الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہرالنسا عرف نورجہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افگن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفیر بھی تھا شاہ کے مرنیکے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو رانا

ہوگئی تھی کہ کچھ فائدہ نہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہین چلیگا۔

بقیہ صفحۂ ماقبل کی مہم مین بہادری دیکھکر شیر افگن خان کا خطاب دیا اور بردوان مین جاگیر عنایت کی جب قطب الدین خان کو کلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کرکے رخصت کیا تو مہرالنسا کے بارہ مین اشارہ کردیا تھا خان کوکہ نے جب بنگالہ پہونچکر شیر افگن خان کو بلایا تو وہ اس امر پر مطلع ہوکر کوکہ پر حملہ آور ہوا اور کوکہ کا کام تمام کردیا کوکہ کے آدمیون نے اوسپر ہجوم کیا اور انیہ خان کشمیری نے اوسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخمون کے اپنی جرات سے اپنے مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہرالنسا کو قتل کرکے جھگڑا ختم کردے مگر مہرالنسا کی مان نے اوسے چھپاکر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہونیکی خبر سنکر کنوئین مین گرگئی یہ خبر سنکر شیر افگن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مظلوم) ہے اسکے بعد شیخ غیاث جو خواہرزادہ قطب الدین خان کے تھے وہ مہرالنسا اور اوسکی مان اور اوسکی لڑکی جو شیر افگن خان سے پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کوکہ کے جو اوسکے شوہر کے ہاتھ واقعہ سے ہوا تھا معتوب رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیمہ بیگم اپنی مادر مرضعہ کو سپرد کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نورجہان نے ایک گلدستہ نرگس کا بادشاہ کے حضور مین پیش کیا اور تختی پر یہ مصرعہ لکھا ؎ نیست نرگس چشم قدرت کردشوق روئے تو ٭ جہانگیر نے اسکے جواب مین یہ مصرعہ لکھا ؎ کاش باشد نورہم در نرگس دلجوئے تو ٭ اسکے جواب مین یہ قابلانہ شعر نورجہان نے جہانگیر کو لکھکر بھیجا ؎ نورادر چشم ازروز ازل جادادہ اند ٭ بہر اندر پردہ ہا پنہان جمال روئے تو ٭ جہانگیر نے یہ رقعہ نورجہان کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوے شیر افگن۔ کشیدہ زرکار بر حریر رومی است ملاحظہ گشت خواب است نماز حیلہ نیاز چرا باشد حجاب از عصمت بہتر نیست سخن ہاے قدسی بیگم را آویزۂ گوش باید کرد ؎ با مہر و مہ کہ حسن بجا گیر دادہ اند ٭ مہرت بقلب شاہ جہانگیر دادہ اند ٭ اسکے جواب مین نورجہان نے یہ معروضہ رقم کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوے شیر افگن در حسرت نخچیر یک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس و جواب قدسی غیر عصمت نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل آلہ بس مہرتا در خانہ قطب است از جانہ جنبد ؎

خود باپ کی خدمت مین چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ معہ

بقیہ صفحہ ماقبل خورشید راکہ نور بجاگیر دادہ اند ٭ باہر آستان جہانگیر دادہ اند ٭ سنہ ۱۰۱۹ جلوس مطابق سنہ ۱۰۲۰ ہجری مین جہانگیر نے نورجہانکو دیکھا پھر پرانا عشق جوشزن ہوا اور ہزارون خوشیون سے اوسکو ازدواج مین لایا پہلے نورمحل پھر نورجہان خطاب دیا اور اسی کیوجہ سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جہانگیر سرہانے آیا نورجہان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوسنے یہ بیت انوری کی پڑھی ؎ آنکہ کابینہاے مادرزاد گر حاضر شود ٭ درجبین عالم آرایش بہ بیند مہتری ٭ جہانگیر کہا کرتا تھا کہ اسکی صحبت ہزار یاقوتیون سے بہتر ہے۔ نورجہان بیگم حسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیان بھی رکھتی تھی بڑی رسا نہایت سلیقہ شعار مدبر یکتاے روزگار تھی بادشاہ کہتا تھا کہ جب تک وہ میرے گھر مین نہین آئی تھی زینت گھر کی نہین آئی تھی اور کتخدائی کے معنے کو نہین جانتا تھا اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نورجہان نے ایجاد کیے ہین مثل دودمنی پیشواز پنجتولیہ۔ اوڑھنی بادلہ۔ کناری عطر جہانگیری۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جہانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہین چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہین نورجہان جانے۔ تمام پروانے اور احکامات نورجہان صادر کرتی تھی حتے کہ بجاے بادشاہ کے جھروکہ مین بیٹھکر امیرونکا مجرا بھی لیا کرتی تھی سکہ اسکے نام کا تھا ؎ بحکم شاہ جہانگیر یافت صدزیور بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر ٭ فرمانوپر یہ عبارت ہوا کرتی تھی۔ حکم علیہ عالیہ مہدعلیا نورجہان بیگم بادشاہ۔ نورجہان گشت بلفضل الہ ٭ ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ ٭ تیس ہزاری منصب کے موافق اوسکی جاگیر تھی جملہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے حتے کہ ہیرا کنیز دل آرام والی جو اسکی مرضعہ تھی بجاے حاجی کوکہ کے صدر اناث ہوئی تھی ؎ کنند خویش و تبار از تو ناز میزیبد ٭ بحسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کنند ٭ یہ بیگم بڑی فیاض تھی جسروز حمام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضاے عورت و ناقص العقلی کے جہانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہجہان جیسے خلف الرشید ولیعہد سے جو وارث سلطنت اور شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ بیگم مین

فوج کے اس غرض سے بڑہا مگر اس صورت کو نورجہان نے بادشاہ کے ذہن مین یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے مصاف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا ۱۰۳۲ھ ہجری کو بلوچپور اور قبولپور مین دونون فوجون نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہجہان بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پرویز بیشمار لشکر لیکر جسمین تین سو جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے تعاقب مین روانہ کیا گیا شاہجہان کے امرا نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت دیکھکر شاہجہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسہ سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم کٹک سد راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ صفحہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جہانگیر نے یہ شعر حسب حال لکھا تھا ؎ نورجہان گرچہ بصورت زن است ✤ در صف مردان زن شیر فگن است جہانگیر نے عید کا چاند دیکھکر یہ مصرعہ پڑھا ؎ ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد ✤ نورجہان نے کہا ؎ کلید میکدہ گم گشت بود پیدا شد ✤ بادشاہ کے قبائے حریر مین تکمہ لعل رمانی کو دیکھکر نورجہان نے یہ شعر پڑھا ؎ ترا نہ تکمہ لعل است در قبائے حریر ✤ شد است قطرۂ خون منت گریبان گیر ✤ یہ شعر بھی اوسی کا ہے ؎ کشا غنچہ اگر از نسیم گلزار است ✤ کلید قفل دل ما تبسم یار است ✤ بعد انتقال جہانگیر کے نورجہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا کپڑہ نہ پہنا اور مجلس شادی مین نہ بیٹھی شاہجہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کر دیا تھا لاہور مین رہا کرتی تھی ۱۰۵۵ھ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۵ھ ہجری کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ مین واقع لاہور مین مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے سکھون نے ۱۸۰۷ء کے غدر مین شکست و تاراج کر دیا تھا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

وہ بھاگ کر ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
یہ خبر سنکر جہانگیر نگر عرف ڈہاکہ سے نہایت جلد آلات حرب اور مست ہاتھی لیکر
اکبر نگر جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
گاہ بنایا اور وہان سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریاے
گنگ اوتر کر دریا کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اوسکو بر سر پرخاش جانکر
ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دار الخلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ
میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولانگاہ سے زیادہ نہین
ہے اس ملک مین جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجاے اوسنے جواب دیا کہ
یہ ملک آپکے بزرگون نے میرے سپرد کیا ہے مین بلا اجازت نہین دیسکتا
چونکہ بغیر کشتیون کے دریا کا عبور نہین ہوسکتا تھا اسلیے **دریا خان پانسو**
پٹھانون کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تیلیہ راجہ نے جو غیر مشہور رستہ
بتایا تھا اوسطرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچگئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
دریا کے اوسطرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ مین بھی شہزادہ
کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگئے ہین لیجاؤن
مگر اسحالت کو دیکھکر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کیطرف متوجہ ہوے ابراہیم خان
نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے یہ خبر
سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجاکر دریا خان تک پہونچاؤ

ہنوز یہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور چھاپش دیکر مخالف کو بھگا دیا مگر پیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کرکے گرفتار نہ کرسکے ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبارہ خود مقابلہ کے لیے بڑھا اور دریا سے اوتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا اپنی فوج جمع کی سید نوراللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار لیکر اور خود اوسکے ساتھ ہزارون سوار پیادے تھے آگے آیا دونون طرف سے جنگ شروع ہوئی سید نوراللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑکر زخمی ہوا ابراہیم خان یہ حال دیکھکر دوڑا مگر اوسکے ساتھی شاہجہان کے بہادرونکی ضربون کا صدمہ نہ برداشت کرسکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا چار و نطرف سے اسپر آدمیون کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہجہان کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار مین ضبط کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا **شاہجہان نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کرکے شاہانہ نوازش سے سرفراز کیا** اور بنگالہ کی حکومت دارا ب خان پسر[۱] خانخانان

[۱] خانخانان کا نام مرزا عبدالرحیم تھا بیرم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی اسکی ماں تھی یہ ۹۶۴ھ کو لاہور مین پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات مین ایک افغان کے ہاتھ سے شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زینو مرزا نے اسکی والدہ کو وہانسے آشوب سے نکالکر احمد آباد پہونچا دیا ۹۸۸ھ جلوس مین اکبر نے اسے آگرہ طلب کرلیا اور خود پرورش کیا مرزا خانی

کو دیکر پٹنہ کیطرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ مین آگیا تو

بقیہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر ماہ بانو ہمشیرہ خان اعظم سے انکا نکاح کر دیا ۲۱ سنہ جلوس مین صوبہ داری گجرات کی عطا ہوئی ۲۵ سنہ جلوس مین حضوری بادشاہ مین جو خدمت میر عرضی کی تھی عنایت ہوئی ۲۸ سنہ کو شہزادہ سلیم عرف جہانگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر گجراتی کی فتح مین جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کر دیا ایک قلمدان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ۳۴ سنہ مین وقایع بابری کا ترجمہ انسلے ترکی سے فارسی زبان مین کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی ۹۹۰ ہجری مین وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جونپور اسکو دیا گیا ۹۹۹ مین صوبہ ملتان اسکی جاگیر مین مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شکیبی نے شنوی فتح کی لکھی اسنے صلہ مین اسکو ہزار اشرفی انعام مین دی خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتاے روزگار تھا عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانونمین دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شعر فہمی مشہور تھی فیاضی عالی ہمتی مین ضرب المثل تھا تمام زبانونمین گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجاے پیادے کے سوار کی تنخواہ پر دستخط کر دے پھر بدلنا کیسا کرشان سمجھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعرا کو مگر سونے کے ہموزن تلوا دیا ملا نظیری کو لاکھ روپے دیدیے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا اسکے عہد مین اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت و دانشمندی و تدبیر ملکی مین سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امراے اعظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحہ دنیا پر باقی رہیگا۔ فتح گجرات تسخیر سندھ شکست سہیل خان بیجاپوری اسکے کارنامے ہین مخبر بہت رکھتا تھا بعض باتین اور چیزین اسکے یہان ایسی استعمال ہوتی ہین کہ بجز شاہزادونکے اور کوئی انکو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسنن کرتا تھا شاہنواز خان دارا ب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امراللہ اسکا بیٹا مرا ہے تو اوسکا داغ ہوگیا ایک کسبی جمال بھی اس سے اسکے مرنیکا ہر وقت قصہ کہکر تعزیت کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ عیسے سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دلکو قرار آگیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا انسے متبنہ کیا تھا وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر تندمزاج ہمیشہ صداے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۷۵ لاکھ روپیہ اسکا

دریاخان وعبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بنا کر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود معہ پسر و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کیطرف متوجہ ہوا اثنائے راہ مین اکثر اس صوبہ کے جاگیرداورون نے حاضر ہوکر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ رہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کرکے اپنا قبضہ کرلیا **صوبہ اودہ کا حاکم دریاخان کو کیا** اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوحش سنے تو اوسنے شاہزادہ پرویز کو بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابت[1] خان سپہ سالار کو اسکا اتالیق کرکے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل امرا کی نااتفاقی سے جنگ دکن مین ضایع ہوا مگر قلعہ احمدنگر چھین کر نظام شاہ کو برہانپور مین اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اوسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی ۳۲ھ مین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور مین بیمار ہوکر ۳۶ھ سنہ ہجری مین ۷۲ برس کی عمر مین خانخانان نے انتقال کیا دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا راقم مقبرہ پر گیا ہے (خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

[1] مہابت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب امام موسی رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہین اکبر شاہ کا ملازم ہوا لڑکپن مین جہانگیر کی ملازمت مین بہت جلد شاگرد پیشہ ہوگیا جب جہانگیر راجہ اودیہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر مین پہونچکر اسکے آدمیون سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی مین سنانا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹکر شال مین لپیٹکر بغل مین دبا لایا بادشاہ نے لشکر کے لوٹنکا حکم دیدیا کل لشکر منتشر ہوگیا۔ زمانہ بیگ کو مہابت خانکا خطاب ہوا سہ ہزاری منصب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت مین لے لیا تھا اونکے نام فرامین معافی قصور جاری کرا کے شاہی

بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہابت خان صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان دیوان دکن نے سب سے کہدیا کہ یہ معتوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا ادائے مطالبہ شاہی حضوری نہین حاصل ہوسکتی اور یہ اسنے بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی مین بٹھا لیگا بعدہ قید کرا دیگا اور حکم ہے کہ فوج سے نہ ملنے پاے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اوتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیجدیے اور راستہ مین شہریار اور داور بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا اور دولتخانہ بادشاہی مین بلا اجازت پہونچگیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھا دیے جب مہابت خان کے راجپوت غسلخانہ مین گھس آے مقرب خان نے اس سے کہا کہ او کوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ مین دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بخشی نے عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہین ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دولت یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کرا کے اپنے گھر لے گیا اپنے بیٹون کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہریار کے گھر لے گیا جب نورجہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو مین کر لیا غصہ و ندامت سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیرونکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیون چھوڑا مگر پل ٹوٹ چکا تھا تاہم نورجہان نے اپنا ہاتھی دریا مین ڈالدیا اور چار ترکش تیرون سے خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیگم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ مین چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہمات ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کرانا اور سبکو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو راجپوتونکی

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد

بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہوگیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب مین بھیجا گیا اسنے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہوگیا اور شاہجہان دکن سے آگرہ تخت نشینی کے لیے آرہا تھا اور اجمیر مین خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت خان نے قرآن مجید قبر شریف کے تعویذ پر رکھکر عرض کیا کہ میری مراد احمد شد پوری ہوگئی اب فرمادیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجاے تو حضور قسم کھاکر خواجہ بزرگ کو درمیان مین دین تو فدوی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بادشاہ نے اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن مین اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوجی کی گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادلشاہی فوجین اسکے سر پر آگئی ہین تو یہ ایسا لڑا کہ دکن مین ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے چھین لیا یاقوت خان حبشی مارا گیا غنیم بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ اس فتح کے صلہ مین مہابت خان کو دیے اور اس مہم مین بیس لاکھ روپے صرف ہوے پچیس لاکھ روپے خزانہ شاہی مین داخل کیے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا ازحسب درخواست اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجاپور پر چڑہائی کی اسوقت ساہوشاہی اور نظام شاہی اور عادلشاہی کل فوجین مقابل آئین اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر ایسی جنگ نہین ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہوجاتا کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پراگندہ کردیا جب خان دوران خان اور اوس سے نااتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلس مین بار بار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان بچادی اسی مہم مین آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی اسنے لاکھون روپیہ بنجارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بدنظمی سے معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ دق ہوگئی پرمیز نہین کرتا تھا

کیطرف روانہ ہوے تو عبداللہ خان نے الہ آباد مین لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد
کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر کانپور مین دریاے گنگا کے کنارہ
جمایا عبداللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند
نہ کیا اسوجہ سے دونون سردارون مین کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن
مین مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریاے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے
جنگی بیڑے اور توپخانہ عبداللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند
کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جاے اور وہ نہ اترنے پاے مگر عبداللہ خان
نے قصدًا نفسانیت سے توپخانہ وغیرہ نہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان
کا کام بگڑ گیا اسعرصہ مین مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستہ
سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوے اور راجہ بھیم اور عبداللہ خان جو جونپور مین جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کہتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن
نہین ہے قلعہ پرینده کے لینے مین جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ نالہ موہن پر ۱۰۴۲ھ
کو انتقال کیا (سپہ سالار رفتہ) تاریخ ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خانم کو دیدی کہ بادشاہ
کی خدمت مین پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیجدینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان دلی
مین دفن ہوا شاہجہان نے بجز ہاتھیون کے سب ترکہ اسکے بیٹون کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ
روپیہ سالانہ اوسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیون کی صحبت
کا عاشق تھا خانجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسمین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی
پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیون کا بہت شوق تھا انکو چاول کھود
کے اور ولایتی خربزہ کھلاتا تھا۔ جوتش اور نجوم مین کامل تھا آخر مین شیعہ ہو گیا تھا سفاکی
اسکی مشہور ہے صوم وصلوۃ کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خانزمان امانی لہراسپ مرزا دلیر ہمت
بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کاکا پنڈت تھا۔

ہوے تھے جاکر اونسے ملے اور وہان سے شاہجہانی افسر اتفاق کرکے بنارس پہونچے اور وہان بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرکے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی جب بادشاہی لشکر کیطرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوے تو دریاخان کی نئی فوج جوانکی سختی سے آزردہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریاخانکے داہنے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہوگیا دونون طرف سے سخت مقابلہ ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتون کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ پرویز کے قریب پہونچگیا اور ستائیس زخم کھاکر کام آیا اس گڑبڑمین شاہجہان کے لشکر کا انتظام بگڑگیا اور اسکے گرد بجز راجپوتون کے اور کوئی نرہا بادشاہی فوج نے پرکار کیطرح شاہجہان کو اپنے حلقہ مین لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا اسوقت عبداللہ خان نے جانا کہ شاہجہان میدان نہین چھوڑیگا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار کراکے وہان سے قلعہ رہتاس کو جہان کہ اوسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفرنامہ مین ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا مکروہ جانتا تھا مگر مجبور تھا آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر حوالہ کردو اور دارا شکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیجدو تو تمھاری تقصیر معاف ہوجائے گی چنانچہ اوسنے ہر دو شاہزادے معہ دو لاکھ روپے کے ۳ جمادی الثانی ۱۰۳۵ ہجری کو جہانگیر کے پاس روانہ کردیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمعیت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہگئے تو وہ بھی مصلحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمرکاب گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہانسے شاہجہان سے جدا ہوکر خانجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت مین ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو تقصیر کے بابت اور خانجہان خان لودی کا خط پہونچا لہذا دریا خان نے بھی علحدگی اختیار کی لیکن اسقدر وضعداری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہوکر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ مین شاہجہان کے ایام نحس ختم ہوچکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہونچایا اور کبھی جبین بچین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور دریا خان کا دوبارہ منصبدار ہونا

نورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آرہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کرکے ۵۸ برس کی عمر مین ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو انتقال کرگیا یہ خبر سنکر

لہ جہانگیر کے مرنیکی تاریخ ملا کشفی نے یہ جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنیکے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی مین بڑے جھگڑے پیش آے نورجہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہریار جو لاہور مین داء الثعلب کے مرض مین مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ مذکور کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافت آگرہ آکر پہلے شاہزادگی والے مکانمین ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہوکر قلعہ مین آیا اور دوشنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر مین سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہجہان بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوسنے سرداروں کو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحۂ ماقبل جہانگیر کے مرنیکی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کرکے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نورجہان کا بھائی تھا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر مین مصروف ہوا اوسنے شہزادہ داورنبخش عرف بلاقی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکالکر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلا دیا ارادت خان میربخشی کو ملالیا اور بنارسی داروغہ جیلخانہ کو جو تیزروی مین مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے پاس دکن بھیجدیا کہ وہ آکر فوراً آگرہ مین تخت نشین ہوجاوے اور جلدی مین کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مہر دیدی وہ بیس روز مین دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہوکر آگرہ آگیا ادہر آصف خان نے نورجہان کے پاس لوگون کی آمد و رفت بند کردی دارا شکوہ و اورنگ زیب کو نورجہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہریار کی ناتجربہ کاری سے پہلے حملہ مین بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا بلوایا اور خواجہ سرا فیروز سے لیکر الہ وردی خان کے حوالہ کردیا اور وہ رسی مین کمر باندھ کر داورنبخش کے روبرو حاضر کیا گیا دو روز کے بعد اسکی آنکھون مین نیل کی سلائیان پھیر کر نابینا کردیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشا شاہجہان کے داورنبخش کو قید کرکے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاسپ اور اسکے بھائی اور شہریار و طہمورث اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادون کے ۱۲ رجب کو شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوا یمین الدولہ اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈہائی کرور کا اسنے ترکہ چھوڑا ہر علم مین دخل تھا ۱۰۵۱ھ ہجری مین بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد مین تھے۔

جو امر امعتوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت وانعامات سے سربلند ہوے دریا خان بھی حاضر ہوے شاہجہان نے انکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ[1] اور منصب چار ہزاری[2] ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا اسکے بعد ۱۵ ذی الحجہ ۳۳ سنہ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کو خلعت خاصہ اور جمدہر مرصع اور اسپ بازین مطلا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کرکے سرفراز کیا۔

اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمھارے لیے صوبۂ دکن مین جاگیر مقرر کیگئی اور یہ وہان رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے اور ماثر الامرا مین ہے کہ دریا خان کی جاگیر بنگالہ مین بھی مقرر ہوئی تھی اور یہ قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہیون مین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریا خان کی جاگیر صوبہ خاندیس مین تھی اس زمانہ مین دریا خان دکن مین موجود تھے اور وہان انھون نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

---

[1] درین ہنگام کہ قوایم اورنگ جہانبانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدمست بادیہ بے خردی از کردار ناشایستہ و اطوار ناپسندیدہ ندامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آمدہ اعلحضرت از جرایم او اغماض نمودہ او را بخلعت و منصب چار ہزاری ذات سہ ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

[2] دریا خان روہلہ را بعنایت خلعت و جمدہر مرصع و اسپ بازین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستوری دادند و حکم شد کہ جاگیر او درہان صوبہ تن شود۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۲۶۔

[3] و تیولش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بمراہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد ازان پرگنہ بنادر و غیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ پسیاق دکن مامور شد۔ از ماثر الامرا صفحہ ۲۰ تذکرۂ دریا خان۔

جہانگیر کے مرنیکے بعد خانجہان لودی نے بالاگھاٹ کے چند پرگنے نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنے طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنے بادشاہی آدمیون کے سپرد کردیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار بیرا اپنے پرگنہ کو قبضہ سے نہین چھوڑتا اور وہ میرے کہنے مین نہین ہے شاہجہان نے یہ سنکر خانزمان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو ازراہ شرارت اوسنے ساہوجی مرہٹہ کو ورغلایا اور وہ بادشاہی ممالک مین غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار اور ایک جماعت پیادونکی دولت آباد سے لایا اوسوقت دریاخان[1] اپنی جاگیر محال شاوده سے مثل آندھی اور بجلی کے ساہوجی کے سر پر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہوگیا دریاخان نے اوسے بادشاہی حدود سے باہر نکالدیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریاخان سے نہایت خوش ہوا۔ اسکے بعد ۳۰ مطابق ۳۹ سنہ ہجری مین بماہ شعبان[2] دریاخان کے منصب مین اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہوکر چار ہزار سوار کیے گئے۔

---

[1] دریاخان روہلہ کہ دران ایام جاگیردار شاوہ و آن نواحی بود مثل باد وزان وسیل دمان بان خاکساران بادیہ ادبار کہ میان دو آب بپتی و یورنہ نربد و آمدہ خاک ادبار بر فرق روزگار خود میریختند رسیدہ و بجنگ و پیکار باش دادہ ازان ملک برآورد ۱۲-۱۵۱-۲- بادشاہنامہ۔

[2] ہشتم شعبان دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سرفراز شد۔ ۲۹۰ بادشاہنامہ

ابتک دریاخان کا ستارہ بلندی پر چمکتا تھا اب ترقی سے اونکا تنزل شروع ہوا
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانجہان خان لودی جسکی بدولت دریاخان نے بڑا
مرتبہ پایا اوسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریاخان نے سخت مصیبتین بھی اوٹھائین
یہانتک کہ اپنی جان سے ہاتھ دہوئے مگر اپنی ذاتی وضعداری و وفاداری سے
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانجہان خان شاہجہان کے
مخالفت کے زمانہ مین نورجہان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
اوسنے یہ خیال کرکے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہین ہے ایک عرضداشت اظہار
اطاعت کی بادشاہ کے حضور مین ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات ماسبق
سے درگذر کرکے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیجدیا اور اسے اوسکی جاگیر
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسیقدر اسکی بدگمانی
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت باینجا رسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کرکے معہ
عزیز و رفقا کے دارالسلطنت آگرہ سے نکل گیا دریاخان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
دریاخان کے متعلق تین روایتین ہین **اول** یہ کہ دریاخان اس زمانہ مین دکن مین
تھے جب خان جہان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
لے لیا **دوسری روایت** یہ ہے کہ آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ
دریاخان روانہ ہوے **تیسری روایت** جسکو دریاخان کے خاندان والے
زیادہ معتبر سمجھتے ہین یہ مشہور ہے کہ جس رات خانجہان خان آگرہ سے بھاگا تو اوسکی
صبح کو حسب معمول دریاخان حاضر دربار ہوے اسوقت بادشاہ غصہ مین بھرا ہوا بیٹھا
تھا جو سردار آتے جاتے تھے خانجہان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریاخان جب سامنے آئے تو اونکا ربط ضبط خانجہان خان کے ساتھ اور نیز دریاخان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجہان منحرف ہوجانا بادشاہ کو یاد آیا اُسنے عالم غیظ مین دریاخان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ **اے دریاخان شنیدہ ام اونگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و نشان ہستی درینوقت مصیبت شریک یار وفادار نہ شدی** دریاخان نے اسکے جواب مین دست بستہ عرض کیا **بلے پیر و مرشد۔ الامر فوق الادب** یہ کہکر اوسیوقت کھڑے ہوگئے اور مکان پر اپنا مال واسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتین لیکر نقارہ پر ڈنکا دیتے ہوے آگرے سے نکلے اور خانجہان سے جا ملے مگر بہادر خان نے باپ کا ساتھ نہین دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہے۔ شاہجہان کو اونکے اسوقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریاخان سے ایسی بے ادائی وقوع مین آئیگی جب بادشاہ کو دریاخان کی مغروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق مین دیا تھا۔

لیکن دریاخان کا آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح نہین کیونکہ بادشاہ نامہ مین جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامچہ ہے اوسمین برہانپور سے دریاخان کا سرکشی کرکے اور خانجہان خان سے ملنا مندرج ہے اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کرسنی ہو کسی دیگر روایات کا اعتبار نہین ہوسکتا ہان یہ اختلاف تسلیم ہوسکتا ہے کہ برہانپور مین شاہجہان بادشاہ نے دریاخان سے وہ ہی الفاظ فارسی مخاطبت مین فرملے ہون اور یہ غیبت

افغانی سے متصل نہوے ہون اور چلے گئے ہون یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلہ خانجہان خان قوم کا لودی شاہوخیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان اعظم کوکہ کے بیان مین معتمد کارگذار رہوا ہے جب کوکہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانخانان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولتخان کو دیکر خانخانان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا خانخانان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کارنمائیان کین۔ ایکبار ابوالفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی تعریف پوچھی اوسنے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمھارے سر پر مارون تو دم تک پہونچے۔ ایکبار شہزادہ دانیال نے خانخانان کے سر سے دستار گرادی اور معذرت کی کہ سہو ہوا اسنے بھی شہزادہ کے سر پر سے دستار گراکر کہا کہ مجھ سے بھی سہو ہوا ۹۰۰ھ ہجری مین دولت خان نے احمدنگر مین انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جراءت سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرنیکی خبر سنی تو کہنے لگا کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اوٹھا ہے۔ دولت خان شجاعت مین بے بدل تھا ہمیشہ فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی مین باپ سے کچھ رنجیدہ ہوکر بنگالہ چلا گیا تو راجہ مانسنگھ نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ دانیال کی خدمت مین پہونچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہوگیا مصاحبت مین یہانتک تقرب حاصل کیا کہ غیریت باقی نہری گویا دونون یکذات ہوگئے یہانتک کہ فرزندی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ دانیال کا انتقال ہوگیا تو خانجہان بیس برس کی عمر مین جہانگیر بادشاہ کے حضور مین پہونچا اور ایسی قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ مین چہزاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہوا کہ اس مرتبہ مین اسکا کوئی شریک نرہا انجمن غسلخانہ مین روبرو بیٹھنے کا حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ محلسرا مین لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی مین کسی لڑکی سے اسکی شادی کرکے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کرون جہانگیر نے اسکے ساتھ آقائی اور نوکری کا معاملہ نہین رکھا بلکہ یارانہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نرکھا جب شاہزادہ پرویز و راجہ مانسنگھ و شریف خان امیرالامرا کے ہمراہ خانجہان خانخانان کی کمک کو دکن بھیجا گیا تو رخصت کیوقت بادشاہ دیوانخانہ خاص و عام کے جھروکے کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور اوسکا ہاتھ پکڑکر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہوا روانہ ہو اسطرف سے بادشاہ اور اوسطرف سے خانجہان نے صدمۂ مفارقت سے بے اختیار رونا

پاس کرکے از خود جاکر ملکئے ہون یا خانجہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ

بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر تحفے بھیجتا رہا دکن کی مہمات مین اسنے اکثر کارنمائی کی جب جہانگیر اور شاہجہان کے درمیان نورجہان کیوجہ سے مخالفت پیدا ہوئی تو خانجہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر مین لکھا کہ اسوقت مین شیرخان سور باوجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم ابتک نہ آئے قلعہ آگرہ کی حفاظت اور خزانون کی کنجیان بھی اوسکے سپرد رہین - گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجائے خان اعظم کوکہ کے یہ متعین رہا ۱۰۳۳ھ ہجری مین جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہوگیا تو تمام ملک دکن کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جہانگیر کا انتقال ہوگیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کیوقت اپنے معتمد و مزاج دان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری ملک دکن کی تمھارے نام بحال رکھی گئی اور اوسطرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار خان خانجہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان داورنبخش لاہور مین تخت پر بیٹھ چکا ہے شہریار سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس عہد متکذار کے تمھارے مخالف مہابت خان کو تمھارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر عین جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اوسکی اطاعت و ملازمت کرنا چونکہ زمانہ اوسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ یکتائے روزگار تھا غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے بے اعتنائی سے واپس کردیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ عہد کرکے پچپن کرور دام کا بادشاہی ملک اوسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہوکر ملک مالوہ پر قبضہ کرلیا جب شاہجہان تخت نشین ہوگیا تو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے مگر اوسنے اپنا وکیل معہ عرضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد مین ایک سہرہ مروارید کا نہایت بیش بہا بادشاہ کو بھیجا شاہجہان جو دریاے مروت اور سراپا کرم تھا اوسنے حالات ماسبق سے درگذر کرکے اوسکی خطائین معاف کردین اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو وہانکی وقایع نگاری پر مقرر کردیا کہ جو خیالات خفیہ اوسکے ہون وہ مجھے برابر لکھتا رہے چنانچہ دیانت خان اسکے

ڈالکر اپنے ہمراہ لیجانے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جانیکا مفصل

بقیہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھون نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہین ہے مگر اپنے اعمال پر اندیشہ مند ہے اس واسطے مین طرح طرح کے منصوبے سونچا کرتا ہے اعلیحضرت اسکو اپنے حضور مین بلالین اور اوسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کرین یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان ہوگیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کردیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزار اشرفی شاہجہانکو نذر دی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ اگرہ آیا خانخانان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی آٹھ ماہ تک اگرہ مین قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے ہاتھ پر دربار مین کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن خمی نہین کرتا ہے ایسا نہو کہ فیمابین چشمک ہو اسلیے مہابت خان کو دہلی بھیجدیا۔ لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کہان جہانگیر کیطرح سلوک کون کرے اور خاص وعام کی اوسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین مین دلی صفائی بھی نہین جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار مین نہ دیکھا تو یمین الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی یمین الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلجوئی و اطمینان کے لیے اسلام خان کو بھیجدیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اوسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ نے حسب استدعا امان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھکر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبداروں کے ورغلانیسے دو ہزار پٹھان بارہ فرزند و داماد چھ سو پیادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی خیرخواہ باقی مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑونپر سوار کرکے پہر رات گئے ۲۰ صفر ۱۰۳۹ھ ہجری کو اگرہ سے نکل گیا یمین الدولہ نے شاہجہان سے اگر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بڑے بڑے بہادر امرا اوسکے تعاقب مین روانہ کیے حالانکہ یمین الدولہ نے الہ وردی خان کے ذریعہ سے اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہونچادی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر پہرہ چوکی بٹھادیا جاے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہدنامہ لکھکر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکے شرعاً عہدشکنی سزا جائز نہین ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑتا بھڑتا ہوا دکن پہونچگیا نظام الملک خانجہان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرمجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے بھی نہین پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجاکر بٹھلایا اور خود ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب پچاس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہونچے تو خانجہان بھی چالیس ہزار سوار اہلکار شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہین۔ ایک روز خانجہان لڑائی کی حالت مین پالکی کے اندر حقہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑے ورنہ ایک عالم کو خرابی مین کیون ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمھارا خیال ہے کہ مین غالب آؤنگا ہرگز نہین اقبال خداداد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصالحت ہو جاے مین مکہ معظمہ چلا جاؤن اور تمھارے روزگار کی صورت نکل آے خانجہان نے پٹھانونکے قبیلونکو پشاور وغیرہ مین بھیج کر ادیا چنانچہ اٹک سے کابل تک سمند خلیل گگیانی داودزی یوسف زئی قبیلون نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امرا نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانجہان چاہتا تھا کہ مین کسی گمنام جنگل مین چلا جاؤن مگر بادشاہی لشکر پیچھا نہین چھوڑتا تھا دکن مین اسکے قدم نہ جمنے دیے قصبہ کالنجر آیا اور وہان اسپر لشکر بادشاہی نے نرغہ کیا گرزبردارون نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرزبردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور مین شاہجہان کے حضور مین بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی پیش کی ؎

این مژدہ فتح از پے ہم زیبا بود ٭ این کیف دوبالا چہ نشاط افزا بود ٭ از کشتن دریا سر پیرا ہم رفت
گویا کہ سراو حباب این دریا بود ٭ خانجہان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلاتے ہین اور بعض غیرت دار و محافظ آبرو جانتے ہین مگر وہ مرد راستگو تھا زمانہ ساز نہ تھا دورنگی نہین جانتا تھا گردش زمانہ کی نہین دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اوسپر فریفتہ تھا۔ ایک روز شاہجہان نے سید خانجہان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادہ آرزومند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہین کرتا تھا اب لوگ ناموافقت زمانہ سے اوسکی ہمسری کرنے لگے اوسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا تجمل وقار مزاج مین بہت تھا آزار رسان نہ تھا نہ ہیاسی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علی عمر قصے کے شجاعت آہی نہین سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل مین پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے نفرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہوار اوسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کچھ بچ بھی جاتا تھا۔

* * * * * * *

جب خانجہان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہونچگیا تو آگے آگے خانجہان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہانتک کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ مین داخل ہوگیا چونکہ نظام الملک کو خانجہان کی رعایت ہر طور سے منظور تھی لہذا اوسکے پاس پہونچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرّہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۳۹ ہجری کو ملک دکن کی طرف متوجہ ہوا اور وہان پہونچکر اول یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ کرکے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارادت خان عرف اعظم خان کو مقرر کیا اور کل فوج کی ذمّہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کرکے خود برہانپور چلا گیا یہ مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ مین بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی ترتیب مین کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ مین تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان دارالخلافت اگرہ سے روانہ ہوا اور ۹ رجب سنہ ۱۰۳۹ ہجری مطابق سنہ ۳ جلوس کو خاندیس پہونچا جب وہان گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوے چنانچہ ارادت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذرانین وہان بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یون تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری اعظم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور تیسرا حصہ راجہ گج سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مہم مین شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجہان خان کے استیصال کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ سنہ ۱۰۳۹ ھ کو

برہانپور پہونچگیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہان دریاخان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے

۸- شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر مین اضافہ ہوکر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوے اوسی روز دریاخان سہ ہزاری سوارون سے ترقی پاکر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوارون کے منصب سے سرفراز ہوے تھے بادشاہنامہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریاخان کی یہ ترقی سا ہو مرہٹہ کے صلہ مین انھین ایام مین بادشاہ نے برہانپور پہونچکر صادر فرمائی تھی۔

۲۴- شعبان کو دریاخان حالانکہ مورد عنایت بادشاہی ہوے تھے مگر برہانپور سے خانجہان کی دوستی اور ہمقومی کا خیال کرکے اوسکے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانجہان کا گروہ برار سے نکلکر تلی گاؤنمین آچکا

ے غزہ شعبان دریاخان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عتبہ فلک رتبہ پیشانی طالع برافروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ ے روز پنجشنبہ ہشتم شعبان شال سی ہزار و نہم درین روز بمسرت افزا سالیانہ حضرت مہدعلیا ممتاز الزمانی در اصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مقرر گردیدہ و دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ ۲۹۷ بادشاہنامہ ے درین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جرایم گذشتہ اوراحو نمودہ بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ بود ندبر عایت آشنای دہم الوسی پیراسن کہ گیرائے چشم از حقوق تربیت و نوازش پوشیدہ عار فرار برخود پسندیدہ از برہانپور نزد آن کالیوہ بشیوہ رفت بادشاہ نامہ

اور اوسکو جلاکر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
خان اور دریا خان اسی گھات مین بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
کو غافل پائین اور اونپر ٹوٹ پڑین مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوے
وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
ہوگئی جب بارش ختم ہوگئی تو بادشاہی لشکر سیوگانون سے بڑہا
اس عرصہ مین خانجہان خان نوامی بیرمین تھے اور وہان تحصیل
وصول کے لیے اونھون نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
اسی عرصہ مین دریاخان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانون سے بیضاپور گئے
اور وہان سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسورمین جو
دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہان سے ایرکھلتہ
جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانون کو لیکر
خانجہان سے جدا ہوے اور قصبۂ انڈول و دہرن گانون کی تاراجی
کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوے اور اون
مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان
اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوے دریا خان وہان سے
بالاگھاٹ چلے گئے آخرکار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہان بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے
دوبارہ مالوہ مین آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جہار سنگھ بندیلہ کی
علاقہ کی سرحد مین پہونچے پہلے جو اوسنے خانجہان خان کی خاطر تواضع کی
تھی اوسپر وہ معتوب بادشاہی ہوا اسلیے اوسنے ابکی بار یہ ارادہ کیا
کہ خانجہان کو گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس پہونچادون تاکہ پچھلے قصور
کی تلافی ہوجاے وہ استقبال کا حیلہ کرکے خانجہان کو گرفتار کرنیکی
غرض سے بڑہا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانجہان خان اسکے ارادہ
سے مطلع ہوگئے اور بچکر نکل گئے خانجہان خان کے پیچھے ایک میل کے
فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بیخبر تھے جیسے
ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعتہ دریا خان پر حملہ کردیا بندوق
کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانون اور راجہ کی
فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لاولد تھے
اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے
چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل
ہوے اس اثنا مین بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر مین نواب بہادر خان
دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اوترکر باپ کی
لاش کے پاس گئے اوسوقت دریا خان مین کچھ جان باقی تھی دریا خان
نے بیٹے کو سرھانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھون مین آنسو بھر لاے اور
ایک آہ سرد کھینچکر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہوگیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کاٹکر بارگاہ شاہی مین عزت
حاصل کرے اور تو محروم رہجاے لہذا تو اپنی انگوٹھی جسمین تیرا نام کھدا
ہو میرے منھ مین ڈالدے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منھ سے
نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب مین تجکو خدا کے سپرد
اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہون یہ کہکر خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوے
دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فہمایش کے مطابق
اپنی انگوٹھی اونکے منھ مین ڈالدی اور باپ کے غم مین روتے ہوے
اپنے مقام پر آے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کاٹکر
بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور مین معہ محمد خان
کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل
کو جو دربار شاہی مین انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے
سامنے پیش ہو تو منھ کھولکر دیکھا جاے جسوقت دریا خان کا سر معہ
عرضداشت کے برہانپور مین بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہان
دریاے تپتی مین کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اسموقع پر
بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کرکے ارشاد فرمایا۔ ؎

رفتم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ　　دریا درون کشتی کشتی درون دریا

جب منھ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منھ مین
نکلی جس سے بہادر خان کی کارگذاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت
کے مقابلہ مین باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔

دریا خان ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۸ ہجری کو اور برواسیتے دیگر سنہ ۱۰۳۹ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سر دہلی مین قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہولپور مین دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہونے کا حال سُنا تو ایسے رفیق کی جدائی مین جو اونکا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوسکے غم مین بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اوس زمانہ مین دریا خان کی بیوی جو سہیندہ مین اپنے بیٹے کی جاگیر مین تھین جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر اونکے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبداللہ خان کے پاس بھیجدیا اور عبداللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیان تھین جنکا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ مین آچکا ہے بعض راویون کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیون اور خانجہان خان کے بیٹون کو بادشاہ کے حضور مین لیگئے اور اون سبکی جان بخشی کرالی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یون نظم کیا ہے۔

قطعۂ تاریخ

چیف دریا خان شہادت یافت در میدان جنگ
در نیستان بقا خوابید آن شیر وغا

پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان
(داغ دل) آمد مظفر سال تاریخ قضا

حصّۂ دوم

خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم وفضل وقابلیت کے شاہ آباد مین وحید العصر وعلامہ ہوے ہین ابوالیمن کنیت تھی آپکے والد کا نام نامی سیّد محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا سیّد محمد حسین صاحب سیّد محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا احمد فاخر مکین[۱] دہلوی کے شاگردون مین پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروے اودھ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات وفضیلت علمی سے بہت محظوظ ہوئے تھے خلیفہ صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہین پندرہ برس کی عمر مین مثنوی آزاد وجمیلہ تصنیف کی اور مثنوی محشر لیلی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر نامہ نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات مین ترتیب دیا

[۱] مرزا احمد فاخر مکین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ مین دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ وتحقیق لغت مین کامل اور مرزا عظیما کے کشمیری کے شاگرد ارشد تھے شہزادہ علی حزین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق اُنکی قدر دانی کا ادا کیا تھا۔ اُنکے سیکڑون شاگرد امیر وفقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرد رہے اور کبھی متاہل نہوے ۱۲۳۰ھ مین رحلت فرمائی دو شعر اُنکے بطور نمونہ کے یہان درج کیے جاتے ہین ؎ درکوی یار طرفہ تماشا بود مکین ✤ رسوا شود کسے وتماشا کند کسی ✤ دیگر ؎ گہہ چون سبو بمیکدہ بردوش من درا ✤ گاہی چو می بشیشہ درآغوش من درآ

مناظر الانوار سراپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق مین دونون کتابین
لاجواب لکھین۔ مثنوی ثمر الفواد متعلقہ انبہ۔ مقدمات ظہوری در بارہ سہ نثر ظہوری
مثنوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح مثنوی نیرنگ عشق شرح مجمع الصنائع
شرح پنجرقعہ وینا بازار و دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمائین ان کے علاوہ دیوان
بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات
اُستادی سے معمور ہی۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک
والاجاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) مین
لکھتے ہین کہ یمینی سید عبد الرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ
سلسلہ امجاد در جودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی
ممتاز عصر مزیست دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جزان دارد
اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکین گرفتہ و مناظر الانوار در سراپای محبوب
و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر کتب درسیہ
فارسی مثل گل کشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و مثنوی نیرنگ و جزآن
شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید و انچہ از معتمدان مسموع شد
این چند بیت است۔

غزل خلیفہ صاحب از دیوان یمینی

اقرا باسم ربک الکاتب بیاہا | تا ماند از و باقی بر صفحہ نشاہا | مارا بجز خواری بر روی خاک مفگن
ای در ہوا معلق از حکمت آسماہا | نازم نکشتہ عشق کز ناخوب ملاک | بر خاک تربت او واکردہ سباہا
رفتی و در ہوایت مرغان نوبہارے | چون بوی گل مذاد و سوی آشیاہا

جز دودِ آہ انفانام ونشان نیابی — بر باد داد عشقت بسیار و دو مانفا
ناخن مزن بچرخ کز دست بینوائی — چون تار نغمہ دارد در پردۂ فغانفا
اہل سخن یکایک زین انجمن گذشتند — زان دوستان یمینی ماند است داستانفا

چند ابیات از مثنوی شاہ درویش در بیان سراپای معشوق

قدِ او شعلہ موج و دو بران — عاشقان خواند یا دود بران
داشتی مو بفرق او وطنی — ہم چو ابر سیاہ بر چمنی
گیسوے او ز ترک تا زنظر — شب معراج و سیر پیغمبر
طرۂ و زلف و کاکلِ پُرخم — تا بہ سر تا بدوش تا بقدم
زلف بر تر ز عرشِ پایۂ او — مہ و خورشید زیر سایۂ او
خال در ہر دو ابروش ملبین — چون ہمیر بر تبۂ قوسین
چشم او زان دو ابرو پُرخم — چون دو ترکان کشیدہ تیغ بہم
در تبسم گُل از لبان میریخت — شکر و شیر از دہان میریخت

رباعیات

یارب بحق آنکہ بود در روحِ امین — از جملہ خادمانش بر روی زمین
محشور کنی یمینیِ عاصے را — در زمرۂ اہلبیت و اصحاب یمین

رباعی

آن زلف جو طائرِ بہشتی — پران برخ از نکو سرشتی
برخیز و برخ زلف شکن در شکن انداز — در گردن خورشید قیامت رسن انداز

ایضاً

تنہا نہ بردشوق تو از ہوش خود مرا — یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا

چون بر درت خجل ز خطای خود آمدم — چیزے بگوز لطف خطا پوش خود مرا

ایضاً

عمری ست که بر پای تو سر می سایم — بر خاک درت دیدهٔ تر می سایم
چون سود نکرد سودن چشم و سرم — اکنون کف خود بیکدگر می سایم

رُباعی

دلم شگفته نشد بتیوهٔ وصال گذشت — نسیم رفت وصبا آمد و شمال گذشت
ز سر گذشت یمینی دگر چه میپرسی — که روز ہجر گذشت و شب وصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض مین لکھے ہوے ملے جنکو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے

شنیدم که در روزگار کہن — شده عنصری بادشاہِ سخن
چو او رنگ از عنصری شد تہی — به فردوسی آمد کلاہِ مہی
چو فردوسی زین دو گیتی گذشت — نظامی بملک سخن شاه گشت
نظامی چو جام اجل در چشید — بسر بیرِ اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آورد سر در کفن — به خاقانی آمد نشاطِ سخن
چو خاقانی رفته ازین روزگار — سخن گشت بر فرق خسرو مدار
از ان پس چو نوبت به جامی رسید — سر بیر سخن را تمامے رسید

ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی مدح اور توصیف مین جسکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کیطرح روشن ہین لکھا ہی اور اسکو نواب احمد خان صاحب مین شاہجہانپور نے اپنی کتاب ملفوظ زراقی مین تحریر کیا ہی اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبول جملہ آفاقی — مگر از خاندان رزاقی
آنکہ در بانسۂ شریف بود — مرقدش مظہر ہوالباقی
آنکہ مشائیان درگہ او — ہم چو خورشید جملہ اشراقی
آنکہ مسموم معصیت ہا را — خاکِ پایش نمود تریاقی
آنکہ ہر جانبے ہمی گردی — ہمچو سودائیان اہوا قی
سر فرود آر بر در پاکش — گر تو فجّار روز تو فتاقی
اوست محبوب عاشقان خدا — بشنو این امر گر ز عشاقی
بادشاہا بدستگیری خلق — تا تو محکوم حکمِ خلاقی
دست ہر عاجزیکہ می گیری — وا رہانی ز دردِ مشتاقی
مقتدای زمانۂ خویشے — دیگرانند جملہ الحاقی
چونتو کس نیست وہم نخواہد بود — زیر این چرخِ گنبد طاقی
از علوم سفینہ بیخبرے — لیک در علم سینہ ذوقی
کاشفِ نکتہاے عرفانی — واقفِ رازہاے اطباقی
کیست غیر از تو عارف باللہ — حلّ عرفان را تو مصداقی
از معارف ہر انچہ مے گوئی — در نیاید کسے ز اعلاقی
رسم باشد کہ ہر مریدے را — وقتِ بیعت کنند حلاقی
از مرید تو چون خطوط شعاع — موفتد بر زمین ز برّاقی
آستان بوسیت ہوسدارم — ہوسم نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خویشتن دریاب | کہ بجا آمدم ز شتابی
از غلامان نجویشتن بشمار | کہ غلامی تست نعتابی
پیر عبد الصمد کہ مطبخ اوست | مائدہ بخش خوان رزاقی
زلہ این خوانم آرزو باشد | ہمہ را تو کفیل ارزاقی
نیست دور از تو دستگیری من | کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر | باش در حق تشنگان ساقی
باکمینی ہمین بگو کہ فلان | بندۂ من ز رو ز میثاقی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شان میں اور بھی قطعات لکھے ہین منجملہ انکے ایک قطعہ نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہان پور نے فرمایش کرکے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا ہے جس سے ۱۱۳۶ھ ہجری نکلتے ہین۔

خلیفہ صاحب کو انبہ سے بڑی رغبت تھی اسلیے انبہ کی تعریف مین انھون نے مثنوی ثمرۃ الفواد لکھی اشعار دوبحرونمین پاے جاتے ہین ایکبار نواب احمد علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر کی فرمایش سے اور دوسری بار اعظم خانصاحب بخیل کمیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل مین درج کیے جاتے ہین ؎

شگوفہ بگلہای رنگین ورق | چو نور شجر جلوہ گر از شفق
ز بس گل کہ سرزد ز ویرانہا | در و دشت شد چون پرنیانہا
کشیدہ بہم شاخ گلہا قطار | چو دست نگارین بدست نگار
بمرغ بہارین در آمد نشاط | کشودہ پر و بال خود را بساط

بهم ساخته بلبل و فاخته — نوا بر نوا با هم انداخته
گل اندر چمن سبزه در جویبار — چو ستان ز شادی ببوس و کنار
زمین از گل آتشین مشتعل — بسردی و گرمی هوا معتدل
ز اقسام گلهای هندی بسے — که کم دیده اند در خراسان کسی
شگفته در شهر و در بوستان — همه وقف چشم و دل دوستان
خصوصاً درختان انبه تمام — شدند از گل خویش مولی الکرام
شگوفه نبود ند از هر طرف — ز انوارشان دیده ها را شرف
لذیذ و لطیف است آن با خورش — که یابد از جسم و جان پرورش
بیابان و صحرا و بستان و دشت — ز بوی خوشش رشک فردوس گشت
درین فصل مستان عشرت پرست — ندانند در شهر یکجا نشست
چو بوی گل از خانه باد وستان — نهاده رخ خود سوی بوستان
غزلها سرایند و مستی کنند — بگلبانگ نے می پرستی کنند
درختان انبه به بار آوری — فرو برده در سر تواضع گری
بصد قدر و تمکین بصد سنجگی — رسیدانبه را موسم پختگی
چو شد پخته چون عاقل پخته کار — دهد تن بافتادگی بار بار
شده جلوه پیرائے هر باغ و دشت — چو در حلهٔ سبز حور بهشت
بشیرین ادائی و دلبستگی — ربوده دل خستگان جستگی
دل از گلگله بسکه گل گل شگفت — بوصفش تو آن چند ابیات گفت
هر انبه که شد بیش اهل تمیز — پر از چار چیز و تهی از سه چیز

پُر از شیرہ و رقت و لونِ صاف — کلانی بشیرینیش بے خلاف
ز چیزے کہ خالی تواں بود ازاں — نمایم بہ پیش تو آنہم بیان
کلانی تخم و سطبری پوست — دگر ریشہ بے عیب بے ہیچ و نکوست
ہر انبہ کہ از ریشہ شد مایہ دار — چو حلوائے سمنک بود کم عیار
ز خوشرنگی خود چو خیلے پری — جداگانہ ہر یک بجلوہ گری
بیا ای یمینی کہ ختم کلام — نمایم برین شکوہ خاص و عام
چو پایان رسید ندم این داستان — کنون سال تاریخ سازم بیان
بسال ہزار و دو صد سی و یک — ز رخویش رامی زدم بر محک
چو آغاز این بود ماہِ صیام — تمامش نمودم بہ ماہ تمام
الٰہی قبول دہ این نامہ را — کہ فرمود در سجدہ سر خامہ را
باین چار محمود کن ختم — علیؑ و حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ

خلیفہ صاحب کبھی کبھی بھی لکھتے تھے مگر کم دو شعر اُنکے یہاں پر اُردو کے تحریر کیے جاتے ہین ؎ اشک آکر چشم مین اُلفت کے مارے رہگئے ✤ دو مسافر رات دریا کے کنارے رہگئے ✤ شب تو گذری ای یمینی کب تلک سوئیگا تو ✤ آسمان پر ایک دو باقی ستارے رہگئے ✤ خلیفہ صاحب کے مزاج مین کچھ خوش طبعی بھی تھی ایکمرتبہ نواب احمد علی خان تعلقدار باسط نگر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب کیا اِس مکان مین بھوت بلا رہتے ہین خلیفہ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ رہتے تو نہین ہین مگر کبھی کبھی آجاتے ہین ۔

لالہ عیوض رائے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہمعصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہوجاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریائے مواج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کرکے ؎

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی کہ فرشتہ کند سجود آنجا

اُن کے روبرو پیش کیا اور مسرت نے بجاے واہ کے۔ این چہ حسن ست واین چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہونچا تو آپ نے بجاے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع مین جان ڈالدی یعنی ؎

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی کہ فرشتہ کند سجود آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کسقدر حسن پیدا ہوگیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات ۵۸ء کے غدر مین برباد و ضایع ہوگئے اُن کے گھر مین آگ لگادی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہین گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہونچ گئے تھے حافظ غلام علیخان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن مین ضعیف دیکھا تھا۔ اونکی ایک مہر مین سنہ ۱۲۰۶ ہجری اور دوسری مہر مین سنہ ۱۲۰۹ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہر مین (ابوالیمین سید عبدالرزاق) اور دوسری مہر مین (ملان عبدالرزاق) منقوش تھا۔ سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب کی اولاد ہوے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب درسی آپکی تصنیفات سے طبع ہوکر شایع ہوگئین باقی کلام ضایع ہوگیا۔ کچھ حصہ تذکرۂ شعرا کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردون کا حلقہ وسیع ہے انمین بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زمانہ ہوے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبداللہ صاحب اُن کے برادر نامدار منشی محمد صالح صاحب داروغہ کتبخانہ شاہ اودھ لالہ گرپرشاد مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت رائے شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہجہانپوری کے اس شعر کا ؎

بوقت لقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہایم ✣ کہ روزی میکند از ہم جدا یاران ہمدم را

یہ جواب دیا ہے ؎

بہم میجا کند یاران دور افتادہ را روزی ✣ لب و دست و دہن میجا شوند ہنگام خوردن ہا

خلیفہ صاحب کے شاگردون مین ایک صاحب لالہ سدا سکھ لال متخلص بہ شایق بڑے قابل تھے انھون نے مثنوی سکھاسن بتیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی خوب داد دی اسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلیے چند شعر نقل کیے جاتے ہین ؎

بوصف یمینی بہ بندم کمر	کہ شد در جہان از ہنر نامور
سبق برد در شعر و در شاعری	ز سعدی و خاقانی و انوری
کلاہ سعادت بود بر سرش	ملائک بپوسند خاک درش
براہ صفا مثل پیر من است	ازان در جہان دستگیر من ست
بہ الطاف مسند چو شعر ترم	باوج تفاخر رساند سرم
گر از لطف و احسان کند یک نظر	شود نامۂ من بعالم ثمر
نوازش گر بہا از دو روز نیست	بچشم امیدم جزا و نوز نیست
نوشتم من این نامہ را مختصر	بہ ارشاد اوستاد والا گہر

چو شد نظم این نامہ نکتہ سنج		ہزار و دو صد بود بر چہل و پنج	
کنم نامہ نامی بر دوستان		چو نظم یمینی بہندوستان	

خلیفہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد تخلص تھا انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک مین پھیل گیا تھا وہ عیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ مین شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت مین مناظرہ ہوگیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی دھجیان اُڑا دین اور اُن کے کلام کے نقایص مین ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعرای لکھنؤ کی خدمت مین پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہین حتی کہ نواب وزیر الممالک فرمان روائے اودھ اور مرزا محمد فاخر مکین انشا، اللہ خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسن قتیل وغیرہ نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرۂ شعرا مین درج کیا ہے اور سنداً اوس عبارت کا لکھنا اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے

کندن لال ارشاد تخلص اندازموزون طبعان شاہ آباد دست تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی اورا باشخص عیوض رائے نام مسرت تخلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمناظرہ انجامید غزلی چند کہ تصرف و دخل درآنہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشا، اللہ خان و میر تقی و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند آن تصرفات را دیدند و پسندیدہ و مسجل و مختتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔

وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات ہین اور فارسی محاورات کی غلطیان نکالی ہین اوسکا لطف اوسی زبان مین ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھدینا ضروری ہے۔

شعر مسرت ؎

ز سیمین ساعدت پروای سیم و زر نمیدارم	شدم از دست و از دستِ تو دستی بر نمیدارم

اعتراض ارشاد

بجاے (پروا ے) کے (سودا ے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم وزر سے مناسبت تھی، اسکے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیزے بر داشتن) ہے نہ کہ دست از چیز بر داشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہون اور اوسکو یون لکھین = اصلاح ؎

ز سیمین ساعدت سودای سیم و زر نمیدارم	ز دندانت تمنای دُر و گوہر نمے دارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہین۔

کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیز و برُخ زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز
آہ از دل ناصبور خیزد	چون شعلہ کہ از تنور خیزد

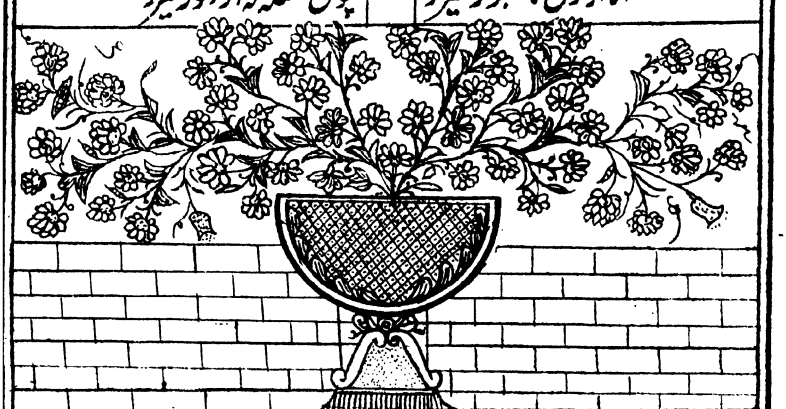

حضرت شاہزمان صاحب علیہ الرحمتہ

شاہ صاحب مبرور اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہین مزار اُن کا پرتصرف ہے اکثر حاجتمندون کی مرادین آپ کے توسل سے حاصل ہوین۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہین آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُتر و پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاورون کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اللہ پر مین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذر اوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض سرکاری مین وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل بیان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یک قطعہ پانزدہ بیگہ اراضی نیچہ المشتہر چک گوشائین افتادہ خارج جمع سوائے مال سرکار در سواد موضع خانپور من ابتدائے سنہ ۱۲۳۲ فصلی نیاز زیارت گاہ حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز باسم چنون میانہ حسب معاف نمودہ شد باید کہ قطعہ مذبورہ تبصرف موصی الیہ واگذارند محدود دست بدین حدود اربعہ

محمد عزیز خان ۱۲۱۱
محمد خان بہادر ولد

حد شرقے ۔۔۔ حد غربے ۔۔۔ حد شمالے ۔۔۔ حد جنوبے
چک شیخ اسمٰعیل صاحب ۔۔۔ چک کمون میان صاحب ۔۔۔ چڑیا چک اعظم خانصاحب ۔۔۔ چک غلزئی

کہ مشارالیہ بخاطر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بعد فصل چین تردد نمودہ از حاصلات آن صرف ما یحتاج خود وزیارت گاہ میکردہ باشند و بدعای خیر دیا دالٰہی مشغول و موظف باشند وگاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ و مزاحم و متعرض نشوند و ہر سال سند مجدد طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریرا فی التاریخ یازدہم شہر صفر المظفر سنہ ۱۲۴۳ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

ٹھاٹ صاحب

آپ شاہ آباد مین صاحب ولایت بزرگ گذرے ہین۔ ایک واقعہ مستند حضرات کی زبانی سُنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد مین پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہان کی خلایق پریشان ہوگئی تھی لوگون نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر مین ایک کفش دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس بھیجدیا اونھون نے تھوڑا دن باقی تھا اوسی وقت کوچ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد کیا اور معا نواب شجاع الدولہ نے حکم کوچ کا دیدیا۔ آپ کے مزار مین اختلاف ہے بعض متصل مسجد خواجہ سرا واقع بازار چہار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب و بعض اختیار پور کے قریب جو درخت تاڑ کے بتلاتے ہین واللہ اعلم۔

راجہ ہلاس رای صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لایق ہوے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہین اونکی ترقی و تنزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کایستھ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب امینی کے شاگرد رشید اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے کے جو سرکار لکھنؤ مین دیوان تھے بھتیج داماد تھے۔ نواب آصف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دانشمندی سے ملک اودھ مین وہ ہر دلعزیزی و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے کو نواب وزیرالممالک کا اسدرجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی مین اپنی رائے سے احکام نافذ کرکے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب وزیرالممالک فرمانروائے اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج مین ایسی معقول پسندی و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے اور جو کام کسی کا ہوتا اوسکے انصرام مین تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہین منجملہ اُن کے کسیکی نقل بھی ثبوت کے لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر ورئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جاتے تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب ممدوح اور نواب وزیرالممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھین کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے غصہ کی حالت مین اوسکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہونچا مگر راجہ صاحب موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اوس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سُن کر رفع کرا دیا تھا اُن کے مکانات محلہ دلیر گنج بمیں شاہ آباد مین بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی اُنکی امارت کا اندازہ صرف کنور رامبخش کی شادی سے جوان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب بارات ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمائدین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب کے یہان جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوسمین شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

ما بدولت ہی چنانچہ اوسمین اکثر باشندگان وطن شریک ہوے تھے بارات موضع کندی تحصیل سندھولی ضلع سیتا پور مین اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہان گئی تھی معتبرین اور معمر اشخاص کی زبانی سُنا ہے کہ بارات اس ہجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زرعت اور ایک لاکھ روپیہ لٹوائی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کو رونمائی مین دیا گیا تھا۔ غرضکہ جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر سُنی گئی ہے کہ نواب آصف الدولہ بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر اونکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چبوترہ بناکر اوسپر اونکو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ اُن پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار لکھنؤ مین ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ اور اُن کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھر کو آتے جاتے تھے چونکہ شاہ آباد اثناے راہ مین واقع ہے اس لیے یہان بھی ٹھہرتے تھے۔ ایکبار کسی ضرورت سے مہاراجہ ٹکیٹ راے بریلی کی آمد و رفت مین شاہ آباد ٹھہرے اور اونکو پوجا وغیرہ کی ضرورت سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُن کو ایک شخص لالہ منبی پرشاد صاحب کے مکان پر لے آیا اوسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب رئیس اعظم شاہ آباد کے یہان نظر بند تھے اور ہلاس راے معہ اپنے بھائیون کے اپنے مکان پر بیٹھے ہوے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے مہاراجہ ٹکیٹ راے کی جب نظر ہلاس راے کے چہرہ پر پڑی تو اونکو خوش نصیبی و اقبالمندی کے آثار محسوس ہوے مہاراجہ نے ان کا رائچہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھون نے ہلاس راے کے والدین کو سلوک سے خوش کرکے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کرلیا اور مہاراجہ صاحب ان کو معہ ان کے ہر دو بھائیون کے اپنے ساتھ لیگئے اور وہان انکی تعلیم و تربیت مین جو کمی رہگئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدۃ العمر اپنے پہلے اُستاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولے اور ہمیشہ اونکی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب کے مکان پر ضرور جاتے اور اونکو اپنے یہان بہزار عزت افزائی بُلا کر خدمت کرتے بلکہ خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور مین کرکے خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد مزاجی اور کمال استغنائی سے گھبراکر لکھنؤ سے شاہ آباد چلے آئے۔

مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات مین راجہ ہلاس رائے کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار مین سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔ چونکہ مہاراجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اونھون نے راجہ ہلاس رائے کو بیاہ دی تھی اور انھون نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و نیکنامی پیدا ہوگئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب مگیان پرکاش مین جو بعہد نواب آصف الدولہ بہادر تصنیف ہوی ہے اور اسمین امرا و ارکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہین لکھا ہوا ہے اور وہ کتاب ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی اور حالات مندرجۂ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان مہاراجہ دھرماتما بکارنیابت و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز است حسن ذاتی و صفاتی

لہ مہاراجہ دھرماتما مراد از راجہ نرندھر بہادر راجہ ٹکیٹ رائے بہادر ہست ۱۲

بسیار میدارد که با تمامی برادران از خویش و بیگانگان دوازده قوم کالیستهان در پرداخت یکسان در سلف که بسیار ها نامور شده اند باین اوصاف کسی نبوده و نه شد گوی سبقت ازهمه ربوده و می برد و بدولت خواهی خانه آقا یعنی خداوند دام ظله و اجلاله چنان بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواهد بود و یقین دریافت میشود که روشنی نام مهاراج ادهراج دوبالا خواهد نمود قسمی که در روز روشن لعل بدخشانی پیش آفتاب درخشان و نورانی میشود همچنان روبرو مهاراج منور و نام آورست راجه موصوف در آئین و روش و فیض بخشی و فیضرسانی از راجه های پیشین نامداری پیدا کرده و در دلداری غریبان و همچشمان و خبرگیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی منشان بظهور می رسد شرح ازان دشوارست و در نظم و نسق جد و جهد از نول رای به بندوبست پرداخته دقیقه از دقایق و گنجایش هر جا که لایق میداند نمی گذارد و احدی را از و پرگنات و صوبجات و سپاه و کارخانجات جزو کل از قبضهٔ خود بیرون نگذاشته که اطلاع نداشته باشد سخن اوصاف مختصر هرچه میکنند کتابه برطاق رو کار می سازد۔

منجملهٔ اُن اسنادکے جو معافیات کی ہین ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جُونکی طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات راقم کی ملکیت مین ہین درج ذیل کیجاتی ہے۔

نقل سند بمہر راجہ ہلاس رای صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب سنہ ۱۲ فصلی

برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالی۔

موازی پنجاہ بیگہ پختہ اراضی در سواد چکات موضع لکرھائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ مقرر و معاف ست در نیولا پنجاہ بیگہ پختہ آراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتدائے سنہ ۱۲۰۱ فصلی بنام مشارالیہا از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ بمشارالیہ پیمایش کنانیدہ بتصرف شاہ صاحب واگذارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ و صرف معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت موظف و مشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔

برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معافی قدیم از موضع لگرھائی بہ گھورن شاہ معاف شدہ لازم کہ بمجرد رسیدن نوشتہ اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ دہند توقف و تساہل نشود و افغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاہ صاحب قضیہ نہ نمایند اگر قصد خواہند کرد تدارک از حضور پر نور خواہد شد خبر شرط است زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط

یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد مین سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو شاہ صاحب موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوی تھی اس مین ایک درخت املی کا بھی تھا جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بدستور شاہ صاحب کے قبضہ مین چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے مزاحمت کی جسپر تکیہ دار مذکور نے واویلا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک قطعہ نواب صاحب مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ واگذاشت اراضی کا سیف علی نے ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو لکھا تھا ایک سند راجہ کیطرف سے اعظم خان و امانت خان سید نخیل کے نام موجود ہی اوسکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور وغیرہ بدانند۔ چک چڑیہ و چک سید ابو الخیر واقع موضع مرقوم از ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۲۱۱ فصلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد باید کہ محصول آنجا را از ابتدای مسطور در تصرف خان مشارالیہما گذاشتہ باشند و بعلت محصول بوجہی من الوجوہ مزاحم و متعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بست و ہفتم

جمادی الاول سنہ ۱۱۹۳ ہجری۔ قطعات چک چڑیہ چک سید ابوالخیر راجہ صاحب کی مہر مین سنہ ۱۱۸۵ ہجری کندہ ہین	ہلاس رائے ۱۱۸۵ھ

رای موہن لال صاحب چکلہ دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیون مین مثل اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر اُنکی مُہر دیکھنے مین آئی ہے چنانچہ موضع کیہم پور بہداسی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان مین سنہ ۱۲۰۳ھ کو معاف ہوا تھا وہ بھی اُنکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب وزیرالممالک سے عطا ہوا تھا ان کی مہر مین سنہ ۱۲۰۹ ہجری کندہ ہین ایک پروانہ مین جو عامل شاہ آباد کے نام ہے رائے صاحب لکھتے ہین کہ دس بیگہ زمین جو بنام اہلیہ شہامت خان معاف ہے اُس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔

نقل پروانہ بمہر رائیصاحب رائے موہن لال مرقوم بست و پنجم شہر شعبان سنہ ۱۲۱۴ ہجری

برادرم عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

موازی نود و دو بیگہ اراضی بخیتہ و مبلغ پنجم و پیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد علاقۂ مولا گنج در وجہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہدا معاف و واگذاشت گذاشتہ لازم کہ الحال تبصرف امام باڑہ تعلق مشار الیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند و ہر سال سند مجددہ طلبند۔

تعداد دہ مختان	گوریا	مریدپور	چکات باغات	کلیان پور	مریدپور کوئی
۵	عگہ	عگہ	عگہ	عگہ	عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب اصف الدولہ کے حضور مین ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھر کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کرکے بھیجدیا تھا اور اوسکے بعد جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار اودھ مین مہتمم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا جنگل کٹواکر انھون نے صدہا مواضعات آباد کیے اور اکثر دہان کے باشندون کو معاف بھی کیے تھے اکثر سرکاری دفترین بیسیون واجب العرض اور بندوبستی کاغذات مین جو ضلع کھیری کے متعلق ہین ان کا نام دیکھنے مین آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور اونکے فرزند راے لالتا پرشاد بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہین ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت لال تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے تھے اوسکی نقل تحریر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ دیہات زمینداری خانپورہ وغیرہ بمہر محمد اعزاز خان بہادر و بمہر فاضی شاہ آباد

مرقوم بست پنجم شہر صفر سنہ ۱۲۷۰ھ

منکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس و زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ ایما چون زمینداری دیہات خانپورہ وغیرہ کہ بلاشرکت غیری در قبض و تصرف خود دارم الحال زمینداری دیہات مذکور مفصلۂ ذیل از راہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ برخوردار نورچشم راے موہن لال

خلف لالہ بینی پرشاد دادیم وبخشیدیم باید کہ برحقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بدلجمعی تمام قابض ومتصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ وامانت خان داخل سیاہہ سرکار شدند ثانی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم ومتعرض نشوند نخواہد شد بنابراین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد وعند الحاجت بکار آید۔

تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آغاپور گڑھی پور نصیر پور بھٹہ کولہ ہرولی کوئیان پور واپیریا رسول پور چریا ایگوان نرسیا موکھیلیا نگرہ لوتھو سرائے کمال الدین خان لکڑای سرائے رانک بروری امریا منگیاوان پورو وچھٹ پوہ گوریا خاص سرسی ٹھیوان

ایک مدت تک راجہ ہلاس رائے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی تنزلی سے ان کا ستارہ بھی جو اوج پر چمک رہا تھا مدھم ہوگیا چونکہ دیسی ریاستون اور ایشیائے سلطنتون مین اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہین کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل مین آیا تو اوسکے جتنے متوسل ہوتے ہین وہ بھی زردرو اور علیحدہ کردیے جاتے ہین۔ یہی معاملہ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی معزولی سے راجہ ہلاس رائے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزولی کا قصہ تاریخ سلاطین اودھ وغیرہ مین مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہین۔

"جب بعد شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ مسند نشین ہوے تو اونھون نے ایلچ خان کے بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے کو دیوانی کا عہدہ عنایت فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقیہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے اور وہان سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکدر ہوگیا اور بعد واپسی کلکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی تفاق پیدا ہوگیا۔ اسی زمانہ مین

ایک روز مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے نواب آصف الدولہ کو پچھتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا کہ اسقدر قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہوگیا ہے اور آیندہ سود بالائے سود سے زیرباری ہوگی چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب مدار المہام ومتوسل بنی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد مین ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا لے لیا کرتے تھے اور ان باتون سے کچھ خبردار نہین ہوتے تھے اس فرد کو دیکھکر نہایت برہم ہوے۔ جب مہاراجہ ٹکیٹ رائے چلے گئے اور راجہ جھاؤ لال حاضر ہوے تو جناب عالی نے راجہ سے مخاطب ہوکر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف نہین دیتا تھا۔ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کو دیکھو کہ آج اوسنے پچھتر لاکھ زر قرضہ کی فرد لاکر مجھے دکھلائی یہ نہین جانتا کہ اگر مابدولت سے دردسری ہوسکتی تو پھر نائب ومختار کی کیا ضرورت تھی راجہ جھاؤ لال یہ سنکر خاموش ہورہے جب مکرر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤ لال نے عرض کیا کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکیٹ رائے آدمی بد ہے تغلب وتصرف کرتا ہی جو کچھ حساب اُسنے پیش کیا ہے جعلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھکر میرے روبرو پیش کرو۔ راجہ جھاؤ لعل حسب الحکم گئے حویلی بچھراج مین مہاجنون اور ٹکیٹ رائے کو بلوایا اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کرکے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ کرکے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اوسی روز مہاراجہ ٹکیٹ رائے معزول کردیے گئے اور بجاے ان کے راجہ جھاؤ لال مقرر ہوے لیکن چند روز کے بعد ۱۲۱۱ھ ہجری مین راجہ جھاؤ لال کو بھی رزیڈنٹ صاحب نے موقوف کرکے پٹنہ عظیم آباد بھیجدیا اور ان کے ذمہ سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط وکتابت کا الزام لگایا گیا۔ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کا جملہ سامان ضبطی مین آیا سعادت علیخان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی وسخاوت

اور سلوک مین بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے اُنھون نے جس جگہ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہان مسجد بھی بنوائی چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا مقرر تھا - مہاراجہ ٹکیٹ رائے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو انکے بعد ترقی کرتے - الحاصل بعد علیحدگی مہاراجہ ٹکیٹ رائے کے راجہ ہلاس رائے بھی بیکار ہوگئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد مین موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد مین کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اُس سے اہل خاندان اوقات بسری کرتے رہے بعدہٗ اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے - راجہ ہلاس رائے کے پھاٹک کے کواڑ خواجہ محمد شاہ صاحب کے پھاٹک مین لگے ہوے ہین افسوس کہ اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہے - زمانہ کے انقلاب سے یکسان رنگ کسی کا نہین رہتا اس ناپائدار دنیا مین کوئی حالت قابل اعتبار کے نہین ہے ؎

اس باغ مین جس سرو کو دیکھو وہ رواں ہے ✦ جس گل پہ بہار آج ہے کل اُسپہ خزاں ہے

رائے منگلی لال صاحب چکلیدار

رائے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے مہاراجہ بلکرشن دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے انھون نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرایض منصبی دیانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہین کیا شرفا کی قدردانی اور جوہر شناسی کی صفت بھی یہہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت مند اپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے پاس گیا تو انھون نے کبھی اسکو دبایا نہین بلکہ اسکی پوری قیمت ادا کی ایمانداری کے کام مین لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیداروں مین اُن کے گھر آجتک جائداد باقی ہے ۱۲۸۰ھ
فصلی مین راے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوی سرائے
کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست وخام حالت کو پختگی سے تبدیل کردیا آخر زمانہ مین انکو بصارت
سے معذوری ہوگئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور اہلکارون سے لیتے رہے بہت سے کاغذات
جن پر راے صاحب کی مہرین ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور بعض اسناد واحکامات بھی
دیکھنے مین آئے ہین بعض پروانے ان کے یہان کے پڑھے ہین چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۶ھ
کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ مسمی عزیزو محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت
ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طے کرادو اور اوسکی کیفیت حضور مین ارسال کرو دوسرا پروانہ
نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۹ ہجری کو آیا ہے کہ
منجملہ دوسو روپیہ کے لعہ جو بابت انکار کے چاہیے ہین وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔
ان کی جانب سے یہی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی آراضی کے
بارہ مین حسن علیخان ویعقوب علیخان رئیسان کھیڑہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کردیگئی ہے۔

مہر
راے منگلی لال

خان صاحب مہربان حسن علیخان ویعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ
ظاہر اور دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر مزاحمت وتعرض نمیرسانند
چون معافی قدیم است وگاہی احدی تعرض نساختہ حالا ایشان از چہ اراضی مذکورہ فرق مینمایند
لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ احیاناً اراضی مذکور تعرض نرسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سرفراز
ہوے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہین اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے۔ لال بہادر
صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے راے راج بہادر صاحب ہین

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہوگئی ہے مگر اونھون نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی۔

راے منگلی لال صاحب کی مہر مین ۱۲۵۱ھ ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی چکلیداری کا ثابت ہوتا ہے ۱۲۶۳ھ ہجری مین راے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چون راے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سوے جنت شدہ درداو دریغا
ہر یک سر خود را پے تاریخ بریدند	سنج و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال راے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک روہیلکھنڈ) کے طبیب اور دوا ساز تھے۔ فن طبابت مین ید طولی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت راے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکارون کی زبان سے سُنے ہین حکیم دولت راے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے اونکی لانبی کاکلین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھائے رہا کرتی تھین ان کے بیٹے خوشوقت راے خوشنویس و لایق و طبیب ہوے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلی بھیا گنیش راے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوے یعنی چین راے۔ روپ راے۔ مصاحب راے۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال راے اور

عیوض رائے انکے پاس جائداد بھی تھی اکثر غسل صحت پر وہی حوصلہ اشخاص نے باغات وچکات دیے تھے۔ موضع رتناپور و نبکاپور پرگنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد چین رائے کے نام معاف تھے غالبًا یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ مین آئے۔ ایک باغ گڈھی مین کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بچشم خود دیکھی ہے اور ۱۲۹۹ھ ہجری کو زوجہ اعظم خان ذکریا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت رائے کو ایک قطعہ چار بیگھہ کا دیا تھا اور ۱۲۸۶ھ ہجری مین عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکریا خیل ساکن محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم گنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکۃ الآرا ہوے ہین چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر والی چھالرا پاٹن کے علاج مین جب یہ طلب ہوے تو اونھون نے اطبائے نامی کے مواجہہ مین نسخہ مرتب کیا اور نہایت حذاقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھین کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل توصیف کیا ہے راقم نے اونکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہے اجزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت سے تحریر کی ہے بلکہ اوس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام چھالرا پاٹن بخاطر داشت مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر حسب الطلب اتفاق راقم شد بود وکمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطباء دیار علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیم پور بھد اسی مرحمت ہوا تھا نقل اوس پروانہ کی یہان تحریر کیجاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۲۹۵ فصلی

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار این جانب بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔

موضع کھیم پور بھد اسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن وجاگیر التمغا سرکار انیجانب است

اُمرا در نیولا معہ رقبہ وسوای زمین مزروعہ وغیر مزروعہ وافتادہ محض وقابل زراعت وغیر ممکن الزراعت وزمین شور وبلکر وبنکر وچاہات وتالاب وباغات وجمیع حقوق زمینداری درو جہ انعام حسن المعالجت بنام حکمت وحذاقت آب بھیالالہ مصاحب برائے حکیم این سرکار بعنایت مرحمت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی وحقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت قابض ومتصرف بودہ بدلجمعی تمام ہمگی اوقات خود بدوائی ومعالجۂ بیماران کہ کار ثواب ست داشتہ باشند باید کہ جملہ اہلکاران سرکار انیجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف ومرفوع القلم دانستہ احدی احیانا بوجہی من الوجوہ از بھیا موصوف مزاحم ومتعرض نشوند دریں باب تاکید دانستہ حسب الحکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لاولد تھے حکیم دولت رائے کے لڑکون مین بھوانی پرشاد ٹکیت رائے نوبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے ہرسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے۔ آپ بھی شاہ آباد کے باشندہ ہین محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب رہا کرتے تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور اُن کے والد نامدار بادشاہ دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھین جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن مین بعینامے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور ان کاغذون مین انکے نام کے ساتھ امارت و ایالت مرتبت حشمت و شوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہین۔ بعض بعینامے اس وقت راقم کے پیش نظر ہین ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعد اسد خان بازیدخیل سمندر خان سمند۔ سید ابو الخیر صاحب۔ یوسف خان و رسول خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔ یہ بعینامہ میں بیگھہ پختہ باغ کا ہے اسمین دو سو درخت نصب تھے اور تالاب چوموہنا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو محمود خان بازیدخیل عرف مولخیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ہجری کو یہ بعینامہ تحریر ہوا ہے۔ اسیطرح ایک بعینامہ ۱۱ رمضان ۱۱۷۵ھ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگہ آراضی بھی تھی محمد پرول ابن عبدالواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بعینامہ پر گواہیان مسمی الزمان صاحب قادر داد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین نواب یعقوب علیخان کے دوسرے صاحبزادے معتمد الدولہ مصطفےٰ خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام ایک مہر مین کھدا ہوا ہے یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کیطرف سے عطا ہوے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت و امارت خطابون سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ گردش ایام سے اُن کے مکانات کے نام و نشان تک نہ رہے اور اس وقت کی نسل اُن کے خطابات سے بھی آگاہ نہین۔

شاہ آباد کے قاضی

یہان کے قاضیون کے مورث اعلیٰ قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سنہ ۱۱۲ جلوس مین بجاے قاضی شیخ محمد اوجیالی اور قاضی ابو البقا کے دار القضا شاہ آباد مین مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہان سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی و بحالی ہوتی رہی اس دوران مین قاضی صاحب موصوف نے عہدۂ قضا کی سند اپنے فرزند بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کرا کے شاہ آباد مین اُنکو مقرر کرا دیا اور خود قنوج کے قاضی ہوے اس زمانہ تک شاہی دربار مین قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی رہی جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب وہ شاہجہان آباد پہونچے تو اونھون نے ایک مغل بچہ کو مبلغ ایکہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد مین ہین اور ہماری جگہ کے متلاشی ہین اُن کو جان سے مار ڈالو چنانچہ اوس مغل نے نامبزدہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی مین آئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زرخون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیون کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعوی بادشاہی اجلاس مین دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے استغاثہ مین قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدۂ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات وچکات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کرلیے اب ایک شخص
قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا۔ ہرچند قاضی فیض اللہ صاحب اور اُن کے
پسران قاضی بدیع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم
اپنے عہدہ پر بحال ہوجائین مگر کامیاب نہوے اب بیکاری و تنگی معاش سے نان
شبینہ کو محتاج ہوگئے۔ اس عرصہ مین ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی
فیض اللہ صاحب کے تھے اُنھون نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ
حاصل کیا اور اپنے باپ کی عُسرت پر مغموم ہوکر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوے کیونکہ
اُس زمانہ مین تمام خلایق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہان پہونچے تو اپنی
رسائی سے امرا و ارکان دولت کے یہان تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ
پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بحالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر
بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیجدی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور
مین حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد مین اپنے دوبارہ
عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی
سند اپنے نام کرالی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب
تاحیات اپنے بیٹے کی نیابت مین کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا
انتقال ہوگیا تو اونکے دیگر فرزندان اس عہدۂ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان
صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار مین حاضر رہے بعد انتقال کرنے
اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند
اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرائی اور اُن کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کیغرض سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی مین بھی رہتے اور فرایض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھین کے پاس بھیجتے انھون نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خریدے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند قاضی رضاء اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امرا اور صدر الصدور وغیرہ کے یہان رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہان رہے اور کوشش بلیغ کرکے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بحال کرا دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہان کے مقدمات مین برہمی پیدا ہوگئی تو قاضی رضاء اللہ خان بھی وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضاء اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوے اور پالی مین قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متعین ہوے جب تک یہ دونون بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء اللہ خان کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند ابو الحسن جنکی عمر اوسوقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی مین بجاے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھلائے گئے اور اونکی تعلیم و تربیت شاہ آباد مین چچا کے پاس ہوتی رہی چھیالیس سال تک رضاء اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جز رسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات مین اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوے تو سیتا رام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدۂ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراے کار سے باز رہے۔ اس زمانہ مین

شجاعت علیخان جو یہان تعینات تھے وہ بطور سزا اول کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد و پالی پر متعین کیے گئے اور ان سے مچلکہ عدم مداخلت کا لکھایا گیا اس قضیہ کے پیش آنے سے قاضی رضاء اللہ خان لکھنؤ گئے اور وہان کے ارکان دولت ملازمت حاصل کی اور بجاے سرکار دہلی نزما نرواے اودھ کے حکم سے اجازت برقراری منصب حاصل کی راجہ جھاؤلال راجہ ہلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عہدہ کے متعلق لیکر شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا مچلکہ واپس لیا اور بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہے اس عرصہ مین اُن کے مخالفون نے اُن کے بھتیجے ابوالحسن کو ورغلایا اور ان کے مقابلہ مین لڑائی پر آمادہ کیا اُسنے تمام موروثی اشیاء و مکانات اور اسناد ملکیت پر قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضاء اللہ خان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صورتحال ۹۔ رمضان ۱۳۰۰ھ ہجری کو لکھائی اور اُسپر عمادین شاہ آباد کی مہرین کرائین اور وہ صورتحال بہت لمبی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد مین ایک سو سے زائد اشخاص کی مہرین اسپر ثبت ہین اسپر دستخط و مواہیر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار بانسٹنگر۔ محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمعہ میان رئیس موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس رائے صاحب۔ خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی اعظم خان صاحب رئیس سید خیل۔ امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب وہمت رائے چودھری گرویاں۔ امانی خان معتمد۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان وغیرہ کے موجود ہین۔

قاضی رضاء اللہ خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب ابن قاضی ظہیر الزمان صاحب

شاہ آباد مین عہدۂ قضا پر مامور رہے اور اونکے بعد اونکے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب شاہ آباد کے قاضی ہوے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیون کے اجلاس سے فتوے لیے جاتے فرایض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کیطرف سے قاضیون کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا ششن جج کا منصب تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بجز نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیون کے متعلق نہین رہا۔ بجاے فصل خصومات کے مخاصمت باہمی باقی رہگئی ہے۔ اب اس خاندان مین قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہین۔

قاضی رضاء اللہ خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد سلطنت مین تحریر ہوے وہ اب تک موجود ہین راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گذر چکے ہین بعض کی نقل بیان درج کیجاتی ہے۔

نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضاء اللہ خان شاہ آبادی

عبید خان سپہ خان صمصام دور سنخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران و کروریان و جمعو سکنہ پرگنۂ سونی پت وغیرہ سرکار و صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد را اعلام آنکہ حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب احتساب وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضاء اللہ و لناصر الزمان حسب الضمن مقرر و مفوض گشتہ باید کہ کما ینبغی بلوازم مناصب مذکور قیام نمودہ در تعاویب اوقات مسکرات و زجر اصحاب مسکرات و تعدیل اوزان و ذراع و مکیال و ما یکون من ہذا القبیل مساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ

و دقیقہ از دقایق و احتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نموده مشار الیہ را محتسب غیرہ دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ بخدمت مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک و ندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ غرہ شہر صفر المظفر سنہ ۲۹ جلوس والا قلمی شد -

ایضاً

عبید خان پسر خان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران و کروریان و جمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار و صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد اعلام آنکہ -

حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضای و خطابت پرگنہ مسطورہ سوا و قصبہ و قریات متعلقہ آن از تغیر محمد تقی محمد رضا اللہ و انا طہ ارزمان خان مقرر و مفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم مناسب مزبور قیام نموده شدد در فصل قضایا و خصومت و اجرا حدود و تعزیرات و اقامت جمعہ و جماعات و ترغیب مردم بطاعات و النکاح من لا ولی لہ و قسمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایتام و تعیین اوصیا و نصب قوام مساعی موفورہ تقدیم رسانیده و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نموده مشار الیہ را قاضی و خطیب بنجا دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک و ندانند و محاکمہ و مستخلاف را بہمراہ شمارند و رینیاب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳۰ جلوس والا قلمی شد

نقل فرمان احمد شاہی بنام قاضی ضیاء اللہ خان

عبیدخان پیرخان صدرالصدور فدوی راسخ الاعتقاد احمدشاه بادشاه غازی

گماشتهای جاگیرداران وکروریان وجمهور سکنه پرگنه کنور سرکار و صوبهٔ دارالخلافه شاهجهان آباد را اعلام آنکه وکیل رضاء الله ولد ناصرالزمان التماس نموده که موکل منصب قضای وخطابت پرگنه مسطور سرفرازی دارد امیدوار است پروانه مطابق شیوه از انجا که از روی سرشته دفتر بظهور پیوست که بموجب پروانه حضرت مرقوم ششم شهر ذی الحجه سنه ۳۰ مناصب مزبوره بمشارالیه مقرر است لهذا حسب الحکم الاعلی قلمی میگردد که مشارالیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری را سهیم وشریک او ندانند درین باب قدغن دانسته حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ پنجم شهر ذیقعده سنه احد جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبیدخان پیرخان صدرالصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمدشاه بادشاه غازی

گماشتهای جاگیرداران وکروریان وجمهور سکنه پرگنه سونی پت سرکار وصوبه دارالخلافه شاهجهان آباد را اعلام آنکه حسب الحکم جهان مطاع وآفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضای پرگنه مسطور معه سواد وقریات متعلقه آن از انتقال ناصرالزمان برضاء الله پسرش مقرر ومفوض گشته که کما ینبغی بلوازم منصب پرداخته قیام نموده در فصل قضایا وخصومات واجرای حدود وتعزیرات واقامت جمعه وجماعات و ترغیب مردم بطاعات والنکاح من الی ولده وقسمت ترکات وحفظ اموال عنب وایتام وتعیین اوصیاء ونصب قوام مساعی موفوره تبقدیم رساند باید که برطبق حکم فیض شیم عمل نموده مشارالیه را آنجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه الخدمات مستقل دانند و

دیگرے را سہیم و شریک اوندانند و محلوک و متحلاف بمیرا و بمیر شمارند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تاریخ بست و نہم شہر شوال سنہ ۲ والا قلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہین آپ کے مورث اعلی شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران زاہد اور شاہ زمان صاحبان بمقام کلھوابن جو ضلع اعظم گڈھ مین ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب ممدوح کے اجداد وہان سے جدا ہو کر شاہ آباد مین آباد ہوے مانگن میان صاحب کے متعلق ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحانًا ایک فتیلہ جلتا ہوا انکی دستار مین رکھدیا تھا قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا توڑا انکی پگڑی مین سرد ہو گیا اور پگڑی پر آگ کا اثر تک نہ پہونچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہی واللہ اعلم میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہین اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی صاحبزادی منسوب ہین افسوس کہ احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوے انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو صاحبون سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبداللہ صاحب جمعدار

حافظ صاحب ممدوح خداترس دیندار وضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم و سختی کو روا نہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل مین بھی جبتک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اللہ کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبدالغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جسکو اس زمانہ مین ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سبحان علیخان کنبو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدار المہام کے مصاحب و مشیر[1] سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج مین کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے۔ حافظ صاحب محلہ گلگیانی مین رہتے تھے اونکی مسجد اب تک قایم ہے جسکے صحن مین اونکا مدفن بھی ہے عہد شاہی مین اونکا دور دورہ تھا صاحب نقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کہنے کی شکایت نہین سنی گئی نیکنام رہے املاک و جائداد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ نجاری ٹولہ مین ایک محل عالیشان جسمین متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴ رجب سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اوسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دوسو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سعداللہ خان

[1] روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھا اور خطاب نواب روشن الدولہ منیر الملک قایم جنگ بہادر تھا۔ بعد معزولی حکیم مہدیعلیخان کے یہ بعہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ سنہ ۱۲۴۰ ہجری کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوے۔ سبحان علی خان کنبو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و مشیر تھے اور درحقیقت یہ ہر دو شخص نہایت تیز فہم یکتاے روزگار گذرے ہین۔ حافظ صاحب سبحان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت مین باریاب ہوے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد مین انھین سبحان علی خان وغیرہ کنبو کیوجہ سے معزول ہوے۔

رئیس چوک سے اور ۲۶- رجب سنہ ۱۲۴۳ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان اور حسن علیخان پسران بہادر خان سے حقیت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲۱- ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۲ ہجری کو ایک باغ زوجہ رحمان خان سکنہ محلہ گگلیانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اونکی خریداری کے ابتک موجود ہین اور راقم کی نظر سے گذرے ہین سنہ ۱۲۵۷ فصلی مطابق سنہ ۱۲۶۶ ہجری مین حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا ہے قصبہ شاہ آباد و قصبہ سانڈی و قصبہ پالی معہ پرگنات اونکے زیر حکومت تھے۔

سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو جو کاغذ حساب مالگذاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اونکی بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہان پر لکھی جاتی ہین تین لاکھ ستائیس ہزار کا حساب کاغذ مین درج ہے جسمین عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ اہلکاران عملہ لکھنؤ تنخواہ عملہ ہمراہ تنخواہ اہلکاران محالات کرایہ بارگراں وقت کوچ لشکر

سالانہ ۴ اضافہ ۱۰ اعمالہ ۱۵ معہ

مردمان نظامت کو سائر خرچ نواب صاحب بہادر کو مشیر الدولہ بہادر

معہ سالانہ ۱۴ ماہانہ ۱۱ ۱۱ سالانہ

شرف الدولہ بہادر لالہ جواہر لال روشن لال مشتر دام لالہ موہن لال سیاہ نویس متصدیان دیوانخانہ وزارت

الیسار ماہر معہ ماہانہ

منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال منشی خانہ وزارت بموجب رقعہ حافظ صاحب سنہ ۱۲۵۷ فصلی

ماہانہ ماہانہ الیسار

اور جو وصلباقی پرگنہ شاہ آباد بابت سنہ ۱۲۴۱ فصلی معہ جمعخرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پرگنہ شاہ آباد ۱۱۵۹ھ داخلخزانہ سرکار ۱۱۵۹ھ نقد معہ ۱۱۵۹ھ

بموجب رسیدات رائے ہرچند حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نوابصاحب

معہ مالہ ۱۱۵۹ھ ۱۱۵۹ھ

فرمایشات ولایت علیخانصاحب فرمایشات علی حسین خان صاحب

۱۱۵۹ھ ۱۱۵۹ھ

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوندنعمت دام اقبالہ اخراجات سرکار خداوندنعمت

مالہ ۱۱۵۹ھ

حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد بنام احمدعلیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد

۱۱۵۹ھ

خریدانگشتری برائے خلعت لالہ کالکاپرشاد بنام حکیم نباصاحب برائے شادی دختر

۱۱۵۹ھ

مصارف تجہیز وتکفین آغامرزا قرآن خوان تجہیز وتکفین ولایت علی خان

۱۱۵۹ھ

خیرات وغیرہ تیاری جھول باناتی برائے فیل میاں کلب حسین

پخت طعام خیراتی مرفت مبارک علی تھانہائے محمودی جوشاہ آباد سے طلب ہوئے تھے

۱۱۵۹ھ

غلام امام خان وزوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار بادشاہ پلٹن ہمراہی آغامرزا صاحب کمیدان ۳

۱۱۵۹ھ ۳ بروے پروانہ ولایت علیخان

اسیطرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہی اسقدر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا -

حافظ صاحب نے اپنی زندگی مین اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند سید غلام غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری کو لکھدیا تھا جسپر رائے منگلی لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مُہرین موجود ہین - حافظ صاحب کی مُہر مین ۱۲۳۶ھ ہجری کندہ ہین اور خوبصورت مُہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہی اُسمین مُشیر الدولہ بہادر نے سیّد غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اِقرار لکھایا ہی کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے ذمّہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو تمکو علاقہ سرکار سے عطا ہوگا اُس سے ادا کرنا ہوگا اس بات سے ۱۲۶۷ھ ہجری مین حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا ہی افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سیّد غلام علی صاحب نے بھی جوانمرگ انتقال کیا -

مولوی حسن علیخان صاحب

مولوی صاحب ممدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور افضل خانصاحب رئیس دریاپور کے بزرگون مین تھے عالم باعمل کئی سو حدیثین یاد تھین اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا - آپ شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی کی خدمت بابرکت مین بھی حاضر ہوے تھے - دینداری کا اثر بہت غالب تھا امر حق کے مقابلہ مین کسی کی مروّت نہین کرتے اِس بارہ مین اُن کی بعض حکایتین مشہور ہین

امانی خانصاحب رئیس محلہ مہمند جو سمند رخان کے فرزند اور مُبارز خان کے پوتے اور دیوان پایہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد مین ایک ذی وجاہت شخص گذرے ہین دُنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانون مین اُنھین کا بنگلہ خوبصورتی مین ضرب المثل تھا اُنکے باغ مین کسی کا ایک درخت آم کا جوگیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہوگیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اُسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوے کہ تلوار لیکر امانی خان کے یہان محلہ مہمند مین آئے اور خان صاحب کو اسدرجہ سخت پکڑا کہ درخت مذکور باغ سے اُسیوقت علیحدہ کرا کے اُس شخص کو دلا دیا اُسیطرح مولوی شیخ ثناء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ مین اچھی دستگاہ تھی ایک بار اُنھون نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نوربافت تھے اِس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُسپر مولوی صاحب شمشیر برہنہ شیخ جی کو لیکر نواب صاحب کی ڈھیوڑی پر پہونچے اور پھر دوبارہ سلام علیک اسی طریقہ سے کرایا اور کہا اِس امر مین مؤدب ہونے کی کوئی ضرورت نہین مذہبی معاملات مین ہر شخص کو یکسان ہمسری کے حقوق حاصل ہین ریاست کے اُمور اور ہین مولوی صاحب کے اولاد نرینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سُلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہین

محلہ احاطہ مین آپکا مکان تھا اُنھین کے فرزند عبدالرحمان خان تھے (۱۸) برسکی عمر مین آپ فارغ التحصیل ہوے قصص الانبیا فی احوال الاصفیا زینت مستنطبین اور رشید المومنین تین چار کتابین آپکی تصنیفات سے ہین بعض کتاب کو خاکسار نے دیکھا ہی قصص الانبیا کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع بھی ہوگئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہی راقم کے پاس موجود بھی ہی۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہی ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڈھ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرایض منصبی بخوبی شرعی پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استعفا دینکے وطن چلے آئے تھے ۷۵ برس کی عمر مین انتقال کیا آپ کے حالات مولوی سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش عبدالرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک استفتا پر جو فتوے مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہی وہ آپکی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت مین یہان درج کیا جاتا ہے

نقل استفتا

بسم اللہ العلی العظیم

بہ ارشاد می کنند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین صورت کہ مثلاً زید فوت کردہ و حامد نامی پسر و سہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبید نامے زوجۂ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند وارث گذاشت پس ولایت نکاح دختران زید کہ از بطن زبیدہ اند مر حامد برادر علاتی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران را یعنے نکاح

دختران زید باجازت و مرضی زبیدہ مادر دختران شان می تواند یا باجازت مرضی حامد برادر علاتی شدن می تواند - بینوا توجروا - **الجواب** درصورت مرقومہ ولایت نکاح جملہ دختران زید از بطن ہر زوجہ کہ باشند مر حامد برادر علاتی راست یعنی نکاح دختران زید باجازت مرضی حامد برادر علاتی شان می تواند شد و روبرویش زبیدہ مادر دختران را اختیار نکاح دختران ندکور نیست واگر باوجود بودن حامد مسماۃ زبیدہ نکاح دختران بی اجازت وخلاف مرضی حامد باکسی بندد آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حامد اجازت ندہد ہکذا فی کتب الفقہ والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والمجب لے قدم الجز وان سفل ثم الاصل وان علا ثم جز الاصل القریب کالاخ ثم بنوہ وان سفلوا شرح وقایہ ۱۲ اقرب الاولیاء الی الامرۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علی ثم لاخ لاب ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب و ان سفلوا فتاوی عالمگیری - وان زوج الصغیر والصغیرۃ بعد الاولیا فانکان الاقرب حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف النکاح - فتاوی عالمگیری المجب منصب -

مہر محمد سلطان ۱۲۵۳ھ

میر احمد علی صاحب

میر صاحب صوف صاحب نسبت اور باخدا بزرگ تھے آپکی عمر ریاضت اور یاد الٰہی مین بسر ہوئی خلقتاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپکے پیر مرشد ممدوح کا ۱۲۵۰ھ مین وصال ہوگیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایون مین مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب ہر روز اکثر شاہ آباد تشریف لاکر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے درحقیقت یہ بڑی خوبی ہے کہ آپ اپنے پیرزادہ کے بھی پیر بن آپکے فنافی المرشد ہونیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے آپ ہی علم اور نازکخیال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابین آپ سے پڑھا کرتے مجھے میر صاحب کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روایتین ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کین چنانچہ حاجی محمد حسین خانصاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابۂ کبار کا سُنا جاتا ہے صبر توکل استقامت اُنکا مورو ثی حصہ تھا ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ مین تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ آکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال مین مستغرق ہوگئے اور اوس موذی کے حال سے مزاحم نہوے مگر اوسوقت ایک بلّی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہان سے ہٹ گیا۔

۱۸۵۷ء کے غدر مین جب شاہ آباد مین بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑکر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہین باہر نہین گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھکر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارتے پھرتے ہین آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم مار ہی ڈالوگے ہمارا ہونا نہونا دونون یکسان ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سُن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھکر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر ہم آپ کو چھوڑے دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہمسایون کے مکان پر چور آئے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب مین چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اوٹھے تو چورون کو چوری کی گھات مین پایا مگر بیدار ہوجانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپکی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست مین حدیث شریف اور حقایق و معارف کا مکالمہ رہتا۔ میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سجع موزون فرمایا

محمد احمد و محمود و حامد بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف مین فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریا مخمس با مقیمان وغیرہ قلمی موجود ہین چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کرکے یہان پر درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بہ احمد

ای بہر جائیکہ منبی جلوۂ رخسار اوست	رو بہر طرفی کہ آری پرتو انوار اوست
غیر او ہرگز نباشد ہیچ شے اندر جہان	ہر چہ آید در نظر نی شبہ و تکرار اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سرو ہم قمری و ہم نالہای زار اوست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو امین خاص حق و واقف اسرار اوست

ایضاً

ہیچ حسنی در دو عالم ہمچو حسن یار نیست	خوبروی در جہان چون خوبی دلدار نیست

گرچه نسبت با سرو از قد خوبان داده اند — لیک سروی مثل قدش اندرین گلزار نیست
دیده خواهش زلیخا دار بکشا و به بین — غیر روی یوسف اندر خانه و بازار نیست
پیش مجنون در میان وادی پر خار خار — جز شبیه لیلی اندر دیده اسرار نیست

احمد اندر ما سوا مشغولی خاطر مکن
چه در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست

درد و عالم جلوه رنگین رخ زیبای اوست — رنگ بخش هر چمن رنگ گل رعنای اوست
نیست خالی هیچ جا از پرتو خسار اوست — عالمی پر از فغان و غلغل و غوغای اوست
صبح دارد از بیاض نور او و نور کمال — ای سواد شام هم از گیسو و قبای اوست
احمد مرسل که آمد باعث ایجاد خلق — ای مجسم نور تنزیهی ز سر تا پای اوست

دیگر

روشنی جمله عالم ای ز مهر روی تست — رنگ و بوی باغ دوران هم ز رنگ و بوی تست
شاهی کونین زیبد مر ترا با عز و شان — فرش شاهان فرش خاک راه های کوی تست
ای بهار حسن رویت رنگ بخش هر گلی — زیب سرو هر چمن از قامت دلجوی تست
گرچه شان هر یکی از رنگ های دیگر است — در حقیقت شان جمله از روی یکروی تست
غیر رویت چون نبینم هیچ شی اندر جهان — غلغل و شور جهان جمله ز های و هوی تست
چشم و جان و گوش شنوا دیده بینا توئی — گفتگوی جمله عالم هم ز گفت و گوی تست

سر بزانو نه دمادم احمد اندر فکر باش
عکس روی یار در آئینه زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند — عمریست جاودانه که بر من گذر کند

سازد خرام چون ز سر ناز دلربا | هوش و حواس از سر عالم بدر کند
بر هر دلے که عشق نماید تسلطی | صبر و قرار و هوش و خرد زو سفر کند
در هر نماز عاشق مسکین پاکدل | هر دم وضوی خویش ز خون جگر کند
بهر نثار مقدم یار نکوے من | چشم ترم ز اشک مژه پُر گهر کند
یارب ز درد و رنج دل سوزناک ما | تا چند آه و نالهٔ و فریاد سر کند
آنکس که یافت لذت وصلت مدام و | از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند

غیر از جناب احمد مقبول دو جهان
از یک نگاه پاک که من را نظر کند

آندل که شاه عشق در او جا خبر کند | جز حسن روی یار کجا در نظر کند
افتند صد هزار دل بیدلان بهم | شانه بموی زلف گره دار گر کند
خاک ست پیش چشم کسی شاهی جهان | آنرا که از وصال کسے بهره ور کند
از فرش تا بعرش عیان ست روی یار | چشم یقین ز دیده کسی وا اگر کند
با هم درند جامه گل و غنچه در چمن | هرگاه سیر باغ بپای نظر کند
دستی بکش طبیب ز نبض مریض من | دارد چو درد عشق چه دارو اثر کند
هر دم ز درد هجر تو جانان دل حزین | شور و فغان آه ز سوز جگر کند

احمد بپای عشق سری هر زمان بنه
تا بر سر تو تاج مرصع بنر کند

نعتیه

کس جز تو خدا نا آفریده | نشنید زمانه نا بدیده

از روے تو مہر آفرینش — وز خوے تو خلق برگزیدہ
ای شان تو شان کبریائی — وی نور تو نور چشم دیدہ
در دفتر نیکوئی نہ مثلت — منشی قضا رقم کشیدہ
با ممکن و ہم وجوب پیدا — در عالم اینچنین کہ دیدہ
ای سیر تو ملک لامکانی — کانجا نہ فرشتہ رسیدہ
در پیش و پسی تو ہمچو سایہ — افواج ملک بسر دویدہ
در گلشن قرب او تعالے — جز دست تو گل کسی نچیدہ
قوسین تو جا و ہم مقامت — لولاک لما بتو رسیدہ

کن رحم با حمد شکستہ
افتادہ بخاک دل رمیدہ

گل گلزار لمعانی سراپا صورت جانی — رسول فخر انسانی دُرِ دریای فیضانی
کند خورشید باروی جہان افروز ہر صبحی — ز نور ذرۂ خاکش ببین خویش نورانی
مہ گردون گردندہ بفوج لشکر انجم — بگرد قصر عالی او کند ہر شب نگہبانی
چنین درگاہ سلطانی کرا آید زحقانی — کہ جبریل امین دارد ہمیشہ کار دربانی
بحق گوئی و بحق جوئی بحق دانی و حق بینی — بذاتش میکند جلوہ ہمہ اسرار و اعلانی
گل تنزیہ می دارد سراپا جسم تشبیہی — عیان از نور سیمایش فروغ شان سبحانی
ز اوج عرش بگذشتہ مقرب خاص حق گشتہ — ملائک ماند سرگشتہ بجاہ و فخر انسانی
کند بر حال من شاہا ز لطف عام خود نگہی — کہ زائل گردد از رویم ہمہ گرد پریشانی
بجز درگاہ آنحضرت شفیع خلق بی منت — بر پیش دگر حاجت بکار بخت حیرانی

زدین حضرت احمد قدم بیرون منہ ہرگز
نگیرد غیر شرع او رواج کار حق دانی

در منقبت جناب علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

ایدل بدار حب بجان بوتراب را
شیر الٰہ سرور عالی جناب را

آن کس کہ سر نہاد بخاکش زجان و دل
نے شکل رنج دید نہ روی عذاب را

مشکلکشاے خلق شہنشاہ اولیا
ہست او اخی شافع یوم الحساب را

آن شہسوار دلدل و آن شاہ ذوالفقار
آن شد کلید قلعہ بر فتح باب را

سائل چو کرد قصد سوالی بجان و دل
بشنید زود بدید جوابی صواب را

نور الٰہی ہست فروغ جمال تو
واکن زروی نور الٰہی نقاب را

شاہا ز فیض لطف خود و ہم ز مہر خویش
رحمی بحال احمد پر رنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ

محیط فیض یزدانی جناب شاہ جیلانی
ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی

مہ دریای قطبیت مہ افلاک غوثیت
کنوز راز صمدیت شناسا بحر صمدانی

بہ شیخی پیر پیرانی بخوبی ہمچو کنعانی
محل راز حق دانی ازو آمد بآسانی

ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر
بذات پاک آن سرور برونق شد مسلمانی

زہی تاج سر عزت باوج فخر در کثرت
نیامد کس باین شوکت بچشم عین انسانی

بمعجز شد کرامانش بفضل ایزد پاکش | نموده ذره خاکش مثال مهر تابانی
ز قدس ابر و پاکش خدنگ خونیش یزدان | رسد بر روی آفاقی بحکم حکم ربانی
بدرویشی کسی دیگر نزاده مادر دوران | ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی
بکن یک گوشه چشمی بحق احمد مرسل | که دارم در بغل جنس پریشانی و نادانی
غلام درگه او را چه غم از پرسش محشر | که دارد دست خواهش را بدست قطب ربانی

در مدح خواجه بزرگوار هند اولی اجمیری

زهی خواجه ز فیضان الٰهی | کند در ملک معنی پادشاهی
بملک چشت شاهنشاه والا | دهد هر شاه را او تاج شاهی
رواے خواجگی بر دوش طالب | بپوشاند ز چشم خوش نگاهی
همه از خواجگان درگاهش | سر خود می نهند از عذر خواهی
معین الدین بعالم هست نامش | بملک هند دارد تخت شاهی
گداے بینواے بارگاهش | رساند شاه را تا تاج مباهی
کسی کو بر درش افگند از عجز | سر خود را نمانده در تباهی
ز بس فیضی که بارد ز آسمانش | همه عالم بسوی اوست راهی

منم احمد غلام درگه تو
ببر کوه غمم چون برگ کاهی

معجزۂ حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعتِ خدا و رسول — که او هست سرو فتر هر اصول
بیان می کنم از همه معجزات — یکی معجزه سرور کائنات
که او هست تاج سرِ انبیا — برو باد همدم درود و ثنا
روایت چنین هست از اهل دین — ثنوای محبان بگوش یقین
که یک روز حضرت سالتماب — بمسجد به اصحاب عالی جناب
بفرمود جلسه به شوق تمام — نبوده بهم هیچگونه ملال
ز قوم یهودی یکی نوجوان — که بد سعد بن قیس نامش عیان
درآمد به تندی و بهیبت تمام — بر سیّدِ سرور خاص و عام
علم کرد تیغی بدست درست — خریطه بدست دگر تنگ چست
بپرسید کاندر میان شما — محمّد کدام ست با نما
علی مرتضی گفت ای ناسزا — چه پرسی که خورشید روشن کجا
مه و مهر را کس نه جسته نشان — که روشن در آفاق هست و عیان
بفرمود حضرت محمّد منم — بگو آنچه داری تو از بیش و کم
با صفای اسم مبارک زبان — گشوده باین حرف آن نوجوان
بگوای محمّد بدستم چه چیز — که باشم مسلمان درین وقت نیز
پیمبر چو برحق توئی بی گمان — بمن شاد مارا ز راز نهان
همان دم رسول زمین و زمان — ز الهام غیبی نموده عیان
که خاکستر ما در دست تست — نهاده میان خریطه درست
بفرمان پیمبر نیک زاد — بکلمهٔ شهادت زبان بر کشاد

کریما مخمس

الٰهی اسیرم بحرص و هوا — ندارم ز کس ردی راه هُدا
ندارم مراین در در امن دوا — کریما به بخشای بر حال ما
که هستم اسیر کمند هوا

اسیرم بدست هوا و هوس — چو مرغی که اندر میان قفس
درین کشمکشهای پر رنج و بس — ندارم غیر از تو فریادرس
توئی عاصیان را خطا بخش و بس

درین دار آباد رنج و عنا — پر از درد و کلفت تهی از صفا
بقائے ندارد بغیر از فنا — نگهدار ما را ز راه خطا
خطا درگذار و صوابم نما

دلا هر زمان از قلیل و کثیر — به نعت رسول بشیر و نذیر
لبا لب بکن کام از شهد و شیر — زبان تا بود در دهان جا گیر
ثنای محمد بود دلپذیر

شفیع الامم خواجهٔ دو سرا — مصحف انبیا را شده پیشوا
ز خلق و کریم و بخلق و صفا — حبیب خدا اشرف انبیا
که عرش مجیدش بود متکا

زهی سرو آزاد باغ وفاق — ملائک تدروش بصد اشتیاق
چه خوش گفت سعدی شیرین مذاق — سواری جهانگیر یکران براق

که بگذشت از قصر نیلی رواق

دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت | شدی طالب روز رینه طشت
بگشتی لهو و لعب کوه دشت | چهل سال عمر عزیزت گذشت

مزاج تو از حال طفلی نگشت

سپر در ره حق بر انداختی | فرس در هوا و هوس تاختی
بغفلت تو نرد دغا باختی | همه با هوا و هوس ساختی

دمے با مصالح نپرداختی

بدنیا که او هست بی اعتبار | دو روزه بود کار او یا چهار
همه کار او را بزودی گذار | مکن تکیه بر عمر ناپائدار

مباش ایمن از بازی روزگار

ترجمع بند مسدس مصنفۂ میر احمد علی صاحب هم رنگ مامقیمان قدیم مصنفۂ حضرت علاء الدین صاحب و صالی خراسانی خلیفۂ نظام الدین

اولیا نزیل صوبۂ اودھ

ما ظهور خدائے غفاریم | بر زبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لاهوتیم | بلبل شاخ باغ اسراریم
گوش و چشم و زبان و جان و دلی | ما سوای بخود نمی داریم
ما ز دنیا و دین ندارم کار | طالب عز و جاه و دیداریم

از دو زلف سیاه و خال رخش — دانهٔ و دام را طلبگاریم
از ظهور مظاهر کونین — طوطی شکرین گلزاریم
از دو عالم سرے نمی خاییم — چون مقیم سرائے دلداریم
من دیوانه وش درین صحرا — روز و شب این سخن بلب داریم

که بچشمان دل مبین جز دوست
هر چه بینی بدانکه مظهر اوست

یار من با کمال رعنائی — می کند جلوهٔ بیکتائی
زیر و بالا و اندرون و برون — هست پیدا بچشم بینائی
گاه پنهان به پردهٔ باطن — گاه ظاهر بچهره زیبائی
از دوئی دور شو دلا زنهار — تا کند یار جلوه فرمائی
باش دیوانه و الهٔ و شیدا — شو برون از شعور و دانائی
بشنوی از زبان پیر و جوان — بالیقین چشم دل چو بکشائی

که بچشمان دل مبین جز دوست
هر چه بینی بدانکه مظهر اوست

غیر حق نیست اندرین گلزار — ماه و مهر و فلک چه لیل و نهار
ساعتی از خودی شوی بیزار — بنگری جلوهٔ رخ دلدار
اندرین باغ بے رخ دلدار — گل نماید بزیر چشم تو خار
من دو مذهب بعشق نگذارم — دانهٔ سبحه و رشتهٔ زنار
خاک دانی تو تخت شاهی را — گر بیابی تو دولت دیدار

زاہدا یکدم از دوئی بدر آ — تا کشاید تبو بسے اسرار
کفر و اسلام بر کران گردد — گرد رآئی بعشق آن یکبار
ہمہ تسبیح گوی یار من ست — شاخ و برگ و نبات و ہم اشجار
می برآید ترانہ این ہر دم — از زبان ہمہ در و دیوار

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدان کہ مظہر اوست

مثنویانہ اشعار مین میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہین اور وہ یہ ہین

خدایا منم بندہ بیچارہ — کہ جز تو ندارم ز کس چارہ
ز انعام و بخشش بمن در نگر — خطایم گذار و بر حمت گذر
بحق محمد رسول کریم — کہ آمد بر حمت بلطف عمیم
بحق علی و حسین و حسن — کہ ہستند مشکلکشای زمن
بحق شہنشاہ زین العبا — دگر باقر و جعفر باصفا
بحق شہ کاظم و ہم رضا — کزان دارد ین ست رونق گرا
بحق تقی و نقی عسکری — بحق شہ مہدی جعفری
بحق ہمان غوث پیران پیر — بحق شہ چشت آفاق گیر
بخلفای چشتی و ہم قادری — کہ جویم ز ایشان بخود یاوری
خصوصاً بآن ہادی دلنواز — کہ ہم ست مشہور شاہ نیاز
عطا کن ز فقرم مراد دلتی — کہ باشم از و صاحب حشمتی
دگر این ز غیبم فراغ معاش — مگردان مہبر در برای تلاش

بیان میکنم موجب این رقم — بر دوستان از زبان قلم
منم خادم اهلبیت رسول — که او هست در جمله عالم قبول
بود شاه آباد مولود من — ولی تر غر آباد ماوا و وطن
که روزی گرفتار بودم بدرد — با مراض بدنیه اندر نورد
بسی مضطرب بودم و بیقرار — اطبای ماندند بی اختیار
دران حالت پر ز رنج و عنا — شدم ملتجی با حبیب خدا
بصد گریه و با هزاران بکا — که فی الحال زد یافتم من شفا
ز بهر فراموشی درد و رنج — شدم پیروان سزاوار گنج
بامداد آن شاه والا گهر — باین نظم یک هفته بردم بسر
رسیده باتمام ترجیع بند — که باشند ز دعاشقان دلپسند
بسال هزار و دو صد شصت و یک — رساندم ز نظم رایر محک
امید عفو هست ز اهل سخن — چو بینند سهوی بگفتار من
باصلاح پوشند بر من نهان — وگرنه بدارند مارا معاف

رجوع کن بجان برد راحمدی
که یابی ازو دولت سرمدی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ سید اعجاز احمد صاحب ابن ظہیر صاحب لعلماء بدایونی کے صفحہ ۸ و ۹ مین طبع ہو کر شایع ہو گیا ہے۔

ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسکے بعد آپنے عزم شاہ آباد ضلع ہردوئی کا فرمایا جہان میر احمد علی صاحب خلیفہ اعظم نیاز بے نیاز تشریف رکھتے تھے اور جنکے پاس آپکی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپکے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی کہ یہ نصیر الدین کا حصہ ہی اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اوسکو دیدینا۔

میر احمد علیصاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکون کے پڑھانے مین صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ بریلی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور مین حاضر ہوے اور حضور نے آپسے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہون فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہوگئے تو لوگون نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ مین اسکو کیونکر چھوڑ دون میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیرزادہ موصوف کیلیے شاہ آباد مین ایک حجرہ نہایت پر تکلف آراستہ فرمادیا تھا اور جملہ قسم کا سامان کی دیمین مہیا کردیا۔ بجز میر صاحب کے تین برس کوئی وہان نہ جاسکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع قدرت نے آپ کے وجود باجود کو بیشمار خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیازیہ کا اجراء ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہکر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۲۸۵ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ مین عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات کے نظم کیے منجملہ اُن کے ایک یہ ہی ؎

حسرتا احمد علی صاحب دلا دلدار رسول — رفت زیر خاک و حاضر شد بہ بزم بوتراب

صاحب سجادۂ شاہِ نیازِ بے نیاز — مخزنِ فقر و توکل ہادیٔ راہ صواب
از جبینش نورِ حق در خلق شانِ احمدی — بود تابان بر سپہر کرمت چون آفتاب
از دفاتش مرغِ بسمل شد دلِ اربابِ ذوق — شورِ محشر کرد برپا اضطرار و اضطراب

جست چون انجام رحلت بہر تاریخ وفات
از مظفر گفت مردِ غیب بخشیش بحیاب

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر حشمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور جملہ اوصاف مین اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب ممدوح کی شکل دیکھکر بزرگان باخدا کی صورت آنکھون مین پھر جاتی تھی اور آپ کی باتین سنکر خدا یاد آجاتا تھا اگر بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع ؎ از نیاز ست حشمت کونین تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی انتقال فرمایا

قطعۂ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا ؎

از دار فنا چو میر صاحب — رفتند بسوی حوض کوثر
از آل نبی و اسم پاکش — حشمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت — مثلش بجہان نہ بود دیگر
تعلیم ز درسگاہ ایشان — حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو — ماہ و خورشید ہر برادر
این قصبہ نمود کسب علمی — ذات عالیش فیض گستر

جستم تاریخ انتقالش
گفتند ملک بلیغ اختر ۱۲

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ مین رہتے تھے آپکو مضمون نگاری مین نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اللہ صاحب متخلص بہ تارک نازک خیال شاعر اور مشائخانہ مذاق کے بزرگ تھے۔ حضرت تارک میر وزیر علی صاحب صبا کے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ مین رہکر اپنے لایق اُستاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے مین جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصاید عرفی وغیرہ کے باریک مطالب حل کرنے مین اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے۔ شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہین والد سے مراسم ہونیکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مخمس کے متعلق جسکا یہ شعر ؎

حامد اسی کا ہے محمود ہے کونین کا	ساجد خالق ہی اور مسجود ہی کونین کا

مشہور ہے۔ کچھ دریافت کیا تھا اور آپنے جواب ارسال فرمایا تھا۔ یہ صاحب نازک مزاج نحیف البدن موزون اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہین مثلاً ؎

غصہ کمزور پہ آتا ہی ہمیشہ تارک	ہمسے دیکھین تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم مین رہ کے جھگڑے مین پڑے	کفر و دین دونون سے تارک ہاتھ دھونا چاہیے

غزل

دوست سب دیکھ لیے اپنا پرایا دیکھا	ہاے دنیا مین کسیکو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہنسنے کھلا آپ کا پردہ دیکھا	بولے شرما کے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

صدقے اس ناز کے قربان تغافل کے ترے
ہنسکے منھ پھیر لیا اب سر الشاد دیکھا

دل سمجھتا ہی نہین اسکو بھلا کیا کیجے
ہمنے کمبخت کو سو طرح سے سمجھا دیکھا

ہچکیان لیتا ہی اب اُسکا لبون پر دم ہی
اپنے بیمار کو اے رشک مسیحا دیکھا

اوٹھ کے میخانہ سے تارک جو گئے کعبہ کو
کہیے اے قبلۂ حاجات وہان کیا دیکھا

ایضاً

نکلے نہ دوسرا چمن روزگار مین
بوے وفا جو ہو گل رخسار یار مین

کہتا ہون رو رو کے تن خاکی مین دیکھکر
ایک آفتاب ہی کہ چھپا ہی غبار مین

میری طرف سے اُن کو کدورت ہی اسقدر
لکھا جواب خط بھی تو خط غبار مین

وہ زندہون جو بگڑون تو قاضی کو باندھلاون
بیچارہ محتسب ہی بھلا کس شمار مین

مین کیا کہون کہ جھیلی ہین کیا کیا مصیبتین
راحت ملی نہ زندگی مستعار مین

پیش نظر ہے صحبت احباب بعد مرگ
چین آئے کس طرح جمین کنج مزار مین

مُدمر کے ہم نے عرصۂ ہستی کو طے کیا
راحت ملی اب آکے عدم کے دیار مین

تارک اُوٹھا سکا نہ اذیت فراق کی
خنجر گلے پہ پھیر دیا ہجر یار مین

ایضاً

وجود غیر معشوق آنکھ مین عاشق کے باطل تھا
جدھر تھا دیکھتا مجنون اُدھر لیلی کا محمل تھا

تری درگاہ سے محروم پھرنا غیر ممکن ہے
دُر مقصد سے جب دیکھا بھرا دامان سائل تھا

عبث بک بک کے میری ناصحون نے جان کھائی ہی
بتون کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مرا دل تھا

میان حشر اس ہیئت سے دیکھا ہمنے تارک کو
کہ دونون ہاتھ سے پکڑے ہوے دامان قاتل تھا

اشعار غزل

مدّاح ہین حضور کی زلف دوتا کے ہم — باندھینگے اپنے شعر مین مضمون ملا کے ہم
صیاد سنگدل نے چھوڑا کسی طرح — آخر قفس مین مرگئے پر پھڑپھڑا کے ہم

افسوس کہ میر صاحب نے ۱۳۰۴ ہجری مین رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

تارکِ عالی نسب والاحسب — یافت آزادی ز قید آب وگل
سال ترحیلش مظفر کن رقم — تارک دنیا روان شد پاک دل

آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہین جو اُستاذی حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہین

خواجہ سیّد محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے رؤسا مین نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہین عہد نوابی مین تحصیلداری و کمیدانی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ آپکی تحصیلداری کے بعض کاغذات راقم نے دیکھے ہین خواجہ صاحب موصوف خوشرو اور عیش پسند انسان تھے عمارت سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان جو نہایت شاندار اور یہان کے مکانات مین اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کرتا ہے طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو دیکھنا شروع کرتے اوسکو ختم کرکے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اوسکی داشت سے بھی مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان مین خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگون کا اصلی وطن قصبہ گیلان تھا جو عرب مین ایک مشہور مقام ہے۔ چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے بجاے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نقل کر پہلے کاشغر مین آباد ہوے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی مین وارد ہوے اونکا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا اونکے فرزند خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہان ۱۱۷۵ھ کو فوجی صیغہ مین ہزاری ذات اور دوسو سوار کی منصب اور اسد علیخان کے خطاب سے سرفراز کیے گئے پھر وہ اپنی کارگذاری سے منصب مین ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ ان کے بیٹے خواجہ سید لطف اللہ صاحب اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہوکر منصب آبائی سے سرفراز ہوے۔ اس عرصہ مین شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار مین آکر بعہدۂ کمیدانی ملازم ہوے۔ (کمیدانی بصیغۂ فوج عہد شاہی مین ایک عہدہ تھا۔ جسکو اب سرکار انگریزی مین کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کرسکتے ہین) انکے دو فرزند ہوے ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر۔ آخر الذکر کی شادی لکھنؤ مین ایک مغل کے خاندان مین ہوی۔ اس شاخ مین کوئی نامور قابل الذکر شخص نہین ہوا بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکون مین ملازم ہوے اور پھر کمیدانی کو پہونچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی پلٹن ایک مدت تک لکھنؤ مین رہی بعد ازان سندیلہ مین تعینات ہوئی بدین وجہ رؤساے سندیلہ سے اونکے مراسم پیدا ہوے۔ چنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب وچودھری عبد الباسط صاحب کے مورثون اور واجد علی خان بلوچ کے بزرگون سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔

پلٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اوس زمانہ مین چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہم منصب ہوتا تھا
اوسکو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہوا کرتی تھی اسلئے
ایک پلٹن اوسکے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب
کی ماتحت پلٹن سندیلہ سے تبدیل ہوکر شاہ آباد آئی اوسوقت مین رائے منگلی لال صاحب
شاہ آباد کے چکلہ دار تھے خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اسدرجہ مراسم بڑھے
کہ دستار بدل ہوگئی اونکی محبت مین خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ
مین مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید
محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اودھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوے
اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے
والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو بجاے ان کے کمیدانی عہدہ پر آپ
سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رائے
منگلی لال صاحب کا انتقال ہوگیا اور اونکے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے
چکلیدار مقرر ہوے۔ ایک سال اونھون نے کارہاے منصبی ادا کیے اس کے بعد
بعلت بقایا گذاری ماخوذ ہوکر علیحدہ کیے گئے اور جسقدر اونکی جائداد واملاک تھی وہ
ضبط ہوکر سرکاری قرار پاگئی اونکے مقام پر دوسرا چکلہ دار مقیم ہوا اور مواضعات گرہ
بھمولی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور مین تھے وہ نیلام کردیے گئے اونکے مکان کے
کھدنے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز پٹھان جو زوردار اور صاحب
جماعت تھے اُن سے اتحاد تھا وہ مانع ہوے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر
اس مزاحمت سے بڑے کشت وخون کا اندیشہ تھا متامل ہوے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقدر بااثر آدمی شاہ آباد مین ہین اگر وہ چاہینگے تو یہ مکان کھدجائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے کھدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضعداری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوے اور توپ سے باندھکر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہان بھی یہ شرط پیش کیگئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ استعفا داخل کرو مگر آپ نے اوس حالت مین بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو مین بھائی کہہ چکا ہون ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھسے یہ نہین ہوسکتا اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ غرضکہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپکی علحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیگئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلی درجہ کی وضعداری و مستقل مزاجی ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی پاکر رحلت فرمائی راقم کا لڑکپن تھا آپ کے دو فرزند ہین ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور خوش طبیعت کے انسان ہین راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہین۔

نقل فرمان

ہوالعزیز بتاریخ روز جمعہ سوم شہر ذیقعدہ ۳ سنہ جلوس مبارک معلی موافق ۱۱۷۵ ہجری مطابق ۲۰ ماہ خورداد برسالہ امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاہی مہبط اعطاف نمایان خلیفۂ الٰہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ رزم زبدہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر و نوبت واقعہ نگاری کمترین بندیان عقیدت آہنگ رائے رتن سنگھ قلمی میگردد حکم صادر شد کہ حفیظ اللہ ولد اسد اللہ بمنصب یکہزاری ذات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد۔ واقعہ پانزدہم شوال سنہ ۳ ج بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط ابہت و حشمت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ مطرح الطاف بادشاہی مورد اعطاف نامتناہی خانہ زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بہادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاہی مہبط اعطاف نمایان خلیفۂ الٰہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ رزم زبدہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

مشار الیہ از فضل و کرم امید وارست بمنصب ہزار مدات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکہ حکم شد منظور۔

ہزار مدات و خطاب مارسوار تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ جلوس مبارک مطابق واقعہ کل است ہشت و یکم ذیقعدہ سنہ جلوس معلے والا مکرر بعرض مقدس رسیدہ

مظہر علیخان بہادر فدوی محمد شاہ عالم بادشاہ غازی ۲	مہر رائے رتن سنگھ فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی سنہ ۲	مہر احمد علیخان بھادر موسوی فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی ۵

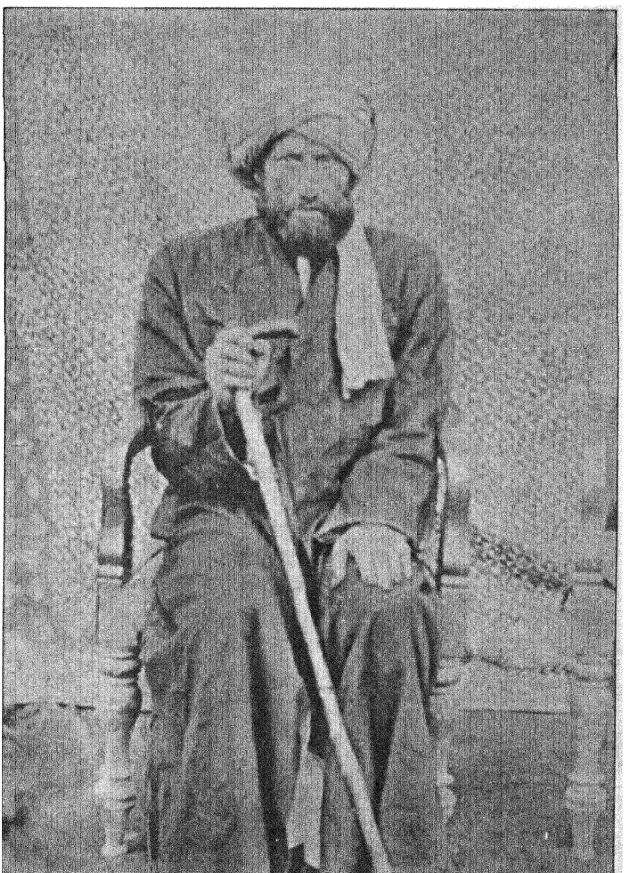

حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری

خانصاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نوعمری سے آپکو ریاضت اور خدا پرستی کیطرف میلان تھا بیشتر آپ حافظ[۱] امام علیخان صاحب اللہ پوری کے مرید ہوے اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کیئے اِس کے بعد[۱] سید شمشیر علی عرف مینڈو شاہ صاحب کے ۔

[۱] حافظ صاحب باخدا اور زاہد انسان تھے جمعیت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی صاحب شہجہانپوری کے خلیفہ تھے انکے اکثر لوگ مرید اور معتقد ہوے چنانچہ قاضی عابد علیصاحب ڈپٹی سید شمس الدین صاحب خلیلی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ جیپور جارہے تھے کہ اثنائے راہ مین بمقام متھرا رحلت فرمائی اور وہین مدفون ہوے جب آپکی بیوی کو صدمہ مفارقت سوگریہ وزاری اکثر لاحق رہتی تو شاہ حسین بخش خانصاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی موضع کرسلی مین اونکے خسر پرورش علیخان کے مکان پر اون بیوہ کی نمایش کو آے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھسے اِسبارے مین رجوع کیا ہو خدا کی قدرت کہ شاہ صاحب کی نمایش سے وہ اشکباری جاتی رہی اور اُنکے دل کو ایک قسم کا سکون ہوگیا تھا ۔ [۲] سید شمشیر علی صاحب کا وطن بانس بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب نواب شمس الدولہ بہادر کے یہان ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے جب انکا انتقال ہوگیا تو آپ تنہا رہگئے اور آپکا بچپن تھا ایک خدمتگار آپکے یہان کے جواہرات و اشرفیان لے نے کی غرض سے آپکو تلہر لے آیا اور چھوڑ گیا یہان شیخ داؤد صاحب نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جنسے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئین بیشتر اثر بباطن ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل مین مشغول دیکھکر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے بعد ایک رات کو آپکی آنکھون سے حجاب کا پردہ اُٹھ گیا اور حضور سرور عالم صلعم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہمکلامی سے مشرف ہوے خود آنحضرت نے فرمایا کہ مین محمد الرسول اللہ ہون اور اپنے لڑکپن اور جوانی و آخری سن کے دیدار سے فیضیاب فرمایا آپکا بدن معطر ہوگیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اِس مشاہدہ کا اظہار کریگا اوس کا مرید ہونگا تلاش شیخ مین ہندوستان کے اکثر شہرون کا گشت کیا آخرکار تلہر ہی مین سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پابوسی کو حاضر ہوے اور انھون نے اس واقعہ کا ۔

طالب ہوے اور حسب تعلیم شیخ کامل کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک عالم تجرد مین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہوکر آپکا قلب نور الٰہی سے منور ہوگیا تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہوکر ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوسمین جو بلند ٹیلا تھا اُسپر کوٹھی بنائی جو ٹلیا کے نام مشہور ہوی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد الٰہی مین مصروف رہے آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمین ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تاریخین میر نجف علی صاحب نے نظم کس اور درج ذیل ہین ؎

مسجد بہ علی باغ چو تعمیر نمود — خان ذی رتبہ صاحب عز و جلال
پرسیدم سال او چو از ہاتف غیب — فرمود کہ مسجد علی باغ جمال
۱۲ ۹۴

ایضاً

چون محمد حسین خان صاحب — نقش مسجد بصحن باغ ببست
بلب بلبلان شنو تاریخ — ثانی مسجد قبا این است
۱۲ ۹۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) ۵ انکشاف کیا۔ آپ مرید ہوے اور وہ ریاضت کی کہ فنا فی اللہ و صاحب کمال ہوگئے صدہا آپ کے مرید ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوے راقم نے خود آپ کے مراتب و مکاشفہ کے عجیب و غریب معاملہ دیکھے ہین اکثر امور مین بطور پیشینگوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور مین آیا بعض مردون کے خداوند کے حالات از راہ کشف ارشاد کیے۔ صدیقہ ۲۵ شوال سنہ ۱۳۰۰ھ کو آپنے رحلت فرمائی ؎ قطب عالم واقف سر خدا ماہ وفات آپ کے پیر و مرشد سید شمس الدین صاحب عارف باللہ بزرگ تھے جنکو چھٹا واسطہ جذب و مجذوبی و سلوک کا تھا آپ سید نجم الحسین صاحب شاہجہانپوری نے اونکے بعض کرامات چشم دیدہ مثل توسیع طعام غیر و کے رائم سے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر دو بزرگون کے پر تصرف مزارات تلہر مین واقع مین ۱۲ سنہ ۱۲۷۶ ہجری مین سید شمس الدین صاحب کا وصال ہوا۔ مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے ؎ ہزار و دو صد و پنجاہ و ہفت ۔ شاہ شمس الدین سوے جنت برفت ۱۲

خانصاحب کی وجہ سے اس باغ مین اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر بکرے باغ کا ایک عجیب دلکش منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق معتبرین نے بیان کیا کہ اسمین بزرگان دین کے انوار نظر آتے ہین چنانچہ محمد علیخان اور نواب مقصود علیخان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈو شاہ علی باغ کی کوٹھی مین ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہونگے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معطر ہو گیا شاہ صاحب موصوف جو درد شنضمیر اور صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کوٹھی کی چار دیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہان جاکر کچھ عرض کرتے رہے اور اسوقت بازار سے شیرینی منگائی اور فاتحہ کرائی ہم لوگون نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے اور حضور کی سواری معہ لشکر کے ادھر آنکلی تھی حق تعالیٰ نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ مین یہ درجہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض و سما کی سیر کرتے ہین۔

خان صاحب موصوف نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا مین نے مینڈو شاہ کو عالم مکاشفہ مین ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہین گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی مجھے حاصل نہوتی تو مین طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی سیف اللہ خان جو تمھاری شکایت کرتا ہے جب مین نے فاتحہ اونکی کرادی تو وہ شکایت جاتی رہی

خانصاحب نے اچھے اچھے فقرا سے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب سے بھی ملے ہین عہد نوابی مین سید صاحب موصوف شاہ آباد تشریف لایا کرتے تھے نواب دوست علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی اور خانصاحب کے خاندان کے چند لوگ انکے مرید

ومعتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کیطرح روشن تھے اکثر صاحب بلطن فقرا خانصاحب کے پاس آکر ٹھہرے

خانصاحب کی درویشیت پر تشرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہین کیا راقم بارہا اونکی خدمت مین حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتحاد کی وجہ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے آخر وقت مین آپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان[1] رئیس سیدنجیل مرحوم کی بہن تھین اونکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ جوانمرگ انتقال کرگئی جب خان صاحب کی زوجۂ اولی کا انتقال ہوگیا تو آپ نے دوسرا نکاح کیا ان دوسری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین ہین جو تعلیم مین مشغول ہین۔ خانصاحب سرخ وسپید خوشرو قد اور انسان تھے صد حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعے وفات کے خاکسار نے لکھے ہین ؎

تھے محمد حسین خانصاحب	حاجی عارفِ رموزِ خدا
آفتابِ سپہرِ فضل و کمال	بدر تابان باوج مجد و علا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ مین	خوبیون مین وحید تھے یکتا
دارِ فانی سے لیگئے تشریف	ہوگئے رونقِ سرائے بقا
باغِ جنت کو جب سدھارے وہ	شورِ محشر تھا ہر طرف برپا

[1] حافظ یار خانصاحب ابن احمد یار خانصاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس اور دونین نہایت باتہذیب نیک انسان تھے راقم سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے افسوس کہ ماہ شعبان ۱۳۲۶ھ ہجری مین جوانمرگ انتقال کرگئے۔ (مادہ وفات داخل خلد جلد ہوے)

آندھیاں غم کی ہر طرف اٹھیں — ہر طرف ابر رنج کا چھایا
صاحب کشف بار یا صحت تھے — محو ذات خدائے ارض و سما
نور افشاں تھا چہرۂ انور — وقت تدفین کفن کو جب اُٹھا
میرے والد کے تھی شفیق بڑے — مہربانی تھی مجھپہ حد سے سوا
ہے اودا سی کمال ٹلیا پر — کچھ عجب باغمین ہی سناٹا
وادر یغا خزان کے لشکر نے — سب بہار چمن کو لوٹ لیا
کردے اُنکے مزار کو روشن — پائمین یارب وہ جنت الماوا
بھردے انوار قدسیہ اسمین — ہی علی باغ جنتی ٹلکڑا
فکر تاریخ ہے مظفر لکھ — آج الہام کا چراغ بجھا

۱۷ ۱۳ھ

دیگر

باخدا حاجی و عابد زاہد — فخر سرمایہ ارباب وطن
عاشق ذات خدائے عالم — حامی دین نبی شاہ زمن
مجمع خوبی اوصاف تھے وہ — اُنکے قدموں سے تھا قصبہ روشن
لیگئے خلد کو تشریف شریف — کردیا ترک ہی یہ دار محن
اونکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو — جسکو پہونچے نہ کبھی مشک ختن
کشت ہستی کو قضا نے پھونکا — تھی قضا برق برائے خرمن
ٹلیا شاداب تھی گہر تھا آباد — اب یہ دونوں ہین بگریبت حزن
تھا علی باغ برائے گلگشت — حاجی صاحب کا یہی تھا مسکن
ایسا پُر نور نہ دیکھا تختہ — گرچہ ہین اور بھی لکش گلشن

سرد خاموش ہے قمری نالان — سلسلہ غم کا ہے طوقِ گردن
بلبلین گاتی نہین روتی ہین — انکے رونے کی صدا ہے شیون
باغِ جنت کے دریچہ بن جائین — اونکے روضہ کے آہنی روزن
بہر تاریخ مظفر لکھ دے — اب علی باغ ہوا ہے مدفن

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خانصاحب بھی شاہ آباد کے پٹھانونمین نامور انسان ہوے ہین قوی ہیکل اور لحیم شحیم انسان تھے عہد نوابی مین وہ بعہدۂ تندادی سرکار لکھنؤ مین ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعرون مین بھی شریک ہوے اوستاد امانت کے شاگرد تھے سخاوت تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام مین کلی مداخلت تھی فراہمی قلمہاے انبہ مین بہان سبقت اُن ہی کو حاصل ہوئی۔ شاہ آباد کے مختلف باغات مین جو نامی انبہ تھے اُن درختون پر اونھون نے قلمین بندھوائین اور مستعدی مصارف سے تیار کرائین اور اپنے باغون مین نصب کرائین بعدہٗ بھاگلپور وغیرہ کے کارخانون سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد یہان کارخانے کھولے گئے اس شوق کے وہ موجد اور دیگر مقامات مین اُن کا کلام ضایع ہوگیا ایک غزل کے دو شعر راقم کو یاد ہین اور وہ یہ ہین ؎

درجانان کے تصور مین کسی سے نہ کہون — پھاند جاؤن جو اگر راہ مین دیوار پڑے
مرض عشق سے ہو جائے سخاوت کو شفا — اوسکی تبر بدین گر شربتِ دیدار پڑے

اُن کا ایک نعتیہ مستزاد والد مرحوم نے ایک بیاض مین لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہین ؎

بخیر دل از حلقۂ گیسوے محمدؐ — سجدہ گہ کونین ہین ابروے محمدؐ
زیبا قد موزون ہی وہ دلجوے محمدؐ — عالم ہمہ سودائے رخ موے محمدؐ

شیرین کی طلب ہو تجھے فرہاد مبارک　　مجنون ہی کو لیلیٰ کی رہے یاد مبارک
قمری ہو چمن مین تجھے شمشاد مبارک　　زاہد تو فردوس برین باد مبارک
مائیم و تمنائے سر کوے محمدؐ

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہین ایکبار لڑکپن مین والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمانی تشریف لائے اوس زمانہ مین میان مینڈو شاہ صاحب بھی یہین قیام فرما تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے مخمس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

ع

مدینہ کی طرف جائین کہ ہم کعبہ کا لین رستا　　نظر آتا ہے ان دونون گھرونمین ایک ہی جلوا
احد کو کیجیے یا احمد بے میم کو سجدا　　کہان اب جبہہ سائی کیجیے کچھ بن نہین پڑتا
عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مزدکا

۱۱۔ فروری ۱۸۸۶ عیسوی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اونکے فرزند محمد نور خان صاحب نے زہر سے خودکشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان ترپ ق مین ۱۹۰۲ء کو راہی عدم ہوگیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہین۔ اور مولوی صاحب بھی ذی اخلاق ہین

کرامت خان صاحب بی بی زمی

اس آخری عہد مین خانصاحب ممدوح بھی شجاعت وسخاوت کے اوصاف مین معروف اور غیرت وپاکبازی کی خوبیون مین مشہور تھے باعتبار قدوقامت کے بھی آپ اگلے لوگون کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے بدماوت بھاکھاسے دلچسپی تھی اکثر اوسکے نکات سمجھتے۔ برادری کے مناقشون مین اکثر آپکی پنچایت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ راقم کے لڑکپن کے زمانہ مین آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک فرزند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ دانشمند انسان تھے جوان قضا کرگئے اور اونکے بیٹے عزیز احمد خان جنکو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے افسوس کہ دفعۃً ہیضہ کے مرض مین نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان مین معین الدین خانصاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خانصاحب چلتے پھرتے اور سمجھدار شخص ہین۔

حاجی محمد حسین خان صاحب اللہ پوری

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سیدخیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد ومخیر رئیس تھے۔ آپ کے بزرگون مین اعظم خانصاحب نامور اور سرکار اودھ مین معزز عہدہ پر ملازم رہے ہین۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و وضعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا جب آپ پنشن لیکر مکان آئے تو زرپنشن

اپنے خرچ مین نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ہاٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدین پر نہایت اعتماد رکھتے تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد مین انکے کہنے پر اونھون نے لحاظ کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اوسکی آمدنی و کوٹھریون کے باعث اور حسین گنج آباد کرنے کے آپ ہی بانی ہوے ہین اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سوچتے اور اونکے اجرا مین کوشان رہتے کئی مسجدین نبوائین اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی مذہبی فرایض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش آئے تھے فالج کے مرض مین ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۱ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید الضحی کے روز دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ؎

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس وحق آگاہ
نیک رو نیک خو نکو سیرت	عابد و پارسا و سر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحی	سوے جنت سپرد رہ ناگاہ
عالمی در فراق آن شیخ	کرد فریاد و نالۂ جانکاہ
وا دریغا درین سراے فنا	نہ گدا ماند و نے بماند شاہ
جست سالش چو بند ہبکس	گفت ہاتف کہ مرد رضوان جاہ

حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خان صاحب بھی باوضع اور خوش اخلاق اشخاص مین تھے مستقل مزاجی و معاملہ فہمی وغیرہ کے اوصاف مین مغتنم وقت خیال کیے جاتے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوے آپ نے بھی رحلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان آنریری مجسٹریٹ اور معقول انسان ہین

قطعۂ تاریخ وفات خانصاحب مرحوم یہ ہے

بمرد احمد حسین خان ذی جاہ — بزیر دامن شاہ امم باد
الٰہی آن گل گلزار احسان — گل خوشبوی گلزار ارم باد
بعیش جاودان در قصر فردوس — خدارا مور و لطف و کرم باد
چو جستم سال تاریخش ز ہاتف — بگفتہ بلبل باغ ارم باد

حافظ غلام علی خانصاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیون مین فخر خاندان ہوے قوت حافظہ اور معلومات اونکی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علم مجلسی مین کمال رکھتے تھے اونکے طرز مزاج و خوش اخلاقی سے بلا احباب اونکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دلعزیزی حاصل رہی وہ ابناے جنس مین فی الواقع نہایت قابل قدر انسان گذرے گویا نی اور واقعات گذشتہ کی یادداشت مین بیان اونکا کوئی نظیر نہین تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہوگئی تھی۔ آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی اور دیگر نامورون شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتون سے استفادہ کیا اور لکھنو کے اہل کمال مین اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ مین کہ آن کا لکھنو مین قیام تھا اس زمانہ مین لکھنو شیائی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و رنگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیون کا منظر جس

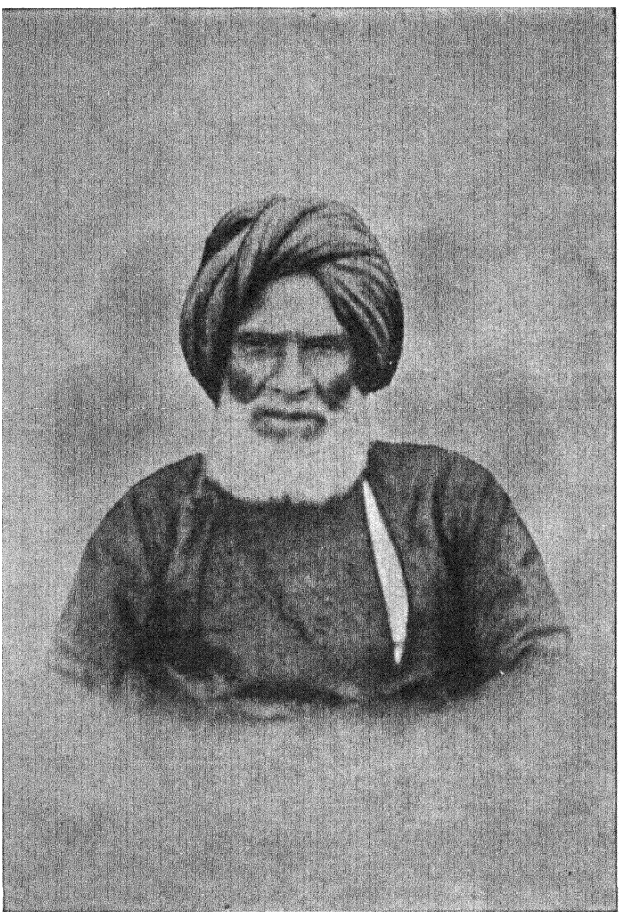

حافظ غلام علیخان

شخص کے کہ پیش نظر رہا ہو اہل علم وعقل کی مجالست مین جسکی عمر بسر ہوئی ہو اسکے ذہنی خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہون - وونامی گرامی رئیسون کی کریمانہ عنایتون نے حافظ صاحب کو خاص الخاص بزمون تک پہونچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا -

حسام الدولہ فقیر محمد خانصاحب بہادر تہور جنگ رسالہ دار المتخلص بہ گویا تعلقدار ملیح آباد جنکی شان و شوکت اوجہ قدر و منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہین ہے وہ آپکے محسن تھے انھین کے فیض تربیت کا آفتاب آپکے سر پر پرتو فگن ہوا اور آپ کی خوبیون کے جوہر کو چمکایا خانصاحب بہادر ہی نے حافظ صاحب کو سرکار شاہی مین ملازم رکھایا اور اپنے ساتھ لے لیا - تاحیات وہ آپ پر الطاف بزرگانہ اور احسان رئیسانہ فرماتے رہے بارہا اپنے ہمراہ آپکو ہمچشمون مین لیگئے چنانچہ شیخ ناسخ مرحوم وغیرہ کے پاس حافظ صاحب خانصاحب ہی کے ساتھ گئے منتہی الکلام کا تصنیف ہونا مولوی حیدر علیصاحب فیض آبادی کا خان صاحب کے گھر آنا یہ سب معاملات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہین - خانصاحب کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی اُنکی لیاقت اور جاہ وجلالت اظہر من الشمس ہے دو ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ تھی بہت سی خدمتین مثل تقسیم تنخواہ محلات شاہی اُنکے متعلق تھین نظم و نسق ملکی مالی مین وہ دخیل تھے بسوان باڑی وغیرہ کی نظامت و چکلیداری اگرچہ انکے داماد امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات مین لکھی جاتی تھی مگر اُسکا انتظام سب انھین کا ساختہ پرداختہ ہوتا اسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر جنکی اسامی تین تین سو روپیہ تھی خانصاحب کی ذاتی ملکیت مین تھے راجہ مہین لال صاحب چکلیدار سے جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہگیا اور خانصاحب اُن پر مسلط کیے گئے تو اُنھون نے پورا مرزا گنج خانصاحب کو دیدیا اور امین الدولہ بہادر وزیر نے ایک لاکھ روپیہ بمد تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خانصاحب کو عنایت کیا تھا خانصاحب کی لیاقت علمی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ ماوری زبان معلوم ہوتی تحریر نستعلیق صاف ایسے بناتے تھے کہ دس ہزار روپیہ کے انعام پر بھی اُن کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

کی یہ ہوئی جب نصیر الدین حیدر بادشاہ نے سنہ ۱۸۳۷ء جانپناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کر لیے۔ تو کہا کہ آپ میرا گھر باقی ہے کیا وہ بھی لے لینگے۔

دیوان گویا بستان حکمت اُنکے یادگار ہین۔ جب خانصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف مین بمثیل تھا ان پر مہربان کر دیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گدیا ضلع بارہ بنکی کے تعلقدار و مدار المہام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امورات کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا منشی صاحب ممدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضرب المثل خوش بیانی مین ایسے دلچسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑ رہے ہین اور جسوقت قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم مین پر لگے ہوے ہین اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر مین جز کے جز رنگ کر ڈالدیتے جوہر شناسی اور شریف پروری مین یکتاے روزگار تھے۔ رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو دو لاکھ روپیہ کی مالگذاری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ مین تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل مین حافظ صاحب مبرور کی جو اس قدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے ازراہ تحاسد سرکار

لہ تاریخ آفتاب اودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۱۴۴ مین ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان بہادر کے کارپردازون مین بڑے لیقی و ہوشیار عاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رئیسان قصبہ رسولی مین بڑے قدیمی عالیخاندان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام کچہری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ اُن کے زیر قلم تھا غدر ۱۸۵۷ء مین یہ منشی باتوقیر باغیون کے ہاتھ سے لکھنؤ مین شہید ہوے اور ایک بڑا تعلقہ گدیہ وغیرہ ضلع بارہ بنکی مین چھوڑا۔

سلطانی مین اُن سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باتون والے کنارہ کش ہوگئے عتاب شاہی اُن کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کُنبہ کے اُنکا ساتھ دینے کو تیار ہوگئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اُس کے بعد صفائی ہوکر پھر سرفرازی حاصل ہوگئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت او لیاقت کے جوہر دکھلائے اور حافظ صاحب کو اپنی دریا دلی اور رئیسانہ فیض رسانی سے مالا مال کردیا سر مجلس اپنے ہمچشمون مین انکا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہان تشریف لیگئے اُس وقت انکی مجلس معزز اشخاص و امراسے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہرائچ آغائی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام مسنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اُٹھکر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آیئے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اُٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعرفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہین جسکے جواب مین منشی صاحب نے کہا کہ مین انھین بجاے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہون اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعدارون مین ہین اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل مین کسی دوست کی محبت جاگزین ہوجاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا
خیال نہین رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کرکے وقعت و نیکنامی بڑھاتا
ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے
اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رئیسانہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون
بنا لیا تھا۔ جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ مین تشریف لیجاتے تو
ان کو ہمراہ لیجاکر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملا تون منشی
مسعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہان حافظ صاحب کو لیگئے
ایک مرتبہ راجہ بینی مادھو صاحب تعلقدار شنکر پور اور راجہ رگھناتھ صاحب تعلقدار
ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑکر شاہی سرکار تک پہونچا
نواب علی نقی خان مدار المہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب ممدوح تھے اکثر
مدار المہام صاحب حکم دیکر محل مین چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے
قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو
خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ
کے لیے بھیجدیا جب یہ وہان گئے تو دونون راجاؤن کے بیانات اور ثبوت لیکر
اُنھون نے سرحد قایم کردی اور رفع شر کرکے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب
نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب مین آپ نے کہا کہ سرکار
شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے
کسی بات کی تکلیف نہین اسکی کیا ضرورت تھی جنس وغیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے
اُسی زمانہ مین فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت مین

حاضر ہوے اور اشرفی وغیرہ نذرین پیش کی منشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی تحکمانہ لہجہ سے کہا کہ مجھے آپکی نذر کی تمنا نہین اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب مستحق تھے جو اسقدر مسافت طے کرکے وہان گئے تھے اور تمھارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تمنے کچھ خیال نہ کیا اون رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم انھین کو دلائی

ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے اپنے وطن شاہ آباد کو لکھنؤ سے آرہے تھے اثنائے راہ مین چوری ہوگئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوی اوسی وقت اونھون نے چند سوار بھیجے اور باگر کے زمینداروں کے نام حکمنامے جاری کیے کہ تمھاری حدود مین یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سراغ لگاؤ یا ان کے مالمسروقہ کا معاوضہ دو ورنہ تم بھی شریک سازش سمجھے جاؤگے اور اسکا تدارک تمھارے حق مین اچھا نہوگا ۔ چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نغم البدل ملگیا ۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس مین بڑے بڑے لوگون کا گذر مشکل سے ہوتا تھا اُن مین میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے یہان جس مجلس عزا مین واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسمین شریک تھے ۔ اس مجلس کی وہ کیفیت یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایکبار لوگ بولے کہ حضرت آتے ہین دیکھا تو حضرت سلطانعالم بادشاہ اودھ تشریف لارہے ہین ہر شخص تعظیم کو اُٹھا جب بادشاہ بیٹھے جملہ اشخاص بیٹھ گئے چونکہ موسم سرما تھا حضرت سلطانعالم ایک بیش قیمت دھنسا اوڑھے ہوے تھے اور اُس زمانہ مین قطب الدولہ وغیرہ سنّی ڈھاریون کا تقرب اور بڑا اثر تھا اسوجہ سے بادشاہ کے چہرے پر ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی سُرخ سفید رنگ سر پر سیاہ بالون کی ڈاڑھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ولایتی درفندار مشین شخص بیٹھا ہوا ہے ۔ لکھنؤ مین کریم مولا خان صاحب شاہجہانپوری جو فوج مین رسالہ داری وغیرہ کے

عہدہ پر ممتاز اور خوشرو جوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے اونکے پاس بھی آپکی آمدورفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پرشاد معزول ہوے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ مین پھر اپنے جادہ منصب کے حاصل کرنے کی کوشش مین مصروف ہوے اس سلسلہ مین وہ اہل امداد مقبولان الٰہی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُسوقت لکھنؤ مین ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ مین اونکی خدمت مین منشی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا اونکی روشنضمیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی طرف سے بدگمانی کرتا یا ناقص خطرہ دل مین لاتا یا کچھ تشخص کرتا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین دلانے کی غرض سے اُوسکے گناہ ماضیہ بیان کردیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور افعال قبیحہ سے واقف ہوکر نادم ہوجاتا اونکی مجلس مین کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصہ منشی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوے۔ منشی صاحب کی طرح اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق ومحبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب ازراہ اعتماد تقریبات مین باورچیخانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد کردیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازیست منشی صاحب کے احسانات اور برتاو فراموش نہ ہوے۔ اوس عہد مین منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوے خُرد سال تھے۔ اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب ابن شیخ زین العابدین صاحب بھی کمسن تھے۔

وہ مخاطبت مین حافظ صاحب کو چچا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی مین بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری متعین ہوے اور بقریب دورہ موضع گکراہی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو اونھون نے قدیمی مراسم معلوم کرکے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی مین دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگون کے قصے کہتے سنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر اور بادشاہی مقرب تھا اور محلسرا مین اوسکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اوسنے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانعلیخان شاہجہان پوری چکلیدار کیوجہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت مین بھی حافظ صاحب کو بے تکلفی حاصل تھی اور راجہ صاحب ممدوح نہایت رئیسانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جاکر عرض کیا اور اونھون نے اوسپر توجہ فرمائی۔ بعہدۂ چکلیداری جب خانعلیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آتی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کرویا کرتے تھے اور خصوصیت سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانعلیخان کے یہان بتقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و انتظام مین مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ انبہ لیکر محمود آباد گئے مگر راجہ صاحب کو وہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ مین تشریف فرما ہین وہ انبہ لیکر لکھنؤ پہونچے

اوسوقت مین راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب حسین آباد مین قیام فرماتے تھے حافظ صاحب جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوے نظر کا وقت تھا حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور دراز سے آپ کے شوق اور دست کرم کا شہرہ سنکر چند بہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد مین حاضر ہوے تھے وہان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنو آئے مگر افسوس کہ اس عرصہ مین وہ انبہ خراب ہوگئے اور وہ بیچارے بہت اندوہ مند ہین راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا کیا جائے حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیون سے لاجواب پودھ تیار ہوسکتی ہی چنانچہ راجہ صاحب نے اونکے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ مین مالا مال کردیا یہ امر صرف حافظ صاحب کی حسن رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھل بھی ٹھکانے لگے اور لیجانے والے شخص کی محنت وصول ہوگئی ورنہ ایسی صورت مین کون امید کامیابی کی ہوسکتی تھی قیمت انبہ کا نقصان اور آمد و رفت کی زحمت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری مسند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے ملاسم تھے۔ اور وہ نہایت اخلاق رئیسانہ سے پیش آتے تھے سر مجلس آپکی توقیر و خاطر کرتے جس زمانہ مین کہ شاہی فوج سندیلہ مین آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ آئے ہین تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے مین شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے علیحدہ انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا مین ایک ممتاز و جلیل القدر رئیس تھے اونکی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی اونکو خوش لباسی سے کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اوسکو از راہ خوش مذاقی چاک کردیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اوسکے صرفہ و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری حشمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی مین مشہور روزگار رئیس گذرے ہین حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے

حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ مین ناسخ آتش انیس دبیر وغیرہ کی صحبت مین جاتے اور اونکے عام مجالس مین شریک ہوکر شعر و سخن سے حظ اوٹھاتے حافظ کی خوبی سے صدہا اشعار برمحل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے علاوہ نامی گرامی علما و فقرا کی خدمت مین بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات اور معلومات سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی تراب علیصاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہین۔

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم مین دن بھر چاء کا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہوکر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا نہین لیتے تھے اور حضور کے صفاتی اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسرا سلطان دوجہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے خطابات سے مخاطب کرتے آواز مین چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا اثر تھا کہ سامعین بے چین ہوجاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ میان راحت جنکی ٹھمریان مشہور ہین آگئے۔ اوس زمانہ مین حضرت مولانا کا وصال ہوچکا تھا اور اونھون نے یہ ٹھمری ؎

اُن سے فتح علی کھیلت ہوری ۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

کی مہر میں سنہ ۱۲۶۱ ہجری منقوش تھے اور یہ سجع ؎ علی امام من ست و منم غلام علی +
کندہ تھا بعض کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی شجاعت وضعداری اور پابندی صوم وصلوۃ میں مشہور تھے علاوہ اپنی برادری اہل وطن کے عمائد اور صلحاء لکھنؤ میں جسجگہ وہ جاتے توقیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلی دیوان رحیم داد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان کے ہمعصر و ہمراہی تھے۔ دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ خانصاحب احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کرکے ذیل میں درج کردیا ہے اوس سے مفصل شاخون کا حال ظاہر ہوجائے گا۔ افسوس کہ ۲۸ محرم سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۰ فروری سنہ ۱۹۰۲ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر میں انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ چونکہ راقم کے شفیق اور غم نامدار تھے اور نہایت مناسبت رکھتے تھے اسوجہ سے اس وائمی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ تاریخ کے قطعات منجملہ اونکے یہ مصرعہ تاریخی ؎ غلام علی خان گئے بے بدل ۱۹۰۲ء ہے اور بخوف طوالت صرف ایک قطعہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے ؎

صد حیف رفت عم گرامی ازین جہان — شد مبتلائے رنج والم جان ناصبور
کن صبر اختیار مظفر برشتہ دل — تاریخ انتقال بگو طالب غفور ۱۳۲۰ھ

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھنچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا ننہال کنھر پور واقع محلہ بندیا میں تھا۔ حسن علیخان خلیل قوم کے پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

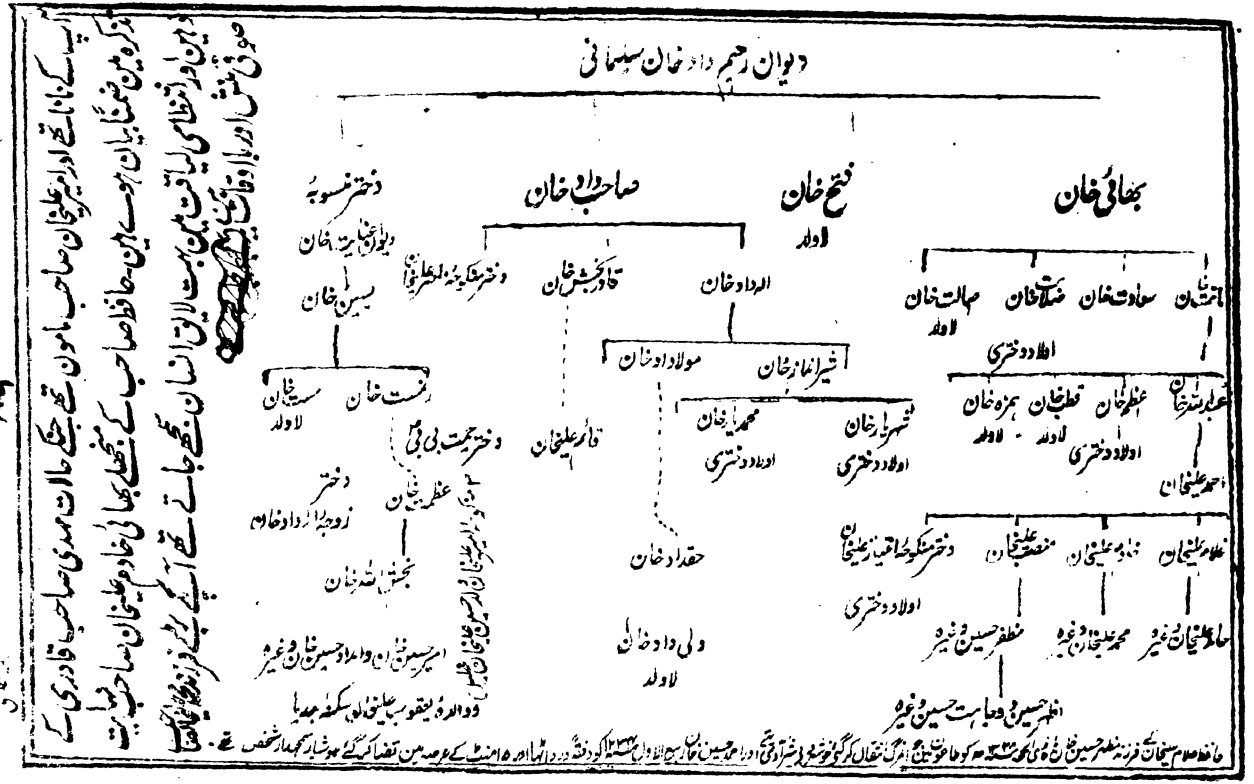

حافظ غلام سبحان کے فرزند مظہر حسین خلف ولی محمد ۱۳۳۳ھ کو طاعون میں مرگئے خوشدل کر گئے خوشدل خیراتی تھے اور احمد حسین حال ربیع الاول ۱۳۳۴ھ کو دفنہ دردانہا اور ۵ امنٹ کے عرصہ میں تقصا کر گئے ہوشیار سمجھدار شخص تھے۔

ذکرہ میں ضمناً بیان ہوئے ہیں حافظ صاحب کے منجھلے بھائی خادم علیخان صاحب بہت
ہوئے اور انتظامی لیاقت میں بہت لائق انسان تھے جاتے تھے آپکے بعد فرزند
صبور و شکر اور بردبار واقع ہوئے تھے

عبداللہ خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھیں انکی دو لڑکیاں بھی تھیں ایک قادر داد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھیں پردیس خان جہان خان کے فرزند تھے جہان خان کی دختر رستم خان کو منسوب تھیں شاکر خان صاحب بوان حسین داد خان کے بہنوئی اور یک جدی تھے۔ ان کے فرزند داؤد خان تھے مگر اولاد نکا زیادہ سلسلہ نہیں چلا جہان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھیں جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان پیدا ہوے۔ بخش اللہ خان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھیں عبداللہ خان کے دو فرزند اسد علیخان اور شاول خان بھی تھے مگر لاولد رہے اور اس وجہ سے اُن کا نام شجرہ مین داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخان صاحب سُلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمچشمون مین بالیاقت ہوے انشا پردازی اور موزون طبعی دونون قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور برادر نامدار سرکار لکھنؤ مین ملازم تھے اسلیے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ ہر دو جگہ ہوئی بیشتر ابتدائی کتابین شاہ آباد مین مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر مین شہید ہوے پڑھین اسکے بعد لکھنؤ مین مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ زمانۂ شباب مین عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہسوانی سے جو عالم درویش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مرحوم آبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

۱ حضرت مولانا تشرع و تقدس اور زہد مین یکتاے روزگار بزرگ ہوے آپ شیخ احمد عرف ملا جیون کی اولاد امجاد مین تھے ملا جیون اورنگ زیب بادشاہ کے اوستاد تھے اور عہد عالمگیر سے فرخ سیر کے عہد تک مقتدے امام اور شیخ الاسلام رہے۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر مین قرآن حفظ کیا اور ۱۲ سال کی عمر مین تفسیر احمدی اور ۵۸ سال کی عمر مین بمقام مدینہ منورہ نور الانوار تصنیف کی ۱۱۳۱ھ ہجری مین وفات پائی اور اپنے وطن امیٹھی مین مدفون ہوے مزار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی پانچوین پشت مین تھے مولانا نے علم ظاہری لکھنؤ مین تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن مین مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی کی خدمت مین حاضر ہوے اور مثنوی معنوی شرح مشکوۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا درس لیا سات برس تین ماہ سترہ روز صحبت اُستاد و پیر مین حاضر رہے اسکے بعد ۱۱۴۲ھ ہجری مین بہ ذریعہ الخفی بیعت سے مشرف ہوے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ ترکیب سے متقی و دیندار واقع ہوے تھے حضرت پیر مرشد نے مکرر ارشاد فرمایا کہ امیر علی گوہر بے بہا ہے بعض کہتے ہین کہ انھون نے آپکو امیرالمومنین بھی کہا تھا چنانچہ بحسب ارشاد ہدایت خلق و جہاد وغیرہ مین مصروف ہوے آپ کے فیضان صحبت سے ہزارہا اشخاص کو صوم و صلوۃ کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صدہا مسلمان مرید و فیضیاب ہوے جب آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چلدیے دو سال تین ماہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کیے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوے ہر ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کی ہزارون مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر ادراک الدنیا ہو گئے اور جنگل مین ایک مسجد خانہ بنا کر معتکف و متوکل ہو کر بیٹھ گئے۔ غلام محمد صاحب جو والد ماجد منشی غلام امام صاحب شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد امجاد مین تھے آپ کے مرید ہوے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی کلاہ اونکے سر پر رکھی اونپر محبت الٰہی غالب ہو گئی عالم رویا مین بندگی میان نہایت خوشنود ہوے بمبئی مین مولوی عبدالاحد خلیفہ اعظم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا اونھون نے اپنے حق مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہو کر معتقد ہوے۔ ۱۲۱۰ھ ہجری کو اجودھیا مین جب مسجد منہدم کیگئی تو ہزارون لوگون نے آپ کو امام بنایا آپ حمیت دینی کیوجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر آپ نے غیرت ایمانی سے منحرف نہ پھیرا اور ۱۶ صفر روز شنبہ سنہ مذکور کو جوانمردی سے لوکر شہید ہوے (باقی بصفحہ ۹۲)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ مین مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے
لیاقت کے علاوہ سرشتی طور پر خوش الحانی خوشخطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ مین
موجود تھے جسمانی قوت خوبصورتی وموزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا
فقرا اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب
مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جسوقت مین کہ آپ کا
لکھنؤ مین قیام تھا اوس زمانہ مین میر انیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا
نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے مین اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ مین جب
آپ پڑھتے تھے اوس عہد مین ہر فن کے کاملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر آپ نامی شعرا
اور مشاہیر علما کی خدمت مین جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق
کے ساتھ نفاست اور آسایش پسندی کا اثر وہان کے باشندون کی طرح آگیا تھا۔
شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی مین ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کردیا۔
وہان منشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہوگئے تھے سب بھائیون مین
چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے
بھائی حافظ غلام علیخان نے نہایت دلجوئی وشفقت مربیانہ اُن پر فرمائی۔
جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیون کا شاہ آباد مین

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۸۰ متعلق صفحہ ۸۱) ۵ سرمیدان کفن بردوش دارم: آپکا مصرعہ پڑھا ہوا مادہ تاریخ ہے
آپکا اشتہار منظم مخاطبت واجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتین بہت سی مشہور ہین۔ ردولی کے چودھری کو
ایک نعش کے دفن ہونے کی ہدایت کی دریا باد مین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا خشک کنوان آپ کی دعا
سے لبریز ہوگیا تھا بعض شہدا کی نعش ایک ایک ماہ خون سے تر و تازہ پڑی رہی اور بمقتل و
بہ دفن معطر پایا گیا۔

مستقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جتنکی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ عدالتی معاملات و مقدمات حافظ غلام علیخان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علیخان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت مین اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار مین رونق پیدا ہوگئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش انتظامی و ہوشمندی کے آسایش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہین کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھتے گئے جب آمدنی کافی نہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اوسکا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جائداد زیربار ہوکر ضایع ہوگئی اور جز حصہ اوسکا باقی رہگیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج مین خدا پرستی اور محبت الٰہی کا مادہ بھی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی کے مرید ہوے اور اونکے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف مینڈو شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوے۔ روشن ضمیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل مین پیدا ہوگیا تصوف کی کتابین اکثر مطالعہ مین رہتین۔ اور حاجی محمد حسین صاحب اختیارپوری جن سے کمال انسیت تھی مجالست رکھتے۔ آپ کے ہمخیال و ہم مشرب میر نجف علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے کبھی کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سر اکبر مصنفہ شہزادہ محمد دارا شکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دار سوایج پور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقرا اس قسم کے آئے جن مین سالک

ومجذوب وصاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی بعض فقیرولی خطرات اور ذاتی راز بیان کردیتے۔ آپکی لیاقت کے ثبوت مین ایک یہ امر بھی ہے کہ برادری مین کوئی مناقشہ پیش آیا تو اوسکی پنچایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور اس قسم کے فیصلنامے آپ کے قلم کے لکھے ہوے دیکھنے مین آئے میلاد شریف پڑھنا تو خاص آپکا حصّہ تھا بلا خیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس زمانہ سے تا ایندم آپکے رنگ کا میلاد پڑھنے والا نہین نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز مین ایک درد ایسا تھا کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل میلاد شریف منعقد ہوکر سامعین مجتمع ہوے اور آپ کو جانے مین کچھ دیر ہوئی تو آپکا انتظار کیا گیا اور زیادہ پہونچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور آپکو ضرور بلوایا چنانچہ نواب دوست علیخان کے یہان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔ اس نواح کے معزز و مشاہیر لایق اشخاص نے آپکی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا نے جنکی قابلیت و خوبیان مُسلم الثبوت ہین کئی بار بیان فرمایا کہ شاہ آباد مین منصب علیخان نہایت باالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے عزیزانہ مراسم ہے ہین۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب رئیس شاہجہانپور جو نہایت تیز و طرار و قابل انسان تھے اونھون نے بھی بسبیل تذکرہ راقم سے کئی بار کہا کہ شاہ آباد مین میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص مین گذرے ہین افسوس کہ اونکی قضا نے بہت جلدی کی آپکا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی ہوا کرتی تھی اکثر غزلیات مثنویات اور مناجاتین و دیگر تصنیف کین مگر غایت استغنائی سے بے احتیاطی سے ڈالدین اور کبھی اونکو بیاض کی صورت مین جمع نہ کیا جسکا دل چاہا

وہ کلام لیگیا بعض چیزین جو راقم کو اُن سے دستیاب ہوئین وہ موجود ہین اُن سے بطور انتصار کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین

غزل من کلام مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم مغفور

چمک دیکھی ہے جب سے ابروِ خمدار قاتل کی
مری آنکھون مین صورت پھر رہی ہے مرغِ بسمل کی

کہان ہاروت اور ماروت نے زہرہ سے اُلفت کی
مہینون سیر ہم کرتے ہے ہین چاہِ بابل کی

سیاہی مٹ کے پہونچی دشتِ چاہِ زنخدان کے
حقیقت کھلگئی جب آب و آتش باد اور گِل کی

طبیعت شب کو بہلی داستان حُسن سے اپنی
چکوروں سے سُنی ہمنے کہانی ماہ کامل کی

فراق یار مین نغمہ نہین اک شور ماتم ہے
جگر مین چٹکیان لیتی ہین منقارین عنادل کی

غزل خوانی کا چرچا حُسن خوبان کا تماشہ ہے
بہم ہین صحبتین کیا ان دنون یاران یکدل کی

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریون سے تعلق ہے
تمھارے عشق مین منصب نے یہ جاگیر حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جسکا مطلع یہ ہے ؎ ممکن نہین پری تیری تصویر کا جواب
نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے ؎

یہ دونون نورِ چشم محمد ہین بیمثال
شبر کا ہے نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہین

خداوندا کرم اپنا تو کردے
مرا دل شوق سے اپنے تو بھردے

کہ تیرے عشق مین کور ہو جائے
مرا دل نور سے معمور ہو جائے

وہ دل اپنے کرم سے تو عطا کر
بھرا ہو عشق سے تیرے سراسر

مرے دل مین طپش وہ عشق کی دے — کہ جس سے جل اُٹھین سیر رگ و پے
الٰہی شہر دل کو کر تو آباد — محبت خانہ عشقِ ستم زاد
دوئی کے حرف کو دل سے مٹا دے — تو اپنا جام وحدت کا پلا دے
ترا جذبہ عنایت کا جو آجائے — تو ہم بود کا نابود ہو جائے
تو گر چاہے تو بد کو نیک کر دے — مرے دل کو صفائی کا اثر دے
طفیلِ مصطفےٰ میرے خدایا — تو کیجیو خاتمہ بالخیر میرا

ایک نظم مین دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچکر دکھلائی ہے ۵

کچھ عجب کارگاہ عالم ہے — شادی و غم جہان مین توام ہے
چمن دہر کی ہے ایسی بہار — پہلوے گل مین ہین چھپے خار
کسی گلشن مین آگئی جو بہار — ساتھ اوسکے خزان بھی ہے تیار
مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسا — غم و آفت مین سو طرح سے پھنسا
ہے جو رنگ جہان طلسم مثال — ساری باتین ہین اسکی خواب و خیال
رشک گلشن تھا کلبۂ احزان — تیرے قدمون سے اے گل خندان
چین تھا دل کو اور تسلّی تھی — دن بدن عیش کی ترقی تھی
ایسی بدنا گمان ہوا آئی — چمن وصل مین خزان لائی
ایسے جھونکے سموم غم کے چلے — خشک جس سے نہال دل کے ہوے
تھا جو نخلِ مراد خرم و شاد — صرصرِ غم نے کر دیا برباد
جس سے راقم کی زندگانی تھی — عیش تھا دل کی کامرانی تھی
مجھکو اوس گل سے کر دیا مہجور — جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور

سادگی رونق گئی نگار کے ساتھ — رنگ جاتا رہا بہار کے ساتھ
پانون وحشت نے اپنے پھیلائے — ہاتھ سودے نے اپنے دکھلائے
لشکر غم جو آکے ٹوٹ پڑا — سب متاع خرد کو لوٹ لیا
ایسا فرقت نے بیقرار کیا — جیب و دامان کو تار تار کیا
کوئی مونس سوائے یاس نہین — جز غم و درد آس پاس نہین
گردش آسمان ستاتی ہے — جان میری لبون پہ آتی ہے

اس قسم کی نظمین طول طویل موجود ہین مگر اندیشۂ طوالت سے اختصار کو کام مین لایا گیا
ایک مثنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ سید شمشیر علی صاحب کے
روبرو پیش کی تھی اور وہ پیر و مرشد کے حضور مین قبول بھی ہوئی تھی یہان چند شعر اوسکے
تحریر کیے جاتے ہین ؎

ہے کہان ساقیِ سراپا نور — جلد دے ساغر شراب طہور
ایسا دے ایک جام لافانی — جسکے پینے سے دل ہو نورانی
وہ زبان مین مری کرے تاثیر — حال دل جس سے سب کرون تحریر
بحضور جناب مرشدِ پاک — کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک
ہے جو وہ ہادی و غریب نواز — دردمندون کے دل کا چارہ ساز
حق نما آئینہ ہے اوسکی جبین — جس سے پیدا ہی صاف نور یقین
ہے منوّر وہ روے نورانی — جس سے روشن ہی بزم عرفانی
کچھ عجب شان ہی عجیب انداز — گاہ شکل نیاز گاہ ہے ناز
ہی حبیب آپ آپ ہی محبوب — آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب

مخزنِ نورِ مصطفائی ہے — مظہرِ شانِ کبریائی ہے
چشمِ رحمت سے جو کرے وہ نظر — صورتِ موم نرم ہو پتھر
جس طرف وہ کرے کرم کی نگاہ — کوہ ہو جاوے ایک دم میں کاہ
دیکھ لے چشمِ قہر سے جس کو — ایک دم میں وہ خاک جلکر ہو
ہے وہ آئینہ جمال و جلال — اوس سے پیدا ہی نوع کمال
یک جہاں کامیاب ہی اوس سے — زینتِ شیخ و شاب ہی اوس سے
کیا لکھے وصفِ مدحتِ حضرت — کب زبان قلم میں ہی قدرت
ایک شمہ اگر رقم ہو جائے — خامہ بھی مورد کرم ہو جاوے
اسے شہ دستگیر ہر دو سرا — خادم و عاشقِ رسولِ خدا
حضرت مرتضیٰ کے عاشقِ زار — اور حسنین کے نیاز نگار
حضرتِ غوثِ پاک کے شیدا — قطب عالم یہ جان سے فدا
بعد صد شرمسار آرزوئے نام — عرض کرتا ہے یہ نحیف غلام
میرا ہر مو سے تن اگر ہو زبان — یک سر مو نکر سکونگا بیان
رحمتِ خاص مجھپہ کی نازل — اپنے بندوں میں کر لیا شامل
اس طرح پر یہ بذلِ عام کیا — خاص اپنا مجھے غلام کیا
جان لاکھوں اگر خدا بخشے — آپ کے قدموں پر کروں صدقے
شکر انعام گر شمار کروں — نقد جان سیکڑوں نثار کروں
رات دن گر رہے یہی نقشا — تا قیامت کیا کروں ایسا
بندگی حضور سے اے شاہ — ہوں نہ عہدہ برا خدا ہے گواہ

تا قیامت نہو گا مجھ سے ادا
شہ نے جو لطف مجھ گدا پہ کیا

گو کہ حضرت نے پرورش سب کی
آگہی دی مشیت رب کی

نیک اور بد سے کر دیا آگاہ
تا یہ گمرہ کہین نہو گمراہ

پر لکھے اپنا حال کیا مغموم
ہے عجب شوم کچھ مرا مقسوم

نہ بنا مجھ سے ایک کار افسوس
میری ناکامی پر ہزار افسوس

اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی
کہ مجھے رات دن ہے ناکامی

یعنی تعمیل حکم والا کی
حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی

ایک دم بھی رہا نہ خدمت مین
بل پڑا اس سبب سے قسمت مین

نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھی کار
کیون نہون اپنی زیست سے بیزار

دیکھیے کب تلک یہ بخت سیاہ
خوار رکھے مجھے یہ شام و پگاہ

دیکھون کب تک یہ نفس قہر زبون
اس دل خستہ کو رکھے محزون

حاصل عمر ننگ ملا مجکو
درد و رنج و الم ملا مجھکو

اسکی تفصیل تا کجا لکھون
ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھون

وہ یہ ہر عرض ای شہ پر نور
عارضون سے ہون اسقدر رنجور

اس طرح کر دیا نحیف و نزار
سارے کامون سے مین ہوا ناچار

کر دیا تن کو ایسا کاہیدہ
ہر گھڑی زیست سے ہون رنجیدہ

جان شاہا لبون پہ آتی ہے
گردش آسمان ستاتی ہے

اپنے امکان بھر دوا بھی کی
لاکھ چاہا مگر شفا نہ ہوئی

دس برس سے ہون مبتلا اسمین
اور شش و پنج بھی ہا اوسمین

بیسیون بار زیر بار رہوا
رنج تو تھا سو وہ ہزار ہوا

ہر گھڑی سر مین درد رہتا ہی
جان و تن گرد برد رہتا ہے

بس ہوا اس سے صاف یہ مفہوم
کہ کلی پر ہے آجکل مقسوم

زیست انسان کی پائدار نہین
زندگی کا کچھ اعتبار نہین

اپنے جینے سے اب مین ہون یون
ایسی ناچاری پر ہزار افسوس

ہوکے ناچار اے شہ والا
خدمت پاک مین ہون عرض رسا

میرے شہ آپ کا گدا ہوکر
مین رہون غم کا مبتلا ہوکر

وہ بلا جس سے کاہش جان ہو
روز و شب جس سے روح حیران ہو

دین و دنیا کی ہی جو بربادی
اسلیے آپ سے ہون فریادی

کہ سوا آپ کے نہین غمخوار
کیجیے جلد چارۂ ناچار

قید اندوہ سے چھڑا دیجیے
اپنے بیمار کی دوا کیجیے

اس بلا نے مجھے کیا برباد
اپنے غمگین کو کیجیے اب شاد

المدد یا شہنشۂ عالم
ہون مین امیدوار فضل و کرم

دوسری ہی یہ عرض ای مخدوم
شجرۂ پاک ہے کیا منظوم

آپ کے وہ اگر پسند آجائے
خلعت فخریہ گدا پا جائے

جبتلک عرش کبریا کا ہے
جبتلک ملک یہ خدا کا ہے

رہے جبتک کہ جلوۂ ہاہوت
رہے جبتک کہ شوکت ہاہوت

رہے لاہوت جب تلک قائم
رہے جبروت جب تلک محکم

رہے جب تک کہ زینت ملکوت
جبتلک ہے شہادت اوزاسوت

اے خورشید معرفت تابان		فیضیاب آپ سے ہون پیر و جوان
تیرے صدقے سے اے محب رسول		مستمندون کی ہو مراد حصول
منصب خستہ دل کو صحت ہو		ایسی اللہ کی عنایت ہو
ایخدا جب تلک ہون آباد		برکت پیر سے تو رکھ دل شاد
تن مین جبتک کہ جان اسیر رہے		جان و دل سے فدائے پیر رہے
یہ عریضہ ہوا یہان سے تمام		شجرۂ پاک کو کرون ارقام

نظم کے علاوہ کچھ حصہ نثر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اُردو عبارت سے یہان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نحمدہ ونصلی)

جناب عموی صاحب قبلہ و کعبہ دو جہان ادام اللہ ظلکم ۔۔

پس از بجا آوری مراسم تسلیم بصد تمنائے قدمبوسی مدعا طراز یہ کہ باستدعائے سلامتی ذات بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام میمنت التیام مین یہ مژدۂ جانفزا و بشاشت افزا سماعت مین آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالی بری ہو کر اپنے دولتخانۂ فیض کاشانہ مین تشریف لائے سنتے ہی اسکے قالب بیجان مین جان آئی دماغ کو تازگی اور دل کو مسرت تازہ ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدمبوس پر جو ایک عالم ہراس تھا اور میدان یاس مین مبتلا تھے از سر نو زندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزون کو مبارک ہو ۔

(ایضاً فارسی)

شفقت فرمائے خردان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجا آوردہ عرض می نماید کہ بورود تفاخر نامۂ فیض شمامہ عزت دارین حاصل گردید

برمضمون مندرجه آگاهی دست داد حال اینکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع جسمی کهرونه که در انجا پیمایش شروع است از عرصه سه روز تشریف برده اند و سه روز می رود که در موضع لگرهائی هم پیمایش میشود آنجا سوای بنده و برادر خادم علیخانصاحب دیگرے نیست و کل کارروائی مثل بهم رسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمه احقر و برادر موصوف لازم بود باین اتمام روز همراه امین در پیمایش لگرهای و چکوک مشترکه موجودگی میباید ازین جهت دو روز دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرور دو یوم حاضر خدمت عالی خواهم شد میان حیدر را فرموده دهند که نزد کرم علیخان رفته تعلیم سپران کرم علیخان سرگرم باشند تصفیه تعلق بنده دارند مگر تنخواه از دو روپیه ماهوار و یک وقت خوراک زاید نخواهد یافت باقی امور خاطرداری و دیگر حقوق آغازی و عیدی وغیره را بنده فیصله کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنچه ارشاد عالی خواهد گردید بجا خواهم آورد زیاده بجز تمنای قدمبوسی چه مطلع کنم۔

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

دیگر

موجد قوانین محبت مخترع آئین مودت کرم گستر مخلصان احمد یار خانصاحب سلامت

پس از سلام خلت انضمام که گلی ست از گلشن اسلام مدعا تفویض آنکه حال ما قرین حمد پروردگار و خورسندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبگار۔ در جواب مراسله شریف بمضامین لطف تضمین محتوی تعویق بمقدمه معلومه حسوخان صاحب و والده ماجده خود ننگ وصول رنجیده تشاویش را از دلم ربود مسرت رو نمود حقیقت شناسا حسب ایماے کرمفرما انتظار اطلاع تشریف آوری آن مهربان دنیز رونق افروزی محمد اسمعیل خان صاحب بموجب بیان آن مردم مرسله صدمه الانتظار اشد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب که نه آن مهربان تشریف

ارزانی فرمودند و بہ اسمعیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسید ن حسو خان صاحب و الدہ سامی برمکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر المسرت میداشتم لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بعیادت ایشان روند و بندہ محروم الملاقات شود متعذر ماندم اکنون کہ حیدر خان صاحب درینجا آمدہ اند ہنگام ملاقات حال مزاج لطف امتزاج اسمعیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم و قصد نحیف آنجا مصمم است مگر تقدماً للحفظ اول گام فرسائی آنجا نہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام ترقب دارم و بسترضا میبویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تقرر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ و عذرات معقولہ بپاسخ خواہم دید مجبوراً ورنہ ہرگز ہرگز راضی بہ التوانہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ درینجا خواہم رسید و ازان صاحب درین بارہ با دلائل نیازمندانہ پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلب ست کہ چندان عرصہ دیر گردید و گفتگوہا می روند نیازمند را از بار شاقہ انتظار برہانید آنصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند اندرین امور بموجب حکم خدا و رسول عجلت ضرور نظر بر آن مترصد کہ بندہ منتظر آیندہ بود ادی انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ ممتاز فرمایند کہ نیازمندان مترصد را بعدم توجہات خستہ کردن نادیاست زیادہ طوالت تصویر بیدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خلش معدہ کی شکایت سے دس پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج مین مصروف رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ زیست سے مایوسی ہوگئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اوس مرض سے شفائے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی مین مولوی حامد علیخان نے جو

قابل و شاعر ہمہ دان اور اپنی قوت حافظہ مین مشہور شخص ہین اور اکثر کتب اُنکے تصنیفات سے مطبع منشی نولکشور صاحب واقع کانپور مین طبع ہو چکے ہین یہ قصیدہ بطور تہنیت کے اپنے عم نامدار کی خدمت مین پیش کیا جسکے بعض شعر درج کیے جاتے ہین۔

عم سے آزاد نہ کسطرح ہو سارا عالم
کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر دم

کس طرح نکلے زمین سے نہ صدائے شہنا
کیون نہ بجوائے فلک نوبت شادی ہر دم

چمن دہر سے کسطرح نہ ہو دور خزان
کیون نہو باغ مین ہر گل پہ بہار عالم

عالم علم فنا واقف اسرار خدا
ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و حشم

باعث جود و عطا موجب خلق و شفاق
صاحب علم و حیا مورد الطاف و کرم

کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار
عابد و زاہد و مقبول خدائے عالم

گوہر درج شرافت در دریائے وفا
کشتی فیض و شرف ابر سخا بحر کرم

سایۂ چتر خدا پشت و پناہ خردان
یعنی منصب علیخان قبلہ کعبہ مرے عم

عارضہ اونکو تھا افسوس بہت عرصہ سے
اس سبب سے وہ نہین رہتا تھا بہت درد و الم

سیکڑون بار رہا اسمین خرچ اونکو
بیسیون بار کیے خرچ ہزارون درہم

اِک دوا نے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن
ایک نسخہ بھی شفا کا نہ ملا اُن کو بہم

جو تکالیف ہوئے اُن کو مرض مین الحق
ہائے کسطرح کروں اوسکا بیان اسمین رقم

کیسے کیسے دل بیتاب سے گذرے
سختیان جان پہ کیا کیا ہوئین کہان ہر دم

دیکھکر اونکی یہ تکلیف عزیز و احباب
یہ دعا مانگتے تھے حق سے وہ با دیدۂ نم

دے مصیبت سے اونھین جلد رہائی یارب
رحم کر ان پہ تو ای رب رحیم عالم

تجھ سوا ہے نہ کوئی اُن کا مددگار و رفیق
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم

ہوتے تھے رو کے وہ سب حق سے شفا کے طالب — سب کے تھا ورد زبان کلمۂ ارحم ارحم
مبتلا اس مین رہے آہ برابر دس سال — گیارھوین سال مین اللہ نے کیا فضل و رحم
غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھین — ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم
دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری — نر ہا کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم
شاد و خندان ہوے سب انکے عزیز و احباب — دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب درد و الم
دن ہوا عید کا دن رات ہوئی وصل کی رات — جا بجا بجنے لگی نوبت شادی پیہم
لوگ ہر سو سے انھین دیتے مبارکبادی — ہو گیا کیا کہون مین سارا خوشی کا عالم
الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت بپا — مین بھی اک گوشہ خلوت مین پڑا تھا خرم
سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب فکر — کہ رہون یاد زمانہ کرون کچھ ایسا رقم
بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول — یعنی احوال کیا مین نے یہ سب بند قلم
سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسدم فکر — طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی مینے رقم
سال تاریخ شفا نکلے اُسی وقت ضرور — میم ہر مصرعۂ آخر کے جون ہون جمع بہم
اب دعا کے لیے ہاتھونکو کرون اپنے بلند — کیا عجب ہین جو ہو مقبول خدائے عالم
یا الٰہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد — چلتے پھرتے رہین جبتک یہ زمین پر آدم
گردش انجم افلاک کا جبتک ہے یہ دور — مہ و خورشید ہین جبتک یہ فلک پر قائم
حس و ناسوت کا جبتک کہ نشان ہے قائم — پائداری پہ ہے جبتک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہین چھوٹے بڑے سب آباد
حامد خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر بخوف طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

نہین مکل سکتا ہے۔

اسکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندرستی خراب ہوی اس زمانہ مین ایک فقیر جو بظاہر بہت مرتاض معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہان آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ مین ٹھہرایا گیا اسنے کچھ دھونگ جمایا کہ تمام شاہ آباد مین اُسکی شہرت ہوگئی اور لوگ اس سے ملنے کو آئے اوسکی خاطر و مدارات مین بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہان سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج مین جو جائداد زیر بار ہوچکی ہو اسکے لیے بھی ایک نسخہ کیمیا دی بنا دونگا اس سے سبکدوشی ہوجاے گی جب وہ اپنا مطلب پورا کرچکا تو بھاگنے کی فکر مین ہوا۔ ایک رات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیون نے اسے پکڑا آخرکار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہونچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔

اس فقیر کو کشتہ جات مین بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو مدار کے دودھ مین پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا مین آپ کے ایک ریاحی درد اٹھا شدت تکلیف سے ہاتھ پانون بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہوا دوسری بار پھر صندقچہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطرار و بیچینی کی حالت مین نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھالیا اور اسکے ساتھ وہ گرا بھی کھا لیا حتے کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجاے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے مین آگئی اوسنے آگ لگا دی حدت وسمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہین ہوسکتا۔ مختلف علاج کیے گئے تبریدی کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۸۸۶ء روز سہ شنبہ سہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین اچھے مجمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوے سید شمشیر علیصاحب جو عارف باللہ و روشنضمیر تھے اونھون نے مراقبہ کرکے عالم ارواح مین جناب مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہین ؎

واصل حق ہوے منصب علیخانصاحب آج

۱۳۰۴ھ

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے ہین منجملہ انکے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال مآل جناب منشی منصب علیخان مرحوم مغفور

ذہین و ذی خرد منصب علیخان — زد نیا شد سوے جنت روانہ
بعہد زندگی از عقل و علمش — شدہ مشہور در عالم فسانہ
مظفر سال جستم گفت ہاتف
بجنت رفت دانائے زمانہ

۱۳۰۴ھ

معالج الدولہ حکیم سیّد فرزند علیصاحب افسر الاطبا

اس آخری دور مین حکیم صاحب موصوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہین ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے ہمچشمونمین کسیکو نصیب نہوئی آپ علمی لیاقت طبّی خداقت دینی حمیت مین وحید العصر ہوے شروع و تحمل آپ کی نیک طینی کے جزو اعظم تھے۔ کریم النفسی و قوی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص مین ہیز گاری آپکے عناصر مین سرایت کرگئی تھی اکثر اوصاف مین آپ بزرگان سلف کے نمونہ سمجھے جاتے ۸ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ کو اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوے آپ سید ضامن علیصاحب کے فرزند اور خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی کے نواسے ہین۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا۔ آپ کے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ مین چونکہ نائب چکلیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونون جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دینیات و درسیات مین مفتی سعداللہ صاحب کے اور طب مین حکیم ملا محمد نوابصاحب اور حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

۱۲۷۰ھ مین جسب الطلب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیس دلاور اعظم طبقہ اعلا ستارہ ہند آپ بھوپال تشریف لیگئے اور وہان ملازم ہوکر وہ تقرب و وقار پایا کہ مرجع انام ہوگئے۔ ۱۲۷۲ھ مین پیشگاہ حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ سے خطاب معالج الدولہ خان بہادری مع خلعت و مہر و فرمان کے مرحمت ہوا مدت دراز تک آپنے ریاست بھوپال مین بہزار نیکنامی افسر الاطبائی کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا جو نکاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے جب مولویصاحب کو حکیم صاحب

حکیم سید فرزند علی صاحب افسرالاطبا

کیوجہسے ترقی ہوکر عروج ہوا اور آثار گرانخاطری کے پیدا ہوے تو حکیم صاحب نے مکان چلے آئے اسکے بعد بکمال توقیر و بصد اصرار مہاراجہ سری پرتاب سنگہ جی صاحب بہادر ڈی سی ایل والی ریاست نرسنگہ گڈھ نے طلب کیا اور آپ ۱۲۹۷ھ مین وہان جاکر ملازم و معتمد ہوگئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست مین دخیل رہے۔

آپ کی خداقت و قابلیت ایسی شہرۂ آفاق تھی کہ ملک مین جابجا امرا و حکام آپکو بلاتے چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر اعظم ٹونک نے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور جب آصف جہان بیگم صاحبزادی صاحبہ علیل ہوئین اسوقت بھی ولیعہد صاحب بھوپال نے آپکو بلایا اور آپنے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب ممدوح بھی آپکا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۳۱۹ھ مین نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ملک نے انتقال فرمایا اور بجاے انکے نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی آئی۔ ای۔ مسند نشین ہوئین تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تعزیت و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست سے جواب باصواب آیا جسکے بعد حکیم صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدۂ افسر الاطبای پر سرفراز فرمائے گئے۔

راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت سے آپکے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا انسے ملاقاتین ہوئین اور دلچسپ مکالمے رہے سرکار عالیہ فرمانروای حال بھی قدر و منزلت فرماتین۔ صاحبزادگان بلند اقبال بھی الطاف رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت سے کارنامے قابل الذکر ہین انکو ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل تھا بیسیون اشخاص

کو مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صدہا جان بلب مریضوں کو انکے ہاتھوں شفا ہوئی۔ کثرت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری میں بمقام دہلی ہز ہائینس نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن اور انکی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونیکے باعث حکیم صاحب ہی ہوے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد عزیز بہادر ولیعہد و خلف شاہ اودھ کی مہمانداری کا شرف بھی آپکو حاصل ہوا اور پرنس موصوف نے آکر آپکے قیام خیمہ پر آپسے ملنے تشریف بھی لائے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہروں کی سیر و سیاحت فرمائی اور ۱۲۸۹ھ مین عرب بھی تشریف لیگئے اور حرمین مین حج اور زیارت روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔

صد حیف کہ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رحلت فرمائی تجہیز و تکفین سے آثار مغفرت کے نمودار ہوے۔ مولوی اعظم حسین صاحب خیرآبادی نے اپنے ہاتھوں آب زمزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو مکہ معظمہ سے جناب مرحوم مغفور ہی دن کیلیے لاے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد مین ہزارون نمازیون نے جسمین بیسیون برار صدہا صلحا و علما تھے نماز جنازہ پڑھائی اور اسحالتمین کہ باران رحمت الہی کا نزول ہو رہا تھا جنازہ اٹھایا گیا اور لیجاکر تکیہ قلندر واقع بھوپال مین مفتی محمد ایوب صاحب کی قبر کے قریب آپکو دفن کیا گیا مادہ وفات (حسن بخشش) جو مخبر نجات ہے ہاتھ آیا اسکے علاوہ ۵ ہنر آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے راقم آپ کے مدفن پر حاضر ہوا ہے بارونق جگہ ہے بعض صلحا نے آپ کو بعد وفات عالم رویا مین عالی مراتب حالت مین دیکھا۔ آپکے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی جو شریعت با حقیقت عارف تھے انکی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوے بڑے میر نجف علیصاحب جو صوفی خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون مین طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علیصاحب تھے جو شاہ اودھ کے برادر خرد شاہزادہ مرزا سکندر حشمت محمد جواد علی بہادر عرف جنرل صاحب کے سکریٹری و مصاحب ہی جب انتزاع سلطنت اودھ ہو گیا اپیل کیلیے خاندان تاجدار لکھنو لندن گیا تو آپ بھی ہمراہ تھے جب انکے آقاے نامدار جنرل صاحب کا ولایت مین انتقال ہو گیا تو آپ لندن ہی مین رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن مین بعہدۂ پروفیسری ملازمت کرلی اور ایک لایق سیم مسماۃ ریپ صاحبہ سے عقد کر لیا جنسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوے میر صاحب کے اکثر شاگرد یورپین کلکٹر وغیرہ یہان کے اضلاع مین آئے اور انھون نے آپکی قابلیت و علم و ماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

حکیم صاحب کے قابل قدر و دلچسپ حالات راقم نے ایک سوانحعمری مین مفصل طور پر لکھے ہین لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپکے حالات دیکھنے مین آجائین لہذا یہ مختصر حالات لکھدیے حکیم صاحب کے شاگرد بھی لایق و مشہور ہوے جنمین حکیم سید امجد علیصاحب حکیم عبد الغفور صاحب حکیم سید عابد علیصاحب وغیرہ طبیب نامور ہین آپکے صاحبزادہ کا نام سید غلام علیصاحب ہی حکیم صاحب تذکرہ نواب شاہجہان بیگمصاحبہ کرون آف انڈیا نے اپنی تصنیف تاج الاقبال مین ریاست کے لایق ملازمین مین لکھا ہے اور جناب نواب سلطان جہان بیگمصاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر روشن خیال قدردان فرمانروا ہین اپنی ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ مین حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے جس سے حکیم صاحب کا ہز ہائینس کے حضور مین معتمد علیہ و مزاجدان ہونا ثابت ہی۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مؤلف نامۂ مظفری

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتاب کیے جاتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہوا کرتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے ناموان شاہ آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا کہ یہ احقر کچھ اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دعائے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر چند سطرین حوالہ قلم کیجاتی ہین۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر نجف علیصاحب نے بحساب سنہ پیدائش (مظفر جنگ) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اسلیے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتین دیکھنے سننے مین آئین جب سن تمیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کیطرف توجہ ہوئی اور حسب دستور علم مکانپر مقرر ہو کر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ معلومکے انکی ذاتی توجہ نوشت و خواند کیطرف مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پرداز نے اپنی گردش دکھلائی اور دس بارہ برس سن مین والدین[1] کا سایہ جو دنیا مین رحمت الہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا داغ یتیمی

[1] والدین سے مراد منصب علیخان ابن احمد علیخان اور بنت نجیب اللہ خان ہے۔

محمد مظفر حسين سليماني مصنف كتاب هذا

اٹھانا پڑا مجمعی جاتی رہی چارون طرف سے غم کا بادل چھاگیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا
تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علیصاحب منشی عیوض علیصاحب مولوی
سبط حسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم
طب کی تحصیل کیطرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا
کیخدمتمین حاضر ہوا انھون نے بنجیال خاندانی مراسم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت
شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک اُنکے فیضان صحبت مین استفادہ علمی کرتا
رہا اور سفر حضر مین موجود رہکر اصلاح نظم و نثر لیتا رہا۔ اس دورانمین استادی موصوف نے
اکثر حکام و امرا سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیگئے تو اپنے ساتھ لیجا کر نواب
احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعرف کرایا۔ ابھی فن طب
کی تکمیل نہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاد آباد مین انکی ذات سے
جو علم و خداقت کی شمع روشن تھی وہ بجھگئی اور یہانکی ناموری کا خاتمہ ہوگیا ان چند در چند
حادثات سے دلمین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کیطرف مائل نہوئی
بڑا سبب اسکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا
اس بے کاری و تنہائی مین دل کو وحشت ہوئی اور بزرگان دین کے مزارات کی حاضری
اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستانکے اکثر مشہور مزارات مثل کوڑلم شریف اجمیر شریف گلبرگہ
شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب دہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلۂ
سیاحت مین بمبئی بنگال مدراس پنجاب کے صوبجات مین جو قابل دید شہر ہین دیکھنے مین آئے
اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی و ملی مجالس مثل
جلسہ سالانہ ندوۃ العلما لکھنو۔ کانفرنس محمڈن کالج علیگڈھ۔ دہلی دربار۔ نمایش آلہ آباد و مدراس

وغیرہ مین بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعیہ کیلیے بعض مخلص احباب نے مناکحت
کیلیے مجبور کیا اور متاھل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتمین انقلاب ہوا
نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل وعیال کی خبرگیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکشمین
یہ خیال دامنگیر ہوا کہ یہ دنیاداری وکثرت مصارف سے زیرباری تو یون ہی چلی جائیگی
مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل الذکر اشخاص
کے حالات کسی نے جمع نہین کیے اور وہ ضایع ہوے جاتے ہین اسپر کمر ہمت چست
باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ مین ترقی ہوئی اور حالات وکاغذات فراہم کرنے مین
مصروف ہوا للہ الحمد کہ اس مقصد مین کامیابی نے منھ دکھلایا اور اپنی فہم واستعداد
کے لایق واقعات مرتب کردیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہونیسے
عبارت صحیح نہین تاہم حالات قابل قدر فراہم ہوگئے اور اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلیگا
کہ اکثر اصحاب کے نام نامی صفحۂ روزگار پر تا بقاے کتاب ثبت ہوجائینگے اور آیندہ نسلین
واجب التعظیم ولایق اہل وطن کے کارنامون سے آگاہی وفائدہ اٹھائینگی۔
اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابین اور بھی تصنیف وتالیف کین چنانچہ
(حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہوکر شایع ہوگئی اور ملک مین
مقبول ہوئی اکثر معززون نے لیاقت حضرت نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے
(گنجینۂ سلیمانی) استادی حکیم صاحب کے حالات مین مرتب کی اسکے بعد (حیات نصرت)
چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی اسمین چودھری حشمت علیصاحب کے دلچسپ حالات
بھی جو ایک نامور وفیاض تعلقہ دار گذرے ہین موجود ہین۔ آجکل مخدوم صاحب
سندیلہ کے ذاتی حالات اور انکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جسکا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنیکے ساتھ بارگاہ احدیت مین بکمال عجز و نیاز دعا ہی کہ وہ دنیاوی مقاصد و ترجوات سے محفوظ رکھکر حرمین شریفین و عرب کے اماکن متبرکہ کی زیارت سے مشرف فرمائے ہنوز یہ کتابیہ طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آگیا جس سے وہ صدمہ پہونچا کہ دلکو بیقراری رہتی ہے اور وہ جانکاہ واقعہ یہ ہی کہ اس خاکسار کی لڑکی[1] جو اولاد مین بڑی اور خوبصورتی ہونیکے ساتھ نہایت ذہین تھی دفعتہً علیل پڑی اور مرگئی چونکہ اس سے بیحد محبت تھی اور خاندان مین کوئی اس سے

[1] اس لڑکی کا نام عایشہ بیگم تھا یکم محرم سنہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۴ فروری سنہ ۱۸۷۸ء شب دوشنبہ کو پیدا ہوئی تھی نہایت سمجھدار و ہونہار تھی افسوس کہ زکام مرض لاحق ہوگیا اور ہفتہ شنبہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹ ۱۶ بجے روز چہارشنبہ کو انتقال کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم نے کئی قطعات تاریخی تحریر کیے ہین بعض یہانپر لکھے جاتے ہین

یہ کہتی ذیوش پیاری ایک میری عایشہ بیٹی	یکایک سنتے سوے جنت الفردوس کی حلت کی
ہوا صدمہ ہے لاحق ہسٹہ حکا اسکے مرنے سے	کہ دل بیزار ہے اب زیست فے ناحق طولات کی
یہ باکرتی ہے ہر دم بیقراری فطرتاً دل کو	بڑی تکلیف دل آزار ہے آزار فرقت کی
دھوان اٹھتا ہے دلسے جب وہ مجکو یاد آتی ہے	پھر اکرتی ہے تصویر آنکھ مین اس ماہ طلعت کی
جلا بیگانہ ساری عمر تک داغ جگر مجکو	نہ بھولیگی بھی وہ لاڈلی پاکیزہ صورت کی
ملیگی اب دوبارہ پھر نہ ایسی خوبرو بیٹی	ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت مجھپر قدرت کی
ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر	مجسم تھی وہ پتلی تندرستی فہم و فہرست کی
ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر اپنے پرائے کا	مشرقی طور پر رواج ہوی تھی نیک عادت کی
تمایان خوش نصیبی تھی نہایت اسکے چہرے سے	مگر لائی تھی کم میعاد دنیا مین سکونت کی
ہوا کرتی تھی حیرت مجکو اکثر اسکی باتون پر	کیا کرتا تھا مین تعریف ہی اسکے ذہانت کی
ملی وہ خاک مین ارمان سارے ہوگئے مٹی	بلا مین لیتی ہے اب دلکی حسرت بلکے تربت کی
ٹھہرتے ہی نہین آنکھو نمین آنسو فرط گریہ سے	ڈبوتی ہین مجھے خود موجین میرے جوش قلت کی
ابھی نو عمر تھی نو سال کی وہ نیک خو بچی	جلد پھر مہ تسنے یہ کیون اسد جو عجلت کی
پڑی دس دن فقط بیمار بچی آہ بستر پر	بہت تکلیف سے عشرہ کی اسنے ختم مدت کی
رجب کی چودھوین تاریخ روز چارشنبہ کو	جو آیا سہ پہر تو اسنے پھر دنیا سے رحلت کی
مین سمجھاتا ہون دلکو صبر آتا ہی نہین ہرگز	کوئی تو بات پنہان دلمین ہے ایسی مصیبت کی
الٰہی عایشہ کو بخش عیش جنتی دائم	دکھاوے تو خدایا شان اپنے فضل و رحمت کی
یہ ڈھونڈھا ہے مظفر سال رحلت یہ ندا آئی	کہ پائی عائشہ نے نقد دولت عیش جنت کی
۱۹	۱۹

سیرت اور صورت کی اچھی بچی نظر بھی نہین آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلب پر وہ اثر پڑا کہ قلم سینہ چاک سے تحریر نہین ہوسکتا ہر وقت آنکھین اسکو ڈھونڈھتی ہین اور وہ دیکھنے کو ملتی نہین اسلیے گریہ وزاری طاری ہوتی ہے درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکبد یعنی اولاد کی موت داغ جگر ہوتی ہے میرے حال پر صادق آتی ہے۔ اس درد سے وہ صاحب اولاد جو اس روحانی تکلیف کو برداشت کرچکے ہین آگاہی رکھتے ہین کسی سنگدل کو کیا محسوس ہوسکتا ہے۔ اس زمانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموم رہا کرتا ہے۔

دیگر

افسوس پیاری بیٹی تھی جو میری عائشہ — دنیا سے آج وہ سوے جنت روان ہوئی
صدمہ ہے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو — جس سے کہ اپنی زیست ہے بارگران ہوئی
صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی — صد حیف ایسی نیچی نظر سے نہان ہوئی
وہ پیاری باتین اسکی مجھے بھولتی نہین — حالت عجیب قلب کی کچھ لابیان ہوئی
پاکیزہ ایسی تھی کہ نظر اسکو کھا گئی — نازل یہ بلاے کیسی بلا الاما ن ہوئی
مرنے کا اسکے رنج ہے ہر خاص و عام کو — ہر دلعزیز تھی وہ اہم کو روان ہوئی
ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھین ہین چار سو — اکدم بھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی
بیشک ہین بدنصیب وہ نیا مین والدین — جنسے کہ ایسی بچی جدا ناگہان ہوئی
نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی — بیوقت ہاے کیسی قضا آسمان ہوئی
اکدم مرض کزاز کا افسوس ہوگیا — دس دن فقط علیل رہی ناتوان ہوئی
آیا نہ رحم تجکو فلک اسکے حال پر — تکلیف اس نحیف پہ وہ جانستان ہوئی
وہ کیا مری کہ دل بھی ہمارا یہ مرگیا — نکلی ہے جان میری نہین وہ نہان ہوئی
پڑھتی تھی خوب آیتین از بر تھین بیسیون — وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کہان ہوئی
دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو — جس پیٹھ پر یہ بار پڑا وہ کمان ہوئی
آتا ہے دل کو صبر نہین آہ کیا کرون — یہ عمر وقف اب پے آہ و فغان ہوئی
یارب ہو عائشہ کو بہشت برین نصیب — ہر دم دعاے خیر یہ ورد زبان ہوئی
مین کیا لکھون جو دل کو مظفر ہے رنج و غم — مرنیسے اسکے آنکھ مری خونچکان ہوئی
پوچھا جو سال مرگ تو بولا سروش غیب — وہ نیک طبع طوطی باغ جنان ہوئی

ایضاً

نور دیدہ عائشہ صد حیف از آغوش شد — دزدنگاہم جملہ عالم تیرہ و تاریک گشت
بود در فکرم مظفر سال تاریخ وفات — ہاتف غیبی بمن گفتہ گلے خوش تک رفت

اگرچہ کئی ہزار اشعار احقر کے تحریر مین آچکے ہین مگر انمین سے چند غزلیات و ایک قصیدہ منجملہ
ان قصائد کے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پڑھے جاچکے ہین
یہان لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

غزل

ادھر وہ چشم کین خنجر بکف تیار بیٹھے ہین
ادھر جانباز انکے جانسے بیزار بیٹھے ہین

نہین سنتا نصیحت ممبع عشاق مین کوئی
کہو ناصح سے حضرت آپ کیون بیکار بیٹھے ہین

صدا آئی یہ ہر گوشہ سے جب وہ بام پر آئے
ادھر بھی ہو نظر ہم بھی یہان سرکار بیٹھے ہین

انھین لائین منا کر جس سے کچھ جینے کی خواہش ہو
ہمارے پاس کیون بیفائدہ غمخوار بیٹھے ہین

کریگا راز کو افشا یہ محفل مین تڑپ جانا
دل نادان مین مجمع ہے یہان اغیار بیٹھے ہین

بہار آئی ہے اٹھلاتی ہوئی گلزار عالم مین
تو اسنج چمن کھولے ہوے منقار بیٹھے ہین

پئے دیدار جب آئے تمھارے در پہ یہ دیکھا
ادھر دو چار بیٹھے ہین اُدھر دو چار بیٹھے ہین

تماشگاہ نیرنگی سراسر بزم عالم ہے
کہین وعظ کہین زاہد کہین میخوار بیٹھے ہین

مظفر کسطرح فکر سخن ہو سخت مشکل ہے
پریشان حال ہین عرصہ سے ہم بیمار بیٹھے ہین

ایضاً

کبھی وہ بھی دن ہو یارب شب وصل یار آئے
مرے گھر بہار آئے بُت گلعذار آئے

یہ ستم ہو بن سنور کے وہ ستم شعار آئے
کہین داد و قیامت نہ تجھے بھی پیار آئے

ترے عشق مین لبو پر مری جان زار آئے
نہین اعتبار اسکا تجھے اعتبار آئے

مین ادھر ہون نیم بسمل وہ اُدھر ہون نیم بسمل
نہ مجھے قرار آئے نہ انھین قرار آئے

کچھ عجب نہین کہ بھولے مجھے اپنی داد خواہی
جو ادا سے سر جھکا کر دم حشر یار آئے

یہ اثر ہو مدتون تک نہ تجھے قرار آئے
اسی وقت نزع دیکھون ہونگے مین یاس و حسرت

کبھی بھولکر بھی کرتے نہین کوئی قول سچا
یہ غضب ہے جا چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے

ہو مری خاک عشق مین ہم اسے کچھ خبر نہین ہے
فقط اتنی ہے تمنا وہ سر مزار آئے

مین اور واسی رہونگا کہ فرقی ہے اور اسی
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا ہزار آئے

تجھے ظلم گن نہ آئین مجھے اپنے شکر ظالم
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

اُسی کرتے ہین نصیحت نہین کیون جناب ناصح
کہ جفا سے باز آکدن وہ جفا شعار آئے

مجھے حسن کے تصور مین ہے محویت عجب کیا
کہ اجل حسین بنکر دمِ احتضار آئے

مین فدا ہون جان و دلسے یہ کبھی نہین کہونگا
نہین اعتبار اسکا تمھین اعتبار آئے

مجھے بخت سے مظفر نہین کچھ امید اسکی
مری آرزو بر آئے شبِ وصل یار آئے

ایضاً

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے
اوٹھا کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے

جو ہم خیال قریبِ رگِ گلو کرتے
کسی کی دیر و حرم مین جستجو کرتے

مزہ تو جب تھا گریبان کے چاک ہونیکا
کہ جنکے عشق مین پھاڑا تھا وہ رفو کرتے

بھلک جو دخترِ رز کی نہین نظر آتی
تو وعظ چھوڑکے واعظ سبو سبو کرتے

جو دیکھتے مجھے گریان کبھی نہ وہ ہنستے
ضرور ہی مرے اشکون کی آبرو کرتے

اثر ہماری محبت ذرا دکھا دیتی
کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے

تھے جمع پاک زمانے کے بزمِ رندان مین
جو آتے شیخ و بیان انکی آبرو کرتے

وہ تھوڑی دیر کو پہلو مین کاش آجاتے
نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

رہیگا یا دِ قاصد کو پیام و تسلی کا دینا
ترا کچھ بھی نہ کہنا سر جھکا کر مسکرا دینا

وغا دینا تھا را کام ہے میرا دعا دینا
تم ہی انصاف سے کہدو ذرا اچھا ہی کیا دینا

لڑاتے تم ہو آنکھین غیر سب آپسمین لڑتے ہین
تمھاری بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا

یہ کیا انسانیت ہو وضعداری سیکھیے صاحب
نہین اچھا بڑھا کر رسم الفت کو گھٹا دینا

سمان وہ باندھ دے ابر کرم گلزار عالم مین
کہے زاہد مجھے بھی جام اک بہر خدا دینا

مزہ آئے نصیحت بھول جائین حضرت ناصح
ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا

سبحان اللہ کیا اچھی یہ تیری مشق ہے ظالم
ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھکر مٹا دینا

محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری
وہ چلمن کا اٹھانا دیکھکر مجکو گرا دینا

ترے رندون مین اگر حضرت واعظ بھی بیٹھے ہین
مظفر مضطرب ہو خوف عصیان سے رسول اللہ

اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

ایضاً

کون سا شاہد گل آج ہی مہمان دل مین
نظر آتا ہے جو سرسبز گلستان دل مین

ڈھونڈھ لین مجھسا وفادار زمانہ مین کوئی
کر چکے قتل تو اب کیون ہین پشیمان دل مین

اونکے آنے کی خبر آئے یہان کیا ممکن
حسرت و یاس کے بیٹھے ہین نگہبان دل مین

یہ وہ گھر ہے کبھی خالی نہین رہتا اکدم
ہے خوشی آج تو کل حسرت و ارمان دل مین

آیئے کیجیے گلگشت چمن شوق سے آج
ہمنے داغونکا لگایا ہے گلستان دل مین

تیرے مظلوم پہ محشر مین لینگے تجھ سے
خیر ہی آج ہین کیون آپ پشیمان دل مین

دھیان مین آتی نہین ہستی دنیا کچھ بھی
نقش بر آب ہے یہ عالم امکان دل مین

زندہ کر کے جو نکالو تو مسیحا جانون
میرے ارمانون کا ہی گنج شہیدان دل مین

دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھون
ایک مدت سے تمنا ہی یہ پنہان دل مین

لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہ نجف
فکر و اندوہ سے ہی سخت پریشان دل مین

ایضاً

پھر حسینون پر فدا ہو یہ ارادہ دل کا ہی
امد و مشکلکشا پھر سامنا مشکل کا ہی

مٹ نہین سکتا ہی لیلی خاک مجنون کا نشان
دیکھ خاکی رنگ ابتک وہ محمل کا ہی

ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہی تڑپنے کی ادا
رنگ مقتول جفا مین بسمل و قاتل کا ہی

سر جھکا کر دیکھ لے تصویر حسن و عشق کی
عکس کتنا صاف تیرے دل پہ میرے دل کا ہی

اہل محشر نیم بسمل ہین مظفر حشر مین
ایک ادنی یہ کرشمہ ابروے قاتل کا ہی

ایضاً

کہتے ہین ولولے یہ دل بیقرار کے
دن آگئے ہین باغ مین فصل بہار کے

بیکس اوسے سمجھ کے دبائے نہ ہجر یار
سو حسرتین ہین پاس دل بیقرار کے

قابو مین وہ رقیب کے ہون کچھ عجب نہین
مین بس مین آگیا ہون دل بیقرار کے

حاصل شب فراق مین ہی لذت وصال
دل مین بھرے ہوے ہین مزے انتظار کے

آغوش مین لحد کی ہمین نیند آئیگی
سو مینگے خوب جامۂ ہستی اوتار کے

مین چاہتا ہون اور کسیکو نہین ہے شک
وہ آجکل ہین یار مرے رازدار کے

واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو
قائل نہین ہو رحمت پروردگار کے

برسون کا کچھ شمار نہو وقت اب ہی کم
سنتے ہین دن قریب ہین دس شمار کے

ہوتا نہین ہی خوش جو مظفر کسیکا دل
سنتا نہین بہار مین نغمے ہزار کے

ایضاً

مری جان وہ بھی کرلو گر کوئی بیداد باقی ہی
ابھی کچھ کچھ تو ان خاطر نا شاد باقی ہے

رہے کچھ دیر جاری پرسش اعمال ای داور
ابھی ایک مورد بیداد کی فریاد باقی ہے

نہ ہے مجمع حسینون کا نہ اب وہ عشق کی لذت
اگر کچھ بات باقی ہی تو اوسکی یاد باقی ہے

تصور سے کسی محبوب کے دل مین مزہ لینا
یہی اک شغل بہر خاطر نا شاد باقی ہے

وہ محشر مین ہوگھبرایا ہوا مین اوس سے یہ پوچھون
ستم کا حوصلہ اب بھی ستم ایجاد باقی ہے

اگر تو ذبح کرتا ہے تو رکھلے سر کو زانو پر
دم آخر یہی حسرت مری جلاد باقی ہے

سخن سنجی کو رونق ہی مظفر بزم عالم مین
امیر نامور ہے داغ سا اوستاد باقی ہے

قصیدۂ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر مدینہ منورہ مین پڑھا گیا

سوے مدینہ گر ترا باشد گذر با دصبا
لکن عرض باذوق و ولا در حضرت خیر الورا

اے بادشاہ دو جہان اے مبدء کون و مکان
اے ہادی ہر انس و جان اے شافع روز جزا

اے تاجدار کن فکان ای زیب بخش لامکان
اے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا

اے رحمۃ للعالمین ای فخر جملہ مرسلین
اے رہبر دنیا و دین اے چارۂ ہر بینوا

اے آئینہ ذات صمد اے مظہر نور احد
اے مرجع ہر نیک و بد ای سرور شاہ و گدا

بر حال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر
از فکر ہر شام و سحر غمگین ماند این گدا

افضل توئی بعد از خدا احسن تر از مخلوق ہا
محبوب ذات کبریا احمد محمد مصطفا

در جملہ خوبی و صفت حق کرد کامل منزلت
ہمسر نہ کس با مرتبت در حسن اخلاق و سخا

رخسار تو شمس الضحی گیسوی تو بدر الدجی
در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا

کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد
ہر ذرہ کوہ طور شد وقتیکہ شد جلوہ نما

کرد ست اوشق القمر طالبید چون آمد شجر
از حکم گویا شد حجر صل علے معجز نما

وقتیکہ آمد در جہان ایوان کسری بگیان
افتاد و ساوہ شد روان گو خشک بودہ بر ملا

در لیل جبریل امین آورد مرکب نازنین
از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا

شد کل ما زاغ البصر در چشم آن اہل نظر
در لامکان شد جلوہ گر ذات باقی شد فنا

بخشید ایزد از کرم ہر گونہ از جاہ و حشم
از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دو سرا

بر ذات پاکت یا نبی شد مطمئن ہر امتی
چون جد و اب لفت کنی قربان دل و جان فدا

طوفان کفر و معصیت برخاستہ از ہر جہت
از خوابگاہ مکرمت برخیز با نور خدا

از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل
ای رحمۃ للعالمین کن پاک از عیب و خطا

از نفس و شیطان لعین تاریک شد قلب حزین
انکار دنیا ہمقرین افتادہ در حرص و ہوا

مسجود جنات و ملک درگاه عظم چون ملک — خوش آنکه گشته منهک آنجا رود یا بد لقا
در شوق دیدار درت بیمین دل هر دم غمت — حاضر شوم بر روضهات مقبول باشد این دعا
للّٰه یا شاه امم ما را طلب سوی حرم — در حال فرقت سوز و غم آتش زند در جان ما
از غیب پیدا کن سبب تا من روم سوی عرب — آزاد باشم از تعب روزیکه یابم مُدّعا
از فرط حرمان هر نفس آید چنان بانگ جرس — جانگاه حسرت گشته بس بهر مرض لطفش دوا
حسنت صد برکاروان در راه اوگشته روان — بر هر قدم مسرور جان در سینه صد جوش و ولا
بردار از دل داغ غم ای صاحب تاج و الم — از بهر آل ذی کرم و زبهر اصحاب صفا
آن شکل و قامت دلربا پُر نور از سر تا بپا — در خواب من بهر خدا از مهر خود جلوه نما
از فیض لطفش یک نظر از زهد و طاعت نیکتر — خوش بخت بیشک آن بشر افتد چنین ظل هما
از خوف عصیان دل تپان از مهر تو یابم امان — در هند بیکس نیم جان افتاده در خوف و رجا
در وقت نزع جان و تن در گور و در محشر بمن — در عجز یا شاه زمن امداد باشد رهنما
از فکر و امراض و الم محزون و غمگین شد دلم — اے دافع رنج و ستم از بند غم باشم رها

از گردش چرخ کهن گشته مظفر خسته تن
بر حال پُر رنج و محن کن رحم ای عقده کشا

منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذی لیاقت اشخاص مین تھے فارسی انشاپردازی مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ لکھنؤ کے شاہی دفتر مین جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہوکر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ درسی کتابین پڑھانے مین پوری دستگاہ تھی۔ عبارت آرائی کے ساتھ خط بھی نشیانہ اور پاکیزہ تھا۔ موزون طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے اور نعت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان نعتیہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل مین درج کیجاتی ہین راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابین آپ سے پڑھی تھین اور والد ماجد سے دوستانہ مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے۔ معاملات دنیا مین آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت ممتاز کمزاج باتہذیب انسان تھے افسوس کہ ۲ جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۸ء مین آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ یہ تحریر کیا ؎

صد حیف منشی عیوض علی صاحب خجستہ رو — ذی علم و اہل فہم و ہنر بود نکتہ دان
رخت حیات بست ازین دار پر محن — بہر وصال حضرت خلاق دو جہان
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد — در عمر پیر بود بہ تدبیر نوجوان
در بوستان عالم جاوید شد مقیم — از خاکدان ہستی موہوم شد روان

پرسید از سروش مظفر چو سال مرگ
گفتہ جناب رفت سوے گلشن جنان
۱۳۱۶ھ

انتخاب از کلام نعتیہ منشی عیوض علی صاحب المتخلص بہ منشی

مرحبا مژدۂ رحمت کے سنانے والے
ہم سیہ کاروں کو دوزخ سے بچانے والے

باعث مغفرت و جرم و خطائے آدم
کشتی نوح کے طوفان سے چھڑانے والے

حشر کو سایۂ الطاف خدا مین ہونگے
آپکے نام پہ ایمان کے لانے والے

مشعل طور سے حضرت نہ لگائین دل کو
دل کو حسن رخ انور سے لگانے والے

ناز حوروں کا بھلا کیون نہ اوٹھانے جائین
شوق حضرت کے نئے لطف اوٹھانے والے

خوف دوزخ کا نہ جنت کی تمنا رکھین
کوچۂ احمد مختار کے جانے والے

بیکران بحر ہی کشتی ہے شکستہ میری
لو خبر جلد مری پار لگانے والے

سخت مجبور ہے منشی کی خبر لو مولا
لاکھون دشمن ہین کرورون ہین ستانیوالے

تری الفت کا دم یا مصطفے جسدم سے بھرتے ہین
مئے وحدت سے جام آرزو لبریز کرتے ہین

نہالستان نعت احمدی کے نخل پیرا ہین
چمن مین شاخ گل جھک جھک ہمین تسلیم کرتے ہین

ثناخوان آپکے جسدم قدم رکھتے ہین جنت مین
تو اہل خلد اوٹھ اوٹھ سرو قد تعظیم کرتے ہین

صدائے مرحبا کا شور ہی ہر قصر و ایوان مین
ملائک عرش اعظم سے زیارت کو اترتے ہین

وفور عشق سے ذات مقدس مین فنا ہین ہم
نہ خواہان وصل کے ہین اونہین فرقت سے ڈرتے ہین

اونھین نام خدا ہم زندۂ جاوید کہتے ہین
جو تم پر اپنا ہر دم جان و دل قربان کرتے ہین

مریض عشق حضرت روز جان تازہ پاتے ہین
شہیدان محبت کون کہتا ہی کہ مرتے ہین

ستایا ہے نہایت گردش چرخ ستمگر نے
خبر لو یا نبی ہمپر بڑے صدمے گذرتے ہین

گلستان ثنائے مصطفےٰ مین رات دن منشی
کوئی دیکھے تو ہمکو کسطرح کے گل کترتے ہین

ایضاً

مشرق مہر درخشان مرا سینہ ہوگا
گوہر نعت پیمبر کا خزینہ ہوگا

کشتی نوح کا ہم نام سنا کرتے ہین
حشر کو دنکے غلامون کا سفینہ ہوگا

جسکو سب خلق یہان کہتی ہے بقا کہتی ہے
خضر کو ہاتھ لگا ان کا پسینہ ہوگا

داغ کہنہ نہ اگر جرم قمر مین ہوتے
کہتے ہم خاتم احمد کا نگینہ ہوگا

عید ہو کوچۂ احمد مین اگر دم نکلے
مر گئے پھر بھی نئے لطف کا جینا ہوگا

بخت خفتہ مرے بیدار کبھی تو ہونگے
آسمان تا بکجا بر سر کینہ ہوگا

دیکھیے یا دوہ کبتک مجھے فرماتے ہین
ایخدا کون سا دن کون مہینہ ہوگا

ساتھ جائیگی ترے نعت نبی اے منشی
خاک مرقد مین یہی اپنا دفینہ ہوگا

ایضاً

نعت شہ زمن کا مزہ ہی دہن مین آج
تاثیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن مین آج

معدن ہے کیسہ گوہر نعت رسول کا
شاہی کا لطف ہی مجھے دار الحزن مین آج

بلبل درود خوان ہے جبین ساہی ہر شجر
لائی صبا ہے بوے مدینہ چمن مین آج

ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے
پھولے نہین سماتے ہین گل پیرہن مین آج

منکر نکیر قبر مین تکلیف مت کرین
نعت رسول ہے مری جیب کفن مین آج

کس یوسفی جمال کے کوچہ کا شوق ہے
غربت سے عشق ہی ہمین جس الوطن مین آج

حاضر ہے پیشوائی کو جان منتظر ہے دل
تشریف لائیے مرے بیت الحزن مین آج

کشتون پہ کشتے لاشون پہ لاشے ہین کو بکو
کچھ اور ہی ادا ہے ترے بانکپن مین آج

ہے شور الحفیظ کہین العطش کہین
گرمی نئی ہے کچھ مرے داغ کہن مین آج

لے اب تو تیرے عشق کو منشی اثر ہوا | پڑھتے ہین تیرے شعر وہ ہر انجمن مین آج

ایضا

ہرگز نہ ثنا خوان ہون کسی لف دہن کا | مدح ہون عمر و شرف شاہ زمن کا
وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہی شان مین یہ لاک | ہستی گل پژمردہ ہی اک اُس کے چمن کا
نعت شہ کونین ہی جو حرف ہے میرا | رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا
جو شعر ہی اک طرہ حوران جنان ہے | جو نقطہ ہے ایک نافہ ہی آہوے ختن کا
مضمون و معانی مرے معشوق صفت ہین | بو زلف معنبر کی مزہ سیب ذقن کا
رکھتے ہین زمین عطر کی جو میری غزل مین | گلدستہ ہی دیوان گل نسرین و سمن کا
گلچین ہون گلستان ثنای نبوی کا | شرمندہ احسان نہین فردوس عدن کا
موزون ہی طبیعت مری فیض شہ دین سے | ہی مشورہ حضرت سے مدح خوانی کے فن کا
حضرت کی محبت ہی مرا ملت و مشرب | طالب مین نہین ملت ہفتاد و دو تن کا
رکھتے ہین جو خاک در اقدس سے ارادت | لیتے وہ کبھی نام نہین دُرِّ عدن کا
خلعت جو نبوت کا نبیون کو ملا ہے | اُترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا
حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ | تھل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دار محن کا
مشتاق ہین خاک قدم پاک کی آنکھین | زنجیر ہے پاؤن کی مزہ حب وطن کا
کرتا ہون نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی | منھ دیکھکے رہجاتا ہون مین چرخ کہن کا
پامال ہو مردہ مرا کوچہ مین تمھارے | مولا مین طلبگار نہین گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہی نہ زر خواہش منشی
انعام شفاعت ہو صلہ اوسکے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لایق فرزند اور ذی علم شاعر صوفی خوشنویس رمال تھے میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنو مین بسر ہوا میر وزیر علی صبا کے شاگرد رشید اور لکھنو کے اہل کمال کی صحبت مین رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی کتاب انوار الرحمن مین بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت مین باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخار نامے آپکے نام لکھے ہین اور راقم کی نظر سے گذرے ہین اُنکے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت مترشح ہوتی ہی میر صاحب قناعت پسند اور مرتاض طبیعت کے انسان ہوے ہین گفتگو فصیح اور محاورات ولکش تھے خوشنویسی کے فن مین جو خاص بات آپکو حاصل تھی وہ یہ ہی کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اُتنے جلی قلم سے لکھنا مشکل تھا۔ نجوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب بتلائی وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و اشعار گوئی مین تو ایطی آپ کو مہارت تھی کہ باتین کرتے کرتے تاریخی مادہ نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے اِسجگہ لکھکر قابلیت و مہارت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۲۷۶ ہجری مین جب مولوی انوار حسین خان صاحب خیتارپوری کی ولادت اور اُسی زمانہ مین اُنکے والد فضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے اِس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہو ۔ مہی برآمد و شد مہر در زمین پنہان ۔ اسیطرح مین آپکے

سنہ ۱۲۹۳ھ

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا کے یہان جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی مادہ نکالتے ہین ؎ پسر آمد جان مادر برفت - اور اس کو یون منظوم کیا ہے ؎

تولد چو فرزند فرزند گشت	ز فرط خوشی جان مادر برفت
ز شرب شراب نشاط و الم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بخف سال این شادی مرگ گفت	**پسر آمد جان مادر برفت**

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھیے کہ صرف اسی ۹۳ تاریخ کو دو طبیعت ۱۲ سے کئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم وبیش تھا مگر تعمیہ بھی کر دیا اور غم وخوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھاے اُن سے حُسن پیدا ہوگیا اور وہی مضمون کسی قدر اُلٹ دیا مگر کس لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر ؎

چو در خانہ سیّد ذی وقار	بہ تولید فرزند مادر برفت
پے سال تاریخ شادی وغم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بخف از سر ہجبت ور وے آہ	بگفتہ **پسر ماند و مادر برفت**

اُردو مین بھی لکھا ہے مگر بوجہ طوالت صرف آخری شعر پر قناعت کی جاتی ہے ؎

سبھون نے کہا کھینچکر آہ کو	**چھپا ماہ خورشید طالع ہوا**

۱۲۸۸ھ مین جب "نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال" کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریب نشرح کی قرار پائی چونکہ آپکے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست کے ملازم ومعالج تھے اسلیے میر صاحب نے اس جلسہ ہمایون کی تاریخ تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھ لفظ نشرح کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادۂ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی و کمال تو یہی ہے کہ جس امر کی تاریخ تحریر کی جاے اُسکا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ مین ضرور آجاے اور مناسبت پائی جاے اور قطعہ تاریخ یہ ہے ؎ این **نشرح سلطان جہان بیگم** ذیجاہ ✤ از مصحف اقبال خلاص عیان ست ✤ در گوش دلم حافظ فکر از پے تاریخ × فرمود کہ این **نشرح سلطان جہان ست** ✤ اسیطرح سنہ ۱۲۹۱ھ ہجری مین جب رئیسہ ممدوحہ کیساتھ نواب نظیر الدولہ سلطان دولہ احتشام الملک عالی جاہ احمد علیخان صاحب بہادر کا عقد ہوا تو اسکے بھی قطعات میر صاحب نے بڑے خلوص و خوشی سے موزون کیے اور وہ یہ ہین ؎

سنے نوشاہ جو احمد علیخان فضل خالق سے	معمہ سال وصلت مین کہا طرز مجدد کا
رُخ شادی نظر آیا جہان مین چار سو مجکو	جو صاد چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضاً

کتخدا گشتہ صاحب اقبال	آن کہ ہمنام احمد ست و علی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت ہاتف کہ **عشرت و شادی**

جب آپکے پیر و مرشد شاہ حسین بخش خان صاحب خلیفہ مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس رنج و الم کے ہجوم مین جو ہر ایک اہل ارادت مرید کو اپنے پیر کی رحلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تاریخین کہین کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا بعض قطعات اسمین کے یہانپر درج کیے جاتے ہین ؎

عازم خلد شد چو از دُنیا	قبلۂ عارفان حق آگاہ
گفت سالِ وفات او ہاتف	**کز جہان رفتہ عارف باللہ**

ایضاً

نظرون سے چھپا ہے آفتابِ عرفان — دُنیا تاریک ہوگئی غم ہی یہی
جنت مین قدم چوم کے بہرِ تاریخ — رضوان نے کہا کہ شیخ عالم ہی یہی
۱۲ھ ۹۱

اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا تو اسکی تاریخ لکھتے ہین ؎

بنا نمودہ چو طالب حسین رحمانی — قریب قبلہ و گر قبلۂ بصدق و صفا
بخفت بسجدہ فرومشد چو از پی تاریخ — سروش گفت کہ قبلہ حضور قبلہ نما
۱۲۹۹ھ

جب ۱۲۸۶ھ مین حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ مٹیا برج کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعۂ تاریخ مرتب کیا ؎

چو این کوٹھی نور منزل بنا کرد — شہنشاہ ذی جود سلطان عال
پئے سال تاریخ چون فکر کردم — بگفتہ بخفت نور بخش منازل
۱۲۸۶ھ

۱۲۶۸ھ ہجری مین جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو آپنے یہ قطعۂ تاریخی لکھا ؎

حبیب حق محمد فخر عالم — شراب شیشہ عرفان کے ساقی — گئے اس دار فانی سے سوے خلد
ہوے محبوب یزدان سے ملاقی — جو کی فکر از پے تاریخ رحلت — کہا رضوان نے محو ذات باقی
۱۲۶۸ھ

جب حکیم شہامت علی صاحب نے اپنی مثنوی کیلیے قطعۂ تاریخ کی فرمایش کی تو میر صاحب نے یہ قطعہ لکھدیا ؎

چو خورشید حکمت شہامت علی — مسیحا نفس شاعر لاجواب — بفکر رسا مثنوے بگفت
شد از شاہد مدعا کامیاب — پے سال تاریخ فکر بخفت — بگفتہ کہ بستان عشق شباب
۱۲۸۸ھ

میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج مین استغنا ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیر مشق آگئے تھے اور انکی وصلیان پڑی ہوئی تھین وہ تلاش سے مل گئین منجملہ اُنکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہے ؎

غزل

ہمارے دل مین یہ قاتل ہے آرزو باقی
رہے گلو مین نہ تارِ رگِ گلو باقی

یہ جام ہاتھ سے کیون تو نے رکھدیا ساقی
شراب خم مین ابھی ہے کئی سبو باقی

جوانی گذری لڑکپن گیا ضعیف ہوے
بس اب ہے خاک مین ملنے کی آرزو باقی

لٹک رہے دلِ عشاق مین بخط اتنے
نہین ہے گیسوی جانان مین ایک مُو باقی

میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع
قید کر لی مرے ساقی نے پری شیشہ مین
لیکے خُم سے جو مئے صاف بھری شیشہ مین
دلچسپ ہے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضایع

ہو گئے۔ میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب امیر صاحب سے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامۂ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب مین سیدی سندی مقبول بارگاہ لم یزلی میر نجف علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکار لکھنؤ سے تیس روپیہ ماہوار بطور پنشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رُخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علیشاہ کی محل تھین بعد انتزاع سلطنت اودھ جب سلطان عالم لکھنؤ سے کلکتہ تشریف لیگئے و بعض محلات مثل خاص محل معشوق محل ہمراہ گئے اور اکثر لکھنؤ[۱] مین رہگئے جن سے تاجدار آخری

[۱] مثل حضرت محل ۔ دلدار محل ۔ فرخندہ محل ۔ شہنشاہ محل ۔

خط و کتابت فرماتے منجملہ اُنکے شاہرخ بیگم بھی تھین ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے نامۂ منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُسکے جواب مین اُسی بحر و ردیف قافیہ مین اشعار نظم کرکے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا جسکو دیکھکر شاہ اودھ نے شاہرخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمھارا منشی بہت باتمیز معلوم ہوتا ہے راقم نے گنجینۂ سلیمانی مین اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف اس مضمون کے اشعار تھے ؎

ہو تری فرقت مین ہم کو بیقراری شاہرخ
ہر گھڑی رہتا ہو شغل آہ و زاری شاہرخ

لکھنو عشرت کدہ تھا ہوگیا ماتم سرا
ہوگئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ

گھر لُٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی
درد سر ہے اب بجای تاجداری شاہرخ

سچ ہے اِس دنیای فانی کی نہین کچھ کائنات
کوئی بھی صورت نہین ہے اعتباری شاہرخ

تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے اُنکے جواب
ہم سے ممکن ہی نہین غفلت شعاری شاہرخ

جشن جمشیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روز و شب
خواب حسرت ہوگئی عشرت ساری شاہرخ

دل پکڑ لیتے ہین ہم کو دیکھکر اہل جہان
رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ

شاہرخ بیگم صاحب کی طرف سے جواب اِس مضمون کا تھا ؎

ہجر مین بیتاب ہے یہ غم کی ماری شاہرخ
کر نہین سکتی ہو شرح غم تمھاری شاہرخ

کیا کہین سلطان عالم جب سے کلکتہ گئے
ہر گھڑی کس رنج مین ہمنے گذاری شاہرخ

ہاے گلزارِ جہان مین دھوم سے آئی بہار
بند ہو کنج قفس مین یہ بچاری شاہرخ

کچھ تھا درد جدائی آج کچھ آنسو تھمے +
نامہ والا نے جب کی غمگساری شاہرخ

ہاے خط آتا نہین جب تک کہ مٹیا برج سے
رنج دہ رہتی ہے حالت انتظاری شاہرخ

صدمۂ دوری سے شاہا اسقدر تنگ ہون ۔۔۔ ہوگئی ہون جان و دلسے سخت عاری شاہ رخ
اب کہان لطفِ تکلم کیسی گلگشت چمن ۔۔۔ اب کہان وہ فرحت بادبہاری شاہ رخ
تا ابد زندہ رہین پھر آئین قیصر باغ مین ۔۔۔ حضرت حق سے دعا ہے یہ ہماری شاہ رخ
درگہ عباس مین جاکر چڑھاون مین علم ۔۔۔ جب درِ دولت پہ پھر دیکھون سواری شاہ رخ
آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف ۔۔۔ کرتی ہے مشکلکشا یہ خواستگاری شاہ رخ
پھر تری قدرت سے مولا لکھنؤ گلشن بنے ۔۔۔ دیکھ لے آنکھون سے شان کردگاری شاہ رخ
جانعالم آئین آئے لکھنؤ مین جان پھر ۔۔۔ اور پوری ہون مرادین دلکی ساری شاہ رخ
چھڑکا جاتا تھا جہان پنسیرون عطر و گلاب ۔۔۔ خاک اڑتی ہے وہان پہ حیف خواری شاہ رخ
مشکلین حل ہون مری بہر علی بہر نبی ۔۔۔ اپنے اختر پر کرون مین جان واری شاہ رخ
ٹکڑے ہوتے ہین و فور درد سے انکے جگر ۔۔۔ داستانِ غم جو سنتے ہین ہماری شاہ رخ

افسوس کہ ۲ ذالحجہ ۱۲۹۷ھ ہجری مین میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ طالب حسین صاحب جو سالک کاردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان فرماتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے مین نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مریدون کا کوئی سرتاج دنیا سے کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی اور خواب کی تعبیر پوری ہوگئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

منبع علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز ۔۔۔ خوشنویس و ذی لیاقت شاعر شیرین مقال
صوفی مرتاض و قانع عارف ذات خدا ۔۔۔ مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال
ہر کہ شد با او ملاقی گشت بیحد شادمان ۔۔۔ خلق دلکش داشت از بس دافع حزن و ملال

باد آن سید نجف در خدمت شاہِ نجف	بود در اولاد پاکش نیک خو عالی خصال
فکر تاریخ وفاتش چون مظفر را بدل	گفت والا منزلت جنت نصیب اہل کمال

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الانوار مطبوعہ ۱۲۹۷ھ (۲۰) نومبر سنہ ۱۸۸۰ء مین شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھکر دیوان جام جم کے صفحہ (۳۱) مین طبع کرائے ہین جس کے بعض شعر یہ ہین۔

کھینچتے تھے جو عطارد کے رقم پر خطِ نسخ	نوحہ خوان ہے حال اب اُنکے قلم و چل بسے
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم امیدوار	رکھ کے سینہ پر ہمارے کوہِ غم وہ چل بسے
بات سی جن کی ہوا کرتا تھا اپنے دل کو حظ	مرثیہ کرتا ہون مین اُن کا رقم وہ چل بسے
اب نہ اِس دنیا مین رہنے کا مزہ ہے اے مجیب	لطف جنسے زندگی کا تھا بہم وہ چل بسے

میر صاحب کی اولاد مین تین لڑکے اور دو لڑکیان ہوئین سید خورشید علی کرنل برّو صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جونشی اولاد علی صاحب برادر میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی مین بعہدہ اہلمد کلکٹری ملازم ہوے مگر وہ بمرض ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار مین دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہین تیسرے میر واجد علی صاحب ہین بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب مرحوم کو منسوب ہوئین اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دار القضا حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہین منسوب ہوئین۔

حالات حضرت شیخ محمد مهدی صبا قادری شاه آبادی قدس الله سره العزیز

اشعار فی المدح

هادی راه طریقت حامی دین نبی — اختر برج حقیقت گوهر مجد و علا
آفتاب برج عرفان مظهر انوار حق — آسمان جاه و عظمت گلشن صدق و صفا
رهبر عالی نژاد و مرشد بانی شهر — یعنی حضرت شیخ مهدی عارف خدا
شیخ عالیقدر گردون منزلت والا گهر — یافت صدها مردمان از فیض او راه خدا
بد فنا فی الذات حق لخت دل شیخ کبیر — نخل باغ آرزوی قاسم شیخ هدا
نازبرفرزندش قاسم سلیمانی کند — همچنین دلبند دین پرور خدا کرده عطا
فیض روحانی میسر کرد حضرت غوث پاک — از برای جد او برخوش نصیبی مرحبا
معتقد سلطان عالمگیر شد با صد تذلل — دید چون زهد و تقدس صاف از ریب و ریا
گشت این ویرانه پر نور از چراغ فیض او — یافته اهل ارادت بیشمار از وی ضیا
عارف بالله از شاهان دهلی شد لقب — از پی فرزند او جاگیر هم گشته عطا
داشت لبیک و بخ خلفا ضارع شاه کیف — گلشن فردوس بوده خانقاهش باصفا
آن کرامت های بی پایان کرو ظاهر شده — میکنم منظوم دوسه از پی اهل و لا
کرد کافر حجت تهمین اسلام شریف — برد و آنرا بر مزار رشدی فرخ لقا
گفت بر تربت که بنیاد نبوت حاجی میر — منکر اسلام باشد تا که قایل دائما
دید کافر در مزارش جلوه اش حیران بماند — کلمۂ اسلام خواند و شد پشیمان بر ملا
سنگ گردید یکبار در آرام او تا خیر شد — گوشت از خنجر جدا کردند و حاصل شد شفا
گفت تا روز قیامت هر که آید بر درم — آن نه دیوانه شود و مقبول گردد حق دعا

ہرکہ آید سگ گزیدہ بر مزارش بالیقین	از گزندِ خم و از دیوانگی گردد رہا	
در حیات آن مصدرِ فیض و ہدایت بود چون	شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا	
گر نباشد قول من باور بیا سوے مزار	صاحب کشفی مراقب شو ببین صد جلوہ ہا	
از پے ذاتِ نبی بہر علی شاہ وزیر	یک نظر بر حال من ای مہدی راہِ خدا	
گردشِ افلاک بر من آمدہ من عاصیم	کن دعا بہرم شوم از بند این ہر دو رہا	
دولتِ دارین باید گر تو خواہی ایجناب	این مظفر از سرِ اخلاص شد مدح و سرا	

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے یہاں کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات مین آپ مرجع انام تھے اوسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہلِ ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے - ایک عرصہ تک آپکی خانقاہ خدا پرستون کی مخزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پردہ گمنامی مین پوشیدہ ہوگئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بیخبر ہین علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ وحشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پیر و مرشد تھے اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت ہوے بادشاہِ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خداشناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر - ؎ غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد - جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپکے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اوسمین **حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ** - عزت افزا الفاظ سے مخاطب و سربلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھبیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولاد مین جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان دادصاحب کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کیطرف سے نظام الملک کے عہد وزارت مین مرحمت ہوا اُس مین تحریر ہے شیخ میان دادصاحب جو نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین کے ہین وہ کثیر الاعیال ہین اور انکی خانقاہ مین فقراے وارد صادر کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد الٰہی مین مشغول رہا کرتے ہین لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد مین مدد معاش کے لیے مرحمت کئے جاتے ہین - حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف[۱] بالا پیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد نامدار کے محامد و مناقب سے کتب سیر بھرے ہوے ہین چنانچہ مختصر طور پر اونکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہین -

---

[۱] حضرت شیخ کبیر بالا پیر ۹۹۲ھ ہجری مین بمقام رودبدنی پیدا ہوے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ ریاضت کی تھی کہ پردہ حجاب کا اوڈھنگیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بحذار رہتے تھے اور اتباع سنت بنا ہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپکی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج مین آپکو لے آئے تھے اِس لئے جسوقت قاسم سلیمانی نے چنار گڈھ مین انتقال فرمایا اوسوقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقون کی اجازت و تسلی و تشفی تحریر کرکے اسپر اپنی مہر و قاضی و مفتی حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسمٰعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج مین پہونچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپکو پہونچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت مین مصروف رہے اور تا زندگی طالبان حق کو ہدایت صوری معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑھادی مزار شیخ کبیر علیہ الرحمہ کا قنوج مین ہے جو نہایت پر تصرف ہے اہل ارادت اوسے قبلہ حاجات سمجھتے ہین - آپکے متعلق جو عبارت ملفوظ مین ہے - دیکھو صفحہ ۱۳۶

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام جیلانی میاں صاحب بانسوی نے جو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا حاصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ اونکی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتین سرزد ہوئین جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنانیمین مصروف ہوے اثنائے تعمیر مین ایک روز ایک بدعقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپکو خانہ خدا کی تعمیر مین مشغول رکھکر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہندو جو مرتے ہین وہ جلاکر خاک کردئے جاتے ہین اور مسلمان لوگ زمین مین دفن کردئے جاتے ہین۔

---

۵ وہ مجنسکتہ یہ کیجاتی ہے۔ آن مسترشد آن پدر مرشد عالیقدر آن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلف و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است ریاضت بسیار کردہ پر دُہ مہاجرت دریدہ دایم مشغول بخدا پیوستہ بایں طریق مصطفےٰ مورد کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت وفات والد در چنارگڈھ حاضر نبود شاہ قاسم برائے اوامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ آنوقت حاضر بودند مبنی بر وضع مثال خلافت و جانشینی خود با سایر اجازت طرق گرفتن مرید و تلقین و تسلی نوشتہ حوالہ محمد اسمٰعیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بہ کبیر رسان بعد وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلافت بآنحضرت رسیدہ مدۃ العمر کمال استقامت و تلقین طالبان در طاعت و عبادت و طریق صوفی و تقوی پدر بزرگوار را بر پا داشتہ خلافت را زیبا دادہ مزارش در قنوج قبلہ حاجتمندان است ۱۲۔ رمضان ۱۰۵۳ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا ۶۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے نظم کی ہے ؎ آفتاب چرخ عرفان حضرت شیخ کبیر ؛ حامی دین محمد رہنمائے باصفا ؛ ماحی کفر و ضلالت واقف سر خدا ؛ مخزن اذکار یزدان چشمہ فیض و عطا ؛ از پے سالش نطق فکر شد گفتہ سروش ؛ رفت بالا پیر صاحب پاک جا

۵ آپ کا مقبرہ جو ۱۰۵۳ ہجری مین تعمیر ہوا اوسپر جو عبارت تحریر ہے وہ تذکرہ مین متعلق جاگیر بہادر خان مین تحریر ہو چکی ہے قطعہ تاریخ جو کندہ ہوکر یہان پر نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ از ہجری سال ہزار و پنجہ و چار ؛ دہ شنبہ و دہ و دو بود از مہ رمضان۔ دیکھو صفحہ ۱۳۰

وہ قبر مین عجب عذاب مین مبتلا ہوتے ہین انکے بدن مین کیڑے پڑتے ہین جسم و اعضا اونکے سڑتے ہین آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاے تو مین مذہب اسلام کی خوبیان اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجکو مشاہدہ کراؤن وہ اس امر پر راضی ہوگیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کرکے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلادین چنانچہ حضرت زندنی نے اپنی حالت اسپر ظاہر کردی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہانپر تحریر کیے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو موقع وسواس کا نرہے

بقیہ صفحۂ ماقبل کہ پیر کامل و قطب زمانہ شیخ کبیر ؒ سپہر علم و عمل بحر دانش و عرفان ؒ بگفت داعی حق را اجابت لبیک روانہ کرد و اترا برو ضۂ رضوان ؒ آپکے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ گیارہ صاحبزادہ اور دس صاحبزادیان چار بیویون سے منقول ہین۔ صاحبزادونکے نام یہ ہین۔ شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن شیخ عارف۔ شیخ محمد مہدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیر الدین۔ شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ممتاز فردوس شیخ مظفر ایک بیوی آپکی مسماۃ جمیلہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی وملاری خیل تھین جنکے بطن سے شیخ عارف۔ شیخ مہدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیان پیدا ہوئی تھین۔ دوسری بیوی تاریخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیان متعدد البطن لکھی ہوئی ہین۔ شیخ محمد مہدی و شیخ عبدالکریم و شیخ منظر و شیخ مختار وغیرہ باقی رہے تھے مابقی صاحبزادے جنکی [redacted] بعض راوی سات بتلاتے ہین معہ چند صاحبزادیون کے صغرسنی مین انتقال کرگئے تھے۔ شیخ عبدالکریم بعض کتب مین آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت
محمد مہدی شاہ خلف وخلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد شد
صاحب خوارق ونمایش حالات بود روزیکہ از بنائے روضہ پدر
فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را
مصروف تعمیر خانہ خدا دیدہ اہانت دین اسلام آغاز نہاد
وگفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ برباد میروند ومثل
مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت وکرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان
شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول
کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج
مشہور است برو سلام کرد وخواست کہ آنحضرت خود را
برین کافر بنمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا
ساخت کافر آنحضرت را دید۔

ل۵ جد سے مراد حضرت قاسم سلیمانی ہین۔ حضرت قاسم سلیمانی موصوف مشایخین ذیشان اور عارفان
عالیمقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی
آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی
دستگیری فرماتے ۹۵۶ھ مین پشاور کے قریب رودبدنی کے پیدا ہوئے تھے آپکے والد کا
نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبخت شیخ الہداد صاحب افغان کی صاحبزادی تھین

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ ؎ چو نامش نہادند قائم ولی ٭ جہان شد زانوارہ او ممتلی ٭ آپ قوم کے پٹھان متی زئی خلیل ہین۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم وصلوہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف اور تعلیم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک رات حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبد القادر جیلانی سے عالم معاملہ مین ظاہری بیعت کے لیے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر کسیکو برا نہ کہونگا آپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ مین لوگون سے آپنے بہت اذیتین اوٹھائین مگر عہد شکنی نہ کی کسیکو برا نہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت مین حاضر ہوے تو وہ حسب الامر غوثیت مآب کے آپکے استقبال کو حماہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت تمھارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین حاضر ہوے اور بغداد شریف مین بھی چلہ کشی فرمائی اور نجف اشرف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالدین ولید رملہ بعلبک حلب بصرہ وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آے اثنائے راہ مین خراسان بلخ غزنین کابل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوے اور پھر اپنے وطن بنی پہونچکر موضع پلاسی مین مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوے آپ کی بزرگی وکرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ ایکسو اشخاص آپکے مرید تھے تیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوے ایک مرید وخلیفہ آپکے شیخ حسین محمد قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے جنھون نے ستر ہزار مریدون کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار اونکے مرید صاحب ذوق وشوق اور اہل مجاہدہ ومشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان وشوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ سے

بڑے صاحب کمال گذرے ہین جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہوگئے انکا

بقیہ صفحۂ ماقبل کہا کہ یہ شخص علاوہ کرامات کے طاقت وجماعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہو کہ خروج کرے بادشاہ نے ایک خوان مین شمشیر اور دوسرے مین زنجیر رکھکر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع حاضرین سے پیشتر ہی کردی تھی کہ مشیت الہیہ مین یہی ہے کہ مین اسیر ہوکر مدفن کو جاؤن جب بادشاہی مراسلہ پہونچا تو آپنے فرمایا کہ مجکو ملک دنیا کی خواہش نہین ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سنہ ۱۰۲۲ھ مین لاہور اکر ابوالفضل کے مکان مین مقیم ہوے اور ذکر اشغال ویاد الہی مین مشغول ہوے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی اجازت دی اور آپ معہ متعلقین محلہ خواجہ مین سکونت پذیر ہوے بعض لوگ اس مفسدہ پردازی کے باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہین جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اوسنے مشایخین کو بلاکر نذر دی اور دعاے فتحیابی کی استدعا کی یہ خبر سنکر جہانگیر نے لاہور کے مشایخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اوسکی نظر جسپر پڑتی ہے وہ مجذوب ہوجاتا ہے اسنے آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہوکر جہانگیر کے پاس آے بادشاہ مذکور نے کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڈھ مین مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپ حسب الحکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوے ۱۵ رجب سنہ ۱۰۱۵ھ کو چنار گڈھ پہونچے اثناے راہ مین آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہین کہ تو اپنے مدفن کو جارہا ہے باقی عمر کے انفاس آپنے وہان عبادت الہی مین گذرانے چنار گڈھ مین اکثر آپسے کرامتین ظاہر ہوئین جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریا سے وضو کرتے زنجیر کیطرف دیکھکر فرماتے کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلجاتی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار جالندھر مین موجود ہے اس نواح مین انکی کرامتین ہر خاص و عام پر روشن

بقیہ صفحۂ ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے تمنائے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم اسمعیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے بیچ مین رکھ لیا اور فرمایا کہ مجکو ایک مقام مقامات محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فنا سے ملک بقا جاؤنگا مین تیر پھینکتا ہون جہانپر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصہ ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۶ھ کو آپنے ۶۰ برس کی عمر مین انتقال فرمایا چنار گڈھ مین آپ مدفون ہوے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعۂ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ؎ چو شیخ قاسم ذیجاہ بایزید زمن ۔ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت ۔ بفکر سال وفاتش دل مظفر شد ۔ بچرخ ہاتف غیبی خدا شناس بگفت ۔ آپ کی اولاد مین سات فرزند اور نو صاحبزادیان چار بیبیون کے بطن سے لکھی ہوئی ہین بعض بیوی قوم کی گلیانی اور بعض خلیل تھین فرزندون کے نام یہ ہین۔ شیخ ابراہیم شیخ کبیر بالا پیر۔ شیخ فرید۔ عبدالکریم۔ شیخ محمد وصل۔ شیخ اسماعیل۔ شیخ نور۔ بی بی حکیمہ کے بطن سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے۔ اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد وصل وغیرہ تھے۔

بحر ذخار مین جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہے وہ قابل دید ہے جو بجنسہ یہانپر نقل کیجاتی ہے

آن سرزمرہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب روزگار حضرت شاہ قاسم سلیمانی از محتشمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ مجاہدہ وصاحب مشاہدہ حالے قوے ونفسے قاطع ودست گیر اداشت اکثر شاہبازان ہوائے آنصاحب کمال بہوائے کمال بہوا در آمدند۔ حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مراد نہایت پر تصرف اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات مین لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قنبار کے

ہین وہان مدت تک سکھون نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے ادبی سے باز آئے انکے متعلق بحر ذخار مین جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادرزادہ وخلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے از و بعمل آمدہ مزارش درجالندہر است کرامت وخوارق او برخاص وعام ان نواح اظہر است دران نواح عمل سکھان کافر بود مدتہا خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جاکر ایک جوگی کو معہ اسکے چار مریدونکو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار مین وہ شہید ہوے اور کسیکو خبر نہوئی ایکسال کے بعد اپنے فرزند کو شب مین دکھلایا کہ مجکو فلان موضع مین شہید کر کے خاک مین چھپا دیا ہے وہان سے نکالکر جنازہ کی نماز ادا کر کے فلان مقام مین دفن کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور مہلک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد مین بڑے بزرگ گذرے ہین۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پونچا جاویگا کہ دنیا سے کیا لایا تو کہونگا حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی مین ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہین ہوتی تھی معمار عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رخ صحیح کرا دیا۔

اوشان خاموش میکردند بقدرت الٰہی روشن میشد ناگزیر
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔
شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد مین تاج محمود
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھون نے اونکے دامن فیض سے برکات و
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتین ظہور مین آتی تھین
ایکبار ایک نہر اپنے زور تصرف سے جاری کردی تھی آپ کا دل عشق الٰہی کے
تیر کا نشانہ بنگیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔
خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۹۱ مین چند کرامتین آپکی مرقوم ہین ایکبار خشکسالی
مین خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاب ڈالا تھا اور ایک عروس
کے ورثا نے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہوگئی تھی
اور پھر آپ کی دعا سے اصلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری
کی وفات ۱۱۲۳ھ مین بعہد عالمگیر ہوئی تھی مادۂ رحلت شیخ الاصفیا اور
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان
سے فرماتے اسیطرح ظہور مین آتا تھا خزینۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر ذخار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہین
آن خدنگ عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کردی کرامت
اعلانیہ داشت وے بر حجت کافرے جوے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات

مین ایک یہ امر بھی آجتک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھاے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکلکر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ مین ہے جھانک آے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایکبار آپکو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اوسکا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا آپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہوگیا اس اثنا مین آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہوا شخص میری درگاہ پر حاضر ہوگا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپکو موروثی طور پر اپنے بزرگون سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات مین ایک کرتہ تبرکا چلا آتا تھا اوسکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فورا اوسوقت ملجاتا تو گویا اس شخص کے حق مین یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جلگیا آپ کا مزار محلہ بذریا مین موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے ؎

در سال نیک میمون در روز سعد احسن
غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد

سنہ ۸۷ھ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ۱۱ جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہین پڑھا نہین جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے مین آیا ہے اور وہ یہ ہے ؎ ہمچو ارم تازہ بتاریخ سعید۔

راقم سے ایک راستباز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے فیوض اور مراقبہ کرنیسے انوار مشاہدہ مین آئے ہین آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان دیگئی تھین بعض اسناد آجتک موجود ہین اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہوگئی ہین ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون مین دو موضع یعنے موضع بجولا اور موضع المیا دیے گئے تھے یہانپر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی بنا بر مصارف درگاہ

بندہ درگاہ رحمانی محمد خان شروانی ۱۱۰۷

ہوالغنی

شیخ محمد مہدی قادری

چون حقیقت استحقاق وکثرت اخراجات فقرا و درگاہ غوث الثقلین قطب المدارین بظہور پیوست لہذا موضع المیا تہ کرکا خاص عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار بدایون من ابتدائے فصل خریف سنہ ۹ جلوس درین درگاہ مقرر نمودہ شد باید کہ فقرا درگاہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود با نمودہ بدعاء دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی التاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۵ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چار دیواری شکست حالت مین ہے احاطہ کا رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و پختہ کنوان اور پر فضا باغ نصب تھا مگر وہ بہت خستہ و خراب ہورہا ہے جاگیرین جاتی رہین اولاد بے علم ہوگئی اور کوئی ذی مقدور شخص ادہر متوجہ نہوا اسلیے اسکی آبادی ویرانگی سے مبدل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الٰہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج مین لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج مین انتقال ہو گیا تو نوابصاحب موصوف کے عہد مین اونکا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آجتک نوابی بہادر خان کے نام اور اونکے عہد مین تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب نوابی بہادر خان نے شاہجہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد وصل صاحب کو شاہجہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی اونکے عقد مین دی اسیطرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مہدی صاحب کو بکمال تعظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا مین بسایا اور موضع جوگی پور و موضع کنھرپور جو ادسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی مین دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوے ہین۔

شیخ محمد مہدیصاحب کی وفات ۱۰۸۷ھ مین واقع ہوئی سنہ وفات کتبۂ مذکورۂ بالا مین منقوش ہے راقم نے بھی ازروے حساب دو مادے تاریخی نکالے ہین پہلا مادہ اس مصرعہ مین ہے ؎

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ مین منظوم کیا ہے ؎

از دہر برفت سوے جنت	مقبول جناب پاک احدی
از بہر وصال گو مظفر	ہادیِ زمان شیخ مہدی
۱۰ ۸۷	

خلافت

علاوہ ہزارہا مریدین کے آپکے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحب تقدس تھے انمین بعض عالی مراتب گذرے ہین مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپکے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات و کرامات ضمناً ہم اوپر بیان کر چکے ہین اس زمرہ مین خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھین کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھون انجام پلتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان وچاند خان وتاج خان وغیرہ گگیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پرگنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب ۱۰۳۳ھ کو تحریر ہوا ہے آمین خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ مین حاضر رہتے تھے جنکے نام دو سو پچاس بیگہ اراضی بھی معاف تھی اونکے نامونکی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبدالملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پاینده	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ اخوند علاول	خلیفہ لنگر اخوند	خلیفہ اخوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدی ق

قاضی ولی اللہ سنہ ۱۰۹۴ھ

منجانب امارت پناہ دلیر خان بہادر از قرار بتاریخ ۱۴ محرم سنہ ۱۰۹۴ھ آنکہ متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ سانڈی محلہ سرکار خیرآباد بدانند چون موازی دوصد و پنجاہ بیگہ از محال مسطور بموجب اسناد و احکام سابق مفصلہ ضمن در وجہ مدد معاش فقرا و خلفا شیخ محمد مہدی قادری مقرر است در ینولا اینجانب نیز بدستور سابق حسب الضمن مقرر و مسلم داشتیم باید کہ بہیچ وجہ مزاحم احوال این جماعت بعلت اراضی مسطور نشدہ و اگذارند کہ بخاطر جمع حاصلاتش فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ باشند و بدعاء دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند در ینباب تاکید دانند تحریرا فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ

مقررہ شرح ضمن عہ اسامی مقررہ اراضی ملاحگہ موازی دوصد و پنجاہ بیگہ اراضی بگرالہی نبجر افتادہ۔

تفصیل اسماء خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مہدی صاحب قادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہین شیخ منور صاحب۔ شیخ مراد صاحب۔ شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپکی اولاد کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند کاغذات سے مدد لی ہے۔

شجرہ محمد مہدی صاحب

شیخ محمد مراد صاحب — شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب — شیخ منور صاحب

شیخ منور صاحب
لاولد

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب

۱ شیخ عبدالرحمن صاحب
محمد ولی — غلام علی — محی الدین المعروف میاں
دو دختر — لاولد
یوسف علی — قادر علی — ناصر علی
لاولد — دختر — کفایت علی

۲ عبدالستار صاحب
دختر — عبدالرزاق — عبدالغفار
لاولد — لاولد

۳ عبدالرسول صاحب
عبدالواحد صاحب
عبدالروف — عبدالغفور
لاولد
محمد صالح عرف پرن میاں — شیخ عبدالباسط عرف فقیرن میاں
امیر علی میاں
مقصود علی میاں
ممتاز علی میاں معصوم علی وغیرہ

۴ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بکا ریصاحب
لاولد ایک چلہ محمد روشن تبنہ کیا تھا

۵ میاں داد صاحب
نورانی بیگم — بادشاہ بیگم
لاولد
عنایت علیخان — فتح علیخان — حسن علیخان
رستم علیخان — شجاعت علیخان
ستارہ بیگم بادر — دختر منکوحہ
رمضانی علیخان — قادر علیخان
تارن بی بی — دختر منکوحہ عنایت علیخان بازیدخیل
والدہ حافظ غلام علیخان — غلام علیخان
یعقوب علیخان

۶ محمد زاہد صاحب
لاولد

صفت علیخان۔ سلات علیخان۔ صفدر علیخان۔ محفوظ علیخان
محفوظ علیخان عرف سلم بمقام ریاست رامپور اجلاس ہمایون
مین بعہدۂ ابلدی ملازم ہین

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات مین نہین ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم مین آیا اس سے آپ کا لاولد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی مین ایک واقعہ پیش آیا ہے جسکا محضر موجود ہے اسمین تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب ایکمرتبہ اپنی معافی کے اسناد جو چار سو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرپور و کوریا پرگنہ سانڈی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیون کے دکھلانیکی غرض سے فتوح سے سانڈی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنپر بادشاہی عاملون وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہین آپ کے کپڑونمین رکھی تھین رات کو آپنے موضع عمرپور مین قیام کیا تھا ناگہان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع مین ڈاکہ ڈالا اور مال و متاع اس گانون کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جسمین وہ سندین رکھی ہوئی تھین لوٹ لیگئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ محضر ۱۰۹۶ھ مین تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھون نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبدالرحمن شاہ محمد جلال شامرلے بھوانی سہاے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہین آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات مین نہین دیکھنے مین آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور لاولد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدیصاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہوے ہین ان ہر سہ فرزندون کے نام بعد انتقال محمد مہدی صاحب مرحوم کے نواب دلیر خان نے بحالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل بجنسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزندان حضرت شیخ محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہوالمعز

مہر جلال داشت روزافزاں چو صدق ضمیر دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند چون موضع جوگی پور و کنھر پور کہ در وجہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من ابتداے فصل خریف لوی سل ۸۴ سنہ فصلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجۃ الکرام شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور پسران آنمرحوم بحال داشتہ شد باید کہ بتعلق و تصرف ایشان واگذارند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ و زمین زرعی کہ از سابق دران موضع بتعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و دخل خود داشتہ باشد و رینیاب تاکید دانند تحریرًا فی التاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک ۸۷ سنہ ہجری۔

جانب پشت

ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۷ شہر رمضان ۸۴ھ داخل سیاہہ حضور ہرد و موضع بموجب پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیو از ابتدائے فصلخریف لوی سل ۸۴ھ فصلی بحال داشتہ شد مواضعات۔

حافظ محمد صدیق منعم صدیقی

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات دروجہ نذر و وطن باسم محمد مراد وغیرہ پسران مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی من ابتدائے فصلخریف ۸۴ھ مقرر شد تعلق کسان آنہا واگذارند۔ شرح دستخط والا پناہ خواجہ ماچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت پناہ پیر خان من ابتدائے فصلخریف لوی سل پروانہ فصلی نمایند۔

سالہ ۴

حاصل زرمال افزود

سالہ ۴ لللہ ۴

جوگی پورتہ شاہ آباد — کنھر پورتہ شاہ آباد

سالہ ۴ — سماعے

حاصل	افزود	حاصل	افزود
للہ ۴	۴	مالہ ۴	مماعہ ۴

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری

چون بغرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور وجوگی پور عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش وصرف مایحتاج وبجہۃ سکونت وآبادی وسرائے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ حقایق ومعارف آگاہ عارف باللہ شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشارالیہ مواضعان مذکور دربست را قابض ومتصرف التماس فرمان عالیشان وارد لہذا حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مذکور دربست در وجہ صرف مایحتاج وبرائے سکونت وآبادانی وسرائے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ باسب الضمن مقرر باشد کہ بدستور سابق بشرط قبض وتصرف بخاطر جمع در انمعمورہ آباد بودہ وحاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نمودہ بدعاء بقاء دولت ابدمدت مواظبت مینمودہ باشد می باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال انحکم والا را مستمر دانستہ مواضعات مسطورہ دربست را بتصرف او باز گذارند اصلا و مطلقا تغیر وتبدیل بدان راہ ندہند وبعلت مالاجبات واخراجات مثل بیکار و شیکار ومقدمی وقانونگوئی وضبط ہر سالہ وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحم نشوند ودرینباب ہر سالہ سند مجددہ طلبند بتاریخ پنجم شہر صفر سنہ ۲۰ ج

جانب پشت

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز چہارشنبہ یازدہم شہر شوال سنہ ۲۰ جلوس والا

موافق سنہ ۸۸ ہجری مطابق مہر الٰہی بمرسالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت
دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفۂ الٰہی صدر رفیع القدر رضویخان
و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردد
کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد و احکام موضع کنھرپور وجوگی پور علمہ پرگنہ
پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف ما یحتاج و بجہت
سکونت و آبادانی و باغ و حوض و چاہ و خانقاہ حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ
شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعان مذکور در بست را قابض و متصرف
التماس فرمان والاشان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مسطور
در بست را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و صرف ما یحتاج
و بجہۃ سکونت و آبادانی و سرائے و باغ و چاہ و حوض و خانقاہ باو مرحمت فرمودیم
اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ۴ شوال سنہ ۲۰ جلوس والا
مطابق تصدیق یاد داشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناہ شرافت و
نجابت دستگاہ صدر رفیع القدر رضویخان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
نویس مطابق واقعست شرح بخط مؤتمن الدولت العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے
رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و
اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
جمۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت لایق الاحسان
لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ ۲۰ جلوس میمنت مانوس
مکرر بعرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمۃ الملک مدار المہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

مواضعات دربست بدستور سابق

کنھر پور	موضع	جوگی پور	موضع
موضع		موضع	
ہفتگہ رقبہ		مارگہ رقبہ	
نماگہ			
ماملہ تہائی والی حوض		عبداللہ میان والی	
باغ نورکل		حوض باغ نورکل	
مامہ لایق زرعت		مارگہ لایق زراعت	
مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری		مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری	
موافق سنہ ۱۸		موافق سنہ ۱۸	
مارگہ ۵			

خادم شرع شریف قاضی بدیع الزمان ۵۰

اس فرمان کے چھ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی نے اس معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانب بادشاہ عالمگیر بنام پیرزادہ شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب قادری ابن شیخ محمد مہدیصاحب قادری

عالمگیر شاہی

خیر اندیش خان

ہو المعز

متصدیان مہمات پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودہ بدانند

چون بموجب اسناد احکام موضع کنھرپور وجوگی پور عملہ پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش حقایق ومعارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشار الیہ مواضعان مذبورہ را قابض ومتصرف باید کہ مواضعان دربست مسطورہ را بدستور سابق در وجہ مدد معاش بتصرف مومی الیہ واگذارند کہ حاصلات انرا صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوئی ازدیاد عمر ودولت ابد مدت مشغول باشند۔

بتاریخ شہر جمادی الاولی سنہ ۲۷ جلوس والا تحریر یافت۔

جانب پشت

مقررہ ضمن مدد معاش وصرف مایحتاج سکونت آبادانی وسرائے وباغ وچاہ وخانقاہ وحوض حقایق ومعارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ موضع کنھرپور وجوگی پور من اعمال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودہ

کنھرپور۔ موضع — جوگی پور۔ موضع

بتاریخ ۲۵ جمادی الاول سنہ ۲۷ نقل بدفتر حضور رسد۔ بتاریخ ۲۹ جمادی الاول سنہ ۲۷ نقل بدفتر رسد

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مہدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کرکے فرمان مین عظمت مآب الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جنمین بعض ابرار وقت ہوے ہین جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبدالرحمن صاحب تھے انکے دو لڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوے ہین ایک کاغذ مین غلام محی الدین عرف لالن میان آپ کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین مگر انکا نام ان کاغذات مین جو اس خاندان مین باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوے ہین نہین ملتا ممکن ہے کہ یہ بیشتر مفقود الخبر ہون اور پھر واپس آے ہون اسلیے آخر عمر مین انکا نام کاغذ مین درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر مین شرکت ثابت ہے لالن میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنار گڈھ مین لاولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختری تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لاولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختری تھی کوئی لڑکا نہ تھا جو انکے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبدالرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ انکے ترکہ پر بجاے انکے لڑکون کا نام دیکھا جاتا ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ عبدالرسول صاحب تھے انھین کے لڑکے

شیخ عبدالواحد صاحب تھے اور اونکے فرزند عبدالروف صاحب و عبدالغفور صاحب تھے اور شیخ عبدالروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبدالباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوے ہین پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن مین دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے انکے بشرہ سے بھولاپن اور نیکبختی ور اشتا پائی جاتی تھی۔ انکے چار لڑکے ہوے امین منو میان معصوم علی میان جوانمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہین مقصود علی میانصاحب مرحوم کی اولاد مین بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہین جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ خاندانی علم سے خالی ہین۔

شیخ عبدالغفور صاحب نے لاولد ہونیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبدالروف صاحب کے نام ۱۱۹۴ھ مین تحریر کر دیا تھا۔

تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاریصاحب تھے وہ بھی لاولد رہے اونھون نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کر کے متبنہ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لاولد رہے۔

پانچوین صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے انکے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کاغذات مین لکھے ہوے ہین مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہین جاتا اونکا جلد انتقال کر جانا اس بات سے
اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اونکی ہر دو بہنین مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے
والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئین اور ان دونون صاحبزادیون
نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان مسمیان
فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے
بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اونکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب
مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھین دونون بھانجون کو ہبہ کر دیا مگر اپنے
بھانجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے
حصہ نہین دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی مین مارے گئے
انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ مین کام آے انکی اولاد
مین مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختری تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر
فرمانروائے اودھ کے یہان پانچ روپیہ پاتے تھے انکی اولاد مین ایک بیٹے
امیر علیخان اور دو بیٹیان تھین ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو
منسوب تھین جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان
اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولادین پیدا ہوئی تھین اور دوسری بیٹی
عظیم خان بازیدخیل کو منسوب تھین جو لاولد رہین۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان
تھے جنکی اولاد مین صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہین۔

چھٹے صاحبزادہ شیخ عبد الستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دو لڑکیان تھین بڑے بیٹے عبد الرزاق جنسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لاولد رہے اور لڑکر مارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لاولد رہے۔

شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدۂ عبد الرؤف جو شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحب اور چچازاد کو بیاہی تھین مالک ہوئین اونکے بعد عبد الروف اونکے فرزند اپنے نانا عبد الستار صاحب کی املاک پر قابض ہوے کیونکہ اونکے مامون عبد الرزاق جوان لڑائی مین مارے گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سنجر خان اور عبد الروف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر مین عبد الرؤف صاحب حقیت سے کامیاب ہوے اور یہ دادہالی اور نانہالی دونون طرف سے مہدی صاحب کی اولاد مین تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد مین مفصل بیان ہوچکا ہے ہدایت اللہ صاحب کی اولاد مین ایک صاحب عبد ہادی صاحب ہین جنکا نام کاغذات معافی مین درج ہے مگر ولدیت تحریر ہونیسے یہ پتہ نہ چلا کہ اب یہ کونسے ہین یا نواسونمین مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذونمین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتون کی نسل مین پسران مقصود علی میاں صاحب اولاد نرینہ ہین اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد دختری مین ہین

ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات مین دو شجرہ دستیاب ہوے ایک تو بندوبست سرکاری یا کسی مقدمہ مین مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام علیخان صاحب نے جنکو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہونیسے پوری واقفیت اور یکسو

برس سے زائد عمر اور اوسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھا ہے
لیکن ان ہر دو شجرون مین بعض باتونمین اختلاف ہے اسلیے ہمنے پرانے کاغذات
سے شجرہ کی صحت کردی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہین انپر پرانے
کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ ہان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہین چلا
وہ ان دونون شجرون سے لکھے ہے مثلاً شیخ غلام علیصاحب کا لاولد فوت ہونا ان
ہر دو شجرونمین سہوًا یہ لکھ گیا ہے کہ مہدیصاحب کے صاحبزادونمین ایک صاحبزادہ
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہین گذرے بلکہ
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہین بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عہد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہین جو باہمی معاملات مین تحریر ہوئی ہین
کبھی تقسیم جائداد مین جملہ خاندانی حقداارون کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
کبھی کسی جھگڑے مین کوئی صورتحال لکھی گئی ہے جنپر قاضی وقت اور باشندگان
شاہ آباد کی بیسیون مہرین پڑی ہوئی ہین یہ کاغذات تعداد مین چالیس سے زیادہ
ہمکو دستیاب ہوے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتونکا سلسلہ
صحیح کرکے شجرہ لکھا اسلیے کہ اس خاندان مین بڑے صاحب نسبت اور باخدا
بزرگ گذرے ہین انکی اولاد مین کوئی صاحب باقی نرہجائین اور جو اختلاف
و گنجلک تھی اسکو بحث کرکے صراحتًا صاف کردیا اور حتے الامکان کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا گیا۔

شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوے ہین انکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کیطرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔

نقل سند شیخ عبد الستار جیو

نقد شاہزادہ رفیع ۱۴۱۲ھ دلاور فدو

چون موضع بجولا و موضع املیا تہ کرکا عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار بدایون دار الخلافت شاہجہان آباد بموجب اسناد احکام نذر حقایق و معارف آگاہ سابق در وجہ مقرر است برطبق آن درینولا نیز مواضعان مذکور بدستور سابق از ابتداے سنہ ۱۱۱۱ فصلی مطابق سنہ ۴۷ جلوس والا بحال داشتہ شد کہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاے دولت ابد پیوند اشتغال نمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۱۵ھ

شیخ عبد الستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو سو بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی مقدرت کا یہ حال تھا کہ نواب فتحمور خان اکثر آپ سے قرض منگوالیا کرتے تھے چنانچہ یکبار سات ہزار روپے جو آپ کے یہان سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک رسید موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل مین درج کردیگئی ہے۔
انھون نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اسمین ملکیت کی یہ تفصیل ہے نصف موضع کورہا پرگنہ کانٹ۔ موضع فتحپور ناسہ۔ ہفتم پٹی موضع جوگی پور معہ بلغ وحصہ عملہ و بازار سہ شنبہ۔ حویلی سکونت چوپال معہ چلوک۔

موضع باقر پور سنولی و فیروز پور و بھداسی و آراضی و محلہ نو آباد واقع قصبہ شاہ آباد و موضع لچھمن پور و موضع جٹھادو و موضع تریا پرگنہ سانڈی موضع برہای پرگنہ سرہاون یکہزار نوسو اشرفی مستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتب و اثاث البیت و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لونڈیان - مہر

قرضی ضیاء اللہ ۱۱۳۱ خادم شرع

نقل پروانہ مہر نواب کمال الدین خان از اقرار و اقعہ تاریخ غرہ رجب المرجب ۳۲ جلوس و الا آنکہ متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند کہ چون حقیقت استحقاق مشیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالستار بظہور پیوست بنا بر آن موازی دو صد بیگہ زمین بنجر افتادہ خارج جمع لایق زراعت بگز آلہی در وجہ مدد معاش مشیخت پناہ مذکور من ابتدای فصل خریف سنہ ۱۰۹۷ فصلی تصدق فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنہ پالی کہ در زمینداری و اجارہ اینجانب اند پیمودہ و چک بستہ بمشار الیہ بدہند کہ مزروع کنایندہ حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت ابد مواظبت اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - مہر

بتاریخ ۱۲ ار رجب المرجب سنہ ۱۱۰۰ھ

رسید بطور قارخطی

منکہ شیخ عبدالستار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو صد یازدہ روپیہ ذمہ برخوردار عبدالسبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنہ سرہ سرکار

خیرآباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زادہ فتح معمور خان تمسک بالضامنی مبلغ مذکور بمہر خود بہ مہر برخوردار سرکا خانزادہ مغزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور تمام وکمال از نزد برخوردار عبدالسبحان مسطور وصول یافتم لہذا این چند کلمہ بطریق فارغخطی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بست وششم شہر شوال سنہ ۱۱۳۲ھ ۔ العبد عبدالستار قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب تقدس اور با اثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دیکھنے مین آئے ہین ایک سند شاہی عامل کی انکی نام جسمین چھبیس مواضعات کی معافی کا ذکر درج ہی موجود ہے اوسکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی ہی۔

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی بنام شیخ عنایت اللہ صاحب قادری

حاجی علیخان متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ بدانند موضع کنھرپور وجوگی پور معمولہ تعلقات مذبور منجملہ بست وشش دیھہ کہ در آبادی وباغات **شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری** وغیرہ پیرزادہای از قدیم الایام مقرر است واز کاغذ حشو منہا لہذا بدستور تسلیمی می گردد کہ وجہی من الوجوہ بعلت بھنٹ وحسادن کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات نہ دارد متعرض ومزاحم نشوند وخلاف معمول بعمل نہ آرند زیادہ درین باب تاکید دانند ۔ دوازدہم شہر صفر سنہ ۲۶ جلوس ۔ ملاحظہ شد۔

ایضاً

۱۱۱۷ ہجری
محمد شاہ بادشاہ غازی
عباد خان فدوی

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ موضع کنھر پور وجوگی پور علمہ پرگنہ مذکور دیہہ زمینداری ڈھیوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در آبادی و باغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشو منہا است از ابتدای عمل بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سنہ ۱۱۴۳ فصلی و ستور سابق معاف نمودہ شد باید کہ بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند در ینباب قدغن دانستہ حسب المسطور العمل آرند بتاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۹ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی میں جب سماۃ زنکا نے اپنے شوہر دلچند قوم کایستھ کے قتل کرنے کا دعوی جسونت رام وغیرہ پر کیا ہی تو ان پیرزادگان نے چار ماہ تک اُن قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا ہی اور پھر اس عورت نے جب اُن مجرمون کی بریت کرائی ہی تو چھوڑا ہی اس واقعہ کی صورت حال پر نواب فخمو خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد کے دستخط موجود ہین۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بدمزاج و زبان دراز تھا شیخ عنایت اللہ صاحب پیرزادہ کو پالی مین طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر و گوشہ نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہین گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کرادیا اپر بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہی کہ پیرزادہ صاحب کی مقدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پارچہ جات لوٹ مین گئے تھے چنانچہ اس بارہ مین نواب برہان الملک بہادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان غظنفر جنگ کے نام جوابًا لکھا ہی جس مین آپ کے بھتیجے محمد علی صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہی کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مدّ نظر رہتی ہی لہذا عیسی بیگ خان کو تاکیدًا لکھا جاتا ہی کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کرکے ان کو دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو اُن پیرزادون کے ہین وہ بدستور اُنکے تصرف مین رہین اور اِسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران شاہی اُن پیرزادون سے کہین کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنون مین سکونت پذیر ہون غالبًا یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہی اصل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہی۔

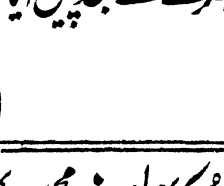

نقل نوشتہ نواب برہان الملک بہادر بہ نواب محمد خان بہادر مظفر جنگ قلمی مفوض

نواب صاحب مہربان سلامت ۔ مفاوضہ بہجت طراز در مقدمہ محمد علی و علی محمد پیرزادہ ہا با فرد حقیقت مشار الیہما چہرہ وصول افروختہ مسرت بخش خاطر گردید از انجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنمہربان ہمہ وقت منظور باشد

ہمانوقت بہ عیسیٰ بیگخان تاکید قلمی شد کہ اموال آنہا آنچہ متفرق شدہ باشد پیدا کردہ بدہد و حویلی و باغات وغیرہ در تصرف آنہا واگذارند بعد ازین حرف مخالفان آنہا را نشنوند اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و مسکن خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیون کے معزز محترم تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب فتح معمور خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہان سے منگوالئے تھے آپکا انتقال جلد ہوگیا تھا آپکے ترکے پر آپکے فرزندان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا ہوا دیکھنے مین آیا ہی اس جگہ نقل رقعہ نواب صاحب موصوف تحریر کردی گئی ہی ہے۔

(رقعہ العبد)

چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نود روپیہ و یک آنہ عالمگیرے

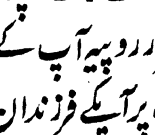

برائے خرچ سپاہ بمعرفت یار محمد ناتھ دوبی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالرحمان بطریق قرض گرفتہ بتصرف خود آوردیم اقراری نمایم کہ مبلغ مذکور را عند الطلب بشمار الیہ برسانم ہیچ عذر درمیان نیارم بنابراین چند کلمہ بطریق تمسک و قبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجت بکار آید تحریرا فی التاریخ دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۲ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی ۱۱۲۹ھ تک کاغذ بٹوارہ سے ثابت ہوتی ہی مگر انکے فرزندان مین عبدالواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہی

میان داد صاحب بھی دینی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے

معلی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان حال و استقبال پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد بدانند۔ کہ بموجب فرمان عالی شان بندگان حضرت خدیو جہان خداوندزمان باعث امن وامان ظل ظلیل ایزد متعال نائب مناب دادار بے ہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم افریدگار متقن قوانین جہانداری ممہد مہاد کرم گستری خلافت پناہ ظل مرقوم ہفتم شعبان سنہ ۴ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ دربست من اعمال پرگنہ وسرکار مذکور از خریف پارس ئیل برای خرچ فقرا و خانقاہ در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ دیدہ ودانستہ حسب الضمن مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان والاشان بعمل آوردہ مواضع مسطور را دربست بتصرف مشار الیہما باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ نہ دہند و بوجہ من الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نمودہ بدعاء بقاء دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند در نیبات قلمی دانند بست و ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۴ جلوس قلمی شد مصر۔

جانب پشت

مقررہ ضمن در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ بموجب فرمان عالی شان عمدہ مرقوم صدر از پرگنہ بھولی سرکار رچنار صوبۂ الہ آباد از خریف پارس ئیل۔

فردے مزین بصاد خاص ملفوف بمہر صمصام الدولہ امیر الامرا خاندوران بہادر۔ منصور جنگ بدفتر رسید کہ شیخ میان داد وغیرہ نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین مستحق و کثیر العیال و وابستگان و خرچ خانقاہ و فقرا و صادر و وارد بسیار دارد و ہمیشہ بیاد حق مشغول انداز فضل و کرم امیدوار است کہ موضع مخدوم پور عرف آمدہا وغیرہ ۳ موضع در بست پرگنہ بھولی سرکار رچنار صوبہ الہ آباد در وجہ مدد معاش این دعاگو مرحمت شود بعرض اقدس رسید شرح صدر حکم شد۔

السنہ ہفتدہ سے موضع در بست		
مذکور در بست عنہ وامدا	کمورہ	
صماسہ	صماسہ	
خرچ خانقاہ فقرا حسبت اللہ	خرچ خانقاہ فقرا حسبت اللہ	
اماسہ مار	اماسہ	
جمری در بست		
خرچ خانقاہ و فقرا	حسبت اللہ	
امار	ماسہ	

نبیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزندان شیخ ہدایت اللہ صاحب بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد مین بزرگی کیساتھ تمول اور خوشحالی مشہور رکھتے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادون مین جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُسکا قسمت نامہ قاضی فیض اللہ صاحب کا دستخطی موجود ہی جو یہانپر نقل کیا جاتا ہی اس کاغذ سے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہی

۱۱۲۲ یف
خادم شرع قاضی شہر
بدیع الزمان

قسمتنامہ

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت اللہ مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض اللہ برضامندی و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ۔

دہات مدد معاش
للعے موضع
۳ حال

دہات زمینداری
سے موضع
۵ مواضعان در اصل فتحپور نانسہ دیدہ و دانستہ رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد۔

ہفتدہ
للعے
۳ حال
سے موضع

وزمین محلہ را برفش حصہ قسمت نمایند ازان جملہ بوالدہ شیخ عبدالرحمان و شیخ عبدالرحمان بدھند و تتمہ چہار حصہ را برپنج حصہ قسمت نمودہ ہر پنج برادران علی السویہ بگیرند

سکرولی عملہ پرگنہ پالی	قدمانپور وجدسی	اورنگ آباد	بجھن پور
سے مواضعان	منجملہ مواضعان پرگنہ مدار	موضع	موضع
کنھرپور وجوگی پور	چک پھانی	ہفتادہ	ہفت حصہ معہ حصہ
مواضعان	موضع		
جٹھان عملہ پرگنہ ساندی	اورنگ آباد	کورہا عملہ پرگنہ کانٹ	بھبھولی
موضع	موضع	موضع	موضع
بجھن پور	میرپور ناگر		
موضع	حصہ ۱ الف		
فیروزپور وغیرہ	ہسوا	ہمیرپور	طاہرپور
۱۱ ۱ نصف	معہ سگہ	موضع	موضع
	ہذا نصف سگہ		
ہسوا		مغلاپور عملہ پرگنہ ساندلی	مسکاکلبھی
نامی سگہ		۵ بیگہ	موضع
موضع باسم شیخ عبدالرحمن و شیخ عبدالستار		محمدیارپور	فتحپور نالسہ
بموجب سرخط حین حیات شیخ ہدایت اللہ مرحوم مہناشد		موضع	مواضعان
شیخ عبدالرحمن	شیخ عبدالستار	دیدہ و دانستہ مار شیخ عبدالستار	
اما معہ سگہ	موضع	مہناشد	
نصف پٹ			
میرپور ناک	ہسوا	جٹھان	فیروزپور وغیرہ
اما	معہ سگہ	موضع	مار یگہ بقیہ

ع موضع

سکرولی	قدماپور وجدسی
سے موضع	مواضعان
کنھرپور وجوگی پور	چک پھانی
مواضعان	موضع

دہات مدد معاش	زمینداری	حصۂ شیخ عبدالرسول صاحب
والدہ شیخ عبدالرحمان یک حصہ	شیخ عبدالرحمان و غیرہ برادران سے حصہ	دہات مدد معاش / اورنگ آباد عملہ پرگنہ سانڈی موضع / کنھرپور وجوگی پور معہ باغ کلان
	مشارالیہ یکحصہ	دہات زمینداری / از موضع طاہرپور عملہ پرگنہ کانٹ موضع
	عبدالستار یکحصہ	
	عبدالرسول یکحصہ	
	عنایت اللہ و برادر یکحصہ	
	میان داد و محمد زاہد دو حصہ	
ہفتدہ قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی حبیو حصۂ والد شیخ عبدالرحمان		ہفتم حصہ / چک پھانی ہفتم حصہ

حصۂ شیخ عنایت اللہ

دہات مدد معاش	دہات زمینداری
سکرولی عملہ پرگنہ پالی از موضع بہولی عملہ پرگنہ کانٹ۔	سکرولی از درست کنھرپور وجوگی پور موضع
منہائی سیصدی بیگہ زمین	زمین سیصد سی مع باغ کلان تالاب بیگہ بعد منہائی ۵ بیگہ
چک شارالیہ و زمینداری و تالاب و آبادانی و کھیڑہ مشترکہ زمینداری	مشترکہ زمینداران حصہ سکا کلبھی
درست سیوم حصہ چک پھانی	چک والد عبدالرحمن ہفتم حصہ موضع
	و آبادانی کھیڑہ مشترکہ زمینداری مغلاپور ۵ بیگہ
	سیوم حصہ چک پھانی ہفتم حصہ

حصّہ شیخ عبدالرحمان

دہات مدد معاش دہات زمینداری

سکروی عملہ درموضع میرپور عملہ

پرگنہ پالی از دست پرگنہ کانٹ۔

زمین سیصد کنھرپور دجوگی پور

وسی بیگہ چک والدۂ معہ باغ کلان

عبدالرحمان واقع

نمودہ۔

زمینداری ہفتم حصّہ

سیوم حصّہ

چک پھانی

ہفتم حصہ

حصّہ شیخ عبدالستّار

دہات مدد معاش دہات زمینداری

بجھن پور کنھرپور درموضع کورہا عملہ

موضع دجوگی پور پرگنہ کانٹ

چک پھانی معہ باغ نیم موضع

ہفتم حصہ کلان

حصّہ شیخ میاں داد و محمد زاہد

دہات مدد معاش دہات زمینداری

قدما پور دجوگی موضع

مواضعان کورہا عملہ

مشارالیہ پرگنہ

ہفتم حصّہ کانٹ

چک پھانی نیم موضع

دو حصہ محمد زاہد

مشارالیہ ہفتم حصّہ

ہفتم حصّہ

تحریر دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۹ھ

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتون مین تھے جملہ نیک اطوار اہل دسترس اور صاحب جائداد تھے اکثر انکے نام بحالی جاگیر کے اسناد موجود ہین کیونکہ وقتاً فوقتاً حکام وقت نے جو شاہان دہلی کی طرف سے مامور تھے انکی مملوکہ اور مقبوضہ آراضیون کی سندین لکھی ہین اور اب تک موجود ہین چنانچہ عیسی بیگ خان نے منجانب محمد شاہ بادشاہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۸ جلوس مطابق سنہ ۱۱۴۳ فصلی کو جوکی پور و کنھر پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے نام لکھی ہے اور ۹ ذالحجہ سنہ ۳ جلوس مطابق سنہ ۱۱۵۸ فصلی کو چار قطعہ چکوک کی سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان نے منجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہے کل اسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلیے ایک سند کی نقل لکھدینا کافی سمجھا جاتا ہے۔

نقل سند

مہر صدر خان بکرم خان ولد ۱۱

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار خیرآباد صوبہ اخترنگر اودھ بدانند۔ چون موضع جوگی پور و کنھر پور و چند قطعات زمین دیگر از آبادی باغات از قدیم ایام از حضور حضرت خدایگانی و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی و شیخ عبدالروف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہای شیخ عبدہادی با شیخ جدہ صاحبہ نیز زادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میرود کہ بدیدن پروانہ

سابق بنام مشار الیہا گذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند و رینباب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بست و نہم شہر رجب المرجب ۳۰ سنہ جلوس نوشتہ شد۔

اختلاف

مفتاح التواریخ مصنفہ طامس ولیم صاحب مطبوعہ منشی نول کشور صاحب کے دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تاریخ مذکورین تحریر ہی کہ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قنوج مین اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل مدفون ہین اور ان کا انتقال ۱۶ محرم ۱۰۸۸ ہجری مین واقع ہوا ہی اُنکے مزار پر بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہی ان کے روضہ کے اندر اُن کے دو فرزند دفن کی قبرین موجود ہین اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہی۔

عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عہد سلطنت خرد دین پناہ ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعہ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت — گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ
شب شنبہ و ہنگام صبحدم بودہ — کہ آن محمد مہدی سپردہ جان بالا

این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طور مضجع پاک و مرقد عطر ناک قطب ربانی سلیمانی قادری قدس اسرارہ در ۱۰۸۸ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے ان کتبون کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی کی ہی اُنھون نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کرکے بھیجے ہین۔ اُسمین بجای ہشتاد وہشت کے ہشتاد وہفت لکھا ہوا ہی یعنے یہ مصرعہ یون ہی ۔ ہزار بودہ وہشتاد وہفت از ہجرت ۔ حضرت شیخ مہدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اسمین یہان اور وہان ایک ہی سنہ رحلت تحریر ہے ۔ تعمیر روضہ مین صرف چند ماہ کا فرق ہی کیونکہ ۱۰۸۷ھ ہجری یہان کے مزار پر کندہ ہی اور ۱۰۸۸ھ ہجری قنوج مین نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۱۶ محرم مین آپ کا انتقال ہونا وہان کے کتبہ بالتصریح مین موجود ہی تو یہان بھی ۱۰۸۷ھ کئی مہینے گذرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہوگا اس حساب سے ایک ہی سال کے اندر یہان اور وہان رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہی ۱۷ رمضان ۱۰۸۷ھ ہجری کو نواب دلیر خان نے حضرت مہدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور وکنھولو کی بحالی کی سند اُن کے فرزندون کے نام تحریر کی ہی اس سند سے بھی آپ کا انتقال رمضان سے پہلے ۱۰۸۷ھ ہجری مین ثابت ہی ۔ اب رہی یہ بات کہ یہان جو مزار حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کا ہی یہ وہی شیخ مہدی ہین جو شیخ کبیر صاحب کے بیٹے ہین یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ ہی ہین کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہین کیونکہ بحر ذخار مین لکھا ہوا ہی کہ شیخ مہدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ برہان الدین جو اُنکے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل اور خدا رسیدہ تھے اُنکے ایک تربیت یافتہ تلمیذ محمود دیوانہ تھے جو شاہ آباد مین اُنکے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کردی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر مین مدفون ہین اسکے علاوہ ایک صورت حال
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر
کی مہرین پڑی ہوئی ہین آپکے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ مین داخل
ہی اُنھون نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندون سے تصدیق کرالی
ہی اور اُس تصدیق کرانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اوسوقت قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنیسے لٹ گیا تھا اِس مستند صورتِ حال سے بھی ثابت
ہوگیا کہ غلام علی صاحب جو سبزہ مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج
دونون جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہانکی
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو انکی
اولاد وہان کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہان کے
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک ہی خاندان دونون
جگہ اسی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اِس واقعہ کی تصدیق و تائید کرالی ہی اور فقرائے
خانقاہ کیلیے اعانت و امداد چاہی قاسم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے
جدّ امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہین چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار
رہتاس صوبہ بہار نے سنہ ۱۱۴۶ فصلی مین ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو
اُن کی اولاد امجاد مین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہان موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر و حضرت مہدی صاحب سے راقم کے خط کے ذریعہ
سے اِس بارہ مین تفتیش کی ہی اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے
مٹھو میان شاہ آباد گئے ہین ان کا مزار شاہ آباد مین موجود ہی کتبہ جو مہدی صاحب کا

یہان موجود ہی اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد مین مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہی بعض کہتے ہین کہ شاہ آباد اور قنوج دونون جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اسلیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہان انتقال ہوگا وہین دفن کر دیا جاوین اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہان اور کوئی اولاد مین مدفون ہو جائیگا۔

بہرکیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہی اور حق تعالی عالم الغیب دانای حال ہی کہ یہان اور وہان کون سے مہدی مدفون ہین۔

صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہے وہ ثبوت کیلیے لکھدی گئی ہی۔

بیان لماوقع ھکذا وقع

سوال می کند وگواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ ونبیرہ از سادات عظام ومشایخ کرام اہالی وموالی جمیع ہند ومسلمان ساکنان بلدہ شاہ آباد وقنوج براینمعنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ ہمگی شہر مذکور راخانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلاء وطن ساخت وانچہ اسباب اشیاء از نقد وجنس جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب واجناس درگاہ حضرت پیر صاحب وفقرایان وخدامان کہ از قدیم الایام بطریق نذر ونیاز از ضاحبان اہل اعتقاد ہندو ومسلمان امراء وغربا رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنابر آن باعث ویرانی

پریشانی نا فقیران شدہ وبسبب عدم وجہ معیشت در ماندگی قوت روزمرہ استقامت فقیران وارد وصادر ہم موقوف گردید وجز توکلت علی اللہ وجہی دیگر ندارم تفصیل اشیای مغروتہ لا لہ دیگہای کلان بقیمت مبلغ پانصد روپیہ دیگ خرد بقیمت شست روپیہ دیگہائے خرد صہ عدد بقیمت دوصد روپیہ دیگر ظروف قیمتی مامعہ تبرک دستار اعدد ۱۳ غلاف تربت زربفتی و ورشیمین وسفید اعدد ۲۳ قرآن مجید تلاوت خاص دیگر کتب تھان ۵ غلہ دوسو من دیگر سامان باقی دیگر اعداد مہرہای شہادت اعدد ۲ رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنا راللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکریم

مناقشہ

اِس خاندان مین ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک مقدمہ لڑتا رہا دوسو گواہ دوران مقدمہ مین مرگئے گیارہ صفحونیر اسکے تفصیلی حالات درج ہین مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کردیا اور اس خیال سے کہ عہد شاہی مین قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنچایت مین معاملات یون رجوع ہوا کرتے تھے لکھدینا مناسب سمجھا - یہ جھگڑا شیخ عبد الروف صاحب اور سنجر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ شیخ عبد الستار صاحب نبیرۂ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے عبد الرزاق صاحب سے ناخوش ہوکر اُن کو عاق کردیا تھا اور جملہ ملکیت جس مین

ہزار ہا روپیہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھدی تھی
جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہوگیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے
آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہوگئے اور مانیر طرح طرح کے ظلم شروع کیے
وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بیگم لڑکی کو لیکر نواب کمال الدین
خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑھی چلی آئین اور پناہ گزین ہوئین اور قاضی
فیض اللہ صاحب کے اجلاس مین نالش کی محمود خان بازید خیلون کی
وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پاکر تمام نقد و جنس و جائداد
پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا
شیخ عنایت اللہ صاحب وغیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے
چچا میان داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کرکے فتحپور نالسہ مین مارے گئے
اسکے بعد ان کی مان یعنے بیوۂ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر
قابض ہوئین اور کچھ مدت کے بعد انھونے جملہ املاک اپنی دختر یعنے والدۂ
عبدالروف صاحب کے نام لکھدی اور ایک پٹی موضع کندھرپور و فتحپور
و پرانی حویلی از راہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بیگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو
تاحین حیات گذارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بھتیجے
سنجر خان کو لکھی تو عبدالروف صاحب مانع ہوے کہ یہ حق میرا ہے تمھین بجز گذر
اوقات کے انتقال حقیت کا اختیار نہین ہے مگر سنجر خان اس معاملہ کے بعد سفر
کو چلے گئے اور سنہ ۱۱۷۲ فصلی مین جس سال جنگ بکسر ہوئی ہے شاہ آباد کو واپس آئے
اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیوڑی کے ملازم و مصاحب ہوئے اس زمانہ

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے
اپنی جدّہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری مین پیش کیا اور اسکے عبدالروف صاحب
جواب دہ ہوے اسی سلسلہ مین دولت بی بی نے حصہ قیمتی ناسہ سید احمد صاحب
گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب
موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہین مالکہ مجاز نہین اور رہنوز اس جائداد کا قضیہ درپیش
ہے اس زمانہ مین مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد
کے عامل ہوکر آئے خانزادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوے
اور عبدالروف صاحب کو دبانا چاہا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا
کہ عبدالروف صاحب حویلی وپٹی و باغ سے دست بردار ہوجائین ورنہ جانسے
مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء اللہ
خان نے بطور فہمایش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک والی اودہ
بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگئے ہین شہر حاکم سے خالی ہے باہمی طور پر صلح کرلو
بعد ازان سنجر خان کی پھوپھی مرگئین اور اُنھون نے اُس پٹی کو جو ثلث موضع
تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اِس فساد کی
وجہ سے نہ خریدی اِس مدت مین خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید
ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اسوقت مین شیخ
عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیہوی
کے پاس آکر پناہ گزین ہوے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا
اُنھون نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہین ہے تو خانزادہ

مجھ سے بربیت نامہ کسوجہ سے لکھاتے ہین سنجر خان کے والد محمد خان بن ولیخان کا تعلق اُس سے کچھ نہین ہی میرا موروثی مادری ترکہ ہی بلکہ چھٹا حصہ مسماۃ مریم بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھین اور مسماۃ حمیدہ بیگم کی والدہ تھین وہ مجھے از روے وراثت مادری سے سنجر خان سے ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ سُنکر فرمایا کہ تمھارا قول اور حق مین تسلیم کرتا ہون مگر مجکو تمپر رحم آتا ہی کہ تمھارے مخالف آمادہ قتل ہین اگر تو اپنے حق سے درگذر کرے اور بربیت نامہ لکھدے تو مناسب ہے مگر عبدالروف صاحب نے باز دعوی نہ لکھا اور کہا کہ یہان دباؤ خانزادہ کا ہی مقدمہ شاہجہان پور مین پیش ہونا چاہیے چنانچہ بمقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہوا وہان قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے خوب بحث ہوئی وہان بھی عبدالروف صاحب کو غلبہ رہا بعدہٗ قاضی محمود خان صاحب شاہ آباد بھی بلاے گئے ۔ شعبان ۱۱۹۸ھ ہجری کو سنجر خان نے عبدالروف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت رای چکلیدار کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر درگاہی صاحب تھے اُنھون نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد جمعدار کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیڑہ مع اپنے فرزند شجاعت علیخان اور پیر خان ابن سعد اللہ خان وخان زادہ ہدایت خان باقرزی اور عبدالرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رفع شر کو آئے اور فریقین کو فہمایش کرکے بسنت رائے چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھون نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوبدار کے روانہ کیا وہان بھی حق عبدالروف کا قایم رہا مگر قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مراد ن صاحب کی خدمت مین فرقین کو بھیجنا چاہا مگر سنجر خان نے منظور نہین کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد فیض اللہ صاحب کو لکھا اُنھون نے اِنکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب کیے گئے اُس درمیان مین نواب شجاع الدّولہ پورب کے مُلک سے واپس آگئے اور صوبہ اودھ کو ضبط کرلیا اور کوئی تعلق اب اسکو دارالسلطنت دہلی سے نہین رہا راے صاحب تبدیل ہوکر دارالخلافت کو روانہ ہوگئے راجہ بینی بہادر یہانکے نائب قرار پاے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب نے کہا کہ چند روز گذرے ہین کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بہادر کا اِس بارہ مین صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار ہون اور شیخ عبدالروف کو اُنکے گھر مین آباد کرائین یہ سُنکر خان زادہ نے اپنی جانب سے لالہ شتاب راے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب اعزاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبدالروف صاحب کو اُنکے گھر جاکر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوے اور اِس صورت مین یہ مقدمہ ختم ہوا اِنکے دوسرے بھائی عبدالغفور تھے لیکن چھوٹے بھائی عبدالغفار صغیر سن مرگئے تھے اِن فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیون مُہرین پڑی ہین اور شریک مقدمہ رہے ہین جن کے نام اِسغرض سے کہ یہان کون کون معزز اور روداد اشخاص گذرے ہین لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔

قاضی ضیاء اللہ خان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعزاز خان۔
محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد اللہ خان خواجہ حفیظ صاحب دیوان۔
مشتاب رائے مولوی ولی اللہ صاحب محمد روشن صاحب متصدی
سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبد الرحمان خان شروانی محمد آصف
خان تاج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب
شیخ محمد سعادت صاحب ملا الہ داد صاحب خیر اندیش خان سید خیل
روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفے صاحب عرف میان چندن یوسف
خان سلیمانی عبد اللہ خان سلیمانی فیض اللہ صاحب حسینی سید اسمعیل صاحب
شیر خان خلیل اخون صاحب فیض اللہ خان خلیل متی زی مظفر علی خان
باقرزئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقرزئی شیخ قیام الدین و کریم الدین
و شمس الدین پیرزادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزئی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ
یٰسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان ابلہد
نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبد الستار صاحب
پیرزادگان شاہجہان پور۔

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد واصل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہی کہ ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد مین ہین - آپکے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو ماہ جمادی الاول ۱۰۰۱ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے نواب بہادر خان چنارگڈہ سے بکمال احترام لاے اور اپنے شہر شاہ جہان پور مین بسایا اپنی صاحبزادی مسمّا خدیجہ بیگم کو آپکے عقد مین دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ لکڑہ کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئین - اسکے بعد محمد افضل صاحب اور اُنکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد مین تھے منعقد کیا اُن سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیرزادگان شاہجہانپور پیدا ہوے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان اُن کو منتقل ہوگیا -

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوے ۱۰۳۸ھ ہجری مین (۳۱) برس کی عمر مین محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنارگڈہ مین جہان اُنکے والد ماجد کا مزار ہی مدفون ہوے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہی ؎

دلا وصل حق شیخ واصل نمود	خدا کرد او را حقیقت پناہ
مظفر پے سال چون فکر شد	ندا داد ہاتف شریعت پناہ
	۱۰۳۸

شیخ قیام الدین صاحب کو اُنکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد مین لاے اور محلہ اللہ پور مین

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کرلی گئی تھی اور ویران پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے عنایت کی اسناد اراضیات ابتک آپکے نام کی موجود ہین جن کی نقل ذیل مین درج کردی گئی ہو آپکے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہین شیخ نظام الدین شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نتھو صاحبان - آپکی حیات کا زمانہ ۱۰۹۶ھ ہجری کاغذات سے ثابت ہوتا ہی - پیرزادگان اللہ پور آپ کی اولاد مین ہین درحقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہین مگر آبائی فقر کے سبب سے پیرزادگی کے خطاب سے مخاطب ہین -

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مہمات پرگنہ شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند - چون موازی پنجاہ بیگہ زمین مزروع بکر الہی از جملہ آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف حد باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نمودہ باغ ممو خان درمیان واقع است بتحایق معارف آگاہ نیتجہ الکرام بجہت باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مذکور پیمودہ و حد حدود نمودہ در قبض تصرف مشارالیہ واگذارند کہ در آن باغ احداث کنند باید کہ دریں باب قدغن بلیغ دانستہ حسب السطور العمل آرند - تحریرا فی التاریخ ہفتدہم شہر ذیقعدہ ۱۰۹۶ھ

جانب پشت

شرح مقرره پروانگی دستخط شیخت پناه منشی رحمت الله خان

حاصل نموده آنها حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو این که موازی پنجاه بیگه زمین پولج مزروعه بگذا آهی آراضی که از یکطرف حد تالاب و یکطرف باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نموده باغ محمود خان این پخته احداث نمودن باغ بحقایق و معارف آگاه مذکور مرحمت نمود شد باید که پروانه بنام متصدیان پرگنه شاه آباد نوشته دهند که زمین مذکور را بشرح صدر پیموده و حد حدود بسته دهند۔

بتاریخ ۱۱ ذی الحجه سنه ۱۰۹۶ھ

نقل بدفتر دیوان رسید۔

یافت از شاه عالمگیر خور
زمان ذره از راه صدق
خود کمال الدین خان سعید

شیخ قیام الدین جیو

شجاعت و ستگاه عبدالرسول خان را اعزا

آنکه چون موازی پنجاه بیگه زمین مزروع بموجب سند جداگانه بحقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو پخته باغ مرحمت نموده شد باید که آراضی مسطور مطابق سند مذکور پیموده و حد حدود نموده در تصرف مومی الیه واگزارند بعلت مزروع هیچ وجه مزاحم نشوند چنانچه دیده و دانسته آراضی مزروع مرحمت شد اگر احیانا درینصورت خلاف خواهد ورزید و حقایق آگاه بحضور خواهند نوشت مصدر انواع عتاب خواهد افتاد

در ینباب تاکید تمام دانسته حسب المسطور به عمل آرند - تحریر فی التاریخ هفتم ذیقعده سنه ۱۰۹۶ هجری -

دیگر

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه شاه آباد بعنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بیگه اراضی بگز الهی مطابق ضمن دروجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل خریف سنه ۱۰۹۶ فصلی مرحمت نموده شد باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمله پنجاه بیگه مزروعه و پنجاه بیگه بنجر افتاده خارج جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال متصرف شده باشند - در ینباب قدغن بلیغ دانسته حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ چهارم جمادی الاول سنه ۱۰۹۹ هجری -

جانب پشت

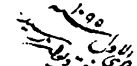

چون در وجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب جیو از انجا که حسب الامر بتفصیل ذیل برمحال پرگنه شاه آباد ما بیگه بگز الهی -

در موضع خانپور عمله پرگنه مذکور بدهند زمین مزروعه — در حیات بیگه زمین بنجر افتاده خارج جمع

حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب گیلانی شاہ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم غوث بنی آدم تک پہونچتا ہی۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الٰہی تھے ظاہری علم وفضل مین بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت مین ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا **ابو اسحاق ابراہیم صاحب** شہر خامہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد ابن سید عفیف الدین صاحب نے اپنی روشن ضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب ہند تشریف لائے جب آپنے ہندوستان مین قدم رنجہ فرمایا ہی تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت قدر ومنزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز واحترام کیا اور حسب مراتب مہمانداری کی۔ غرضکہ شاہی دربار مین آپ نہایت سربلند ہوے۔ شہزادہ محمد شجاع آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اسطرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب ممدوح سے کئی کرامتین ظاہر ہوئین اسلیے خاص وعام کو آپ سے بیحد عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہوگئے۔ دس برس تک سید ابراہیم صاحب ہندوستان مین تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولے حب الوطنی نے

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حماہ مین ۱۰۶۷ھ ہجری مین ایک محل محلہ کے وسط مین تعمیر کرایا اور ۱۰۶۹ھ ہجری مین سیدۂ فخر سے نکاح کیا سیدۂ مسطورہ عمر باک الاعوج حاکم حماہ کی بیٹی تھین اس عقد کی تاریخ امام بخشی حلبی مصنفہ کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب مین لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہی ۔ ؎

اینة بالعرس الذی تاریخه ۔۔۔ زفت الیك نفایس لا فراح

اسکے بعد غرۂ رجب ۱۰۷۰ھ ہجری مین بعض امورات و مہمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ تشریف لیگیے اور ان کامون کے ختم ہونیکے بعد پھر اپنے وطن حماہ کو شریف واپس لاے اور ۱۰۷۸ھ ہجری تک وہین آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان مین زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لاے ہین تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہوچکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اُسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسلیے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگئے بالآخر ۱۰۸۶ھ ہجری کو سید صاحب موصوف

---

۱ قال صاحب تحفة الابرار السید شریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید الشریف الشیخ عفیف الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشیخ الشریف شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشریف الشیخ شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی الکبیر الگیلانی الحموی الدار المولد توجہ بعد وفات والدہ الی الہند (و اخبر ابوہ عن ذلک قبل فی بابہ) فحصل له القبول التام من اہلہا و اجتمع بملکہا شاہجہان فی بلدۃ دہلی

نے اُسی شہر مین انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بیگم مشہور بہ دار الشفا
مین مدفون ہوے شجرہ خاندانی مین جو آپکے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد
صاحب نے لکھا یا ہی اور وہ شاہ آباد مین موجود ہی سال رحلت ۱۰۸۷ھ ہجری تحریر
ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السید ابراھیم توفی باورنگ اباد سنۃ سبع وثمانین والف ھجری
مرقوم ہی اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن مین اختلاف کیا ہی اور
بجاے ۱۰۸۷ھ ہجری کے ۱۰۸۹ھ ہجری اور بجای اورنگ آباد کے شاہجہان پور
مدفن قرار دیا ہی اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ بُعدِ مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی
اور خبر اُن تک نہین پہونچی اُس زمانہ مین ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعے نہ
تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے۔ مدت کے بعد کوئی شخص کہین سے اگر گیا
اور کچھ اُسنے بیان کیا اور اُسمین کچھ غلطی ہوگئی تو پھر اسکی تصحیح نہین ہوسکتی تھی۔ اہل حماہ
نے جو یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ مین جو اُنھون نے شاہجہان پور مین
بنایا تھا مدفون ہوے اسمین بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور مین آپکے بھائی ابو الحسن

فانزلہ المنزلۃ التی باانزلت التی ہوالہا وہرعت الیہ جمیع اہل تلک البلاد اعتقدوہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص
ابن ملکہم محمد شجاع فانہ کان معہ علی ما یذکر کالمطیع مع المطاع (وظہرت علی یدیہ الکرامات وساز ذکر ہا فی البلاد) وجرت
لہ معہم امور واستحانات اظہرہ اللہ ببرکۃ سلفۃ الطاہر واقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماۃ وکان دخولہ الیہا
۱۰۶۷ھ ہجری وجدد بناقصرہ داخل داہم وکان تامہ بقیہ حاشیہ صد ۱۰۹۲ھ ہجری وتزوج (البنت فخری)
بنت عمر باک الاعوجی حاکم حماۃ فی السنۃ المذکورہ وعمل لہ تاریخا نظما الامام البغتی صاحب شمس المفاخر جاء ختارہ
ھنیت ما بالعرس الذی تاریخہ زفت الیک نفایس الافراح وفی غیرہ ۱۰۸۰ھ ہجری توجہ الی القسطنطنیہ
وفی بعض امور ومہمات وبعد قضایہا عاد الی وطنہ حماۃ واستقام بہا الی ۱۰۸۶ھ ہجری ثم انہ سافر مرۃ ثانیہ
الی الہند واستقام بہا اثنا عشر سنۃ وکان اجلہا بہا دفن قدس اللہ روحہ فی تکیۃ کان بناہا بیدہ فی خطۃ الاولے
توفی فی بلدۃ شاہجہان پور ۱۰۹۹ھ ہجری وبہا دفن۔ ۱۲ ۱۲

سید علی صاحب دفن ہوے جن کا مزار مشہور ہی۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دھلی یا اورنگ آباد مین کسی نے کھینچ لی تھی جواب تک انکے خاندان مین وہ چلی آتی ہی۔ ہمنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہین وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہی یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضی صاحب نقیب الاشراف کے پاس حماہ مین موجود ہی اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہی جس کی نقل راقم نے حاشیہ پر درج کردی ہی۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلائد الجواہر مین بھی مین یہ کتاب عربی زبان مین ہی اور مصر مین چھپی ہی راقم کی نظر سے گذر چکی ہی یہ آپ ہی کے عہد مین تصنیف ہوئی آپکے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہی۔ اسکے بعد یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب استنبول تشریف لے گئے ہین خدا سے اُمید ہی کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائین کتاب مذکور مین اسقدر تحریر ہے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ سید صاحب استنبول ہی مین تھے کہ مصنف کا انتقال ہوگیا اور آپکے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہین پہونچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اور اُنکے اباو اجداد جو سادات غوثیہ یعنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین بجاے بغداد کے حماہ مین کیسے سکونت پذیر ہوے اور بغداد شریف سے کیون چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ مین مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہین بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل کی ہوا اور اسکے متعلق جو اُن حضرات نے عربی مین حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اُردو مین خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اِس خاندان سے جو بزرگ کہ اوّلاً بغداد شریف سے حماہ تشریف لاے ہین وہ سید سیف الدین صاحب ہین اور اِنکے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تاتاریون نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ مین سید سیف الدین صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہوے اس ہنگامہ مین انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے ۶۵۸ھ ہجری مین حماہ کو چلے آئے اور حاکم حماہ کے یہان مہمان ہوے آپکا ارادہ مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الٰہی مین کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور وہ اس زمانہ مین بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دَم ڈالنے کی استدعا کی آپ نے اُسکے حق مین دُعا کی اور کچھ پڑھکر اُسپر پھونکا آپ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھکر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے نجانے دیا اور اپنے شہر کی بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جدامجد غوث پاک کو دیکھا کہ فرماتے ہین کہ حماہ مین تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپنے حماہ مین قیام فرمایا حاکم شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت مین دیا اور حضرت کیواسطے ایک زاویہ نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرادیا اور اسمین آپ رہتے رہے ۷۳۴ھ ہجری مین سید سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زاویہ قادریہ مین مدفون ہوے۔ اب قریب پانسو اشخاص کے آپ کی اولاد امجاد سے حماہ مین آباد ہین (حماہ) شام کے مُلک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کہ دمشق سے حلب کو جاتی ہو اُسکے اثنائے راہ مین یہ شہر واقع ہو دمشق سے حماہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حماہ بغداد شریف سے بہت دور ہے بغداد ملکِ عراق مین ہو اور حماہ شام مین ہو۔ اسمین سادات گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک جگہ ہین یہ لوگ حماہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور ہین۔ آجکل اس خاندان مین جو سجادہ نشین ہین وہ سید صالح ہین وہان سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے ہین سید صالح صاحب کے والد سید مرتضی صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور سید سیف الدین صاحب دو بھائی سجادہ نشین حال کے ہین سادات حماۃ کو اپنی عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین داخل نہین ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہوے ایک سید جو سلطان عبدالحمید خان کے مقرب تھے اُن کو سادات حماہ ہونے کا خیال تھا اُنھون نے اپنا نسب نامہ معہ سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب اِن حضرات نے اپنے یہانکی کتابین دیکھین تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوے سادات حماہ کو اپنی جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اِس ہی اثنا مین استنبول مین اختلاف ہوا اور سلطنت متغیر ہو گئی اور سادات حماہ کو کچھ نقصان نہین پہونچا یہ حضرات صاحب جاہ و منزلت ہین علم و بزرگی درس و تدریس کے ساتھ دولتمندی بھی ہو غرضکہ شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حماۃ مین اب بھی علما و زہاد موجود ہین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حماۃ مین آکر

سکونت پذیر ہوے ہین اِن مین بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہین منجملہ اُنکے ہم
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد مین گذرے ہین اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہین اُس سے ناظرین کو اندازہ ہوجاے گا کہ حماہ مین سادات کی جو شاخ آئی ہی
اُس مین ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہین امام بخشی حلبی
نے اپنی کتاب مین لکھا ہی کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
سنہ ۸۴۷ ہجری مین تصنیف کی ہی اُسمین تحریر کیا ہی کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جوانمرد و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص و عام اور حکام
مین پھیلی تھی۔ سلسلہ قادریہ کی اشاعت مین آپنے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
مین آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو و لعب کے امورات روکتے تھے اکثر قمار خانے اور
بھٹی خانے آپنے توڑ ڈالے اور مئی خانہ جادہ فرح کا جو وہان بہت آراستہ
تھا اور اُسکے نیچے خزانہ تھا اپنے مسمار کردیا۔ اور یہ پرانی خرافات چنیرین آپکی ذات
بابرکات سے معدوم ہوگئین اسلیے حمویون نے آپ کی مخالفت پر کمر چست باندھی
اور آپنے اُس کفرستان مین رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جسوقت
کہ حمویون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواقی نام جو شلیخ حماۃ سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگاے ہوے بیٹھے ہین اور اہل شہر آپ پر زرغہ کرتے ہوے چلے آتے ہین آپنے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پردہ اُٹھا کر دیکھا اُسنے دروازہ کا جو پردہ اُٹھایا تو ایک

شیر ببر نکلا اور مونھ کھول کر اُسنے حملہ کرنا چاہا روافی گھبرا کر بھاگا اور حمویون کی جماعت
کے پاس جو سید موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اِس حال کی خبر
پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنکر بھاگے سید صاحب ممدوح کے پڑوس مین کردی لوگ جو
معتزلہ مذہب کے تھے آئے اور اُنھون نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفون پر چڑھائی
کو تیار ہین آپ نے آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھی اور فرمایا کہ مجھکو
خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد درکار نہین - اِس عرصہ مین جملہ مخالفین جامع نوری
کے قریب جمع ہوے آپ تن تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہوکر اعلانیہ
دین اسلام کی تعریف بیان کی اِسکے بعد آپ وہان سے چلے گئے مگر کسی کو آپکے پاس
آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُریدین وغیرہ کے روانہ ہوے
جب آپ حمصہ پہونچے تو وہانکے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے
حاضر ہوے اور دوکانین بند ہوگئین اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے
مگر آپ وہان نہ ٹھہر سکے - بعلبک ہوتے ہوے بیت المقدس مین داخل ہوے وہان
ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُسنے اپنے ہم وطنون کی اطلاع اور دوستانے
سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل
مدرسہ کے حجرہ مین آرام فرما ہوے جب آدھی رات گذر گئی اُس محافظ حموی نے خواب
دیکھا کہ رسول اللہ صلعم حرم شریف مین تشریف فرما ہین اور آپکے گرد صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہین
یہ دیکھکر محافظ حموی اُٹھا اور آپکے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلیے حاضر ہوا مگر آنحضرت
نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا وہ ہر چہار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہین فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تونے میری اولاد (علی) ابن عبد القادر کے ساتھ کج ادائی کی اس وجہ سے مین تجھ سے نہایت ناراض ہون جب تک کہ وہ راضی نہ ہونگے مین راضی نہ ہون گا یہ خواب دیکھکر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف اُسپر غالب ہوا رات ہی مین وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدمونپر گر پڑا آپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جد امجد رسول اللہ صلعم کے نہین آیا اُس نے معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہوگیا اور قریب الموت تھا پس آپنے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہان سے مصر کو روانہ ہوے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رقاعہ کو جو مصر مین شیخ الشیوخ اور سلطان المشایخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگ اُسکے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہونچے تو حسب اطلاع ابن رقاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علما، فقہا، قاضی وحکام واہل لشکر جن مین سولہ سو سادات عظام اور قریب اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رقاعہ اُنکی رکاب تھامکر پیدل ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہوگئے جس وقت سید علاء الدین صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گذرے اُسنے یہ مجمع اور جوش بچشم خود دیکھا جب قلعہ کی بلندی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہوگیا اور چند قدم بڑھکر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رقاعہ دونون کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رقاعہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای شیخ بیٹھ جا ابن رقاعہ نے کہا کہ یہ کسطرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دُنیا اور دوسرا سلطان آخرت ہو اُنکے سامنے مین تیسرا شخص بیٹھون بالکل ادب کے خلاف ہو ابن رقاعہ نے حمویون کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ حمویو پر نہایت غضبناک ہوا اور حمویو کو مسلسل گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا چنانچہ حموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزائین دین اور ذلیل کرنا چاہا مگر آپ کی رحمدلی جوشزن ہوئی اور سلطان سے سفارش کر کے تعذیب سے بچا دیا مگر مختلف شہرون مین اُن کو جلا وطن کر دیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے بہت سے مواضعات جاگیر مین دیے جو خانقاہ حماۃ کی اب تک متعلق ہین سید علاء الدین صاحب نے ۱۴ جمادی الثانی ۷۹۳ھ ہجری مین رحلت فرمائی آپکے جنازے کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپکے جنازے کی نماز کئی بار ہوئی۔ آپکے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب۔ سید بدر الدین صاحب سید نور الدین صاحب۔ کل آپ ہی کی اولاد ہی جو شہر حماۃ مین رہتی ہی۔

القصہ جب سید ابو اسحاق ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو آپ کی اولاد مین ایک صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ عرب مین موجود تھین تحفۃ الابرار مین مرقوم ہی کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد سنہ ۱۰۹۰ھ ہجری مین اپنے چچا ابو الحسن سید علی صاحب کے ہمراہ حماہ سے ہندوستان تشریف لائے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوئے مصنف تحفۃ الابرار کا قول ہی کہ سنہ ۱۱۰۳ھ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان مین موجود ہین ہماری دعا ہی کہ حق تعالی اُن کو صحیح و سلامت واپس لائے۔

سید سیف الدین صاحب حموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۱۳۲۹ھ مین تحریر فرماتے ہین کہ ہم لوگ یعنی سادات حماۃ کو سنہ ۱۱۰۳ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابرار

کے لکھنے کا ہی پھر کچھ حال معلوم نہین ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماۃ مین آئے یا نہین اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند مین ہوئی یا نہین کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال مین اُسطرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہین آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اسوقت تک حماۃ مین موجود ہی۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہی کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح مین دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان مین مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام مین مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگون کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ مین کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کیلیے اپنے اعزہ کو لکھا ہی اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسبی کا تصدیق کرکے ہندوستان مین آپ کے پاس بھیجا ہے جس مین آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہونچتا ہی راقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور مین دیکھا ہے نہایت خوشخط مطلا مذہب عربی زبان مین ہی جسپر مُہرین سادات عظام کی پڑی ہوئی ہین۔

بقیہ حاشیہ تعالی ان یاتی بہم لما یمین بہ وکرمہ ومن بعد ذلک التاریخ لم نقف علی تاریخ رجوعہم من الہند الحماۃ ولا یدری ہل صار للسید احمد ابن السید ابراہیم الگیلانی المذکور اولاً فی الہند حیث ما احدثا بآخیر من ذلک الاطراف واما السید علی بن سید احمد بن السید عفیف الدین حسین الگیلانی المذکور الذی راح معہ ابن اخیہ للہند فاولادہ وذریتہ موجودین فی حماۃ ۱۲

بعد انتقال نواب دلیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ مین اُن سے کوئی بادشاہی مہم انجام کو پہونچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو اُنھون نے اُسکے صلہ مین سید صاحب اور قدم مُبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطرداری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب سنہ ۱۰۹۶ ہجری مین سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لاے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد مین دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح مین دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضعات مین سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چکوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندین راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہین سید صاحب کے نام نامی

لہ نقل سند معافی منجانب نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب۔

مہر

فرمان از شاہ عالمگیر غازی ہوالغنی

نشان از راہ صدق خود کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال اگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یکصد و پنج بیگہ زمین پختہ بگزالٰہی در سواد موضع ہری عمل پرگنہ مذکور از ابتدای ضلع شریف ۱۰۹۶ الف ہجری یکہزار نود و شش در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن برحمت شد باید کہ از مفی مرقوم رابحد و مفصل ذیل بتصرف میر مغرالیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند در بیناب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تحریر فی التاریخ یازدہم ربیع الاول سنہ ۱۱۱۱ ہجری مصہ

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ مین تحریر ہے اس سے ثابت ہوتا ہی کہ آپ کو خطاب خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہی آپ کے آبا و اجداد مین بجز آپ اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ مین نہین لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مُریدی جاری تھا ایک مکتوب مین آپکے محامد و محاسن مولانا عبداللہ صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے عربی زبان مین تحریر کیے ہین اور اس مکتوب مین فضائل سادات و اہلبیت رسالت اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہین اور شجرہ آپکی اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہی اور اسبارہ مین تحفۃ الابرار نوامع النور شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہی اور یہ مکتوب معہ شجرہ کے آٹھ ہاتھ لمبا اور اور ایک ہاتھ سے زاید چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہی اور مصنف موصوف نے ۱۱۳۴ سنہ ہجری کو آپکے عہد حیات مین لکھا ہی سید صاحب کے اوصاف

بقیہ حاشیہ **جانب پشت** بموجب ضمن موازی یکصد پنج بیگہ آراضی زمین از سواد موضع ہری علمہ پرگنہ شاہ آباد در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ماشہ بیگہ پختہ۔

شرق حد دھوراہ موضع ہری غرب جنوب حد دھوراہ موضع حسن پور شمال حد دھوراہ موضع اختیار پور

نقل سند منجانب نواب صاحب بنام اہلیہ سید صاحب

مہر بادشاہ غازی خانزادہ عالمگیر کمال الدین خان بہادر

ہوالغنی متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر عنایت سیدوارہ بدانند چون موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ بگزاشی در سواد موضع جمو راعلمہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصلوریت سنہ الف یکہزار یکصد و سہ فصلی بنام قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب ضمن مرحمت شد باید کہ اراضی مرقوم را بحدود و مفصلہ ذیل بتصرف مشارالیہ واگذارند بوجبے من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند در ینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور العمل نمایند تحریرا فی التاریخ چہاردہم شہر رجب المرجب سنہ ۱۱۰۳ ہجری مصہ

جانب پشت موجب ضمن موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ از سواد موضع جمو راپرگنہ شاہ آباد بنام اہلیہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ۵۰ بیگہ پختہ

حد شرق موضع بیلیا تا لائی حد دھوراہ موضع جمو احد دھوراہ موضع لاہور غرب جنوب شمال حد دھوراہ موضع کمال الدین پور

مین اکثر اشعار لکھے ہین اُن مین سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہانپر درج کیے جاتے ہین

قد صفت خطبۃ نسبۃ فی سادۃ	من عزھم و فخرھم من یفتخر
سادات کے نسب کی مینے تعریف کی	کون شخص ہے جو اِن سے زیادہ عزت والا اور اُنکے فخر سے زیادہ فخر رکھتا ہو
اشبال عبد القادر جیلانی	بنجارہ فوق السھی والمشتری
مین نے تعریف کی اولاد عبد القادر جیلانی کی	جنکی اصل سہی اور مشتری سے بلند مرتبہ ہو
غوث الانام وقطبھم و امامھم	وغیاثھم فی کل ھم معین
وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریادرس اور قطب و امام ہے	اور ہر پیش آنے والے غم مین اُنکے در دکا درمان ہو
محل المخطوب بقدرہ وبجاھہ	عند الاٰلہ لمن بہ یستظھر
جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہے	اُسکے مشکلات کو دُور کرنیوالے ہین اُس عزت اور تقرب کے باعث جو اللہ کو خدا سے حاصل ہے
باشارۃ من تاج مفرق عزھم	ورئیسھم سامی الکمال الافخر
اور منتظر ہو اُس شخص کی خواہش کی جو مخلوق کی فرق عزت کا تاج ہے	اور اُن کا رئیس ہے اعلی کمال والا ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۵۲ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ ہوا اور اُنکے جد امجد کا احمد ابن عبد الرحمن ہوا مالکی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ملک مغرب کے باشندے تھے اسلیے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے عبد اللہ صاحب جوان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر مین اُنھون نے سید صاحب کے حالات لکھے ہین صاحب نسبت تھے ۱۲۲۲ھ کو شہر قاہرہ ملک مصر مین ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصری درعی مالکی شاذلی مغربی نے خرقہ قادریہ پہنایا تھا اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھین علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُنکے علاوہ دیگر چند مشایخین سے بھی ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ ۱۲۲۳ھ ہجری مین شیخ ابو الغر محمد بن احمد بن عجمی مصری شامی نے بھی انکو خرقہ پہنایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمانی مغربی مالکی مقیم مکہ کے خلیفہ تھے اور ۱۲۳۰ھ ہجری مین مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک ختم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ ابن سالم مصری شافعی کی سے حاصل ہوئی اور ۱۲۳۱ھ ہجری مین طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت انکے شیخ محمد بن عبد اللہ خراسی سے قاہرہ مین حاصل ہوئی تھی غرضکہ صاحب سلسلہ و اہل رشاد تھے ۔ ۱۲ ۱۲

السیّد ابن السیّد الحسینی الشریف المسمی والعنصر

سردار ابن سردار حسینی شریف نام اور اصل والا

هو احمد حمدت مناقبه التی — منها طلاقة وجهه المستبشر

یہ احمد ہی ہین نے اُس کے اون مناقب کی تعریف کی — جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الطیب الاخلاق والاعراق — الافعال شهم من سلالة حیدر

عمدہ اخلاق اور افعال والا ہے — نہایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

وتیمة الدهر التی ما مثلها — ونتیجة الکون البهی کالنور

اور بے بہا موتی ہین اس زمانہ کے جن کا کوئی مثل نہین ہے — اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

من یراه حاتم فی عصره — وندی یدیه الهاطل المتفجر

کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ مین دیکھتا — اور اُسکے ہاتھ کی مُسلسل سخاوت کی بارش کو دیکھتا

یقضی له بالجود فسر واغتدی — معروفه یکسی لباس تنکر

حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہی اور صباح کو مشہور ہوکر — لباس گمنامی کا پہن لیتا

اوصافعت کفه قضوض حاتم — لتفجرت بمواهب کالکوثر

یا کفِ دست مثل کہ کسی شخص نے اسکو (اپنی ذات کیجانب اشارہ) حاتم کہا — بخششین مثل کوثر کے اُس سے جاری ہین

اولوراى السفاح عزة وجهه — کاقر انه تبع فی حمیر

اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا — البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی مین حمیر اُن کا تابع ہی

اوقیل من خیر الخلائق کلها — فالی شهاب الدین یومی المخبر

یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہی — تو مخبر شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

ماذا عسی اثنی وعد صفاته		وسعادة المشطر ومسطر
مجھ سے اُسکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہی		ہر ہمسایہ اور مقرر کرنے والیکی سعادت ہین
اهل الکساء وخیر آل محمد		ارجو شفاعة حدهم فی المحشر
بلند مرتبے والے اور بہترین آل محمد ہین		مین اُسکے جد کی شفاعت کی روز محشر امید رکھتا ہون
صلے الله ما حبت صبا		"
جب تک کہ ہوا چلتی ہے اُنپر درود نازل ہو۔		

مورخ موصوف نے سید صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشاپردازی کی تعریف بھی لکھی ہی اور عربی عبارت مین رقمطراز ہی کہ وفاخرة الهند بالعلاء وعلاء الخ یعنے زیبا ہی کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا تو بجاے معز الدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپکے اوصاف مین لکھے ہین ؎

فیا واحد الازمان جودا ومنصبا		ویا من به الدنیا تروق وتبسم
اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت اور منصب کے یکتاے زمانہ ہی		اور اے وہ شخص جسکے سبب سے دنیا تر و تازہ و شاداب ہے
ومن وجهه کالبدر یشرق نوره		ومن جوده کالغیث بل هو اکرم
اور اے وہ شخص جسکے چہرہ کی روشنی شکل ماہ کامل کے چمکتی ہی		اور اے وہ شخص جسکی سخاوت بارش سے بھی زاید ہے
ومن ذکره کالمسک فص ختامه		وکالشمس نور بشره المتوسم
اور اے وہ شخص جس کا ذکر مثل مشک کے مہکتا ہے		اور اُس کا روشن چہرہ نور مین آفتاب کا مقابلہ کرتا ہی
لقد حزت خصل السبق غیر منازعه		فانت علی اهل السباق مقدم
گھوڑ دوڑ کے میدان مین کوئی تیرا مقابل نہین		تو ہر سبقت کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

حویت من العلیاء کل کریمۃ	بہ الروض یندی والزلی تبسم
تو نے ہر بڑی خصلت کو گھیر لیا ہے	جس سے باغ تر و تازہ اور دُنیا روشن ہو
اذا فاخر الامجاد یوما فانما	لمجدك فی حال الفخار یسلم
جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسب پر فخر کرین	تو تیرا حسب و نسب فخر کا ذریعہ ہو
مناقب مثل اعداد الرمال	تکد انا ملہ حسابہا
آپکے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہین	جنکے شمار سے اُنگلیان عاجز ہین
وتتعب الالسن دراسہا	وتفنی قراطیس کتابہا
اور زبانین آپ کی تعریف سے عاجز	اور کاغذ آپکی تعریف لکھنے والونکے لیے کافی نہین ہوسکتا
وھو المتقدم فی البلاغہ	وقد ارتبی علی سحبان وائل
اور وہ متقدم ہین پیچ بلاغت کے	اور تحقیق زاید بلند ہین سحبان وایل سے
والمتاخر الزمن وقد اتی بما	لم یستطعہ الاوائل
اگر زمانہ وہ متاخر ہین	لیکن اُنکے مقابلہ مین کسی متقدمین کو طاقت نہین
لو کان فی عصر لبید	یقطع الیہ الفوافد والبید
اگر وہ لبید کے زمانہ مین ہوتے	تو لوگ جنگل اور میدان قطع کرکے اُن ہی کے پاس آتے

اوطرفۃ بن العبد یقال ھذا ھو الطرفۃ وانا المرید

یا طرفہ بن عبد کے زمانہ مین تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ ہین اور مین مرید ہون

اوقال ھذا ھو السید وانا من العبید

یا کہتا یہی وہ سردار ہین اور مین غلام ہون

تجاوز قدح المدح حتی کانہ	یا حسن ما یثنی علیہ یعاب
وہ مدح کی حد کو اسقدر تجاوز کر گئے ہین	کہ کیا خوبی بیان ہے کہ جو کچھ انکی تعریف کیگئی وہ انکے لیے کم اور ناقص ہے

سید صاحب کی روشن ضمیری کے متعلق یہ نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لاے - سید صاحب اُسوقت کبوتر ونکی کا بک بنانے مین مشغول تھے اُن خشک مُلا کے دل مین یہ خیال آیا کہ جب آپ کے اِس قسم کے مشاغل ہین تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی سے اُنکے اِس خطرہ پر آگاہ ہوگئے اور کہا کہ دل بہ یار و دست بکار پر عمل ہی یہ فقرہ سُنکر وہ صاحب نہایت نادم ہوے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوے - شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہجہان پور ہر دو جگہ رہا کرتے تھے دونون جگہ آپکے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ارادتمندون کا حلقہ وسیع تھا - آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھین یعنی سید داؤد صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر اللہ صاحب و بی بی آمنہ پانچ اولادین بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھین اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے ایک صاحبزادی تھین جن کا نام خدیجۃ الکبرے تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب اور سید رحمت اللہ صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۹ ہجری کو جب کہ فرخ سیر بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا ہو جس کی نقل[1] بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھدی گئی ہو سید صاحب

[1] نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ مضاف سید لعل صاحب بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرار کردہ و اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہجہان پور محلہ برگنہ کانت کولہ سرکار ریدیوان مضاف بصوبہ دار الخلافت شاہ جہان آباد حال جواز اقراء شرعا بر نیوجہ کہ بخشید و تملیک شرعی گردانید در حال صحت و ثبات عقل بمسمی گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و برخوردہ رحمت اللہ ابن محمد رحیم ملک

کی حیات کا زمانہ ۱۱۳۴ھ ہجری تک تو تحریر مکتوب سے ثابت ہے اسکے بعد کا اور کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا ایک مدت تک شاہ آباد آپکے فیوض و برکات سے پر نور و معمور رہا بالآخر ۲۷ ذی الحجہ کو آپ نے اِس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی سنہ وفات کا کہین پتا نہین چلا ۲۷ ذی الحجہ تاریخ رحلت ایک قدیم بیاض مین لکھی ہوئی ہے اور اسی تاریخ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے مزار آپ کا محلہ کٹرہ محلات شاہ آباد مین مشہور روزگار ہے جو درگاہ سید ابراہیم صاحب کے نام سے معروف ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم صاحب بھی اُسی خطیرہ مین مدفون ہین نہایت پر انوار مقام ہے تصرف و حاجت روائی کے اعتبار سے زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہجہان پور مین سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے ایک شجرہ مین جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو صاحبزادے تحریر ہین اور دوسرے شجرے مین بارہ صاحبزادے لکھے ہوے ہین ممکن ہے کہ تین صاحبزادے اِس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود مین آئے ہون یا تین فرزند

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ابو بود و در تحت و تصرف مالکانہ خود داشت تا زمان این تملیک شرعی خایاع حق الغیر و عدم منع جواز التملیک و نفاذہ ہمگی و تمامی یک منزل حویلی کہ مشتمل بر منسوبات متعددہ متفقہ مرتبہ بنی کہ شت پختہ و غیر ذلک کہ واقعہ است در قصبہ شاہ آباد محلہ پرگنہ پالی سرکار خیر آباد تابع صوبہ اودہ محدود است بدین حدود اربعہ شرقی آن ملا ذق است بحویلی حاجی الکبش صاحب و حد احمد خان و بنے و غربی آن ملحق است بحویلی العلخان و عظمت خان و جنوبی آن متصل است بحویلی اعادت خان و فتح خان و شمالی آن پیوستہ است بحویلی کلو تیلی و بھوجی و حد حویلی مدد خان و فتح علی خان با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن داخلی و خارجی از قلیل و کثیر و ما یضاف نیسب الیھا تملیکا صحیحا شرعیا جائزا نافذا و قبض شرعی کردہ ملک سلسلہ مذکور محدود مذکورہ را باذن تسلیم مالک مذکور پس باقی نماند مالک مذکور را در محدود مذکور ہیچ حقے نصیبی و سہمی من الوجوہ و بسبب من الاسباب فقط۔ تحریر نے التاریخ بست و دوم جمادی الثانی ۱۲۳۵ھ ہجری مطابق سنہ جلوس سیمنیت مانوس ماہ فاخر میر

گواہ شد خلد اللہ ملکہ — گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد
سید عبد الکریم — سید سلیمان — سید داود — حافظ جعفر — شایستہ خان مہند
گواہ شد — گواہ شد
شہر — بانیہ عبد الحلیم باندیل

پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہون ایک کاتب نے اِن کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہو اور دوسرے نے غیر ضروری - سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیان تھین پیشتر سید صاحب کے آبا و اجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہی اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا - سید صاحب کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہی -

شہاب الدین سید احمد خان	بن سید ابو اسحاق ابراہیم	بن سید عفیف الدین حسین	
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی	بن سید شمس الدین محمد	بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی	
بن سید شمس الدین محمد	بن سید علاء الدین علی	بن سید شمس الدین محمد حموی	
بن سید سیف الدین حموی	بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی	بن سید ابی نصر محمد	
بن قاضی القضاۃ ابو صالح نصر	بن حافظ العراق تاج الدین ابو بکر سید عبد الرزاق		

بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی قدس اللہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابو الحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور مین ہوا اور محلہ جھنڈا کلان واقع شاہجہان پور مین مدفون ہوے آپکے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جانان دہلوی تشریف لاے ہین ہندوستان مین سید علی صاحب نے شادی نہین کی اور نہ یہان آپکے اولاد ہوئی مگر حماہ شریف مین آجتک آپ کی اولاد موجود ہے -

سید صاحب کی اولاد نرینہ و دختری کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہان تک ممکن ہوے لکھدیے ہین - شجرہ صفحہ آیندہ پر لکھا ہوا ہے -

شجرہ اولاد حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب مورث اعلیٰ سادات غوثیہ باشندگان شاہ آباد و شاہ جہان پور

مورث سادات شاہ آباد — مورث سادات شاہ جہانپور — مورث سادات شاہ جہان پور

سید حسین — سید ابراہیم — سید یحییٰ — سید عبدالوہاب — سید محمد صالح — سید عبدالرزاق — سید داؤد — سید درویش — سید سلیمان — سید محی الدین — سید خیر اللہ — سید حسن — سیدہ مریم — سیدہ حافظہ — سیدہ نور النساء — سیدہ رابعہ — سیدہ خدیجہ — سیدہ زلیخا — سیدہ کلثوم — سیدہ فاطمہ

سید غلام غوث — سید غلام حسین عرف اُجیالے — سید یوسف — سید غلام علی عرف سید میاں

سید غلام رسول — سید غلام قادر

سید عزیز اللہ — سید اسماعیل

سید ابوالحسن — سید عبداللہ

سید فضل احمد — سید منظر احمد — دختر

لاولد — لاولد — والدہ اعجاز میاں

سید یٰسین — سید احمد — سید نیاز علی — سید مجمد علام

سید اصغر علی — سید محمد حسین

سید خادم حسین — سید غلیت حسین مرحوم

سید عنایت حسین

سید شجاعت حسین — سید سخاوت حسین

سید ناصر الدین

سید مہر علی

سید محمد امین — سید علی محمد

سید غلام حسن

سید فتح علی — سید ولایت علی — سید نیاز علی — سید احمد حسن

سید فضل احمد — سید محمد امیر — سید ذوالفقار علی — سید عنایت اللہ — سید نعمت اللہ

لاولد

سید اعجاز حسین — سید اکرم احمد

سید نور اللہ — سید احمد اللہ

لاولد — لاولد

سید امین اللہ — سید عبداللہ — سید ہدایت اللہ مرحوم

سید نجل حسین عرف سید میاں — سید خورشید حسین

سید حسین احمد

سید عبدالرحیم — سید عبدالرحمٰن — سید عبدالکریم — سید عبدالغفور

سید محمد علی — سید محمد ولی — سید محمود علی

سید نبی میاں

سید اشرف علی — سید اسحٰق

سید غلام حسین — سید غلام حسین

سید نظام علی — سید امام علی — سید زین العابدین

سید عبدالرحیم — سید عبدالرحمٰن

سید عبداللہ — سید عبدالرحیم

سید محمد علی — سید محمد حسین — سید محمد حسن

سید محمد علی — سید محمد ولی — سید محمود علی

سید نبی میاں

سید غلام حسین — سید غلام حسین

سید نظام علی — سید امام علی — سید زین العابدین

سید عبدالرحیم — سید عبدالرحمٰن

سید عبداللہ — سید عبدالرحیم

سید محمد علی — سید محمد حسین — سید محمد حسن

سیّد محمّد صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہین بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہین آپ اور ایک آپ کی بہن سیدہ فاطمہ متحد البطن تھین آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات مین مرتب ہوا ہے اُسمین جسطرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سُرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہین اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیون مین امتیازی طور پر لکھے ہوے ہین سید محمد صالح صاحب نہایت نامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہی کہ ایک بار آپ مجلس سماع مین کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت وجد مین آپ نے اپنا کرتہ اُتار کر قوالون کو دیدیا جس کی برکت سے قوالون کی نظر سے پردہ حجاب کا اُٹھگیا اور وہی کیفیت انپر طاری ہوگئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرا کے یہان کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نبیرہ تھے اُن کا عقد[1] مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کروڑ پچیس لاکھ

[1] نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - الحمد للہ الذی جعل النکاح سنت الانام ومتصلا قاطعا بین الحلال والحرام حمدا لتفاخش والاثام والتعالی امالی الانام الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ واصحابہ الدرر والکرام ارسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کل ولو کرہ المشرکون قال النبی صلعم عن النکاح سنتی فلیس منی - اما بعد این وثیقہ صحبت شرعیہ کہ بزیور صدق آراستہ مبنی وسایت برآنکہ تاریخ نوزدہم شہر ذی الحجہ سنہ جلوس فرخ سیر شاہی بزیور خواست ودر عقد نکاح شرعیہ خود آورد مسمی نواب بہادر خان خلف بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان نفس نفیس عاقلہ بالغہ زین المستورات تاج النوادرات مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بتزویج وکیلش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بر صدق وکالت او اختیار نمودہ شاہدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ برخوردار بن شیخ فیروز دمیر محمد ہاشم بن محمد حسین بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر کی پھوپھی تھین بعض لوگ سیّد صاحب کی اولاد مین ایک صاحبزادی کا بیان کرتے ہین جس کا نام سیّدہ عایشہ تھا کاغذات سے آپکے ایک فرزند سید مہر علی ثابت ہوتے ہین ممکن ہی کہ یہ صاحبزادے آپکے حین حیات ہی فوت ہوگئے ہون اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہون شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علیخان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ مین کرلیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ ٹیڑھا نیب مین آپکے پکے باغ کے شمالی اور شرقی کونہ پر واقع ہی باغ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنوان وغیرہ ابتک باقی ہی۔

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مُرادبادی جو عالم متشرع اور عارف باللہ تھے شاہ آباد تشریف لاے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریاپور سے عبدالسبحان خان سب جسٹرار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لیجاتے تھے حافظ غلام علیخان ہمراہ تھے اثناے راہ مین جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میر سید علی صاحب وکیل سیدہ روشن آرا بیگم فقیر اللہ بیگ ولد لدا بیگ بن نذیر بیگ کہ برصدق وکالت او اخیتا نہ دند شاہدین عاقلین بالیقین مرزا محمد علی بن غیاث خان بن نوح ظفر خان مرحوم دمحمد علی بن محمد صالح وکیل مذکورہ وکیل مذبور برنفس برکلیہ خود را بنا بکاح مذکور بزنی دحلالی دادایجاب وقبول من العاقدین مذکورین در مجلس واحد واقع ومردم کہ ایجاب وقبول را می شنیدند دمی فہمیدند کا تبین مسلغ یک کرور بست پنج لک روپیہ رایج الوقت کہ نصف آن شصت ودو نیم لک روپیہ میشود از انجا ثلث موجل واجب الادا است ثلثان موجل الی انتہا انکاح بامن بست کان بحکاخا۔ ان اللہ نعیل یوتیہ من یشاء۔ محمد کاظم ولد التفات خان۔ بہادر خان چغتا فتح محمد حبیب اللہ ولد التفات خان۔ صالح محمد بن سید احمد۔ محمد فتح اللہ ولد امید شفاعت التفات خان فتح محمد شاہ بجانب علی ابن سید اللہ مظفر بیگ کیفی

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب سے پوچھا کہ یہان کوئی بزرگ اہل اللہ سے آسودہ خاک ہین اور جب مولانا صاحب آپکے مزار پر پہونچے تو نہایت ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو تبلایا اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الٰہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر لوگونکی مُرادین آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہین آپکے خاص دست مبارک کا مُہر کیا ہوا ایک کاغذ راقم کے پاس موجود ہی یہ کاغذ تملیک نامہ ہی جو گل بیگم صاحبہ کے نام معاوضہ مین تحریر کیا ہے اِس کی سند[۱] ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۲۹ سنہ ہجری کو تحریر ہوئی ہے آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیان پیدا ہوئین سیدہ عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھین -

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے جو گل بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حسب قاعدہ عرب اپنے دادا کے نام پر رکھا گیا - آپ دینی و دُنیاوی اوصاف مین مثل اپنے بزرگون کے متصف تھے سیّد ابراہیم صاحب کی تین بیویان تھین زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث صاحب سید حسن عرف میان اُجیالے صاحب سید حیدر صاحب

[۱] نقل اقرار نامہ سید محمد صالح بنام بی بی گل بیگم صاحبہ - باسمہ سبحانہ تعالیٰ

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود فخر باسم و نسب جنبی محمد صالح ولد امیر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و ثبات عقل و جواز تصرفات بر اہل

یکپارچہ قطعہ زمین بابت خرید خود کہ محدود است بدین حدود اربعہ معروفہ موصوفہ شرقی غربی شمالی جنوبی

عوض یکقطعہ زمین مشہور بحویلی بتصرف تمولی کہ ملوک عصمت و عفت ارتبت بی بی گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم است و محدود است

بدین حدود اربعہ موصوفہ معروفہ شرقی غربی شمالی جنوبی

حویلی محمد حکیم حویلی محمد حکیم عقب خانہ کرمدن بتوال

مرقومہ اولیم و برزمین موض عنہ قابض شدیم و تا نہ مقر آنکہ مذکور را از قطعہ عوض کہ خریدا و بود دعوی و حقی و خصومتے و کان ذلک

بمحضر من العدول والثقات نوشتہ شد این خطابت پنجم شہر ذیقعدہ ۱۱۲۹ سنہ ہجری -

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسمٰعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف منو میان اور سیدہ فرحت تھین سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات مین کردی تھی مرادن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے کہکر دو چک اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق وزنکشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک ومکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادون کو عنایت کیے - سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیعنامہ جو دس بیگہ پانچ بسوہ پختہ باغ کا ہی اور وہ اراضی مابین لاہورپور محلہ باقرزئی کے واقع ہی جس کی حد شمالی باغ امیری خان اور حد جنوبی باغ جمال الدین خان ذکریا خیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خریدکیا گیا تھا بیعنامہ غرہ رجب ۱۱۵۸ھ ہجری کو تحریر ہوا ہی اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنے اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو سند اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہین جو منجانب نواب شیر انداز خانکے تحریر ہوئی ہین ایک سند ایک قطعہ باغ علاول خاص خیل کی ہے جو بیس بیگہ پختہ اراضی کا ہی یہ ماہ رجب ۱۱۵۶ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند مین قطعات چکوک کے درج ہین اور یہ سند ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ کو تحریر مین آئی ہی - سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک خواہر خدیجۃ الکبرے تھین غرضکہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات ارضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات نوشیہ کے آپ ہی مورث اعلی ہین -

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپکے مرید جبل پور مین زیادہ تھے اسلیے آپ کا وہان قیام ہوا اور آپ نے وہین انتقال کیا جبل پور مین

سید سلیمان صاحب کا مزار ہے آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف مُرادن صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات مین ہے کہ **عالم کامل سراج الاولیا بن سیّد سُلیمان صاحب جاہ وحشمت بود** اِن کی مُرید بھوپال کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھین - سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیان بھی تھین بعض نا گپور مین آپ کا مزار بتلاتے ہین -

سید عبدالوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک دختر اور دو صاحبزادے یعنے سید نصیرالدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اِس شاخ کے مفصّل حالات نہین معلوم ہوے محلہ جھنڈہ شاہجہان پور مین مدفون ہوے -

سید درویش صاحب پانچوین صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکی ذات بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیان تھین ایک فرزند قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیٰحدہ درج کیا گیا ہے دوسرے فرزند سید سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سیدو بی بی شاہ مدن صاحب کو منسوب تھین دوسری اپنی برادر چچازاد سید محمد صدیق فرزند سیّد سلیمان صاحب کو منسوب ہوئی تھین تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پہیانی مین منسوب تھین آپ کی اولاد نے شاہجہان پور و رام پور مین سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپکے فرزند قطبی میان صاحب کے حالات مین بیان کیا جاے گا آپ کا مزار دہلی مین ہے -

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکے نبیرہ غلام حسن صاحب اور اُنکے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مُریدی کا جاری ہوا آپ کی اولاد امجاد

مین سادات شاہجہان پوری مین جو محلہ جھنڈے مین آباد ہین سید تجمل حسین صاحب عرف
جمن میان مسند سجادگی پر بالفعل رونق افروز ہین باخدا ذی اخلاق اور جملہ اوصافین اپنے بزرگونکی
یادگار ہین فی زمانہ بزرگ منشی مین معتنمات سے ہین راقم کو بھی اُن سے خلوص و نیاز
حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور مین دفن ہین اِنکے نام چار مواضعات کا
فرمان ہمجانب شاہ دہلی تھا جس کی بحالی کی سند[1] حاشیہ پر درج ہو - آپ کی چار لڑکیان
اور دو فرزند تھے سید داؤد صاحب کی شاخ مین سید فتح علی میان صاحب تصرف
بزرگ تھے اِن کو اجازت آبائی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی اِن کے پیر و مرشد سید غلام
علی صاحب تھے جو شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان
صاحب کا ایک رسالہ نعتیہ سراج السالکین ہے جو تصوف مین قابل دید اور فارسی
زبان مین ہے آپ کا انتقال ۱۲۲۷ھ ہجری مین ہوا اور اپنے وطن شاہجہان پور مین
مدفون ہوے آپ کے متعلق مستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپکے حالات ملا شاہ
ساکن جھنڈہ نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی
مین بھی سید صاحب نے ملا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایکبار
مولوی غلام حیدر خان عرف چھنگا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار مین لحاف اُوڑھے
پڑھے تھے اُسی حالت مین سید فتح علی میان صاحب کو خواب مین دیکھا کہ آپ نے ایک

---

[1] - آپکی چار لڑکیان اور دو لڑکے تھے بدستور سابق بحال متصدیان حال و استقبال پرگنہ کانٹ کولہ سرکار بدایون مضاف صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد بدا نضمن موضع غوث نگر وغیرہ چہار دیہہ عمل پرگنہ مذکور کہ متعلقہ بہ میان صاحب سید داؤد داند در مئولادیہات مذکور حسب ضمن از ابتدائے فصل خریف سال ۹۲ھ ف بنابر میان صاحب موصوف نمودہ باید کہ جاہ علامات آثار فصل بفصل متصرف میانصاحب موصوف و اگذارند و بوجہ من الوجوہ مزاحم نشوند و بمناسب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تاریخ ۱۱ - شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱ھ ضمن - موضع غوث نگر چہاردہ دیہہ پرگنہ کانٹ کولہ جہت خرچ یازدہم گیارہوین پیش انجا: مقرر اند حضرت پیر مرشد

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جسطرح کہ دیگ سے جھنکار نکلتی ہو پیدا ہوئی مریض مذکور جب بیدار ہوے دیکھا کہ بخار مطلق نہین بالکل جاتا رہا۔

سیّد یحییٰ صاحب سید احمد صاحب کے ساتوین صاحبزادے تھے جنکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باللہ اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد مین چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور مین ہو اور اُنکے اسما شجرہ مین تحریر ہوے ہین آپ کا مزار بھی شاہجہان پور محلہ جھنڈے مین ہو آپکے ایک فرزند سید لیٰسین عرف کلن میان صاحب تھے جن کا مزار اجمیر شریف مین ہو۔

سیّد عبد الرزاق صاحب آٹھوین صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے بزرگون کے واجب التعظیم تھے۔

سیّد حسنؒ صاحب و سیّد محی الدینؒ و سیّد خیر اللہ صاحب و سید حسین بھی فرزندان مہتے

سیّد حسین صاحب لاولد تھے محلہ جھنڈا شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔ ان چارون صاحبزادونکے نام بھی شجرہ مین تحریر ہین مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہین چلا مگر جمّن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید محی الدین صاحب اور سید خیر اللہ صاحب شاہ جہان پور مین مدفون ہوے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے سید رحمت اللہ نام کے تھے ممکن ہو کہ سید رحمت اللہ ابراہیم صاحب کا عرفی نام ہو یا کوئی دوسرے فرزند ہون ہم نے آپکے فرزندون کے نام سلسلہ شمار مین صرف از روے حساب کے تحریر کیے ہین یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہین اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہجہان پور مین

تشریف فرما تھے واللہ اعلم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد مین ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی اِنکے پاس بہت سے چکوک واراضیان تھین بعض کاغذات و اسناد اُن کے اسوقت ہماری پیش نظر ہین سید نور اللہ عامل شاہی نے سید حسن عرف اُجیالے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند بھی لکھی ہی اور نیز باہمی خاندان مین چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہی اُسکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہی اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیادان چک منکوحہ میان حیدر صاحب چک بیرانی چک سلیمانی چک مہند چک کھیڑہ مُنّو میان چک میان فقیرن چک ہری چک باغ گلخان چک تریر چک سوز و نالہ چک جمرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب از بی بی عیدن بنت اسمعیل صاحب چک مہلیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقیرن میان کے تقسیم ہوئی ہی مُہرین پڑی ہوئی ہین غلام رسول صاحب کا سجع نہایت دلکش ہے لطف غوث است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ وجھنڈا و باغ وغیرہ مساوی طور پر آپ کے فرزندون پر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علیصاحب دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرا کے لگانا چاہا مگر فقیرن میان

(سید نور اللہ)

لہ نوشتہ نور اللہ متصدیان حال و استقبال محال جاگیر شاہ آباد بدانند۔ چکات سید ابراہیم صاحب پسرزادہ از قدیم الایام معاف ست حالا ہم بنام سید حسن عرف اوجیالے ولد سید ابرہیم معاف نمود مقرر باید کہ از محصول چکات مسطور مزاحم و متعرض نشوند مدیگر بتاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر غرہ پنجم شہر رجب المرجب سنہ ۱۱۰۰ ہجری۔

نے اپنی دونوں چچیوں کو یعنے منکوحہ اوجیالے میان وحید رمیان کو مزاحمت پر آمادہ کیا مگر نواب احمد علیخان تحلقدار باسط نگر نے فیصلہ کرادیا فقرن میان نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعوی پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب رواج خاندان کے ۹ عہزار روپیہ میر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ وظیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد اُن کے فرزند سید غلام علیصاحب کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان نے معہ ۱۰۰ روپیہ بحال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو اُن کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتے رہے یہ کیفیت سید باقر حسین ولد سید امین الدین صاحب کے مقدمہ میں مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغتنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۳۲۴ھ ہجری میں جوان مرگ انتقال کر گئے تاریخ اُن کی راقم نے یہ لکھی ہے ؎

فضل احمد زمکہ آمد مُرد مظہر احمد میان بھی لاولد انتقال کر گئے اب ضرائع اعجاز احمد میان سید فیوض النقار علی میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھانجے اس درگاہ پر چراغ روشن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میان صاحب اصلی نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

لہ راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میان کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے ؎

یک سیندِ جاہ شدہ واصل اے اسد	از خستہ در کام جہان فرقت و زہر
تاریخ ہمین سال رقم کرد مظفر	بعد سفر مکہ روانہ شد از ین دہر

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی قدردانی سے دہلی مین قیام فرماتے تھے قطبی میان صاحب دہلی مین پیدا ہوے بعد پیدایش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپکے والد قطب صاحب کے مزار پر لیجاتے اور آپ ساکت ہوجاتے تھے اس وجہ سے آپکا قطبی صاحب نام مشہور ہوگیا اور کثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پاگیا قطبی میان صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیساتھ ظاہری مشاغل دنیا کے بھی آپنے اختیار کیے تھے - بعہدہ چکلیداری ملازمت کی تھی - آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہین مخلوق کیساتھ ظہور مین آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مُرید تھے آپ کی ادنی کرامت یہ ہو کہ اپنے عرس مین آپ خود نمودار ہوے ملفوظ رزاقی یعنے تذکرہ شاہ عبدالرزاق بانسوی (ق) کے (ص ۲۲۲)[1] مین ہو کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب اللہ صاحب نے آپ کے عرس شریف مین سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نبیرہ شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے تھے بلاکر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب ممدوح نے فرمایا کہ مجکو اس جگہ سے مسجد لیچلو مجکو یہان بیٹھنے کی طاقت نہین ہو صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہو مجکو اُن کے جمال دیکھنے کی تاب نہین -

[1] روز عرس سید قطب الدین صاحب قدس سرہ کہ تاریخ پانزدہم ربیع الاول می شود صاحبزادہ عالی نسب سید محب اللہ فرزند و مرید حضرت سید ممدوح و از حضرت پیر و مرشد برحق نور اللہ مرقدہ نیز استفادہ حاصل کردہ بود و در مجلس عرس والد بزرگوار خود جناب ممدوح را نیز متکلف شدہ در آن محفل مغفیان نغمہ سرائی می کردند بود دیری جناب مقدس ازین خاکسار فرمودکہ مرا ازینجا کہ مسجد در متصل قبو ہر مرا طاقت نشستن اینجا نیست چرا صورت مبارک سید قطب الدین ہویدا ست مرا تاب دیدن وجمال شان نمیتواند شد چون جناب پیر و مرشد را خواستم کہ ببرم صاحبزادہ موصوف مانع شد بعد دیرے جناب ممدوح باز ازین خاکسار فرمود کہ چارپائی مرا در مسجد ببر پس از صاحبزادہ ممدوح ممانعت نمود جناب مقدس فرمود کہ در اینجا صورت مبارک سید قطب الدین مشہور نگاہ است مرا تاب نظر بر جمال شان نیست شما مانع نشوید پس جناب ممدوح را در مسجد بردیم

یہ روایت بھی ملفوظ رزاقی مین مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکمل وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب سے کمال محبت قلبی اور طبیعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بار سید صاحب بانسوی کی خدمت مین راگ شروع ہوا قوال نے رباعی سے گل گفت کہ من مذہب دینی دارم پھیری قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ اللہ عرف موتی میان کو گریہ وزاری پیدا ہوئی شیخ نعمت علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ وزاری لاحق ہوئی ہے کچھ محبت الٰہی کا غلبہ بھی ہی یا خالی مکر ہے اور سنا جاتا ہی کہ انکے والد ماجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہین ہے نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہوکر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو پر آگاہ ہو گئے اور دونون اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہین وہ ہرگز نہین اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی کہ جس کو مین جانتا ہون۔ سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ مین طاری ہوئی تھی وہ محبت الٰہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر بین ہوتے ہین وہ سامان دنیا دیکھکر اکثر اعتراض کیا کرتے ہین اور آخر مین ندامت اُٹھاتے ہین۔

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آباو اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر اسحاق[1] میان صاحب سے جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہ جہانپور

[1] شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان طوغی تھے شاہ جہان پور گاڑی بورہ مین سکونت رکھتے تھے ابتدائے عمر سے محبت الٰہی کا انکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکمل روزگار ہوے آپ کے بہت حالات ملفوظ رزاقی مین مذکور ہین ۲۲ ذیقعدہ کو وفات پائی۔ مشیر علی میان صاحب بانسوی جب آپکے مزار پر حاضر ہوے اور اسحاق میان نظر

مین ہی ارادت واتحاد تھا اُس زمانہ مین ایک بزرگ محمود خان صاحب جو خاندان صابریہ کے مرید اور اکمل وقت تھے وہ شاہ جہان پور مین رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد مین زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمشیرہ جو اہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تھین لاولد تھین اُن کو آپ سے بے حد موانست تھی اور بقولے آپ کو اُنھون نے اپنا متبنّہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزون طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونون زبانون مین آپ کا کلام دلکش ہی یہ شعر آپ ہی کا ہے ؎

محبت رشتہ نازک ندارد تا بخود بینی باندک دم زدن ایدل گرہ در کار می آید

آپ کی ایک ٹھمری جو صوفیون کی بزم مین اکثر قوال گاتے ہین اور صاحبان حال اُس سے وجد مین آتے ہین یہ ہے ؎ جُنبُوا اگے ؛ بیتی سو بیتی اب تھوڑی رہی ہے اب تو ٹھورے گھر آو برہا نے چنگی پھونکدئی بن پیا کون بجھاے سید کے ہم گاون رہت ہین بوری دہر و موری ناؤ۔

بعض مُریدون نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اس محلہ سُلیمانی مین بھی لوگ آپکے مُرید تھے اور یہان ایک باغ مین ایک درخت جو دو شاخی آمن قبلی صاحب کا مشہور اور آجتک آپکے نام سے منسوب کھڑا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکلیداری کا سرکار لکھنو سے دوبارہ ملا ہی وہ آج تک موجود ہی نقل اُسکی یہانپر درج کی جاتی ہی۔

بقیہ گذشتہ آئے تو میان صاحب بانسوی نے آپ کا سنہ وفات پوچھا آپنے مصرع ؎ یکہزار و یکصد و ہفتاد بود پڑھا ایک بار غلام علیشاہ صاحب آپکے مزار پر تشریف لیگئے تو عالم کا شفتہ مین اسحاق میان صاحب آپ کو اخوند گوجر کے مزار سے اپنے مزار پر کھینچ لیگئے۔ غرضکہ آپ کامل بزرگ تھے مزار بھی آپ کا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکلیداری بنام قطبی میانصاحب منجانب نواب امیرالدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان بہادر نصرت جنگ نائب وزیر سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکلہ بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ جھاؤلال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانمہربان از حضور پرنور بحال و برقرار اندشتہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات خود مستعد بودہ سعی بافزونی تردد نمایند و باقیات سنہ ۱۱۹۴ فصلی کہ بذمہ شماہست منجملہ آن تنخواہ سپاہ ہرچہ شدہ بسپاہ بدہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط پیشگی سنہ ۱۱۹۵ فصلی ارسال دارند کہ حسن مجرائی ایشان است دراین امر تغافل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان ۱۱۹۴

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنو میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات روبکاری سے مزین ہوکر صادر ہوئی تھی جسکی نقل بجنسہ تحریر کی جاتی ہے۔

نقل

واجب العرض امیدوار فضل وکرم کہ واقعات ذیل مستحضر فرمائند

۱۱۸۸ خادم شرع شریف قاضی محمد مہدی

فرمان دستخط خاص — دوصد روپیہ — دہ باجی

از راہ پرداخت مدد خرچ ذات بندہ و بندہ زادہ موافق منصبیت باید دستخط خاص مرحمت شود

دستخط خاص — حسب الحکم کاغذ خود — بانداز سرکار نمایند — سعی و فرمائش — کہ فتور نیست — دستخط ہست

پرگنہ شاہ جہان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگر اند ہر جا کہ گنجایش خواہم دید خام کردہ خواہم گرفت نالش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بدعملی نگردد و ہر کسے کہ از حضور رعایت و تخفیف شود از روی تشخیص خود انچہ گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چرا کہ بدون این زر سرکار سرانجام نخواہد

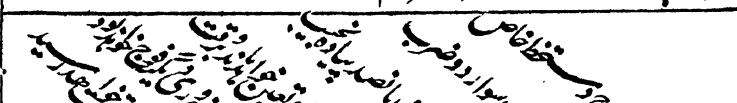

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند در نیصوبت ادای سرکاری بخوبی خواہد شد۔

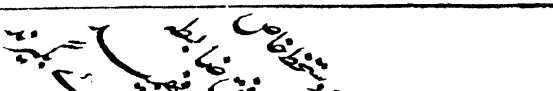

و اصلات خام و عاملان معزول ہر چہ باشد مجرا باید۔

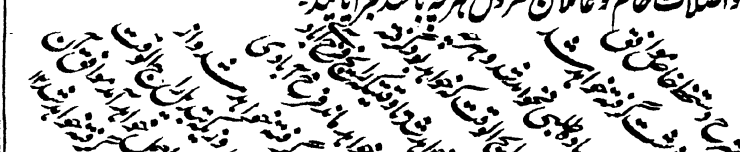

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر بیگ خان عہد حکومت نواب آصف الدولہ مین سرفراز الدولہ حسن رضا خان وزیر اعظم کے نائب تھے یا امیر الدولہ بہادر اپنی صفات مین وحید العصر تھے تھوڑے عرصہ مین انھون نے اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن رضا خان بجز نام کے وزارت کا کوئی جزو نہ تھے کیونکہ انھی محض تھے تو نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا سالانہ خرچ چھتیس لاکھ روپیہ کا تھا نواب آصف الدولہ جو سخی ترین سلاطین اودہ سے ہوے ہین جسدم انھون نے جو طلب کیا اگر خزانہ سرکاری مین نہ ہوا گر امیر الدولہ بہادر نے فکر کے حاضر کیا اسلیے نہایت تقرب و اعزاز حاصل تھا کلکتہ مین ولیسلے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اودھ کی ضرورتون مین جب گئے تو ولیسلے کو اپنی طلاقت لسانی سے ایسا رضامند کیا کہ وہ ملک بنارس کا واپس دینے لگا الیر حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے عہد مین انتقال کر گئے انکے فرزند اکبر علیخان و حسن علیخان مورد عاطفت شاہی ہوے تھے نواب امیر الدولہ کے بعد پہلے انکے مہاراجہ کلیٹ نے ترقی کی تھی۔

از بندہ قبولیت مال والبواب ہر چہ بود ہمہ فہمیدہ نوشتہ خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سوائے ازین یکخر مُہرہ بجلت ابواب وپٹہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود۔ برائے ہفت نفر متعینہ ر
شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بندہ بیکار نشستہ اند امید وار کہ در بندی
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند۔

شرح دستخط خاص — انشاء اللہ — سیدہ پیر محمد — ملاحظہ شریف — جمع وارد

خود بدولت معتقد سادات وجناب حضرت علی مرتضی علیہ السلام اند بحسب اعتقاد ما
ہر دم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از گفتہ کسی مخالفان مزاج عالی بقسم نگیرد شود پاس انیعنی
بخود بدولت ضروری ست۔

شرح دستخط خاص — موافق معمول — ارشاد معاف

در باب املاک امید وار ست کہ بہر طرز ہر امر ا بکشیدہ بدعای دولت مشغول باشد۔

قطب ربانی

قطبی میان صاحب عہد چکلیداری مین سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے مشہور [illegible] بھیجا کرتے
تھے اِسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہین ایک خط مین پانچ بھنگی اُنبہ کی رسید
لکھی ہے اور دوسرے خط۔ خطہ مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میان صاحب

نقل خط۔ بمطالعہ سید صاحب مہربان سید قطب الدین جو سلامت۔ خط ایشان معہ پانچ بھنگی اُنبہ رسیدہ بدریافت خیریت با
سرور وشاد کام شدلازم کہ ہمیشہ نویسان حالات باشند پروانگی رسانندہ۔ محمد فاضل ۵۲ شقہ بہر نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر یار جنگ
بہادر نصرت جنگ۔ آنکہ عزیز القدر ای نسبتہ الی سید قطب الدین صاحب تعینات ہای باغ عبداللہ خان سلیمانی وبگرخان بر
ارسالی الیہا ے حضور پر نور خرید کردہ اند باید کہ از انبہ ہا بخلاف نمونہ ہیچ مراحمت نرسانند کہ دراسال الیہا ہیچ نشود مورد عتاب تا کید دانند

خادم قاضی سید الدین

نے عبداللہ خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انبہ حضور پُر نور کے لیے خرید کی ہو لہذا انبہ ہای باغ مذکور سے کوئی مزاحمت نہ کی جاے کہ جس سے ڈالی کے پہونچنے مین ہرج ہو۔ اس بارہ مین تاکید جانا چاہیے۔ عبداللہ خان سلیمانی راقم کے پردادا تھے یعنے احمد علیخان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے مالک تھے اتنا مکان کا درست جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے والد تھے

قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہین۔ سید محب اللہ عرف میان جڑاون سید مستقیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ سید عباد اللہ عرف ننھے میان سید عباد اللہ عرف موتی میان سید عباد اللہ عرف عبید و میان دو صاحبزادونکے عرفی لقب کلن میان اور رجھا میان بھی تھے مگر یہ نہین معلوم ہو سکا کہ ان مین عبدالرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادون کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے نقل اسکی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر کی جاتی ہے اسمین چار پانچ صاحبزادون کے نام تحریر ہین **نقل خط قطبی میان صاحب بنام فرزندان خود** برخوردار نورچشم سید محب اللہ و سید مستقیم و سید عبدالرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسیدہ از دریافت خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد الحمد للہ والمنہ کہ تا تحریر دراینجا ہم بجمیع وجوہ خیریت است خاطر خود باجمع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود ہا مع جمیع خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی دلی ازان متصور ہست زیادہ خیریت از عبداللہ

اسم باسم سلام شوق خوانند از عبداللہ برخوردار فضل اللہ وغیرہ - بعد دعای ترقی عمر خوانند بخدمت مولوی صاحب شفیق عبداللہ سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند از پدر من خان بندگی برسد -

سید عبداللہ صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سید عبیداللہ صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عباداللہ صاحب تھے یہ تینوں صاحبزادے حقیقی بھائی تھے یہ ہر سہ برادر یعنی فرزندان قطبی میاں صاحب شاہجہان پور سے رام پور چلے گئے تھے اور ریاست مذکور مین بعہد نواب نصراللہ خان مُلازم ہوے تھے سید عباداللہ صاحب - نواب نصراللہ خان کے نائب تھے - نواب نصراللہ خان نواب احمد علیخان صاحب والی رام پور کے مدارالمہام تھے اور اُس زمانہ مین نواب احمد علیخان بہادر صغیر سن تھے اسلیے نواب نصراللہ خان تمام امورات ریاست پر حاوی ہوگئے تھے گو اصل مالک نواب احمد علیخان تھے مگر وہ برائے نام رئیس تھے اور درحقیقت نواب نصراللہ خان مختار و مالک بنے ہوے تھے اِن صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ[1] رزاقی کے صفحہ (۲۱۸) الغایت (۲۲۰) مین تحریر ہے کہ سید عبداللہ صاحب نواب نصراللہ خان صاحب کی طرف سے مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم مارنیکی نہ تھی سید عبیداللہ صاحب کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عباداللہ صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور اُمرا کے پاس آنا جانا بھی پسند نہین کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

---

[1] صاحبزادہ عالی نسب سید عبداللہ و سید عبیداللہ فرزندان سید قطب الدین نزد نواب نصراللہ خان نوکر در عمدہ خدمات یونمند صفحہ (۲۱۸) ملفوظ رزاقی [2] مراتبات سیدین ممدوحین ترقی در ترقی گردید حتی کہ در تمامی امورات ملکی و مالی و فوج باختیار الیشان شد و پسران ملاغیرت و ہمہ نوکران موصوف دست نگر سید عبداللہ شدند و تا الیوم نواب صاحب موصوف سید ممدوح مالک و مختار جمیع امورات ماند و کسی را طاقت مجال دم زدن و مقابلہ الیشان نبود (۲۲۰) صفحہ ملفوظ رزاقی -

اِن ہر سہ صاحبزادگان کا انتقال ریاست رام پور مین ہوا اور وہین اِن حضرات کے مزارات ہین - قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال مین انتقال ہوا اور ریاست بھوپال مین دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوے قطبی میان صاحب کی بھوپال مین تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہان کے لوگ کثرت سے آپ کے مُرید تھے - آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق کرم احمد میان صاحب کا بیان ہی کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپ کے صاحبزادونکو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی مُلک ہے اور پردیس ہی کوئی نشانی مزار پر بنا دیجاے - پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوے نمودار ہوے اور یہ شعر پڑھا ؎

عشق را با صورت زیبا و نازیبا چہ کار
مُردہ را کے بود ارد گور را با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگون نے قطبی میان صاحب کی زبانی سُنا تو کہا اگر پسند ہوگا یہ خود مزار بنا لینگے اِن کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہین ہی - میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہی کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہجہان پور مین نظر آئے ایک بار سید عبد اللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی مین جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ بجے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی مین داخل ہوے اور کہا کہ ننھے میان ذرا آنکھین کھول دو بہت درد ہے اور آپنے لعاب دہن لگایا فوراً آرام ہوگیا اور آپ غائب ہوگئے بارہا اپنے اسی مکان مین اُس لباس مین جو اُن کا تھا پہنے ہوے بالاخانہ پر پھرتے ہوے مرد و عورات نے دیکھا -

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سوا سنہ وفات نہین ملا سنہ ۱۱۷۴ ہجری آپ کی مہر مین کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہی سید عبداللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مبین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند سید بشیرالدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب قادری مہاجر مدینہ منورہ مین فروکش ہین اُن کے حالات خود قابل الذکر ہین - اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے اور عبید اللہ صاحب عرف موتی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور مین مقیم ہین -

سید احمد علیہ صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص مین نہایت معتمات سے ہین عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ مین تشریف فرما ہین اور راقم سے خط وکتابت اکثر رہا کرتی ہی صاحب ارشاد بزرگ ہین -

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام شرف الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالباسط صاحب حموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید محمد صالح کی حقیقی خواہر تھین یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے تھے - سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اسلیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالباسط صاحب کو جو سید عبداللہ صاحب کے فرزند اور سید محمد بن سید عبدالقادر حموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان مین بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے شاہ مدن صاحب پیدا ہوے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگون کے علوم ظاہری و باطنی مین شہرہ آفاق تھے خدا پرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی مُلک آپ کے حلقہ بگوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان مین پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت خان بریلوی آپکے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جاگیر آپکے نام معین تھی اور تمام کٹھر. اور روہیلکھنڈ کی خلایق آپ کی بعید ارادت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادت السعادت مین مفصل مرقوم ہین لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اُردو مین ترجمہ اس جگہ لکھے دیتے ہین اور اصل[1] عبارت فارسی بھی ثبوت کیلیے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہین۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحب اوصاف پسندیدہ تھے پیشتر شاہ صاحب **نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بہادر جنت آرامگاہ کے مصاحب و ہمراز تھے**۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپکی بلا صلاح و مشورہ کے نہین کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودہ کے مخزن اسرار کہے جاتے

[1] شاہ مدن پیرزادہ بود از نسل حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات پسندیدہ در ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ جنت آرام گاہ بود و بیچ مشورہ بیرون صلاح او اقرار نمی یافت بلکہ خان ایشان نواب ممدوح نام ہمرور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ بر فاقت آنہ وردی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی میکرد انجا ہم خیلی معزز و مشیر تدبیر امور ملکی و مالی بود۔ چون بنگالہ خراب شد باز باین طرف آمد و طرح اقامت در شاہ آباد کہ متصل شاہجہانپور است انداخت و ملازمت نواب سپہر جناب شجاع الدولہ بہادر اختیار نمود آنجناب ہم او را خیلی موقری داشت و بیچ رازے از و پنہان نمی کرد القصہ شاہ صاحب ممدوح برای اینکہ شاہ آباد از فیض آباد بُعد نہ منزل داشت و نیز برائے بستن زبان نامان کہ مبادا از باعث قرب آن بلدہ ملک افاغنہ بدوستی آن فرقہ بدنام کنند در خاص پور کہ نیم کروہ از لکھنؤ خاصلہ دارد خانہ برای سکونت تعمیر نمودہ

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہوگیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہان **الہ وردیخان مہابت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت مین مرجع انام رہے** - نہایت اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہان تک آپ ناظم بنگالہ کے مشیر ہوے کہ جملہ امورات ملکی و مالی آپ کی راے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ مین انقلاب آیا اور وہ خراب ہوگیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد **نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت حاصل کی** نواب شجاع الدولہ آبای مراسم ہونیسے کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہین پوشیدہ رکھتے اور ازراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی مین بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر مین دیا تھا شاہ آباد کے پڑاؤ مین نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگاکر بھی کھایا ہی نواب شجاع الدولہ کے تقرب کے ثبوت مین شاہ صاحب کے متعلق تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول مین مرقوم ہی کہ جب مرزا انور بیگ و حیدر بیگ

بقیہ حاشیہ

بود و ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین می کردند جوق جوق علما و طلبای علوم و فوج فوج مشایخ و اولاد و شیوخ از اطراف واکناف شمل عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کالپی و کورا جہان آباد و اٹاوہ و غیرآباد و سنبھلہ و کاکوری و لکھنو و سیلون و بریلی و دلمؤ دران عرس جمع می شوند و کرایہ بہل و ایکہ در آمدن و رفتن و ماندن ایشان صرف می شد سہان سرکار شاہ صاحب یافتند تا سہ روز عجب انبوہ و طرفہ تماشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر بقال ترازو در دست گرفتہ بنشستند از صبح تا شام جنس را وزن کردہ بمردم می دادند بعضے رذیل الطبعان دوبارہ و بعضے سہ بار در یکروزی گرفتند بقالان ہم نمی زدند زیرا کہ ہمہ در سرکار شاہ صاحب محسوب نمودہ بیشتر ہنود نانگاہ و بیراگی دران انبوہ جنس کہ خوراک و نقد برای عمل حرام کہ بہ بنگ نورا وچرس ہامی یافتند تخمیناً سی ہزار آدم فراہم می آمدند القصہ شاہ مدن لایق آن نبودہ است کہ گمان رود کہ دولت خواہ افاغنہ و بدلندیش نواب و احباب بود زیرا کہ این حالت رذیلہ مخصوص سہا است عالی ظرفان حکمت دستگاہ ہرگز این کارہ نیستند دیگر سود درین جای شک نیست کہ او سراسر عقلای زمانہ بود عاقل بدخواہ ولی نعمت خود نمی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے مین انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے کھلانے مین ہم وزن نمک دینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت مین شاہ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور شجاع الدولہ سے سفارش کرکے قید سے نجات دلادی اسکے بعد حیدر بیگ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد مین نایب وزیر اور امیر الدولہ انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوے - اسیطرح شاہ صاحب کی فیضرسانی کے متعلق مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب مین لکھتے ہین کہ جب میرے والد کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کرکے بحالی معافی کا پروانہ حاصل کرکے آپ کو بھجوادیا - عبارت تاریخ الانساب درج ذیل ہے

بعد دو سال نواب شاکر الدولہ عامل ضبطی نمود دران سال حقایق و معارف آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ سعی بکار غربا نمود پروانہ معافی از حضور حاصل کرد فرستاد -

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چغلی خور و حاسدین کٹھر کے قریب ہونے سے روہیلیون کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کرین شاہ صاحب نے خالص پور مین مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے جو ق جوق علما طلبا مشایخین پیرزادگان ہندوستان کے مختلف شہرون سے مثل پٹنہ عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و اودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد و کالپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاوہ و سندیلہ و کاکوری و لکھنؤ و بریلی

ودلموکے اُس عرس مین شاہ صاحب کے یہان آکر شریک ہوتے اور کرایہ بہل وغیرہ کا جو آمد ورفت مین پڑتا سرکار شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب وغریب مجمع وتماشا رہا کرتا تھا جو قابل دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراز ولیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگون کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین بار ایک روز مین جنس لے لیا کرتے تھے مگر بنیے شاہ صاحب کے حکم وہیبت سے دم نہین مارتے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانجہ کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمیونکا مجمع ہوتا تھا اِس مین شک نہین کہ شاہ صاحب سرآمد فقراے زمانہ تھے علاوہ عظمت و وبزرگی کے دنیاوی جاہ وجلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ مین شاہ آباد کیا بلکہ اِس ضلع ہر دوئی مین کوئی مقدرت مین اُن کا ہم پلہ نہ تھا شاعری مین بھی کمال حاصل تھا۔ موجد تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپکے متعلق خلیفہ عبدالرزاق صاحب یعنی اپنے تذکرے مین تحریر فرماتے ہین کہ

سید شرف الدین موجد تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اند در قصبۂ شاہ آباد کہ مسقط الراس ایشان است اجداد ایشان از بغداد شریف تشریف آوردند تولد این کوہر شریف ہمین جا شدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان وقصائد اند این چند ابیات از وہستند ؎

معراج تست بارگہ عرش ذوالجلال	معراج ما مدینہ عالی مقام کن
زنار ماند در کف تقواے من زشرم	از بس چکید خون عرق از سبحہ دانہا
در لحد می طپد از داغ غش دل پس مرگ	این سپند از کف خود دامن اخگر نگذاشت

محو شد شبنم گل خورشید تابان ماند و بس — آنقدر از خویشتن رفتم کہ جانان ماند و بس
تا کدامین جلوۂ نازت ترا آئینہ دید — چون نگاہ دیدہ مذبوح حیران ماند و بس
روز ہجر تو ام آرام چہ خواہد بودن — صبح سودا زدہ را شام چہ خواہد بودن

شاہ مدن صاحب کی ڈھیوڑی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھین بعض کاغذات راقم کے پیش نظر ہین چنانچہ ۱۱ محرم ۱۱۸۶ھ ہجری کو نو بیگہ پختہ اراضی موضع بی بی پور مین شاہ صاحب نے میانجی عبدًا ولد مولوی آلہ داد صاحب ساکن محلہ مہمند کو جن کی اولاد مین خلیفہ منحنون تھے عنایت کی تھی اور ۵ محرم ۱۱۸۷ھ ہجری کو چند کوٹھریان معہ عملہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھین ان واقعات کے ثبوت مین ایک سند کی نقل[۵۱] حاشیہ پر درج کی جاتی ہی۔

شاہ[۵۲] صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہی کہ آپ کو گاڑی مین اچھے بیلون کا نہایت شوق تھا اور آپکے یہان منجملہ دیگر بیلون کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپنے چورون کو قیمت عنایت کی اور وہ بیل لے لیے اور اُنکے جرم کا کچھ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ نہایت موافق رہا۔ مگر گردش فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اس عالم مین نہین رہتا اسلیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہی کہ حافظ رحمت خان

---

[۵۱] پروانہ بہ مہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم الحرام ۱۱۸۶ھ ہجری متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد بدانند۔ موازی نہ بیگہ پختہ اراضی مزروعہ در سواد موضع بی بی پور علاوہ مولانجم بطریق مدد معاش باسم میانجی عبدًا ولد مولوی آلہ داد ساکن محلہ مہمند نیاز حضرت۔۔۔ مصارف تعزیداری معاف نمودہ شد لازم ایشان گاہی بعبت معمول مرحم و تعرض ناشتہ متعرف متعلق گذارند و عمارہی مسطورہ فضل بفضل شہ الیہ سایہ و باشند در ینا تاکید اکید دانستہ حسب المسطور العمل آنرا مذکور نسخہ ہذا دانستہ

[۵۲]

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت مین شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصہ یہ ہو کہ جب مرہٹون نے روہیلیون کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرمانروائے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ مین نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر مین طرفین کی رضامندی ہوکر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہوگیا اقرارنامہ مین ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیونکے سردار اسطرح ادا کرین کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانون کو جو مرہٹونکے ہاتھ سے جنگلون مین پھر رہے ہین اُن کے گھرون مین آباد کردین اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل دیا جاے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۵ وبعد تحقیق وثبوت رسید کہ شاہ صاحب از طرف خود ہیچ توقع از روہیلہ ہا نداشت لیکن آنہا نظر بر پاسداری ادگاہ گاہے ارسال ہدایا بعمل می آوردند درینصورت اگر خرابی ملک روہیلہ ہا نمیخواست برہمی دولت جناب وزارت مآب ہم آرزو نمی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی مدار بدرجہ زیادہ ازان ہا میخواست گرنہ کہ درین جنگ کشتہ شدہ حافظ الملک مشار الیہ مگیران موجب بورش بنود کہ بکلی اندوگین شدہ باشد لیکن ازین حالات این نمی بارد کہ این روز بروز بے نواب سپہ جناب تنہا داشت زیرا کہ دو برادر باہم می جنگند ہرگاہ یکی کشتہ می شود دیگرے باوصف حصول مسرت فتح از درد او میگیرد میر شاہ مدن چہ موقوف است کہ جناب عالی مرحافظ الملک دیدہ بود خود سر افسوس جنبانیدہ بود فی الضمیر شاہ صاحب مزبور این بود جوہ مصالح باہم رو دہد لیکن نواب سپہ جناب ہم چہ کند کہ حافظ الملک بہ آن فطانت وفراست ودرستی ایمان کہ داشت بمشورہ کسی یا بطور خود پیش وپس نہ اندیشہ دباوجود تشیید اساس محبت کہ خلاف شرعیہ وایمان موکدہ صورت داشتہ بود در دشمنی آن مدد بلا برسر خود نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ الملک پیش ایشان برند تحقیق رسانند کہ سر حافظ الملک یا سر دیگرے بعد ازان بہ شاہ مدن پیرزادہ راہم نمایند کہ او نیز بخوبی من شناسند شنیدہ شد کہ نواب ضابطہ خان آن سر را دیدہ ہمین قدر گفت کہ این سر حافظ الملک است سر دیگرے نیست و نواب مظفر جنگ گفت کہ ہمین ریش فش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بود ند و شاہ مدن فرو پرسم کردہ گفت کہ این سر ہمان مسلمان است۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را شنیدن این حرف کہ این سر ہمان مسلمان است باین غضب مشتعل شد و اور انجوس کرد۔ اعتماد السعادت ۱۲

عرصہ مین دیا جاے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوے اور شجاع الدولہ سے ضمانت کرالی تو اُس کا تمسک تحریر ہوگیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھر کو چھوڑکر واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلون کے دوسرے سردار جو انولہ اور بدایون وغیرہ مین حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر کیا اور کچھ نہ بھیجا اِس عرصہ مین مہاجی سیندھیا اور لکوجی ہلکر کا پلچی آیا کہ حافظ رحمت خان تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے مُلک پر حملہ کرین اور ہم تم دونون نصفا نصف ملک تقسیم کرلین اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمین گنگا پار سے راستہ دیدین۔ ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے حافظ رحمت خان نے اِس کا یہ جواب دیا کہ مین کفار کے ظالمونکی ہمراہی مین مُسلمانون سے مقابلہ نہین کرون گا اور نہ معاہدہ توڑون گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ مین فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہون آپ چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹون کو نہین دیا گیا ہے واپس کردین اور آیندہ بھی ایسی حالت مین روپیہ نہ بھیجا جاے گا اسپر نواب شجاع الدولہ نے **سید شاہ مدن صاحب** کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ آپنے سب حال سے مجکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لاے نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹون کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس کردیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹون کے مقابلہ مین آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سردارون کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹون سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اُسوقت نواب شجاع الدولہ نے کانو پر ہاتھ دھرا کہ مین نے واپسی تمسک کا وعدہ نہین کیا یہ مجھ پر تہمت ہے سید شاہ مدن صاحب شہادت کو طلب ہوے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پینتیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہین کہ حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنے نواب اودہ سے مل گئے حالانکہ اُنھون نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہے نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیون کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اِس معاملہ مین بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا فی مابین روہیلیون اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اِٹاوہ اور شکوہ آباد کے پرگنے خالی ہوے شجاع الدولہ نے کہا کہ مین اپنے قبضہ رکھون گا۔ اِس مین شک نہین کہ حافظ رحمت خان کو عجیب مشکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسر آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایماندار نہین جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابطہ خان روہیلہ جاگیردار سہارن پور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیون نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری ۱۷۷۴ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

رابرٹ پار کر سے ملے و ریہ مشورہ کیا کہ مین سخت مشکل مین ہون اگر روہیلیون کو مرہٹون نے روہیلکھنڈ سے نکالدیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجاے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر روہیلے مرہٹون سے ملگئے تو میرا مُلک جاتا رہیگا لہذا مین نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلیون کی سرحد پر جاون اور وہان کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر حکمت عملی سے کچھ مُلک بنابر نذر شاہ اور کچھ مُلک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کرون اور کچھ زر نقدی بھی لون جس مین سے کچھ مرہٹون کو دون گا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جاوین مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

القصہ نواب وزیر الممالک نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپنے روپیہ بھیجنے مین تساہل کیا مین عنقریب پہونچتا ہون اُسکے جواب مین حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ **نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادہ شما بصلح است فبہا ذاک اللہ خیرًا و اگر ارادہ شما بجنگ فباسم اللہ ۔ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ است * کلوخ انداز را پاداش سنگ ست * والسلام** اِدھر سے شجاع الدولہ بڑھے اُدھر حافظ الملک اپنی جمعیت سے تیار ہوے جب سرحد پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہجہان پور و شاہ آباد پہونچکر اسطرف آنے کا ہے حافظ الملک فرید پور مین جو بریلی سے سات کوس ہے آکر خیمہ زن ہوے اسطرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور مین حکومت عبد اللہ خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور مین قریب پندرہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہین شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک و نواب عبد اللہ خان کے تھا۔ یہان عبد اللہ خان نے مہمان نا خواندہ

کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہ جہان پور لاکر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج بیشمار تھی کنز التاریخ مین ہی کہ حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھوان حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر تاریخ سلاطین اودھ مین حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنیل چیپ مین سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہین۔

القصہ کٹڑہ کمال زئی خان اور فریدپور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو دونون لشکر مقابل ہوے فریقین مین سخت جنگ ہوئی فیض اللہ خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب اللہ خان ولد دوندے خان بڑی جرأت سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی سرشتی نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ مین اسپر الزام سازش کا قایم کیا ہی۔ آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع ہوئی دونون فریق کے آدمی بہت مارے گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) مین ہی روہیلے اپنی عادت قدیم کے موافق دفعۃً دھاوا کرکے توپ پر آپڑے۔ چہرے سے ہزارون مثل دانہ نخود جل بھنکر خاک پر گر پڑے اور تلوار بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ مین لیکر چاہا کہ اپنی جمعیت کے یارون سے دھاوا کرکے جنابعالی تک پہونچین اتفاقاً ایک گولہ آنکے جو لگا گھوڑے سے گر پڑے اپنی حسرت کو خاک مین ملا دیا امر عجیب یہ ہی جسے سنے اپنی آنکھ سے دیکھا اُسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پر متن قرآن شریف

پہنے ہوے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی مین
ایک سیاہ دھبا گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے
سے فقط گر پڑے تھے مرتضی خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کاٹکر
جناب عالی کے پاس لاے جناب عالی ہاتھی سے اُتر کر سجدۂ شکر
بجالاے اور سر حافظ سے مخاطب ہوکر فرمایا خدا شاہد حال ہے
مین ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا" یہان تک مضمون تاریخ سلاطین
اودھ کا تھا - حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب
شجاع الدّولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھون سے شکست کھاکر بریلی گئے تو
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت مین نواب شجاع الدولہ
نواب احمد خان بنگش رئیس فرّخ اباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنھین سمجھا کر استقبال کو لاے
اور میل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقوی اور دیندار انسان تھے -
کنز التاریخ کے صفحہ (۲۸۱) مین ہی کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے
بائین جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوے ان کا سر
سُلطان خان کاٹکر شجاع الدّولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان
کو اسپ وخلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا
تاکہ وہ پہچانین کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہی یا نہین چنانچہ اُنھون نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر
لاے سرِ کشتہ برنیزہ میزد نفس ❊ کہ معراج مردان ہمین ست وبس

عادت السعادت مین ہی کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پُرنم ہوے اور فرمایا کہ این سر ہمان مُسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہونچکر نظر بند کر لیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید مین اُنھون نے رحلت فرمائی ۔

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نعش تلاش کرا کے معہ سر کے اُسی تاریخ بریلی مین روانہ کردی بریلی مین قاضی شہر و علما و حفاظ نے ۱۲ صفر کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور اُن کو بریلی کے پچھم جانب جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا ۔ راقم مزار پر گیا ہے ۔ تاریخ خانا دلِ راشا یعنی خوش آمدید ۔ کندہی کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا جو سب ذیل ہے ؎

ہر کس کہ در جہان کند از قوم خود بدی ۔۔۔ او بایزید در ہمہ اوقات ہمسر است

داری اگر بدل ہوس امتحان بہ بین ۔۔۔ سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است

راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک بیاض مین یہ شعر لکھا دیکھا ؎

چو در لفظِ ظفر تاریخ جستم ۔۔۔ پے باقی سرِ حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب کے متعلق یہ شبہ ہوا ہی کہ شجاع الدولہ کے مونہہ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے امر شوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے مرنے پر کمربستہ نہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونون شخص سچے مسلمان تھے ان کو بمقابلہ راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا ۔ بخوفِ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہین جانتے تھے اُنھون نے سرسری قیاس سے جو چاہا لکھدیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہونیکے متعلق کچھ نہین تحقیق کیا شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر و اولوالعزم سلاطین مین تھا اگر اُس کے روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب کبھی حق گوئی سے سر مُو تجاوز نہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہین شجاع الدولہ نے اُسیطرح معاملہ کیا لیکن کسیقدر اُن واقعات مین صراحت مطلوب ہو تاریخ اخبار محبّت اور دیگر مستند راویون مین یہ مشہور روایت چلی آتی ہو کہ جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کرلی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے اُنھین دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل مین شاہ صاحب کی بُرائیان جماتے تھے شاہ صاحب حافظ المُلک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادتمند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہین اسوجہ سے شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور اِنکی جاگیرات ضبط کرلین اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہان تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام مین اثاث البیت اور مستورات کے زیوارت تک شاہ صاحب سے منگوا لیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب ہونے دی حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب مین ۴۵ برس کی عمر مین ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہے

از وفاتِ سید شاہ مدن — گشت این فانی جہان مغموم حیف
اے مظفر بہر تاریخ وصال — گفت ہاتف سیدِ مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوی تھی جو چند روز زندہ رہی اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے ہمکلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویان تھین پہلی بیوی آپ کے ماموں سید درویش صاحب کی دختر سید وبی بی دوسری مغلانی تیسری بیوی خوشحال بائی جو بیرونی تھین انکے نام شاہ صاحب نے کچھ حقیت بھی لکھی تھی جسکی نقل درج ذیل ہے۔

تملیک نامہ سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب بنام اہلیہ خود

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم ونسب خود سید شرف الدین
محمد عرف شاہ مدن صاحب ولد سید عبد الباسط صاحب حموی گیلانی
ساکن قصبۂ شاہ آباد پرگنۂ پالی صوبۂ خیر آباد مضاف بصوبہ اختر نگر اوده
فی الحال بصحیح اقراره شرعًا بر اینمعنی کہ منازل محلسرائے قدیم وجدید وحویلیات
درونی وبیرونی ویشیخانہ ومودیخانہ ودیوانخانہ تعمیر پختہ وکٹرہ مولانج
معہ اراضی بست پنج بیگہ پختہ مدخلہ ومشمولہ منازل وگنج مذکور وموازی پنج بیگہ
پنج بسوہ پختہ اراضی مسکونہ رعایا واقع دروازہ شمالی گنج مذکور وہشت بیگہ
دہ بسوہ پختہ واقع درجنوبی گنج مصرحہ بالا محدودہ بحدودات اربعہ مفصلۃ الذیل
وموازی چہارده ونیم قطعہ باغ انبہ کہ از انجملہ ہفت نیم قطعہ مشتریہ وپنج قطعہ
مرہونہ ودو قطعہ نشاندہ وتعریش کردہ خود واقعہ قصبہ شاہ آباد مذکورہ تفصیل
اراضی وحدودات آن درقبالہ جاتش مشروحًا مندرج ومرقوم ہست بطریق
اشتراوره ورہن وتعمیر خود ساختہ تحت وتصرف خود میدارم والی یومنا بلا اشباہ
سابق الذکر درقبض وتصرف مالکانہ منمقر بلا شرکت وسہامت غیرے مقرر اند
درینولا بحین حیات وصحت ذات وثبات عقل وبقاء جمیع تصرفات شرعیہ
خود کہ جائز ونافذ است آن ہمہ عمارات وباغات مشتریہ ونشاندہ خود واز
رہن باغات مرہونہ مسطور با جمیع حقوق ومرافق داخلی وخارجی من القلیل
والکثیر مداخلہ فیہا والخارجیہ عنہا وما یتعلق بہا وفیہا من الاثمار والاشجار مثمرہ وغیر

مثمرہ عقلاً وارادتاً برضا ورغبت خود بلا اکراہ واجبار غیرے بہ بی بی رضا
مسماۃ **خوشحال بائی** منکوحہ خود بوجہ دین مہر ہبہ وتملیک صحیح
شرعی کردہ دادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً مقرعاً صالباً عن
الشروط الفاسدۃ وعاریاً عن المعالی المطلبہ وحق الفروعین الفاحش
وعفما یمنع جواز التملیک وموہوبہ بہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم وتقویض
ساختہ مملک لہ را قابض ودخیل گردانیدہ دادم ونیز موہوبہ لہ در
مجلس عقد ہذا قبول تملیک نمودہ قابض ومتصرف گشت قبضاً
ومتصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست ونماند مر احدہ من المعاقدین حق قسم
تملیک واسترداد ن احیاناً من بعد ازین اگر کسے سہیم یا شریک پیدا شود
ودعوے نماید باطل وناسموع است شرعاً وعدالتاً کان ذلک بحضر
من لا تعدول والثقات بنابران اینچند کلمہ بطریق سند تملیک وہبہ نامہ نوشتہ شد
کہ عند الحاجت دلیل قاطع وبرہان ساطع گردد فقط

گواہ شد
عبداللہ احمد

ابن سید محمد ماں

ابن سید احسن سید داؤد

تفصیل قطعات باغ مذکور الصدر

باغ مشتریہ ۷ قطعہ · باغ مرہونہ ۵ قطعہ باغ خود نشاندہ

باغ بکری خانہ	باغ بردا	باغ لکا پور	باغ کرم اللہ پور	باغ تبگالہ	باغ مزار خان	باغ چکلہ	باغ سمندر خان	گلاب باغ	باغ سلیم پور
ایک بیکہ	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک

باغ چکلہ	باغ عباس	باغ ملہ	باغ محمود خان	لعل باغ	باغ دوندہ قریب باغ عزاز خان
تکیہ		سلیمانی	ایک		نصف
نصف	یک	یک	یک		

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق ــــ غرب ــــ جنوب ــــ شمال

پیوستہ محلہ شیخ دلدار ملحق مسجد سید عبدالباسط صاحب ملاصق اراضی زرخرید من است پیوستہ باراضی زرخرید منفر وشاہراہ

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق ــــ غرب ــــ جنوب ــــ شمال

پیوستہ باراضی شیخ دلدار تاحد ملحق باغ حضرت سید عبدالباسط ملاصیق باراضی دروازہ و دیوار ملتصق مزار و باغ میر محمد صالح احاطہ مولا گنج صاحب مرحوم مغفور شمالی متصل مولا گنج مذکور

تفصیل حدود اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شرق ــــ غرب ــــ جنوب ــــ شمال

متصل باراضی محلہ شیخ دلدار پیوستہ بخانہائے مسکونہ رعایا ملحق عتابر ملاصق محلہ شیخ دلدار و وتالاب سعادت خان احاطہ مولا گنج

تحریر فی التاریخ نہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۸ھ

سید شاہ مدن صاحب کا مزار محلہ مولا گنج لب سڑک پختہ احاطہ مین واقع ہے آپکی عمر مین سنہ ۱۱۲۸ھ کندہ ہین۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی مین ترجمہ کرکے طب کو ارزان کردیا۔ یکتائے زمانہ ہوے ہین۔

سعدی میانصاحب کا بنگالہ وبہار مین بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابون کے نام خطوط لکھکر پٹنہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولویصاحب کا طب مین وہان خوب رنگ جما تھا۔ جنکی طرف سے بعض کاغذات ابتک موجود ہین مزار آپکا بمقام شاہجہانپور لب سڑک محلہ محمد زئی مین متصل مسجد کے واقع ہے۔

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے **سید طاہر عرف قدن صاحب** تھے انھین کے صاحبزادہ سید لال تھے جنکے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلّڑ تھے عہد شاہی مین دریاؤن کے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلڑی کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری اس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبدالرحمن خان قندہاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علیخان والی اودھ کی خدمت مین رسوخ حاصل کیا اور نوابصاحب موصوف کی رفاقت مین بنارس سے لکھنو تک ہمراہ آئے اور نواب سعادت علیخان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین مسند نشین لکھنو ہوے تب بعد تیس سال کے بصلہ حسن خدمت سنہ ۱۲۴۹ھ مین شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جنمین مکانات وباغات وچکات وگنج وغیرہ جو ضبطی مین تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبدالرحمن خان قندہاری کو عنایت ہوی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اوسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

حکمنامہ

باسم سیادت پناہ میر نظام الدین آنکہ بمجلد وے حسن و دولتخواہی سرکار دولتمدار قطعات و باغات و اراضیات و گنج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد دور سرکار ابد قرار مملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نمودند بان سیادت پناہ بلا شرکت غیرے نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ املاک مذکورہ را در تصرف خود داشتہ خود را مورد الطاف سرکار دولتمدار شناسند تاکید دانند المرقوم یازدہم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۹ھ

مہر

وزیر الممالک المہام جعفر الملک اعتماد الدولہ
اصفجاہ برہان الملک ابو المنصور خان صفدر جنگ شجاع الدولہ
یمین الدولہ ناظم الملک سعادت علیخان بہادر یار وفادار
سپہ سالار رستم ہند فردوس آشیانم باد شاہ
غازی ۱۲۱۲ھ

منشی محمد صالح صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب

منشی صاحب بڑے راستباز محقق وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے نواب سعادت علیخان والی اودھ کے عہد سے تا جلوس محمد علیشاہ کتبخانہ شاہی کے داروغہ رہے سلاطین اودھ انکو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا بہت

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبدالجلیل واقع لکھنو مین تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جاکر وہین مکان وباغ تیار کیا تھا۔ اور رجب ۱۲۵۷ھ مین آپنے انتقال کیا تو وہین مدفون بھی ہوے۔ صدہا اہل لکھنو آپکے شاگرد تھے ضمناً آپکا ذکر خیر تذکرۂ رحمانی مین درج ہے علم ظاہری مین کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور پیشتر اصلی سکونت انکی موضع جسرت پور مین تھی منشی صاحب اس عہد مین ممتاز اور وضعدار لوگون مین شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ؎

بست وچارم شوال حیف کلک قضا — بنام منشی صالح چو سر گذشت چنین
نوشت خامۂ واثق بدیہہ تاریخش — کہ جای منزل صالح بود بہشت برین ۱۲۵۷ھ

دیگر

در مہ شوال حیف منشی صالح نمود — بست وچہارم قضا نغمش شد دل غگین
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گذشت — گفت کہ صالح نصیب باد بہشت برین

مولوی عبداللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص مین گذرے ہین علم ظاہری و باطنی دونون سے فیضیاب تھے مولویصاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنو مین بسر ہوا اسلیے لکھنو کے صدہا طالبعلم آپکے شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے جاتے تھے مولویصاحب ممدوح کی حاضرجوابی وبذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل زبان مین شہرت تھی برمحل بیساختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

محظوظ و متحیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور برجستہ گوئی چھوٹے بڑے کے ساتھ ہر قسم کی ہوتی تھی اور طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں اور اسپر خوبی یہ کہ کسیکو ناگوار نہ ہوتی ضلع جگت سب مین کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور صاحب باطن بزرگ تھے اسلیے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا یہ عالم تھا کہ دریاے سلاست موجزن ہوتا۔ اس نرکنی والی طبیعت اور ظاہری خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کیطرف سے عنایت ہوئی تھی گویا آپکا یہ ازلی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپکے حجرہ پر یہ شعر لکھا ہوا تھا

ہر کہ میخواہد

گر تو میخواہی کہ بینی درجہان اللہ را ۔ پیش چشم خویش دار دشکل عبداللہ را

مولوی صاحب کی پیدایش ۱۲۹۵ھ ہجری کو شاہ آباد مین ہوئی اسکے متعلق خود ہی ایک رباعی مولوی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کیجاتی ہے ؎

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال ۔ کہ ہم کیا تھے چلے تھے کونسی سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار ۔ تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال

تذکرہ انوار الرحمن مین مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق

۱؎ یکے از خلفاے راشدین مولوی عبداللہ ابن محمد فریدالدین از شیوخ کرام و رؤساے عظام بلدہ شاہ آباد متعلقہ سرکار اودھ اند تحصیل علوم کتب مروجہ از برادر حقیقی خود محمد صالح نمودند کہ مولوی محمد صالح ممدوح از عمدہ نواب سعادت علیخان بہادر تا جلوس محمد علیشاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و داروغگی کتبخانہ سرکار متعلق او شان بود بجہت تعلق شان بنابر تحصیل علم بود و باش ہر دو برادر در بیت السلطنت لکھنو اتفاق افتاد در محلہ تکیہ شاہ عبدالجلیل صاحب منشی محمد صالح باغ و مکان تیار ساختند دران مکان ہر دو برادران مع اہل و عیال سکونت میداشتند در عمر نہ ست سالگی اوصاف حضرت

یہ لکھتے ہین کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو
جناب مولانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سنکر جمال الدین
وشمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور مین حاضر ہوے
مسجد پنڈیاین مین ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت مین حیرت
اور شفتگی دلپر چھاگئی اور بیخودی کے نشہ مین مخمور ہوگئے آیندہ جمعہ کو حاضر
ہوکر مرید ہوے شجرۂ صابریہ نورالہدے کے صاحب کے واسطہ سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شنیدہ باتفاق جمال الدین وشمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا در مسجد پنڈیاین آمدہ ملاقات
حاصل نمودند در اول صحبت حالت تحیر و آشفتگی دل عارض شد کہ نشہ بیخودی معلوم می شد بروز جمعہ آیندہ آمد
مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نورالہدے وقادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ عبدالرزاق
صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرخص خلافت شدند ایشانرا درخواست برائے حاضر باش دائی بود حضرت
فرمودند کہ بروز جمعہ و منگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ
ہست مجلس ہمین قرار ہنوز حضرت نقل کردند کہ برادرم مولوی محمد صالح بحضور مولانا حاضر شد عرض کردند کہ مولوی آزاد مزاج
از طفلی بود اکنون مرید جناب شدہ از کار ما رفت ارشاد شد کہ از کار نخواہد رفت شادیہاے خواہد کرد اولاد خواہد شد و خوش و خرم خواہد ماند
مطابق ارشاد سہ نکاح در وقت اتفاق شد یک دختر و دو پسر از بی بی ہاے سابق ہستند و بعد فوت شان وزوجہ در لکھنو نکاح آوردند
کہ آنہا نیز صاحب اولاد اند با وجودیکہ معاش وجائداد ندارند و نوکری کسے نکردہ اند در ماہتاج خود گاہے در ماندہ نشدہ اند و ظریف طبع
ولطیفہ گو آنچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردند کہ ترا درین ظرافت وطلاقت لسانی نگذارند خواہد شد چنانچہ میگویند کہ از کرامات حضرت
قبض و بسط من رسکوت و تکلم است یعنی مادامیکہ کلام ظرافت و طلاقت بر زبان من جاری میماند بدول من بسط میماند و در سکوت قبض میشود

اور شجرۂ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبدالرزاق صاحب کے
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیگئی اور جمعہ و منگل کے روز
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ
ہمیشہ بلاناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔
ایکبار آپکے بھائی منشی محمد صالح صاحب نے مولانا عبدالرحمن صاحب
کیخدمتمین حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لڑکپن سے آزاد مزاج
تھے اب جناب کے مرید ہوے ہمارے کام کے نرہے مولانا
نے فرمایا کہ تمھارے کام کا رہے گا شادیان کریگا اولاد ہوگی
خوش و خورم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبداللہ صاحب
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوے۔
بعد وفات زوجۂ اولے کے دو بیویان لکھنؤ مین اور کین وہ بھی
صاحب اولاد ہوئین باوجودیکہ کچھ معاش و جائداد نہین رکھتے تھے
اور نوکری بھی کسی کی نہین کی مگر اپنے حوائج ضروریہ مین کسیکے
محتاج نہین رہے۔ ظریف طبع اور لطیفہ گو اسقدر تھے جسکی کہ
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی ظرافت و طلاقت لسانی

مین تیرے لیے کشود کار ہوگا چنانچہ مشہور ہے کہ آپکی کرامت سے
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام مین پیدا تھی
چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جسوقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جسوقت
مجکو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دلپر
طاری ہوجاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپکے متعلق چند حکایتین اور بھی ملفوظ رحمانی مین منقول ہین اگرچہ وہ مولانا
صاحب کی کرامت کی دلیل ہین لیکن مولوی صاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول
تھی وہ انسے مترشح ہوتی ہے کہ کسقدر انکو انکی پاسداری مدنظر تھی اور کیسا دست
شفقت آپ کے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دلجوی کی تھی اور انکو مولانا کیخدمتمین
کیسا تقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایکبار مولوی عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہوکر گھر سے نکل گئے
مولوی عبداللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنو
مین عیش باغ کیطرف چلدیے اور وہانسے بجاے گھر آنے کے مولانا کے حضور مین حاضر
ہوے اور دل مین نیت کی کہ بدون استفسار کے مین کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے
روبرو نہ اظہار کرونگا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کرلیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھدیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اسقدر ملول کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرض کیا۔ مولانا نے ارشاد کیا کہ گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہوگا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ مین اسیوقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب بڑے بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا مینے دلمین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اوسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجشنبہ کے روز قریب مغرب کے مولانا صاحب کے حضور مین حاضر ہوے مولانا صاحب نے پوچھا کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہین مولوی عبیداللہ صاحب نے عرض کیا کہ بفضلہ والدہ اور والد دونون زندہ ہین مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم ہے والدہ کو پوچھتا ہون اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہوگئے اوسی زمانہ مین شاہ آباد سے خبر گئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتون کا جسکا کہ ہم اوپر اظہار کر چکے ہین اسجگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہین۔ شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی نے فرمایا کہ مولویصاحب اپنے پیر و مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے ایکروز مولویصاحب مولانا کیخدمت مین حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت آپ نکاح کرلین مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب باہ نہین ہے مولویصاحب نے پھر کہا کہ حضرت نباہ ہوجائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علیخانصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکروز مین مولوی عبداللہ صاحب کے مکان پر محلہ مولا گنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اسلیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اکبر رون حویلی سے باہر آیا مولویصاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور حافظ صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانیکے قسم سے چانول کدو انڈے وغیرہ تھے جب کھانے کیطرف لوگ متوجہ ہوے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب سے کہو کہ خشکہ کھائین اور نہین کیا کدو کھائینگے خلیفہ صاحب بھی انکی باتو پر ہنستے جاتے تھے۔

ایکبار مولوی صاحب لکھنو مین اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانیکو بیٹھے جاڑونکا موسم تھا کھانیمین فضلی چیز کھچڑی بھی موجود تھی اس اثنا مین منشی صاحب کی اہلخانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کیطرف زیادہ ڈالدیا مولویصاحب نے یہ دیکھکر کہا کہ بھائی مین کل روشن الدولہ کی کوٹھی کیطرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جسمین گرتے گرتے بچگیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیون سے ظاہر کرکے گھی اپنی طرف گھسیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اسطرح برابر کرادی اور گھی کل کھچڑی مین ملاکر برابر کردیا۔

حافظ غلام علیخان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنو مین ایک نواب جو شاہ اودھ کے عزیز تھے اُنکے کوئی اولاد نہ تھی انھون نے اپنی یہ تمنا مولویصاحب سے رجوع کی خدا کی دین کہ انکے یہان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولویصاحب کے اور بھی زیادہ معتقد ہوے اکثر مولوی صاحب کیخدمتمین حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات رئیسانہ مین اعصابردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولویصاحب کو نذرانہ مین اشرفی دیتے

ایکروز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نوابصاحب کے یہان گئے نواب صاحب بالاخانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہوکر تعظیم دی معانقہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی مونچھین بڑی بڑی تھین بیٹھے ہوے تھے اونھون نے نواب صاحب کے کانمین کچھ آہستہ سے کہا اسکے بعد خاموش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جوابدیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اسلیے ملے کہ آج ہمارے یہان بابا شجاع کی عید تھی مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہان خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب کو سنکر نواب صاحب خاموش ہوگئے اور ان بڑی مونچھون والے صاحب سے کہا کہ مین جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہین ہین۔

منشی عوض علیصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکبار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالبعلم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیطرف سے نکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ ظرافت کا نکلے حسب حال کہنا چاہیے مینے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے مجھے مجبور کیا کہ بجز تمھارے اس مجمع مین اور کوئی اسکی لیاقت نہین رکھتا کہ مولویصاحب

پر بھبتی کہ سکے مینے یہ شعر پڑھا ؎ پیری مین پھر ہے عشق حسین جوان ہوا ۔ بارود گر کیا
مین زور کمان ہوا ۔ یہ شعر پڑہنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔
مولویصاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدہا برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی
بھرمار شروع کردی گویا ابر نوبہار کیطرح برس رہے تھے اور ہم سبکو اس بوچھار مین
بھگو رہے تھے ضلع جگت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھون نے نہ ختم کردیا ہو یہ معلوم ہوتا
تھا کہ بلبل ہزار داستان چہک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سکوت کے ایک بات بھی جواب دینے کی
ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولویصاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف
سنی تو انکے کلام سننے کی مشتاق ہوی اور خدمت مین حاضر ہوئی سلام کیا مولویصاحب
نے جواب دیا وہ بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد اوسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم
ہوتے ہین کچھ بولنے والے نہین ہین ابتک کوئی غیر معمولی بات مینے نہین سنی جب
مولوی صاحب کو اسکے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے
پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب مین جاتی
ہون آپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ مین انکی حاضر جوابی کی معترف
ایکبار میانجی غلامی کے بھائی خلیفہ نہون حاضر ہوے انھون نے بجاے سلام کے
کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کرکے آداب جوابدیا
کہ جس سے دوسرے معنے پیدا ہوگئے اور خلیفہ مذکور بہت مقہور ہوے۔
کرامت خان نے مولویصاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفا نہ کیا جب
وہ آے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھون نے کہا کرامت مولوی صاحب نے
اس لفظ کے دو ٹکڑے کرکے کہا کہ کرا۔ مت اسپر وہ بہت نادم ہوے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایفائے وعدہ کی معافی مانگنے لگے۔

معشوق اللہ جو قصبہ کانٹھ کا رہنے والا آزاد فقیر ہے اوسکی عادت ضلع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب وہ مولویصاحب کیخدمتمین حاضر ہوا مولویصاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر فوراً جواب دیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مانکی نو مہینے کی محنت ہے مولویصاحب نے کہا کہ حیضی ہوش گرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ مین پنہان تھی جو اسموقع پر نہایت لطف دیگئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی مولویصاحب کے صدہا لطیفے اسطرحکے ہین جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولویصاحب کے دلچسپ مکالمے کلٹر صاحب سے سوال وجواب اور دیگر بہت سی حکایتونسے راقم کو آگاہی ہے۔

مولویصاحب کا لکھنو مین قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرانوردی مین بسر کی لکھنو سے جب مولویصاحب وطن چلے آئے تو مکانپر محض توکل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ انکی خاطر و خبرگیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنوی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اونسے اور مولویصاحب سے قدیمی مراسم تھے انھون نے مولویصاحب کی خوبیونکی تعریف نواب خلد آشیان سے بیان کی نوابصاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولویصاحب کے بلوانیکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولویصاحب کیخدمتمین کی اور سفرخرچ بھیجا۔ مگر مولویصاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت استغنائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ ایسے قدرشناس فرمانروا کی ذات سے قدر و منزلت اور مشاہرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔

مولویصاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہی مولانگنج مین رہتا ہون اب انگریز کو جاؤنگا
مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی مین خلافت کی سند تحریر کردی تھی
مگر منشی محمد صالح صاحب اور نیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہوے
مولویصاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالبعلم گلزار دانش کا یہ فقرہ
عندلیب آتشین نفس تپش قلبی بر شاخسار خیال آن گلرخ بہ نغمات سوز
وگداز قفس را بر نگ جرس آب نشین خاموش میگرداند۔ پڑھ رہا ہے
اور مولویصاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہین ۔ سینکڑون آہین
کرون پر ذکر کیا آواز کا ۔ تیر جو آواز دے ہے نقص تیر اندازکا۔
عندلیب کیسا آتشین نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے
شاخسار خیال پر نغمات سوز و گداز سے اپنے قفس کو مثل جرس
آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولویصاحب سبق پڑھاتے جاتے تھے
اور صدہا اشعار برمحل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ اللہ کہتے جاتے۔
مولویصاحب جو اشعار پڑھتے تھے اونمین سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
حوالہ قلم کیے جاتے ہین ۔

عشق مین نسبت ہے کیا بلبل کو پروانہ کیساتھ	وصل مین مرجاوہ یہ ہجر مین جیتی رہے
ترچھی نظرون سے نہ گھورو عاشق دلگیر کو	کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو
دور سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے	پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلگیر ہے
سال آیندہ تک گلہ پھیر رہا	عید آئی اور تو گلے نہ ملا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر نتھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولویصاحب

کی قلم کا ایک مسودہ جسپر انھون نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ) لکھی ہے اسوقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر انکے یادگار تحریر کیے جاتے ہین۔

دیدنی سب خدا کی صنعت ہی جتنی شیے ہی خدا کی قدرت ہے، نام اللہ کا تو لے ہر دم
نر ہے تجھپہ کوی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے ہی پر قصہ و کہانی ہے
کوئی جا کر کے پھر نہین آیا حد سے خوشتر مکان وہین پایا مرنیسے پہلے نفس مرجاے
نام اپنا یہان بھی کر جائے

فرمانبر رحمان ہین عصیان کسے کہتے ہین | ہر شیے کا محیط حق ہی بطلان کسے کہتے ہین
اول وہی آخر وہی باطن وہی ظاہر وہی | خود آپ نمایان ہے پنہان کسے کہتے ہین
عبث دنیا و دین کی یہ ہوس ہے | جو برحق موت ہے اللہ بس ہے
تو آپ ہی شوق سے کر پاس انفاس | جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے
رہائی کا نہ کر احسان صیاد | کہ آپ ہی ٹوٹنے پر یہ قفس ہے
بھری ہے فوج عشق عاشق کے دلمین | یہ دم کی آمد و شد اک جرس ہے
جسے ہے کوچۂ جانان میسر | تو کونین اسکے آگے خار و خس ہے
تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم | کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے
نہو تو نفس امارہ کا پیرو | جو کچھ بھی معرفت کی تجھ مین کس ہے
فیض مولانا سے حاصل دل کو نفی غیر ہے | ظاہر و باطن ہمین باغ ارم کی سیر ہے

مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ مویصاحب کا صبر تخلص تھا اور غزل مندرجۂ ذیل انھین کی ہے ؎

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے | کچھ نہوگا وہ ستم ایجاد جو چاہے کرے

چاہ کنعانمین گرادین ماہ کنعانکو عزیز
حق یہ ہی تقدیر کی افتاد جو چاہے کرے

کب ہلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاون
آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے

ہمتو خواب وصل مین تھے دی موذن نے اذان
قہر اس کمبخت کی فریاد جو چاہے کرے

جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے
دخل کسکو صانع ایجاد جو چاہے کرے

دیکھ لینگے کھینچکر لاویگا جب اسکی شبیہ
دعوے باطل ابھی بہزاد جو چاہے کرے

ہی خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہی مجھے
تہمت بے اصل و بے بنیاد جو چاہے کرے

کوہ کاٹا بے تکلف سر ترا شا بید ریغ
تیز دستی تیری اے فرہاد جو چاہے کرے

کشور دل بھی ہمارا ہے مگر اقلیم ہند
اے تو اسکو خراب آباد جو چاہے کرے

گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی
سچ ہی نادان کی سمجھ شداد جو چاہے کرے

ترغ مین آیا ہی دینے کو مبارکباد مرگ
وہ ستم ایجاد ہے ایجاد جو چاہے کرے

پر کتر کے ذبح کردے بیچ لے یا چھوڑ دے
بلبل اسکے بس مین ہے صیاد جو چاہے کرے

چاہ بابل سے فرشتونکو یہ آتی ہے صدا
قہر کا پتلا ہے آدمزاد جو چاہے کرے

زندگی بھر ہو گئی پوچھا نہ اکدن آپ نے
مرنیپر صفیر ہمکو یاد جو چاہے کرے

مولویصاحب کی بزم مین یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انھین کی ہی مگر چونکہ اسمین تخلص نہین ہی یہ نہین کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی ؎

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانا نہ تربت مین
مؤدب ہو کے اٹھ بیٹھا مین بیٹا یا نہ تربت مین

وہان بھی ہم جمالیوینگے ٹوٹے دل لگانیکا
فرشتونسے رہیگی صحبت یارانہ تربت مین

مزا اپنا اسی جا ہو جہان قصر حسینان ہو
نہین رہنے کا یہ وحشی دل دیوانہ تربت مین

عوض مے کے پینگے وان بھی بس ہم خون دل اپنا لگاکر منھ سے رکھنا ساقیا پیمانہ تربت مین
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک سوتے ہین بچھاتا کون ہی اب مسند شاہانہ تربت مین

مولویصاحب کے شاگردونمین ایک مولوی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ مین رہتے تھے انھون نے ایک سالہ دینیات مین موسومہ بہ نسیم جنت نظم کیا ہی راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا رسالہ ہی اسمین مولوی عبداللہ صاحب کی مدح مین چند شعر لکھے ہین اور وہ یہ ہین۔

دوسرے استاد میرے با تمیز ہین عنایت سے بڑے ہر دلعزیز
نام عبداللہ مولانا مگر ہے توکل جنکو تجھ سے خاصکر
رویت دیدار سے اے بے نیاز روز محشر انکو کرنا سرفراز

مولویصاحب کے بوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان مؤخیل وغیرہ نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولویصاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہوا شعر پڑھتے تھے ؎ یہی مسکن ہی ہمارا یہی ہوگا مدفن ۔ یا گلی دوست کی یا یار کے گھر کا آنگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور زمینداری سے ہے اور یار کے آنگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ مین مولویصاحب کا اکیسوا ایک بیٹا سکی عمر مین جب وصال ہوا تو ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند گز کے فاصلہ پر مدفون ہوے مزار خام ایک چبوترہ پر لب سڑک واقع ہے۔

میر نجف علیصاحب نے انکی رحلت کا قطعۂ تاریخ قرآنمجید کی آیت مین نظم کیا ہے ؎

چو شد عازم خلد عبد الٰہ شہ ملک دین بہر وصل حبیب
نجف گفت از بہر تاریخ سال کہ نصر من اللہ فتح قریب
۱۲۹۶ھ

خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب

آپ احمد حسین خانصاحب اختیار پوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خانصاحب کے بھتیجے ہین۔ جب لڑکپن مین آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ کے عم نامدار حاجی محمد حسین خانصاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کیطرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابین قاضی کاظم علیصاحب سے پڑھین اور عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی۔ جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا کے شاگرد ہوکر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ مین افسر الاطبا صاحب ممدوح والی نرسنگہ گڈھ کے ملازم و معالج تھے لہذا استادی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگہ گڈھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کیطرف رجحان ہوا اور آگرہ جاکر ڈاکٹری مین دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب مین ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم الطبعی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکرٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوے اور سرکار کیطرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونون عہدون کے فرایض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کارگذاری ثابت ہوئی اسی سلسلہ مین کاکس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہوگئے اور ایسی موافقت آئی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات مین آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

آمین شک نہین کہ مینوسپلٹی شاہ آباد مین جو ترقیان ہوئین وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ ہین۔ بڑی ہوشیاری و تدین سے کام کیا۔ مینوسپل کے خدمات و آنریری مجسٹریٹی کے بے لگا و فیصلونکے صلہ مین گورنمنٹ نے مستحق سمجھکر ۱۹۱۰ء مین آپ کو **خطاب خان بہادری** مرحمت کیا اس خوشی مین کہ اپنے وطن اور قوم افغان مین آپ ہی پہلے خان بہادر ہوے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریرین و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھکر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اسجگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ؎

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت — از لطف کبریا شدہ آن زیب بخش صدر
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد — آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا — ہر ایک قلب مین اس سے خوشی نے پایا دخل
جو فکر سال مظفر ہوئی ندا آئی ؎ — ہوے ہین خان بہادر حکیم صاحب عقل

حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمونمین وہ اہل الرائے اور معاملہ فہمی مین عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی وقفیت ہے کیونکہ بارہا مبادلہ خیالات کا موقع ملا سفر حضر مین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیہ بوپال مین ہمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور انسے کام لینے مین بڑی مداخلت تھی اور ان فنون کیطرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمایش الہ آباد جو اس قسم کی اشیاء مین بے نظیر اگزبیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اسمین بجاے سیر

وملاقاتون کے انھین چیزون کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھون نے کبھی پاپتا بہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخی اور اوسکے درست کرنیوالے آلات کا کارخانہ کھولدیا۔ ہومیوپی تھک معالجات مین اسقدر قابلیت پیدا کرلی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اوسکا شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا اور دوا بلا قیمت تقسیم کیا کیے۔ قلمہاے انبہ کے کارخانہ مین بھی ترقی پیدا کردی اور فہرست انبہ مین بھی جدت دکھلادی قومی کامونمین قابل الذکر جامع مسجد کا گنج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری مین کمی ہوگئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ ان دوکانات زیر تعمیر مین جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنیوالا کوئی ممبر نظر نہین آتا۔

نو ایجاد چیزون کی ماہیت اور انکے منگانیکی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نو ایجاد مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ تپ دق کے مہلک امراض مین علیل رہکر ۶ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل و لایق شخص کے مرنیکا عام طور پر افسوس کیا گیا ؎ (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے ؎

عقیل و جوان عمر خان بہادر — ز دنیاے دون رخت ہستی بہ بستہ
بدل بستگی ہاے جنت قرین شد — دل خاندان را ز غمہا شکستہ
مظفر پے سال تاریخ جستم — نداشد جوانمرگ ذیعقل رفتہ
۱۹۱۵ء

آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

ہونا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہین۔ آپ اس دائمی یادگار کی فہرست مین آپکا نام ہمیشہ نظر آے گا۔ نواب دلدار خانصاحب رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہین راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس گاہ مین پیش کیے ہین اس ثبوت مین دکھلاے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی مین دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گذارہ بھی پاتے ہین۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہین۔

شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۔ انجمن ہند ضلع ہردوئی سے آپ نے لکھایا ہے۔

نواب دلیر خان
دلدار خان
سعادت خان
بندہ علیخان

احمد علیخان	خادم علیخان
دوست علیخان	حمایت علیخان
حسن علیخان	عنایت علیخان
لطیف النسا بیگم	آپ کے دو فرزند
لاولد رہین	راحت علیخان و
	محفوظ علیخان ہین۔

محرم مین سب سکہ رائے کا جھگڑا

محرم سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو شاہ آباد مین سب سکہ رائے اور تعزیہ دارون سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ مین چونکہ انگریزی عملداری ملک اودہ مین نہین ہوئی تھی اور یہان نوابی تھی اسلیے فریقین نے شاہ اودھ کی سرکار مین نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کرکے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسل اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کرکے تحریر کیے جاتے ہین۔

مسلمانون نے جو عرضی دی تھی اوسکا مضمون یہ تھا۔ سب سکہ رائے کایستھ نے معہ اپنے بھائیونکے امام عالیمقام کے علمون اور تعزیون کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ۶ تاریخ محرم کو نواب دوست علیخان کے علم اٹھے تھے اس روز بھوانی دین دائم الخمر نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ مین لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانون نے یہ اپنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھکر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کیوجہ سے دم نہ مارا، محرم کو جب بڑی ڈیوڑھی کے علم اوٹھے تو سب سکہ رائے گھوڑے پر سوار ہو کر علمون کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی مین علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی مونڈھون پر بیٹھے اور حقے پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانون کو یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسوین محرم کو اہل اسلام تعزیون کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکہ رائے

نے منادی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اُٹھایا جائے گا تو اسپر پانسو روپیہ
جرمانہ ہوگا مسلمانون نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام
کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیے اٹھالے جائین مگر شب مین بغیر
سامان روشنی کے تعزیہ اوٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے عذر کیا کہ ۱۱ تاریخ کو تعزیہ
دفن کرنیکا دستور نہین ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کردیے جائینگے
مگر سب سکہ راے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوادیے جب مسلمان
انکے پاس سمجھانے کو گئے تو انکے بھائی ٹکیت راے نے کہا کہ ہمکو تعزیون کا آجکے
دن اٹھوادینا منظور تھا وہ تعزیے ہمنے اٹھوادیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا
ہوگیا باقی تعزیے ہمارے کیہ پر ہین چاہین اٹھین یا نہ اٹھین ایسا سخت اور فحش
کلمہ سنکر مسلمانون کو تاب نرہی اور انکی رگ حمیت جوش مین آگئی اور عام بلوہ ہوگیا
اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والونکے نام یہ ہین نواب رعدانداز خان نواب
امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان بخش اللہ خان۔ عنایت
خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکہ راے نے شاہجہانپور جاکر وہانکے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو
عرضی سرکار اودھ مین بھجوائی تھی اُسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ
سے نائب تحصیلداری وتحصیلداری کے عہدہ پر عاملون کیطرف سے پرگنہ شاہ آباد
مین مقرر رہا ہے اسعرصہ مین مجھپر رعدانداز خان وامیر حسین خان رئیس شاہ آباد
اور شیخ علی محمد مرد ہہ اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور
پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال مین اختلاف رہا بعض جگہ ۲۹

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبداللہ چکلیدار سانڈی وغیرہ کا پہر رات رہے آیا کہ دارالسلطنت لکھنؤ مین ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع عام شاہ آباد مین کرا دینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیہ داری کا انتظام کیا جائے چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیسان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھون نے اعلان کرا دیا پیراج جو میری کارگذاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسنے سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی اسیکی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کر لیا اور معہ اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر مین چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے زور کر کے کواڑ ڈالے اور حویلی مین چلے آئے اور سب اسباب لوٹ لیا میرا اور میرے بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی ٹکیٹ رائے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمین اسناد و معافیات وغیرہ کے تھے وہ بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب مین معہ عیال و اطفال کے بیک بینی و دو گوش شاہجہانپور بھاگ آیا یہان عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہے امیدوار ہون کہ متمردون کا تدارک ہو کر میرا اسباب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ فہرست اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جسمین نیز کپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہے اسکی نقل موجب طلب اسمیں درج ہوئی دین برادر سب سکہ رائے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا و رؤسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا امسال مجھے خیرخواہ و کارگذار سمجھکر دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا علی محمد مردہ اور پیراج میکولال مہاجن نے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا مقرر ہونا مضر سمجھا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھین اشخاص نے سبکو آمادہ کرکے میری خانہ بربادی کرائی اور ان ہر سہ بد باطنون نے رعد انداز خان اور امیر حسین خان کے پاس جاکر مشورہ کیا اور انکو اپنا ہمخیال کرکے دو تین ہزار پٹھان اور شیخ اور جُلاھے لیکر ۱۱ محرم روز چہار شنبہ کو دوپہر کیوقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا ٹیکٹ رائے برادر حقیقی سب سکہ رائے اور جانکی پرشاد خویش سب سکہ رائے اور منگلی خدمتگار کو مجروح کیا مگر بخو خان ساکن موضع گڈھی چاند خان نے معہ اپنے عزیزونکے ان زخمیونکی حمایت کرکے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران مین امجد علیشاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علیشاہ بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تاجدار آخری کے روبکاری سے علی محمد امین کے نام حکم صادر ہوا کہ درینولا بھوانی دین برادر سب سکہ رائے بذریعہ چٹھی صاحب مجسٹریٹ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار رہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور پرچہ اخبار ۱۱ محرم ۱۲۶۳ھ کا بھی ملاحظہ سے گذرا لہذا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات واقعی کرکے تصفیہ اس مقدمہ کا کرادو اور کیفیت راست براست بارگاہ مابدولت مین ارسال کرو توقف و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس والا کے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور مین سب سکہ رائے کے پاس بھیجدیا گیا اور مقدمہ خفیف ہوکر باہم رضامندی ہوگئی سب سکہ رائے نے چکلیدار محمدی کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکہ رائے نے شاہ آباد آکر پھانکی چکلیداری مین نوکری اختیار کی اور فریقین مین ایک دوسرے سے کوئی تفصیت باقی نرہی۔ اور یہ معاملہ رفت و گذشت ہوگیا۔

محرم ۱۳۳۲ھ مین بعض جہلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین جھگڑا ہو گیا اور مہینون عدالت مین فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بنائے مخاصمت یہ تھی کہ سادھو رام تعزیونکے نکلنے کیوقت قصداً چارپائی پر بیٹھے اور مسلمانون نے کہا کہ یہ امر ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادہر سے اٹھنے کا اصرار اُدہر سے بیٹھنے کا اظہار رہا نوبت مجادلہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوے قاضی مصطفےٰ علیصاحب ڈپٹی کلکٹر اور انور علیصاحب انسپکٹر یوسف علیخانصاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا۔ رادہارمن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھون نے پوری توجہ کی السپ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ کے اجلاس مین مقدمہ پہونچا مہینون روبکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی سی فوجداری ہو گئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ مین طول ہوا مگر سادھو رام سرغنا اور چند ادھر اُدھر کے لوگون نے سزا پائی ہزارون روپیہ مسلمانون کیطرف سے خرچ ہوا اسیطرح پریشانی و مصارف بیجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔ باہمی نارضامندی سے سالگذشتہ مین چہلم نہین ہوا مگر امسال مسٹر صاحب ڈپٹی کمشنر خود شاہ آباد تشریف لاے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع الخیر محرم کے مراسم ادا ہوے اور چہلم مین بھی تعزیہ داری حسب دستور قدیم ہوئی راقم کی راے کے نزدیک دونون گروہ آپس مین مل جل کر بسر کرین اور ایک دوسرے کے مذہبی ارکان مین مداخلت کرنا ناجائز سمجھین اور بیجا سخن پروری و نفسانیت سے دور رہین۔ اتفاق بڑی اچھی شیے ہے ہندو اور مسلمان دونون ایک ہی خدا کے بندہ ہین۔

چراغ بتکدۂ و شمع خانقاہ یکیست
اگرچہ دیدہ دو آمد دلے نگاہ یکیست

تقریظ خاتمۂ کتاب

نوشتۂ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ

پنشنر سکرٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و مکرم جناب منشی مظفر حسین خانصاحب سلیمانی رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی مصنف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ ہمین شجاعان قومی و دلیران ملکی کے کارنامے درج ہین کہ جنکے پڑھے بغیر شگفتگی خاطر نہین ہوتی جسقدر انکے مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اسیقدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ایک تو فخر زمانہ بعدیل و یگانہ امرائے نامدار و مشاہیر عالیمقدار کے جو حالات درج کیے گئے ہین انکی دلچسپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصوصاً راستبازی و احتیاط و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اسکتاب کا مداح و شیدا بنا دیا تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی ہین اس شاہراہ سے معزز مصنف نے سر مو لغزش نہین کی۔ مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنیکا مجھے موقع نہین ملا لیکن جہانتک مجھے استفادہ ہوا ہے مین کہہ سکتا ہون کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے قابل اعتبار و لایق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیال اس زمانہ موجودہ کے اگر اسکے واقعات مین کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہین مگر جن حضرات کو علم تاریخ سے خلقی شوق و دلچسپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لایق وقار ہین۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابون کا حوالہ بھی جو اپنی دوراندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے۔ مصنف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ مین یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہین ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیازمندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کیجاتی ہے کہ معزز مصنف اپنے آپ ہی عدیل ہین بلکہ ہمارے قصبات مین فخر بین الاقران و الامثال اگر کہا جاے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مصنف کی عمر مین برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے

راقم بندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

تقریظ از شاعر مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مصنف فردوس بریں، منصور و ہنا، افسانۂ قیس وغیرہ

شاہ آباد ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین پٹھانون کے نامور خاندانون کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہے جن خاندانون سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خانصاحب سلیمانی ہین مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ واقف ہین آپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جسنے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور دلچسپی سے مطالعہ فرماوینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہون اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر مین ایک قیمتی اضافہ تصور کرکے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہون اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کرینگے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

تقریظ جناب حکیم محمد علیخانصاحب اڈیٹر مرقع عالم و مصنف جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحای عالم و آنریری مجسٹریٹ ضلع ہردوئی

نامۂ مظفری۔ یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قدیمی عنایت فرما و لایق دوست مولوی مظفر حسین خانصاحب شاہ آبادی نے حال مین تصنیف فرما کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار زمنہ کے اگر دیکھا جاے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہوگا یا موجودہ یا آیندہ آنیوالے واقعات سے۔ آنیوالے حادثات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسیکو نہین۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہین۔ بہرحال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہین تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہین جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابون کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے مملو پائیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز مین ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پٹھانون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک مدت گمنامی مین پڑی ہوی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھون نے

اپنی محنت وتلاش وکوشش سے اسکو معرض گمنامی سے نکالکر اس شہرت تک پہونچایا
کہ جو ایک مشہور مردم خیز سرزمین کے لیے ہوسکتی ہے بڑے بڑے شہرونکی تاریخ لکھنی
بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیون کے حالات لکھے جائین اور میرے
خیال مین یہ انسے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہرونکے حالات سے تاریخین
بھری ہوی ہین چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام وحالات صفحۂ دنیا سے مٹتے جاتے
ہین۔ مبارک ہین وہ لوگ جنھون نے اسطرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور
وہانکے باشندے خواہ وہ زندہ ہون یا مرگئے جنکے واقعات وکارنامے قیامت
تک باقی رہنے کے لیے تاریخونمین مدون کردیے گئے۔ ہم اپنے دوست منشی مظفرحسین خان
صاحب کے مشکور ہین اور داد دیتے ہین کہ انکی اس محنت وجانفشانی سے فن تاریخ مین
ایک قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ جو سب سے زیادہ ابنائے وطن اہالیان شاہ آباد کو ممنون ہونا چاہیے
اس تاریخ کے ذریعہ سے اونکے آبا واجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات وکارنامے
اونکو اور اونکی آیندہ نسلون کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے
محفوظ رہ گئے۔

قطعات طبع کتاب ہذا

چکیدہ کلک دُربار طرازیدہ خامہ عجوبہ نگار بدرسماء تحقیق مرکز دائرہ تدقیق شہریار ملک سخندانی فرمانروائے اقلیم خوش بیانی کشاف غوامض عقلی ونقلی **حضرت ثریا قدر میرزا محمد تقی علی بہادر** دُرِدرج سلطنت عظمےٰ برادرزادہ وخویش **حضرت سلطان عالم محمد واجد علیشاہ بادشاہ پنجم ملک اودھ** وخلف شاہزادہ عالم وعالمیان **سلیمانقدر میرزا محمد حسن علی بہادر** مرحوم مغفور خلف حضرت **محمد امجد علیشاہ** جنت مکان اعلےٰ اللہ مقامہ فی بساطین الجنان بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت **محمد علیشاہ** فردوس منزل نوراللہ مرقدہ بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک ارسل **محمد قرا یوسف ترکمان** ملقب بہ **بادشاہ گر**۔

مشہور ہین جو **منشی مظفر حسین خان** — واقف بے تخیف بھی اُن خوشخصال سے
تاریخ ایک لکھی ہے بمثیل وانتخاب — کچھ ربط وضبط جسمین ہین باریک بال سے
آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے — تحقیق وہ کہ جو نہ بڑھی اعتدال سے
لکھدو **ثریا** سال دعائیہ بہر طبع — محفوظ رکھے رب الحسین عین الکمال سے

۱۹ ۶ ۱۵

ایضاً

ہوا ہی کیا مرتب نسخۂ تاریخ ان دن — پر از خوبی سراسر ہی تھی حالات لایعنی
بیان ایسا کہ فیضی گوزمین بچین ہوجائے — زبان ایسی کہ جسکی مدح خوان ہو روح خاقانی

ثریا طبع کاسن کرد و قلب طبع سے مؤون — لکھے حالات وہ جنکو کہیں نقش سلیمانی
۱۳ ۳۳

ایضاً

آن مؤلف خوش نوشتہ جملہ حالات وطن — غیر ممکن میشود تعریف و مدح و وصف او
از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگہان — اے ثریا زد ندا ہاتف باین صورت بگو
بدبیک مصرع دو صنعت صوتی و ہم معنوی — شد مزین سال فضلی سیزدہ صد بست و دو
۱۳ ۲۲ ف

ایضاً

ساقیا برخیز و جام بادۂ احمر بیار — تا بجا آرم حوائم ہم دل رفتہ ز کار
گفتہ تاریخ وطن لایق مظفر بے بدل — کردہ احسان لاجرم این بر صغار و بر کبار
ہر سطر چون سنبل تر سر بسر زلف حسین — ہر ورق چون برگ گل گلرنگ یا خسار یار
دیدنش بر کثرت سرسبز و شادابی او — بلبل سدرہ ندارد رشک باغ پربہار
صوری و در معنوی گویم ثریا سال طبع — یکہزار و نہ صد و ہفتاد و یک سمت شمار
۱۹۷۱

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید افضل علیخان بہادر شوکت جنگ خلف الرشید حضرت اسیر لکھنوی

این مظفر نامۂ نامی است مملو از صفات — دفتر خوبی بصد حسن تکلم طبع شد
افضل از سر چون قلم این سال تاریخش نوشت — فرد عالم نامۂ اعمال مردم طبع شد
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر انجم لکھنوی شاگرد رشید تدبیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص بہ اسیر ندیم و دبیر شاہ اودھ

عجیب نامہ نامی رسید در مطبع — کہ عاجز است بمدح گرامیش خامہ
نوشت سال سیمی بلوح دل انجم — رسد بدرجہ اعلےٰ مظفری نامہ

از عالیجناب ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خانصاحب سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرحوم

اک دوستنے یہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شیے — مینے یہ گذارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن ہجری درکار ہے گر سائل — لازم ہے اسے کہنا تاریخ جہانبانی ۱۳۳۳ھ

ایضاً

ہے مظفر حسین کی تاریخ — جو محقق بھی ہین سخنور بھی
سائل اسکا حساب ہجری سے — نام رکھ نامہ مظفر بھی ۱۳۳۳ھ

از عالیجناب اجہ درگا پرشاد صاحب بہادر تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ درجہ اول و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ

اے مظفر حسین علم پناہ — رایت فکر تو رسید بماہ
خان لقب باشد و سخن یارت — نیست جز نیکوی دگر کارت
نیکو نیک دل وجود تست — بر سماء سخن صعود تست
خوش نوشتے کتاب شاہ آباد — قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چہ خوش سحر سامری کردی — جلوہ شان دلبری کردی
مردگانرا چہ زندگی دادی — باب منت بخلق بکشادی

این کتاب تو حسرز جان آمد | قابل قدر رقدر دان آمد
فکر تاریخ از تو آمد پیش | اندکے مہر رفت چون از خویش
از سر جوش سال او بے عیب | عمدہ تاریخ گفت ہاتف غیب ۱۳۳۳ھ

از عالیجناب منشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیلہ

کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے | یادِ بہارِ رفتہ کو اس گلشن ایجاد کی
تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھدو تم بھی ہاشمی | نایاب و نادر ہوگئی تاریخ شاہ آباد کی ۱۹۱۵ء

از عالیجناب منشی محمد ارتضا علی صاحب شرر علوی کاکوروی انسپکٹر ضلع الہ آباد

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف ہفت گلبن شہید جفا تصویر عبرت وغیرہ

مرے حبیب مظفر حسین خانصاحب | ہین حسن و خوبی اخلاق مین خود اپنے نظیر
ادیب و منشی قابل رئیس ابن رئیس | بڑے ہین صاحب تحقیق اور با توقیر
خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو | نئی کتاب کی رہتی ہے فکر دامنگیر
سفر حضر مین جہان دیکھیے کتاب ہے ساتھ | کتاب ہی ہے رفیق طریق اور مشیر
بجا ہے روے کتابی کتاب ہے محبوب | وہ سلسلے مین مضامین کہو گئے ہین اسیر
سواد خط ہے کہ روشن سواد کشور نور | جو حرف لکھتے ہین بنجاتا ہے وہ مہر منیر
پرانی وضع ہین انکے ملا ہے رنگ جدید | ہے یہ نہین کہ پرانی لکیر کے ہون فقیر
بڑی صفت ہے کہ مکر و ریا نہین انمین | وہ صاف ستھرے ہین رکھتے ہین پاک صاف ضمیر

لکھی ہی حالمین اپنے وطن کی اک تاریخ — وہ اسطرحکی ہی نادر نہین ہے جسکی نظیر
دیا ہے حب وطن کا ثبوت تحریری — کیا ہی اگلے بزرگونکا حال سب تحریر
بڑی تلاش سی تحقیق سی لکھی ہے کتاب — ہوی ہین جمع تصاویر سب بصرف کثیر
نہین بصیرت علمی جنھین وہ ہین معذور — نگاہ قدر سے دیکھینگے نکتہ سنج بصیر
دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے اسمین — عیان ہی جدول کاغذ سے جوہر شمشیر
جو توڑتی ہین ستم توڑ یدار بند وقین — قضا کے گھاٹ اترتے ہین باغیان شریر
کہین پرانی قرابین کے ہین فیر پہ فیر — کہین مکش کی صدا دیر ہے ہین خنجر و تیر
جناب شاہجہان کا عروج شوکت جاہ — ہی زیب صفحۂ قرطاس و زینت تحریر
دکن کی جنگ ہی اورنگ زیب کی سطوت — عجب نہین ہی کہ شہرت ہو سکی عالمگیر
دُر و جواہر تحقیق سے مرصع ہے — الٰہی پائے یہ عزّ قبول شاہ و وزیر
زبان پہ آتی ہے بیساختہ ثنا و صفت — صدائے داد ہی یا خامۂ شرر کی صریر
خلف وہی ہی جو نام سلف کرے روشن — بڑھائے اپنے بزرگونکی عزت و توقیر
کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان — بجا ہی انکے معرف ہون گر صغیر و کبیر
کچھ اور شعر بھی توصیف مین رقم کرتا — ہجوم کار جو دیتا اجازت تحریر
یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ — کہا سروش نے حب الوطن کی ہی یہ نظیر

۱۳۲۶ھ

ایضاً

لکھے حالات یہ حب الوطن مین — ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ
اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی — شرر لکھدو لکھی کیا خوب تاریخ

۱۹ ۶ ۱۵

از عالیجناب حاجی مولوی نورالحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہردوئی خلف ارشد حضرت محسن کاکوروی مصنف خورشید بدر و کلیات محسن وغیرہ

جنبد امولوی مظفر حسین — کیسی باغ بہار ہے تاریخ
دل گلچین باغ عالم کو — چمن لالہ زار ہے تاریخ
پہلے حالات طرز نو سے لکھے — تازے پھولونکا ہار ہے تاریخ
عمر رفتہ کی یاد تازہ ہوئی — منظر سبزہ زار ہے تاریخ
ہاتف غیب نے کہا نیّر — تا در روزگار ہے تاریخ

۱۹ ۱۵ ع

از عالیجناب منشی نورالدین احمد صاحب رئیس کاکوروی مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کیواسطے — یادگار اچھی سی اچھی عالم ایجاد کی
خود نہین رہتا ہے لیکن ہر سخنور کا کلام — تا قیامت اک نشانی ہے اسیکی یاد کی
عالم فانی جسنے کچھ نہ چھوڑی یادگار — سچ تو یہ ہے عمر اپنی مفت ہی برباد کی
ہر زمانہ مین ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب — ایک نے بستی اجاڑی ایک نے آباد کی
صورت احوال کا اک آئینہ تاریخ ہے — لوح ہے یا اس طلسم دہر بے بنیاد کی
کیا مظفر آپنے لکھی ہے تاریخ وطن — داد جسنے کچھ ندی اسنے بڑی بیداد کی
دل کو فکر سال تھی کیفی یہ ہاتف نے کہا — لکھ گئی تاریخ نادر اورج شاہ آباد کی

۱۹ ۶ ۱۵

از عالیجناب حکیم سیّد بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہے مظفر آپ نے نادر کتاب — جسکی دنیا مین نظر آتی ہے مشکل سے مثال
یا خدا پبلک مین اسکی قدر ہو توقیر ہو — شاد ہو تا قدر دانی سے مصنّف باکمال
آرزوے بلگرامی لکھ قلم برداشتہ — بیمثال و بینظیر ہو مجلبیس از بہر سال

از عالیجناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس دیوہ

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب — الحق نمودہ مانی و بہزاد را خجل
اصغر جو فکر کرد پے سال انطباع — تاریخ شاہ آباد شدہ طبع گفت دل

از عالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خانصاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر — عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ اے خانِ معظم — تمہارے مدح مین قلم زبان ہے
یہ اے دل مصرع تاریخ لکھدو — شمیم گل بہار بیخزان ہے

از عالیجناب سید حسین احمد میانصاحب ابن سید تجمل حسین میانصاحب

قادری سجادہ نشین و رئیس شاہجہانپور

مصنّف نے عجب کی ہے یہ تالیف — مرے منھ سے ہو وصف اسکا بھلا کیا

جو ہے بات اسمین وہ تحقیق کے ساتھ — ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا
ہزارون نکتۂ باریک دم مین — اگر چاہین تو ہون اس سے ہویدا
زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر — تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا
جو فکر سال ہے پیباک دلکو — لکھو ہے جام جم تاریخ زیبا
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علیخانصاحب ولد حافظ غلام علیخانصاحب
رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینائی

جیسی یہ خان مظفر نے ہے لکھی تاریخ — نہ سنی ایسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ
شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے — سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ
کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہین دخل اسمین — ہے بجا کہیے اگر اسکو بدیہی تاریخ
آفرین مرحبا اے صل علے صل علے — خان ذیشان نے عجب خوب یہ لکھی تاریخ
فی زمانہ نہین اب ایسے ہین قابل انسان — حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ
سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمایش — مینے بھی چاہا کہ لکھون کوئی مین بھی تاریخ
ناگہان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد — کیون نہین کہتے ہو تم ہی یہ انوکھی تاریخ
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خانصاحب
ڈپٹی کلکٹر و رئیس شاہجہانپور

نوشت خوب مظفر حسین خان تاریخ — زجانفشانی و تحقیق حسن اسلوبی
چو فکر سال نمودم برائے طبع جلیل — سروش غیب نداداد نسخۂ خوبی
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب محمد نوح صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ و مصنف دیوان نوح خلف الرشید خان بہادر مولوی محمد عبدالمجید صاحب جج و رئیس و تعلقہ دار قصبۂ نارہ ضلع الٰہ آباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے — اس کام سے واقف ہین وہ اس کام مین ہین تیز
وہ لطف سے خالی نہین جو فعل ہے اُنکا — جو بات ہو انکی وہ ہے اک مصلحت آمیز
حالات جو سچے تھے وہی درج کیے ہین — نفرت ہے بناوٹ سے انھین جھوٹھ سے پرہیز
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت — ہر صفحہ مضامین و معانی سے ہے لبریز
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش — معشوق ہو معشوق ہو معشوق بھی نوخیز
تحریک کی خوگر نہین خامہ کی روانی — شبدیز طبیعت کو نہین حاجت مہمیز
جسمین نہ کتبخانہ ہو بمبخت وہ گھر ہے — جسپر نہو کاغذ کوئی منحوس ہے وہ میز
اے نوح پھڑک اٹھتے ہین سب دیکھنے والے — تاریخ کی تاریخ ہو تاریخ دل انگیز

از عالیجناب رائے بہادر کنور کامتا پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دلپذیر — ہو مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنی نظیر
قیس نے وقت اٹھائی ہو تلاش ناقہ مین — تیشۂ فرہاد کس محنت سے لایا جوئے شیر
ہر ورق ہے بے ثباتیہ لے دنیا کا گواہ — ہو ہر اک صفحہ مین اک نیرنگ عالم کی نظیر
عبرت افزا کھنچگیا ہے نقشہ ہجر و وصال — شادی و غم کی بنی تصویر تو ام بے نظیر
خانۂ ہجر و ستم نے مردونکو زندہ کیا — آگے آگے ہو دم عیسے کی آواز صریر
خدمتین تھین بزم ہستی کی اگر مشکو عام — آج ارواح نیاگان بھی ہوئین منت پذیر

چرخ پر پہونچا دیا رتبہ زمین کا آپنے — کر دیا خاک وطن کو آج ہمرنگ عبیر
اوج مضمون نے دکھائی عالم بالا کی سیر — طائر عرشی ہوے ہین دام بند شمین اسیر
نطق طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے — بلبلونکا بند دم ہے ہوسکین کیا ہمصفیر
اوڑتی پریان ہر طرف مضمونکی آتی ہین نظر — صفحہ صفحہ ہسٹری کا ہی سلیمانی سریر
شوق مین تاریخ کے ہین ہر زبانین نغمہ سنج — حکم دل ہی مین بھی ہون ان بلبلونکا ہمصفیر
خامہ نے بھی اس توقع پر جھکایا اپنا سر — پڑہی جاتا ہی نشانہ پر کبھی نادان کا تیر
نجم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شگرف — دیدۂ اعزا زمین ہی بوستان بےنظیر ۱۹۱۵

تقریظ و قطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب نعمت گو

منجم و رمال و جفار رئیس اٹاوہ ابن حاجی مولوی میر خوب علیصاحب تحصیلدار و مولف انوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک محسن الدولہ سید مہدیعلیخان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

علم تواریخ درحقیقت خدا کی قدرتونکو زنگارنگ صورتون سے دکھاتا ہے۔ آفریدگار برحق نے کہ اپنے محبوب بےنشان باعث تخلیق کون و مکان احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس ظلمتکدۂ دنیا کو منور کیا ہے۔

تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ۔ دیہہ۔ شہر و نکے نئے نئے رنگ کا نقشہ آنکھون مین کھچ جاتا ہی۔ الحمد للہ زمانہ حال مین مخزن عقل و فہم و طبع رسا مجمع علوم و ذہن و ذکا ملک تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب منشی مظفر حسین خانصاحب نے یہ کتاب

تاریخ قصبۂ شاہ آباد خوش بنیاد قلمبند فرما کر قلم و ہندوستان مین ناظرین کو محو نظارہ بنایا ہے چشم بد دور سچے واقعات کا مرقع عجیب حسن و ادا سے دکھایا ہے۔ شہر شاہجہانپور کی بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوزہ مین بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے نامہ مظفری سے موسوم بہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان حجم اوراق و مضامین بندہ کے خیال مین اسم تاریخی بہ سن عیسوی دفاتر مظفری ۱۹۱۵ء بھی موزون ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

رستمزدہ مورخے سوانح مصدقہ — بعالمے نمودہ وے نتائج سخنوری
ہران کسے کہ بیخبر ز حالت جہان بود — ندادہم کہ خوش بین دفاتر مظفری ۱۹۱۵ء

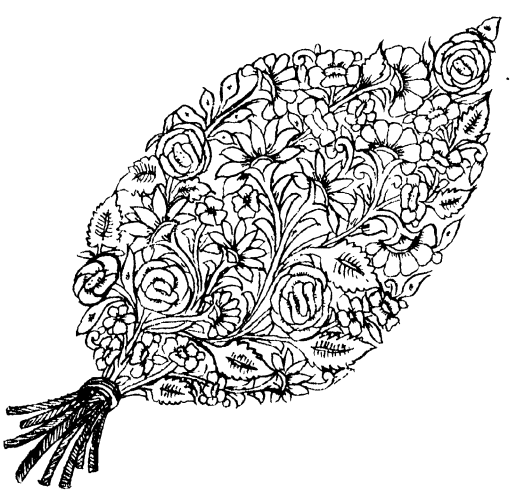

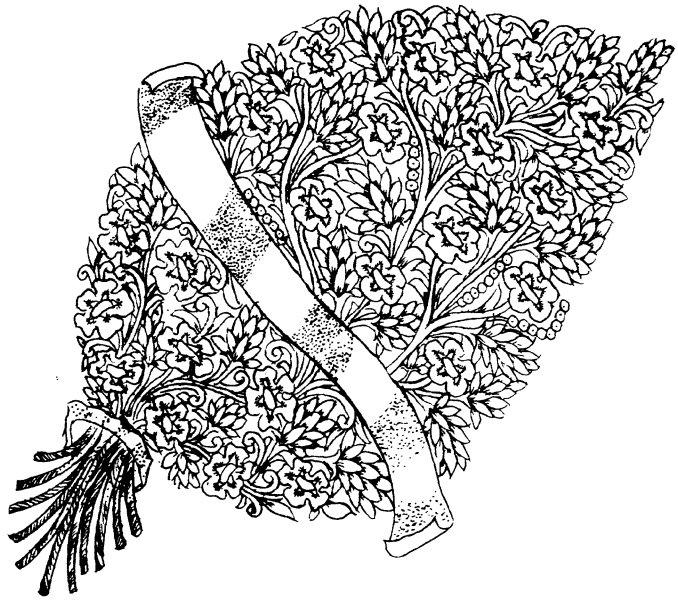

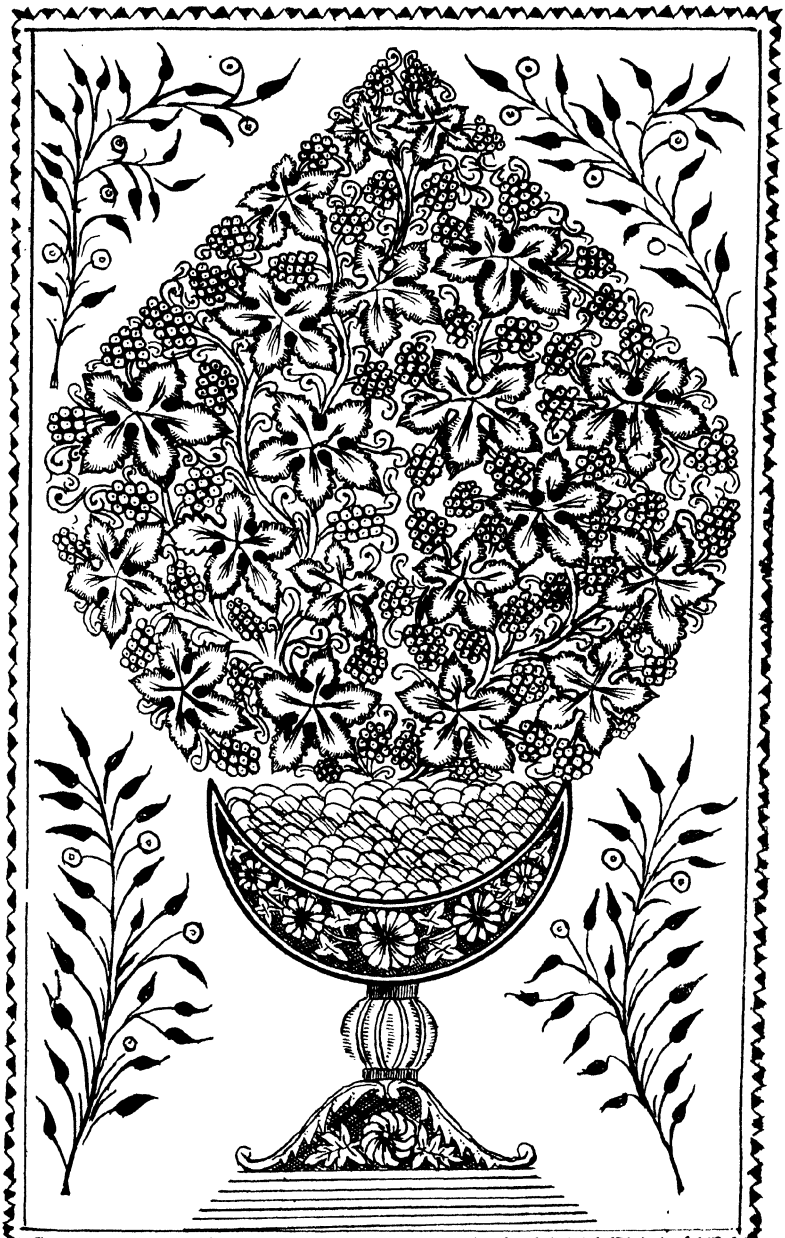

اعلان

اس کتاب

مین کثرت سے جو غلطیان
چھپنے مین آگئی ہین اُسکی وجہ یہ ہوکہ اول یہ
کتاب منیجر کارونیشن پریس لیگئے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھاپا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تساہل و
بدانتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد مین اکثر بزرگونکے حالات
جو مقدم تھے موخر کرڈالے۔ دوسرے کاپیان جو لکھائی تھین وہ کاپی نویسون
نے بہت غلط لکھین اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہوگئین اور
اُن کے حروف پتھر پر پورے طور پر نہین آئے۔ مصلح سنگ نے جس جگہ جو لفظ
نہین پائی یا پڑھی نہین گئی وہ اپنی راے سے جو چاہا لکھدی جب
یہ ابتری دیکھی تو وہان سے کتاب اُٹھاکر مطبع مجتبائی کو بنابر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع مجتبائی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسون اور مصلح سنگ کی غلطیون سے کتاب محفوظ نرہ سکی
مجبوراً جو فاش غلطیان تھین اُن کی صحت کرکے غلط نامہ
شامل کردیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتون وغیرہکا
تصرف جو چھپنے مین آگیا ہو اُنکی اصلاح غیر ممکن ہے لہذا حضرات
ناظرین ناچیز مولف کو عبارت کی غلطیون سے بیقصور
تصور فرمائین اور محنت کے معاوضہ مین بجاے
نیک صلہ کے کلمات اعتراض کے نہ
ارشاد فرمائین۔ فقط

المشتہر

مولف کتاب ہذا